

فتاویٰ نورۃ

فقیر عظیم ابو الخیر محمد نور اللہ نعیمی مفتی اعظم



شعبۂ تصنیف و تالیف دارالعلوم حنفیہ فریدیہ
بصیرت و مسیح اکابر

فتاویٰ رضویہ



لِلْعَالَمِ

سُفِّ الدَّجَى بِجَمَالِهِ

حَسَنَتِ حُصَالِهِ

مِنْ عَالَمِهِ



[illegible]

يَسْتَفْتُونَكَ

قُلِ اللَّهُ

يُفْتِيكُمْ



بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ
وَلَا تَجْعَلُوا دِينَكُمْ تِجَارَةً يُبَدَّلُ الْبَيْعَ

فتاویٰ نوری

جلد دوم

تصنیف

شیخ الحدیث فقیہ اعظم مولانا الحاج ابوالخیر محمد نور اللہ صاحب انجمنی نقادی
بانی دارالعلوم خفیہ فریدی بصیر پور

ترتیب و تدوین

استاذ الفقہ والحدیث حضرت مولانا علامہ الحاج ابوالفضل محمد نصر اللہ صاحب نوری

ناشر

شعبہ تصنیف و تالیف دارالعلوم خفیہ فریدی

بصیر پور، ضلع اوکاڑہ

کتاب	----- فتاویٰ نوریہ
جلد	----- دوم
تصنیف	----- حجة الاسلام حضرت فقیہ اعظم مفتی ابوالخیر محمد نور اللہ نعیمی قدس سرہ العزیز
تدوین	----- حضرت علامہ ابو الفضل محمد نصر اللہ نوری علیہ الرحمہ
ترتیب نو و تعارف ابواب	----- (صاحبزادہ) محمد محبت اللہ نوری
اشاعت اول	----- ذوالحجۃ المبارک ۱۴۰۳ھ / ستمبر ۱۹۸۳ء
اشاعت دوم	----- شعبان المعظم ۱۴۱۳ھ / جنوری ۱۹۹۴ء
اشاعت سوم	----- جمادی الاخریٰ ۱۴۲۱ھ / ستمبر ۲۰۰۰ء
صفحات	----- ۷۷۶
مطبع	----- شرکت پرنٹنگ پریس، چوک نسبت روڈ، لاہور
ناشر	----- شعبہ تصنیف و تالیف دارالعلوم حنفیہ فریدیہ بصیر پور شریف ضلع اوکاڑہ
قیمت	----- ۳۰۰ روپے

فتاویٰ نوریہ کے سٹاکسٹ

- (۱) انجمن حزب الرحمن، بصیر پور شریف ضلع اوکاڑہ
- (۲) ضیاء القرآن پبلی کیشنز، گنج بخش روڈ، لاہور

نقش آغاز



حجۃ الاسلام سیدی فقیہ اعظم نور اللہ مرقدہ کی چھ ضخیم جلدوں پر مشتمل شرعہ آفاق تصنیف 'فتاویٰ نوریہ اس دور کی عظیم فقہی کتاب ہے' جس کی اہمیت و افادیت دائمی اور آفاقی ہے۔۔۔۔۔ تاریخ فتاویٰ میں اسے ایک منفرد مقام حاصل ہے۔۔۔۔۔ اس میں جدید و قدیم مسائل کا حل اس خوبی سے پیش کیا گیا ہے کہ ارباب علم و دانش اس کے دلائل و براہین کو حرز جال بنائے بغیر نہیں رہ سکتے۔۔۔۔۔ حقیقت ہے کہ یہ فتاویٰ علم کا ایک وسیع سمندر، قرآن کریم اور احادیث مصطفویٰ کا ہمیشہ بہا گنجینہ اور اسلامی علوم و معارف خصوصاً فقہ کا نہایت قیمتی خزانہ ہے۔۔۔۔۔

فتاویٰ نوریہ کا دوسرا حصہ 'عرصہ سے نایاب تھا' اب محمد اللہ تعالیٰ اسے بڑے سائز پر نئے انداز میں شائع کیا جا رہا ہے۔۔۔۔۔

فتاویٰ نوریہ کی پہلی دو جلدیں برادر گرامی شیخ الفقہ والحدیث علامہ ابو الفضل محمد نصر اللہ

نوری قدس سرہ العزیز (م ۸۷۱۹ء) نے مرتب فرمائی تھیں، جب کہ بقیہ چار جلدوں کی ترتیب و
تجویب کی ذمہ داری احقر کو انجام دینا پڑی۔۔۔۔۔

فتاویٰ نوریہ کی دوسری جلد، پہلی بار ۱۹۷۷ء میں ۸/۱۸۷۲۲ سائز پر اشاعت پذیر
ہوئی۔۔۔۔۔ اس کا دوسرا ایڈیشن برلن اور گرامی کے وصال کے بعد ۱۹۸۸ء میں نسبتاً بڑے سائز
(۸/۲۰۷۲۶) میں شائع ہوا تو اس کے آغاز میں صاحب فتاویٰ کے حالات اور آخر میں فتاویٰ
نوریہ کی تقریب تعارف (منعقدہ ۴/ جون ۱۹۸۰ء، نیشنل سنٹر، لاہور) میں پڑھے گئے ممتاز
علماء اور سکالرز کے مقالات (۱) کا اضافہ کر دیا گیا۔۔۔۔۔ اب زیر نظر اشاعت میں حسب ذیل
ترمیم کی جا رہی ہیں :

✽ اسے بڑے سائز (۸/۲۰۷۳۰) میں شائع کیا جا رہا ہے، اب فتاویٰ کی تمام
جلدیں اسی سائز میں دستیاب ہیں۔۔۔۔۔

✽ پہلے ایڈیشن میں کتبت کی بہت سی غلطیاں رہ گئی تھیں، اس اشاعت میں
صحت و درستی کی مقدور بھر سعی کی گئی ہے، بعض مقامات پر ضروری حوالہ جات اور مفید تعلیقات
کا اضافہ کیا گیا ہے۔۔۔۔۔

✽ فہرست کو عام فہم بنانے کی کوشش کی گئی ہے۔۔۔۔۔

✽ ترتیب میں ممکنہ حد تک حسن پیدا کیا گیا ہے۔۔۔۔۔

✽ یہ اہتمام کیا گیا ہے کہ ہر باب اور رسالہ نئے صفحے سے شروع ہو، نیز فتاویٰ
میں شامل تمام کتب اور اہم ابواب کا تعارف پیش کر دیا گیا ہے، جس سے موضوع کے بارے میں
ایک اجمالی خاکہ قاری کے ذہن نشین ہو جاتا ہے۔۔۔۔۔

(۱)۔۔۔۔۔ یہ تمام مقالات نئے ایڈیشن سے حذف کر دیئے گئے ہیں، اب یہ مقالات فتاویٰ
نوریہ جلد ششم کے آخر میں شامل کر دیئے جائیں گے، ان شاء اللہ تعالیٰ۔۔۔۔۔ (محبت)



✽ کتاب کے آخر میں تین فہرستوں کا اضافہ کیا گیا ہے :

.....۱ فہرست آیات کریمہ

.....۲ فہرست احادیث مبارکہ

.....۳ فہرست مآخذ و مراجع

فتاویٰ نوریہ کی اس جلد میں زکوٰۃ، عشر، روزہ، رویت ہلال، اعتکاف، حج، نکاح اور رضاعت وغیرہ مسائل سے متعلق ۲۴۱ / استفتاءات ہیں، جن میں ضمناً کم و بیش چھ صد فقہی جزئیات و مسائل آگئے ہیں۔۔۔۔۔

اس جلد میں تین مستقل رسائل شامل ہیں :

.....۱ روزہ اور نیکہ

.....۲ افادۃ العشر او کد الامر

.....۳ حرمت المصاہرۃ، ترفع المناکحہ

زیر نظر اشاعتِ نو میں جن حضرات نے معاونت فرمائی، ان کا تمہ دل سے شکر گزار ہوں، دارالعلوم حنفیہ فریدیہ بھیر پور شریف کے مدرسین، مولانا قاری محمد اسد اللہ نوری اور مفتی محمد لطف اللہ اشرفی نوری نے از سر نو پروف ریڈنگ کی۔۔۔۔۔ نیز مؤخر الذکر نے اصل مآخذ سے مراجعت کے بعد مآخذ و مراجع کی فہرست مرتب کی، جس میں مصنف، مطبع، سن اشاعت اور مصنف کے سن وصال کی تفصیل آگئی ہے۔۔۔۔۔

عزیزم محمد ساجد نوری، معلم دارالعلوم ہذا نے فتاویٰ نوریہ میں درج آیات اور احادیث کی فہرستیں تیار کیں، نیز احادیث کی تخریج کا کام سرانجام دیا۔۔۔۔۔

مولانا صاحبزادہ محمد فیض المصطفیٰ نوری اور مولانا محمد یوسف نوری نے بڑی دل جمعی سے پیسٹنگ کی اور فتاویٰ کو حسن صورتی سے آراستہ کیا، نیز اول الذکر نے جملہ طباعتی امور بڑی



لگن اورد لچپی سے انجام دیے-----

پروفیسر خلیل احمد نوری اور مولانا محمد منشاء تاش قصوری نے مفید مشوروں سے نوازا اور
یوں یہ علمی و فنی گلدستہ آپ کے ہاتھوں تک پہنچ رہا ہے-----
ہم نے اس جلد کی تصحیح و ترمیم کی مقدور بھر سعی کی ہے تاہم اگر اس میں کوئی خامی نظر
آئے تو اسے ہماری کوتاہی پر محمول کیا جائے-----

اللہ رب العزت جل جلالہ صاحب فتاویٰ نوریہ کے درجات بلند کرے اور جادۂ حق کے
مسافروں کو آپ کے علمی فیضان سے مستفید ہونے کی توفیق ارزانی فرمائے اور فتاویٰ نوریہ کے نور
کو عام فرمائے-----

آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ و اصحابہ اجمعین

(صاحبزادہ) محمد محبت اللہ نوری

سجادہ نشین آستانہ عالیہ نوریہ قادریہ

مہتمم دارالعلوم حنفیہ فریدیہ بصیر پور شریف (اوکاڑہ)



فهرست

مشمولات

۱۶۶۱۵	اجمالی فہرست کتب و ابواب
۵۸۶۱۷	تفصیلی فہرست مسائل
۶۰۶۵۹	فتاویٰ نوریہ جلد دوم کے اہم مستفتین
۶۳	علم و فضل کے پیکر رعنا (ضیاء الامت پیر محمد کرم شاہ)
۶۴	افقہ الفقہاء (شیخ القرآن علامہ غلام علی اوکاڑوی)
۸۳۶۶۵	حیاتِ فقیہ اعظم (صاحبزادہ محمد محبت اللہ نوری)
۷۳۳۶۸۵	فتاویٰ نوریہ
۷۴۶۶۷۳۵	فہرست آیات کریمہ
۷۶۰۶۷۴۷	فہرست احادیث شریفہ
۷۷۰۶۷۶۱	مآخذ و مراجع
۷۷۳۶۷۷۱	قطعات تاریخ

اجمالی فہرست کتب و ابواب

فتاویٰ نوریہ جلد دوم



۸۷	کتاب الزکوٰۃ	۱
۱۳۳	باب العشر	۲
۱۵۷	کتاب الصیام	۳
۲۱۵	رسالہ روزہ اور ٹیکہ	۴
۲۴۱	باب رؤیۃ الهلال	۵
۲۵۵	رسالہ ”افادۃ النشر او کد الامر“	۶
۲۷۵	باب الاعتکاف	۷
۲۸۷	کتاب الحج	۸
۳۱۱	کتاب النکاح	۹
۳۲۱	باب الخطبہ	۱۰

٣٦٣	باب المهر	١١
٣٤٤	باب الشغار	١٢
٣١١	باب المحرمات	١٣
٣٢٤	باب الجمع بين المحارم	١٤
٣٤١	باب نكاح المحصنات	١٥
٣٨٤	باب نكاح المعتدات	١٦
٥٣١	باب المصاهرة	١٧
٥٥١	رساله "حرمة المصاهرة ترفع المناكحة"	١٨
٦٠٥	باب الرضاع	١٩
٦٣٤	باب الكفو	٢٠
٦٥٣	باب الولي	٢١
٤٢٥	باب خيار البلوغ	٢٢



فہرست فتاویٰ نوریہ جلد دوم

نمبر شمار	فہرست مسائل	صفحہ نمبر
	کتاب الزکوٰۃ	۸۷
۱	تعارف کتاب الزکوٰۃ-----	۹۹۳۹۱
۲	چاندی کا نصاب (۵۰: ۵۲) ساڑھے باون تولے اور سونے کا نصاب	
	(۵۰: ۷۷) ساڑھے سات تولہ ہے-----	۱۰۱
۳	چاندی سونے کے برتنوں، ڈلی اور زیورات پر زکوٰۃ ہے-----	۱۰۱
۴	نوٹوں پر جب تک چلتے رہیں زکوٰۃ ہے-----	۱۰۱
۵	پیسوں میں اگر چاندی غالب ہو تو مند ہونے کے بعد بھی زکوٰۃ ہے ورنہ	
	نہیں-----	۱۰۱
۶	اونٹ گائے اور بکری وغیرہ کے نصاب زکوٰۃ کے شرائط کا بالا اختصار	
	بیان-----	۱۰۱
۷	نوٹ کی زکوٰۃ میں چاندی کا اعتبار ہے-----	۱۰۱
۸	وہ رقم جو حکومت مشاہرات ملازمین سے ہر ماہ رکھ لیا کرتی ہے اس پر	
	زکوٰۃ نہیں-----	۱۰۵





نمبر شمار	مسائل	صفحہ نمبر
۹	ادائیگی کے بعد بھی گزشتہ سالوں کی زکوٰۃ نہیں ہے مکمل تفصیل مع اختلافات صاحبین -----	۱۰۶ تا ۱۱۰
۱۰	اس رقم پر زکوٰۃ نہیں جو بطور ضمانت بینک میں جمع کرانی پڑتی ہے -----	۱۰۶
۱۱	راہن پر مال مرہون کی زکوٰۃ نہیں -----	۱۰۶
۱۲	دوران سال مال میں جو زیادتی ہوئی اسے بھی ادائیگی زکوٰۃ کے وقت اصل مال کے ساتھ ملایا جائے -----	۱۰۶
۱۳	حق مرہ، مطلق اور دیت وغیرہ کی رقم دین ضعیف ہے -----	۱۰۸
۱۴	دین ضعیف پر قبل از قبض زکوٰۃ نہیں -----	۱۰۹
۱۵	عید وغیرہ کے وقت خادموں کو نیت زکوٰۃ سے مال دینا جائز ہے جب کہ اسے حق خدمت نہ سمجھا جائے -----	۱۱۳
۱۶	بنی ہاشم کو زکوٰۃ دینا جائز ہے، جمع انیس صحابہ کے نام جن سے اس مضمون کی حدیثیں مروی ہیں -----	۱۱۵
۱۷	لڑکی کو زکوٰۃ دینا جائز ہے -----	۱۱۷
۱۸	غریب دلماد کو زکوٰۃ دینا جائز ہے -----	۱۱۷
۱۹	غریب بہن بھائی کو زکوٰۃ دینا جائز ہے -----	۱۱۷
۲۰	قرض دار کو قرض بموض زکوٰۃ معاف کرنے کا حکم -----	۱۱۸
۲۱	مستحقین زکوٰۃ کا بیان -----	۱۱۹
۲۲	طالب علم اہل سنت و جماعت کا استحقاق -----	۱۱۹
۲۳	سید کے لغوی اور اصطلاحی معنی کا بیان -----	۱۲۱
۲۴	بنی ہاشم کی تفصیل، جنہیں زکوٰۃ دینا جائز ہے -----	۱۲۲

نمبر شمار	مسائل	صفحہ نمبر
۲۵	حج کو جانے والے، طالب علم اور غازی، فی سبیل اللہ میں داخل ہیں	
۲۶	انہیں زکوٰۃ دینا جائز ہے۔۔۔۔۔	۱۲۳
۲۷	ایسے شخص کو زکوٰۃ دینا جائز نہیں جس کے متعلق علم ہو کہ بے جایا گناہ	
۲۸	میں خرچ کرے گا۔۔۔۔۔	۱۲۴
۲۹	اہل بدعت کو زکوٰۃ دینا جائز نہیں ہے۔۔۔۔۔	۱۲۴
۳۰	مال زکوٰۃ بطور تنخواہ دینا جائز نہیں ہے۔۔۔۔۔	۱۲۵
۳۱	تعمیر مسجد کے لئے زکوٰۃ دینا منع ہے۔۔۔۔۔	۱۲۶
۳۲	پرائمری سکول کی عمارت میں زکوٰۃ دینا جائز ہے۔۔۔۔۔	۱۲۶
۳۳	ضروریات دارالعلوم میں زکوٰۃ کس طرح صرف کرنی چاہیے۔۔۔۔۔	۱۲۷
۳۴	فرض یا واجب صدقہ کا گوشت صدقہ کرنے والا نہ کھائے۔۔۔۔۔	۱۳۰
۳۵	زکوٰۃ میں تملیک ضروری ہے۔۔۔۔۔	۱۳۶
۳۶	مدارس اسلامیہ وغیرہ پر زکوٰۃ خرچ کرنے کا حیلہ۔۔۔۔۔	۱۳۷
۳۷	کپاس، گندم وغیرہ کی فروخت سے حاصل شدہ نقدی پر عشر کے علاوہ	
۳۸	زکوٰۃ بھی ہوگی۔۔۔۔۔	۱۵۰
۳۹	زکوٰۃ روزہ اور حج وغیرہ میں قمری سال کا اعتبار ہے۔۔۔۔۔	۱۵۲
۴۰	اب تک جو انگریزی سال کے حساب سے زکوٰۃ دیتا رہا ہو، کیا	
۴۱	کرے؟۔۔۔۔۔	۱۵۳
۴۲	باب العشر	۱۳۳
۴۳	نہری اور چاہی کھیتی میں نصف عشر ہے۔۔۔۔۔	۱۳۶
۴۴	پکا فصل اٹھائے یا کچا فروخت کرے یا استعمال کرے، عشر ہے۔۔۔۔۔	۱۳۶



نمبر شمار	مسائل	صفحہ نمبر
۴۰	جانوروں کے چارہ میں عشر ہے۔۔۔۔۔	۱۳۶
۴۱	مٹائی کی صورت میں زمیندار اپنے حصے کا اور مزارع اپنے حصے کا عشر	
	دے۔۔۔۔۔	۱۳۶
۴۲	عشر و زکوٰۃ دونوں کا مصرف ایک ہے۔۔۔۔۔	۱۳۶
۴۳	اصول و فروع، خاوند یا بیوی کو زکوٰۃ و عشر دینا منع ہے اور باقی غریب	
	رشتہ داروں کو جائز ہے جب کہ اہل بیت کرام نہ ہوں۔۔۔۔۔	۱۳۶
۴۴	عشر مسجد پر استعمال نہیں کیا جاسکتا۔۔۔۔۔	۱۳۶
۴۵	ضروری نہیں کہ عشر میں جنس دے، قیمت بھی دے سکتا	
	ہے۔۔۔۔۔	۱۳۶
۴۶	جب آیہ ادا کیا جاتا ہو تو نہری کھیتی میں نصف عشر ہے۔۔۔۔۔	۱۳۸
۴۷	کون سی زمین عشری اور کون سی خراجی ہے۔۔۔۔۔	۱۴۱
۴۸	جب معلوم نہ ہو سکے کہ زمین عشری ہے یا خراجی تو عشری شمار ہو	
	گی۔۔۔۔۔	۱۴۱
۴۹	الاٹ کردہ زمین عشری ہے۔۔۔۔۔	۱۴۱
۵۰	ٹینڈر حال والی زمین میں عشر ہے۔۔۔۔۔	۱۴۲
۵۱	بچے، مکاتب اور دیوانے پر عشر واجب ہو جاتا ہے۔۔۔۔۔	۱۴۴
۵۲	عشر میں زمین کا مالک ہونا شرط نہیں، پیداوار کا مالک ہونا ضروری	
	ہے۔۔۔۔۔	۱۴۴
۵۳	اراضی موقوفہ میں عشر ہے۔۔۔۔۔	۱۴۴
۵۴	خراجی زمین میں ہمارے نزدیک عشر نہیں۔۔۔۔۔	۱۴۴
۵۵	باقی ائمہ ثلاثہ کے نزدیک خراج کے ساتھ عشر بھی ادا کرنا ضروری	



نمبر شمار	مسائل	صفحہ نمبر
	ہے۔۔۔۔۔	۱۳۵
۵۶	بارش یا مفت دریا کی پانی سے فصل ہو تو پورا عشر لازم ہے۔۔۔۔۔	۱۳۹
۵۷	ٹھیکہ پر زمین دینے سے جو رقم وصول ہو اس میں عشر ہے۔۔۔۔۔	۱۳۹
۵۸	بیج، ہیلوں کے خرچ، لوہار، حجام کی اجرت اور دیگر اخراجات نکالنے سے پہلے تمام پیداوار سے عشر نکالا جائے۔۔۔۔۔	۱۳۹
۵۹	زمین کی پیداوار کی زکوٰۃ کو عشر کہتے ہیں۔۔۔۔۔	۱۵۰
۶۰	ہر جنس کا عشر اس کی آمد کے ساتھ ہی ادا کیا جائے۔۔۔۔۔	۱۵۳
۶۱	عشر میں پیداوار کا اعتبار ہے سال گزرنے کا نہیں۔۔۔۔۔	۱۵۳
۶۲	خرید و مرمت، انجن، تیل، بچ اور نوکر وغیرہ کا خرچ منہا کیے بغیر تمام پیداوار سے عشر ادا کیا جائے۔۔۔۔۔	۱۵۳
۶۳	جس جنس کا عشر ادا کیا گیا ہو سال گزرنے پر اس کی زکوٰۃ واجب نہیں۔۔۔۔۔	۱۵۳
۶۴	عشر ادا کرنے کے بعد جنس فروخت کر دینی تو اس کی قیمت پر بھی دوسری نقدی کی زکوٰۃ ادا کرتے وقت زکوٰۃ ضروری ہے۔۔۔۔۔	۱۵۳
۶۵	مقروض پر عشر واجب ہے۔۔۔۔۔	۱۵۶
۶۶	غیر خراجی زمین میں زکوٰۃ ہے۔۔۔۔۔	۱۱۸
۶۷	ہمارے ملک کی زمین غیر خراجی ہے۔۔۔۔۔	۱۱۸
۶۸	بارانی یا مفت سیراب ہونے والی زمین میں ۱۰/۱ زکوٰۃ (عشر)	۱۱۸
	ہے۔۔۔۔۔	۱۱۸
۶۹	کنویں یا خریدے ہوئے پانی سے سیراب ہونے والی زمین میں بیسواں حصہ زکوٰۃ ہے۔۔۔۔۔	۱۱۸





صفحہ نمبر	مسائل	نمبر شمار
۱۵۷	کتاب الصیام	
۱۷۳ تا ۱۶۱	تعارف کتاب الصیام-----	۷۰
	جہاں چھ ماہ کے دن رات ہوتے ہیں، کیا وہاں روزہ فرض	۷۱
۱۷۶	ہے؟-----	
۱۷۶	معمّر شخص اور مریض کے فدیہ دینے کے شرائط-----	۷۲
	بلغاریہ اور ڈنمارک وغیرہ علاقے جہاں غروب آفتاب کے جلد ہی بعد	۷۳
	طلوع آفتاب ہو جاتا ہے، ان میں نماز، روزہ وغیرہ عبادات کے اوقات کی	
۱۹۵ تا ۱۷۸	تعیین اور احکام کے بارے میں تفصیلی فتویٰ-----	
۱۷۸	ان علاقوں میں سال میں ایسے چالیس دن آتے ہیں-----	۷۴
	جب چاند پر آبادی ہوگی تو وہاں نماز اور روزے کے احکام کیا ہوں	۷۵
۱۹۸	گے؟-----	
	تراویح پڑھنے کے بعد یہ سار ہو گیا تو روزہ نہ رکھنے کی اجازت ہے، جس	۷۶
۲۰۰	کی قضا لازم ہے-----	
	کسی معتبر امام کے نزدیک سفر مرض کی حد ۳۸ میل سے کم	۷۷
۲۰۱	نہیں-----	
	مسافر اگر یہ وقت صبح صادق اپنے شہر کے حدود میں ہو تو اس دن کا روزہ	۷۸
۲۰۱	رکھے-----	
	مقیم اگر سفر اختیاری یا مجبوری کے ارادہ کی وجہ سے روزہ توڑ دے تو	۷۹
۲۰۲	قضا و کفارہ دونوں لازم ہیں-----	
	سفر شروع کر کے کسی کام کے لئے واپس آیا اور روزہ افطار کر دیا تو قضا و	۸۰

نمبر شمار	مسائل	صفحہ نمبر
	کفارہ دونوں لازم ہیں۔۔۔۔۔	۲۰۲
۸۱	۶ یا ۵ میل سفر پر جانے کی وجہ سے روزہ توڑنے والے پر کفارہ کے علاوہ تعزیر بھی ضروری ہے۔۔۔۔۔	۲۰۲
۸۲	جس ملانے اسے یہ فتویٰ دیا اس پر بھی تعزیر ہے۔۔۔۔۔	۲۰۲
۸۳	رمضان المبارک کی بلا عذر علانیہ بے حرمتی کرنے والا سزائے موت کا مستحق ہے۔۔۔۔۔	۲۰۲
۸۴	مسافر کو روزہ ضرر نہ دے تو روزہ رکھنا افضل ہے۔۔۔۔۔	۲۰۴
۸۵	روزہ اگر مسافر کو سخت تکلیف دے تو نہ رکھنا بہتر ہے۔۔۔۔۔	۲۰۴
۸۶	ایسا روزہ باعث گناہ ہے جو مجاہد کو جہاد سے روکے۔۔۔۔۔	۲۰۴
۸۷	حکومت اسلامیہ شرعی ثبوت کے بعد ریڈیو پر چاند کا اعلان کرے تو معتبر ہے۔۔۔۔۔	۲۰۴
۸۸	توپ یا نقارہ وغیرہ کے ذریعہ جہاں چاند کا اعلان سنا جائے، عمل واجب ہے۔۔۔۔۔	۲۰۵
۸۹	بادشاہ کی طرف سے اعلان کرنے والے کی خبر معتبر ہے، خواہ وہ فاسق ہو۔۔۔۔۔	۲۰۵
۹۰	روزہ عدا نہیں رکھا تو دن کو کھانے پینے سے کفارہ لازم نہیں۔۔۔۔۔	۲۰۷
۹۱	روزہ دار مسافر قصد اکھا پی لے تو کفارہ نہیں۔۔۔۔۔	۲۰۷
۹۲	تے کے بعد قصد اکھا لیا تو کفارہ نہیں۔۔۔۔۔	۲۰۷
۹۳	بھول کر کھانے کے بعد قصد اکھانے پینے سے کفارہ نہیں۔۔۔۔۔	۲۰۷
۹۴	اگر رات کو نیت روزہ کی تھی تو افطار کفارہ کا سبب بنتا ہے۔۔۔۔۔	۲۰۷
۹۵	رات کو نیت نہ تھی صبح زوال سے پہلے روزہ کی نیت کر لی پھر توڑ دیا تو	



نمبر شمار	مسائل	صفحہ نمبر
	کفارہ نہیں۔۔۔۔۔	۲۰۷
۹۶	روزہ توڑنے کے بعد اتنا ہمارا ہو گیا کہ روزہ کی استقامت نہ رہی تو	
	کفارہ ساقط ہو گیا۔۔۔۔۔	۲۰۷
۹۷	اگر متعدد روزے ایک یا زیادہ رمضانوں کے کھانے پینے سے توڑے تو	
۲۰۸	تمام کا کفارہ ایک مرتبہ میں مدغم ہو جائے گا۔۔۔۔۔	۲۰۸
۹۸	کفارہ ادا کرنے کے بعد جو روزہ توڑا اس کا الگ کفارہ دینا ہو گا۔۔۔۔۔	۲۰۸
۹۹	اگر متعدد روزے بوجہ جماع توڑے تو تمام روزوں کے علیحدہ علیحدہ	
	کفارے لازم ہوں گے۔۔۔۔۔	۲۰۸
۱۰۰	افطار روزہ کا کفارہ کیا ہے؟۔۔۔۔۔	۲۱۰
۱۰۱	کون سا ٹیکہ روزہ کی حالت میں جائز ہے اور کون سا ناجائز	
	ہے؟۔۔۔۔۔	۲۱۱
۱۰۲	روزہ دار کو بسبب مرض ہلاکت، ضیاع عضو یا زیادتی مرض کا خطرہ ہو تو	
	روزہ افطار کر سکتا ہے۔۔۔۔۔	۲۱۱
۱۰۳	آنکھ میں دوا ڈالی جس کا اثر حلق میں پایا اس کی رنگت تھوک میں	
	دیکھی تو روزہ نہیں ٹوٹا۔۔۔۔۔	۲۱۲
۱۰۴	سوراخ احلیل کے ذریعے مثانہ تک پہنچنے والی دوا امام اعظم رحمۃ اللہ	
	تعالیٰ علیہ کے نزدیک مفید نہیں۔۔۔۔۔	۲۱۲
۱۰۵	معدہ یا دماغ تک پہنچنے والے زخم پر لگائی گئی دوا اگر معدہ یا دماغ میں	
	پہنچے تو روزہ کی قضا لازم ہے کفارہ نہیں۔۔۔۔۔	۲۱۳
۱۰۶	رسالہ روزہ اور ٹیکہ۔۔۔۔۔	۲۱۵



نمبر شمار	مسائل	صفحہ نمبر
۱۰۷	کان' ناک میں تردواڈالنے اور حققتہ سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے لیکن کفارہ لازم نہیں۔۔۔۔۔	۲۲۱
۱۰۸	عورت کی شرم گاہ میں تردواڈالنا مفسد روزہ ہے۔۔۔۔۔	۲۲۱
۱۰۹	سنگھی لگوانے سے روزہ نہیں ٹوٹتا؛ ہاں کمزوری کا خطرہ ہو تو مکروہ ہے۔۔۔۔۔	۲۲۸
۱۱۰	روزہ دار کو اگر جماع یا انزال کا خطرہ نہیں تو بوسہ اور چھونا جائز؛ ورنہ مکروہ۔۔۔۔۔	۲۲۸
۱۱۱	غسل کی وجہ سے اپنے اندر ٹھنڈک محسوس کرے تو روزہ نہیں ٹوٹتا۔۔۔۔۔	۲۳۳
۱۱۲	محبوب کی طرف دیکھنے سے پیاس دور ہو جائے تو روزہ نہیں ٹوٹتا۔۔۔۔۔	۱۰۳
۱۱۳	بھوک پیاس دور کرنے والے ٹیکہ سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔۔۔۔۔	۱۰۳
۱۱۴	روزہ میں کون سا ٹیکہ جائز ہے؟۔۔۔۔۔	۱۰۳
	باب رؤیۃ الهلال	۲۴۱
۱۱۵	تعارف باب رؤیۃ الهلال۔۔۔۔۔	۲۵۲ تا ۲۴۳
۱۱۶	چاند نظر آنے کے بارے میں ریڈیو کا اعلان معتبر ہونے کے میان میں رسالہ افادۃ النشر او کد الامر۔۔۔۔۔	۲۵۵
۱۱۷	توپوں کے فائر کے ساتھ رؤیت ہلال ثابت ہو جاتی ہے اگرچہ فائر کرنے والا فاسق ہو۔۔۔۔۔	۲۵۷
۱۱۸	اخبار، ٹیلی فون اور تار اثبات ہلال کے متعلق غیر معتبر ہیں۔۔۔۔۔	۲۶۳





نمبر شمار	مسائل	صفحہ نمبر
۱۱۹	ریڈیو کا اعلان بغیر اللہ معتبر ہے۔۔۔۔۔	۲۶۳
۱۲۰	فار یا چراغاں وغیرہ نشانات ظاہرہ سے چاند ثابت ہو جاتا ہے۔۔۔۔۔	۲۶۵
۱۲۱	ریڈیو سے عید الفطر کا چاند نظر آنے کی خبر سن کر انتظار کرنے والوں کو برائہ نہ کہا جائے۔۔۔۔۔	۲۶۸
۱۲۲	سعودی عرب میں ایک شخص عید کا چاند دیکھ کر ہوائی جہاز کے ذریعے کراچی آیا، یہاں ابھی تک بوجہ اختلاف رؤیہ رمضان المبارک ہے تو وہ شخص روزہ رکھے۔۔۔۔۔	۲۷۱
۱۲۳	اکیلا عید کا چاند دیکھنے والا روزہ رکھے۔۔۔۔۔	۲۷۳
۱۲۴	امام باقوسی اکیلا عید کا چاند دیکھے تو اس پر بھی روزہ لازم ہے۔۔۔۔۔	۲۷۳
۱۲۵	رمضان المبارک کا چاند دیکھنے والا روزہ رکھے اور جب اس کے تیس روزے پورے ہو جائیں اور عید کا چاند ثابت نہ ہو تو لوگوں کے ساتھ اکتیسواں روزہ رکھے۔۔۔۔۔	۲۷۳
۱۲۶	کیا اختلاف مطالع کا اعتبار ہے؟۔۔۔۔۔	۲۷۳
۱۲۷	اگر متعدد اشخاص جدہ سے عید کا چاند دیکھ کر آئیں اور کراچی میں رمضان المبارک ہو تو بھی روزہ رکھیں۔۔۔۔۔	۲۷۴
	باب الاعتکاف	۲۷۵
۱۲۸	تعارف باب الاعتکاف۔۔۔۔۔	۲۷۷
۱۲۹	کیا معکف وعظ کر سکتا ہے یا مسائل بتا سکتا ہے؟۔۔۔۔۔	۲۸۴
۱۳۰	کیا معکف نعتیں سن سکتا ہے؟۔۔۔۔۔	۲۸۴

نمبر شمار	مسائل	صفحہ نمبر
۱۳۱	کیا مختلف جماعت کرا سکتا ہے؟-----	۲۸۴
۱۳۲	کیا مختلف ننگے منہ پیشاب کے لئے جاسکتا ہے؟-----	۲۸۴
۱۳۳	کیا مختلف کسی کے ساتھ مل کر روٹی کھا سکتا ہے؟-----	۲۸۴
۱۳۴	منت سے اعتکاف واجب ہو جاتا ہے-----	۲۸۶
۱۳۵	رمضان المبارک کے عشرہ اخیرہ میں اعتکاف سنت کفایہ ہے ورنہ مستحب ہے-----	۲۸۶
۱۳۶	علاقہ بلغاریہ اور ڈنمارک میں اعتکاف رمضان کا حکم-----	۱۹۵
۱۳۷	اعتکاف مسنون میں روزہ شرط نہیں اور واجب میں شرط ہے-----	۱۹۵
	کتاب الحج	۲۸۷
۱۳۸	تعارف کتاب الحج-----	۲۹۸ تا ۲۸۹
۱۳۹	عورت محرم یا خاوند کے بغیر سفر حج پر نہیں جاسکتی-----	۲۹۹
۱۴۰	ضعیف العمر اور بیمار کسی کو حج بدل پر بھیج سکتے ہیں-----	۳۰۱
۱۴۱	بہتر یہ ہے کہ ایسے شخص کو حج بدل کے لئے بھیجا جائے جس نے خود فریضہ حج ادا کیا ہو-----	۳۰۱
۱۴۲	حج کے لئے نوٹو کھنچوانا جائز ہے-----	۳۰۲
۱۴۳	نوٹو کے بارے میں مفصل فتویٰ-----	۳۰۲
۱۴۴	کاروباری غرض سے مکہ مکرمہ جانے والے شخص پر لازم ہے کہ حج یا عمرہ کا احرام باندھ کر جائے-----	۳۰۶
۱۴۵	طواف میں رکن یمانی کو بوسہ دینا جائز اور سنت ہے-----	۳۰۸
۱۴۶	متعدد طواف کرنے والے ہر طواف کے بعد طواف کی دو رکعتیں ادا	





نمبر شمار	مسائل	صفحہ نمبر
	کریں -----	۳۰۹
۱۳۷	متعدد طوافوں کے دوگانے جمع کرنے مکروہ ہیں، ہاں اگر وقت مکروہ	
	ہے تو جمع کرنا درست ہے -----	۳۰۹
۱۳۸	مستحب پر طواف قدوم نہیں -----	۳۰۹
۱۳۹	مستحب اگر قبل از عرفہ نفلی طواف کر کے سعی کرے تو طواف زیارت	
	کے ساتھ دوبارہ سعی واجب نہیں -----	۳۰۹
	کتاب النکاح	۳۱۱
۱۵۰	تعارف کتاب النکاح -----	۳۲۰ تا ۳۱۵
۱۵۱	باب الخطبہ -----	۳۲۱
۱۵۲	ایجاب و قبول کے سوانکاح نہیں ہوتا -----	۳۲۳
۱۵۳	منکئی ایجاب و قبول کے قائم مقام نہیں -----	۳۲۳
۱۵۴	نابالغہ کی منکئی ہوئی بالغ ہونے کے بعد اس نے نکاح سے انکار کر دیا تو	
	کسی اور کے ساتھ کیا جاسکتا ہے -----	۳۲۷
۱۵۵	صرف رجسٹر میں اندراج سے نکاح نہیں ہوتا -----	۳۲۹
۱۵۶	ماریپیٹ کر عورت سے نکاح کا انگوٹھا لگوانا حرام ہے -----	۳۳۰
۱۵۷	مٹاؤٹی نکاح کو نکاح کہنا حرام ہے -----	۳۳۲
۱۵۸	عاقلہ بالغہ پر جبر جائز نہیں -----	۳۳۷
۱۵۹	فضولی کا نکاح باطل نہیں، اجازت پر موقوف ہے -----	۳۳۸
۱۶۰	نکاح فضولی کی اجازت قول و فعل دونوں سے ہو جاتی ہے -----	۳۳۸-۹
۱۶۱	بالغہ اگر اپنے نکاح کا اذن دے یا خود عقد کرے تو لازم ہو جاتا	

نمبر شمار	مسائل	صفحہ نمبر
۱۶۲	ہے۔۔۔۔۔ ایوبی حکومت کے بعض عائلی قوانین کے بارے جمعیت علماء پاکستان کی طرف سے سوالات۔۔۔۔۔	۳۳۹
۱۶۳	چار عورتوں سے نکاح ایک وقت جائز ہے۔۔۔۔۔	۳۴۲
۱۶۴	نکاح سے مقصود قضاء شہوت نہیں بلکہ افزائش نسل ہے۔۔۔۔۔	۳۴۳
۱۶۵	حضرت امام حسن نے دو صد سے زیادہ عورتوں سے شادی کی تھی۔۔۔۔۔	۳۴۴
۱۶۶	اگر خطرہ ہو کہ شب باشی لباس خوراک اور اخراجات میں انصاف نہ کر سکے گا تو ایک ہی بیوی پر اکتفا کرے۔۔۔۔۔	۳۴۴
۱۶۷	محبت وغیرہ امور غیر اختیاریہ میں بیویوں کے درمیان برابری ضروری نہیں۔۔۔۔۔	۳۴۵
۱۶۸	نکاح وسعت رزق و غنا کا ذریعہ ہے۔۔۔۔۔	۳۴۵
۱۶۹	تعدد ازواج مرد کا جائز حق ہے۔۔۔۔۔	۳۴۵
۱۷۰	دوسری شادی کی وجہ سے پہلی بیوی کو مطالبہ حق طلاق حاصل نہیں ہے۔۔۔۔۔	۳۴۶
۱۷۱	دوسری شادی کی وجہ سے عدالت اگر پہلی بیوی کے نکاح کو فسخ کرے تو فسخ نہیں ہوگا۔۔۔۔۔	۳۴۶
۱۷۲	نکاح اول میں اگرچہ شرط تھی کہ دوسری عورت سے نکاح نہیں کرے گا تب بھی دوسری عورت سے نکاح ہو سکتا ہے۔۔۔۔۔	۳۴۶
۱۷۳	دوسری شادی کی وجہ سے پہلی عورت کو مقدمہ کا کوئی حق نہیں بلکہ اگر مقدمہ کرے تو خاوند اپنے طور پر تعزیر لگا سکتا ہے۔۔۔۔۔	۳۴۹



صفحہ نمبر	مسائل	نمبر شمار
۳۴۹	اگر کوئی عورت مندرجہ بالا مقدمہ کرے تو اخراجات مقدمہ شوہر کے ذمہ نہیں۔۔۔۔۔	۱۷۴
۳۵۳	ایسی لڑکی جس کے بارے میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے روضہ پر چڑھا وادیں گے، کی شادی یہاں ہو سکتی ہے، ایسی منت لازم نہیں۔۔۔۔۔	۱۷۵
۳۵۵	باقاعدہ نکاح ہو چکا ہے تو کچھ عرصہ بعد ڈولی میں ڈالتے وقت دوبارہ نکاح کی ضرورت نہیں۔۔۔۔۔	۱۷۶
۳۵۶	گوئے کو اشارہ سے یاد کھا کر سمجھا دیا جائے کہ تیرا نکاح اس لڑکی کے ساتھ کیا ہے کیا تجھے قبول ہے اور وہ اشارہ کر دے یا لکھ دے کہ قبول ہے تو نکاح ہو گیا۔۔۔۔۔	۱۷۷
۳۵۶	گوئے اگر باقاعدہ صحیح لکھ سکتا ہو تو اس کا لکھنا اشارے سے بہتر ہے۔۔۔۔۔	۱۷۸
۳۵۷	گوئے کا اشارہ اور تحریر زبانی بیان کے حکم میں ہے تو اشارے سے اس کا نکاح اور طلاق معتبر ہے۔۔۔۔۔	۱۷۹
۳۵۸	خاوند، عورت کے درمیان مشورہ ہوا کہ یہاں نکاح کر کے تو مجھے کراچی میں چھوڑے گا لیکن بوقت نکاح کوئی شرط نہیں تو ایسا نکاح صحیح ہے۔۔۔۔۔	۱۸۰
۳۵۹	یہ نکاح، نکاح متعہ یا نکاح موقت نہیں۔۔۔۔۔	۱۸۱
۳۶۰	ہندہ نے زید سے بوقت نکاح چند شرطیں لگائیں اور طے پایا کہ اگر زید شرطیں پوری نہ کر سکا تو ہندہ ثبوت کے بعد علیحدگی اختیار کر سکتی ہے۔۔۔۔۔	۱۸۲
	دریں صورت ہندہ جب تک ثبوت مہیانہ کرے یا میا کر کے علیحدگی	۱۸۳



نمبر شمار	مسائل	صفحہ نمبر
	اختیار نہ کرے تو نکاح باقی رہے گا۔۔۔۔۔	۳۶۱
۱۸۳	ماہ ذی الحجہ میں شادی جائز ہے۔۔۔۔۔	۳۶۱
۱۸۵	شروط فاسدہ کے ساتھ نکاح باطل نہیں ہوتا۔۔۔۔۔	۴۰۳
۱۸۶	شیرینی کی تقسیم پر نکاح موقوف نہیں۔۔۔۔۔	۴۷۸
۱۸۷	کنواری حاملہ کا اس شخص کے ساتھ نکاح درست ہے، جس سے وہ	
۱۸۸	حاملہ ہوئی۔۔۔۔۔	۵۲۸
۱۸۹	جس سے حاملہ ہوئی، اس کے سوا دوسرے شخص سے بھی نکاح	
	درست ہے، مگر ایسی صورت میں وضع حمل تک ہم بستری نہیں کر	
	سکتا۔۔۔۔۔	۵۲۸
۱۹۰	رجسٹر نکاح اس پر فتنہ زمانے کی نئی ایجاد ہے۔۔۔۔۔	۶۹۰
	باب المہر	۳۶۳
۱۹۱	تعارف باب المہر۔۔۔۔۔	۳۶۹ تا ۳۶۵
۱۹۲	حق مہر کم از کم دس درہم ہے۔۔۔۔۔	۳۷۲
۱۹۳	لوہی کے نکاح کے عوض روپیہ لینا حرام اور رشوت ہے اور اس کا	
	واپس کرنا لازم ہے۔۔۔۔۔	۳۷۳
۱۹۴	زرہ، حضرت فاطمہ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا مہر تھی۔۔۔۔۔	۳۷۳
۱۹۵	عورت خلوت یا دخول کی صورت میں پورا اور نہ نصف حق مہر وصول	
	کر سکتی ہے۔۔۔۔۔	۳۷۶
۱۹۶	حق مہر کو حق مہر اسی لئے کہا جاتا ہے کہ شرعی طور پر عورت اسے	
	وصول کرنے کا حق رکھتی ہے۔۔۔۔۔	۳۷۶



نمبر شمار	مسائل	صفحہ نمبر
۱۹۷	حق مہر کا ذکر شرط نکاح نہیں۔۔۔۔۔	۳۷۸
	باب الشغار	۳۷۷
۱۹۸	نقل سوال وجواب مولوی ثناء اللہ ازبک صالح۔۔۔۔۔	۳۸۳ تا ۳۷۹
۱۹۹	فتویٰ مدکور کا رد۔۔۔۔۔	۳۹۶ تا ۳۸۵
۲۰۰	نکاح شغار کی تعریف۔۔۔۔۔	۳۹۲
۲۰۱	دو عورتوں سے ہر ایک کا نکاح دوسری کا مہر بنایا جائے تو نکاح جائز ہے	
	اور مہر مثل واجب ہے۔۔۔۔۔	۳۹۳
۲۰۲	بٹے والے نکاح کے متعلق مولوی عبد الجبار بحری پوری یوگوی کا	
	فتویٰ۔۔۔۔۔	۳۹۶
۲۰۳	بٹے والے نکاح کے متعلق مولوی عبد الجبار کے فتوے کا رد۔۔۔۔۔	۳۰۵ تا ۳۰۱
۲۰۴	فریقین لڑکوں لڑکیوں کی نسبت تبادلہ تجویز کرتے ہیں اور وقت نکاح	
	مہر مقرر کرتے ہیں تو ایسا نکاح شرعاً جائز ہے۔۔۔۔۔	۳۰۷
۲۰۵	اگر ایجاب و قبول کے وقت لڑکیوں کے تبادلہ کا ذکر کیا جائے مگر ایک	
	کو دوسری کا مہر نہ بنایا جائے تو ایسا نکاح شغار نہیں۔۔۔۔۔	۳۰۹
	باب المحرمات	۴۱۱
۲۰۶	خالہ کے ساتھ نکاح حرام ہے۔۔۔۔۔	۴۱۴
۲۰۷	موطوعہ کی لڑکی کے ساتھ نکاح جائز نہیں۔۔۔۔۔	۴۱۵
۲۰۸	بیوی کی ماں کسی حال میں حلال نہیں دخول ہو یا نہ ہو۔۔۔۔۔	۴۱۶
۲۰۹	ماں باپ کی خالادوں سے نکاح حرام ہے۔۔۔۔۔	۴۲۰



نمبر شمار	مسائل	صفحہ نمبر
۲۱۰	نانے کی دوسری بیوی سے لڑکی خالہ ہے اور اس سے نکاح حرام ہے۔۔۔۔۔	۴۲۱
۲۱۱	دو آدمی ایک دوسرے کی بیوی سے زنا کریں تو اولاد الزنا کا آپس میں نکاح جائز ہے جب کہ کوئی اور مانع نہ ہو۔۔۔۔۔	۴۲۳
۲۱۲	ایک عورت کی اولاد کا اس کے زانی کی اولاد سے نکاح جائز ہے۔۔۔۔۔	۴۲۷
۲۱۳	ایک عورت کی اولاد کا اپنی سوکن کی پہلے خاوند سے اولاد کے ساتھ نکاح جائز ہے۔۔۔۔۔	۴۲۸
۲۱۴	محمد بن حنفیہ نے ایک عورت سے نکاح کیا اور اپنے لڑکے کا نکاح اس کی لڑکی سے کیا۔۔۔۔۔	۴۲۸
۲۱۵	ایک عورت کی لڑکی کا اس کی سوکن کے بھائی کے ساتھ نکاح جائز ہے۔۔۔۔۔	۴۳۱
۲۱۶	ایک عورت کی لڑکی جو پہلے خاوند سے ہو اور زوج ثانی کے گھر پرورش پائے اس کا نکاح زوج ثانی کے بھائی کے ساتھ جائز ہے۔۔۔۔۔	۴۳۲
۲۱۷	ایک آدمی کی اولاد کا اس کی دوسری بیوی کی پہلے خاوند سے اولاد کے ساتھ نکاح جائز ہے۔۔۔۔۔	۴۳۲
۲۱۸	ساس کی سوکن کے ساتھ نکاح جائز ہے۔۔۔۔۔	۴۳۵
۲۱۹	عورت سے دخول نہ کیا ہو تو اس کی پوتی سے نکاح جائز ہے۔۔۔۔۔	۴۳۶
۲۲۰	اولاد کی ساس سے نکاح جائز ہے۔۔۔۔۔	۴۳۷
۲۲۱	ماموں اپنے بھانجے کی بیوہ سے نکاح کر سکتا ہے۔۔۔۔۔	۴۳۸
۲۲۲	بیوہ چچی سے نکاح جائز ہے۔۔۔۔۔	۴۳۹



نمبر شمار	مسائل	صفحہ نمبر
۲۲۳	سوتیلی مانی کی بیٹی سے نکاح جائز ہے۔۔۔۔۔	۴۳۹
۲۲۴	سوتیلی ماں کی پہلے خاوند سے لڑکی کے ساتھ نکاح جائز ہے۔۔۔۔۔	۴۳۹
۲۲۵	بچے کی بیوہ یا مطلقہ سے چچا نکاح کر سکتا ہے۔۔۔۔۔	۴۴۰
۲۲۶	والدہ کے ماموں کی لڑکی کے ساتھ نکاح جائز ہے۔۔۔۔۔	۴۴۵
۲۲۷	خالہ کی نواسی سے نکاح جائز ہے۔۔۔۔۔	۴۴۶
۲۲۸	ماں کے نئے دیور سے لڑکی کی شادی جائز ہے۔۔۔۔۔	۷۰۸
	جمع بین المحارم	۴۴۷
۲۲۹	ایسی دو جڑواں بہنیں جن کی پینٹیں ملی ہوئی ہوں مکا نکاح کسی سے بھی جائز نہیں۔۔۔۔۔	۴۵۰
۲۳۰	دو بہنوں کا نکاح میں جمع کرنا حرام ہے۔۔۔۔۔	۴۵۲
۲۳۱	مسلم زوجین کے درمیان بتائیں دارین سے نکاح نہیں ٹوٹتا۔۔۔۔۔	۴۵۲
۲۳۲	بتائیں دارین حقیقتاً و حملاً ہر دو طرح ہو تو معتبر ہے۔۔۔۔۔	۴۵۲
۲۳۳	عدت گزرنے سے پہلے مطلقہ کی ہشیرہ سے نکاح حرام ہے۔۔۔۔۔	۴۵۶
۲۳۴	بعد از عدت مطلقہ کی بہن سے نکاح جائز ہے۔۔۔۔۔	۴۵۷
۲۳۵	معتدہ کی بہن سے نکاح حملاً جمع بین الاختین ہے اور ناجائز ہے۔۔۔۔۔	۴۵۸
۲۳۶	بیوی کی عدت گزرنے سے پہلے اس کی بچی سے نکاح نہیں کر سکتا۔۔۔۔۔	۴۶۰
۲۳۷	پھوپھی اور بچی خواہ رضاعی ہوں ایک شخص کے نکاح میں قطعاً جمع نہیں ہو سکتیں۔۔۔۔۔	۴۶۱
۲۳۸	خالہ اور بھانجی کا ایک شخص کے نکاح میں جمع کرنا حرام و باطل	



نمبر شمار	مسائل	صفحہ نمبر
۲۳۹	زید کے لئے اپنی عورت اور اس کی بھانجی کی لڑکی نکاح میں جمع کرنا	۴۶۳
	جائز نہیں۔۔۔۔۔	۴۶۴
۲۴۰	معتدہ کی بھانجی سے نکاح جائز نہیں۔۔۔۔۔	۴۶۶
۲۴۱	معتدہ کی ذوات محارم سے نکاح جائز نہیں۔۔۔۔۔	۴۶۶
۲۴۲	علماتی، اخیانی یا رضاعی خالہ بھانجی ایک شخص کے نکاح میں جمع نہیں ہو سکتیں۔۔۔۔۔	۴۶۷
	باب نکاح المحصنات	۴۷۱
۲۴۳	نکاح پر نکاح نہیں ہو سکتا۔۔۔۔۔	۴۷۴
۲۴۴	پہلا نکاح ثابت ہو تو دوسرے نکاح کے گواہ اس کو نقصان نہیں دے سکتے۔۔۔۔۔	۴۷۸
۲۴۵	دیدہ و دانستہ نکاح پر نکاح کے گواہ بننے والے سخت ظالم اور مستحق عذاب ہیں۔۔۔۔۔	۴۷۸
۲۴۶	خاوند کے عدم التفات کی وجہ سے بیوی اپنے والدین کے پاس آجائے تو نکاح نہیں ٹوٹتا۔۔۔۔۔	۴۷۹
۲۴۷	نکاح پر نکاح کا حکم بمع وضاحت۔۔۔۔۔	۴۸۱
۲۴۸	نکاح پر نکاح، حلال جانتے ہوئے پڑھا یا تو ایمان سے خارج ہو۔۔۔۔۔	۴۸۱
۲۴۹	لا علمی میں نکاح پڑھانے کی غلطی ہوئی تو گناہ نہیں۔۔۔۔۔	۴۸۲
۲۵۰	کسی کا بیان کہ اس عورت کا خاوند مر چکا ہے، صحیح جان کر اس عورت کا	





نمبر شمار	مسائل	صفحہ نمبر
	نکاح پڑھانے والا گنہگار نہیں اگرچہ مخبر جھوٹا ہو۔۔۔۔۔	۴۸۳
	باب نکاح المعتدات	۴۸۷
۲۵۱	معتدہ کا زوج اول کے غیر سے نکاح فاسد ہے۔۔۔۔۔	۴۸۹
۲۵۲	عدت میں صراحۃً نکاح کا پیغام دینا جائز نہیں۔۔۔۔۔	۴۹۳
۲۵۳	عورت مدخول بیہار عدت لازم ہے۔۔۔۔۔	۴۹۴
۲۵۴	تین حیض پورے ہونے سے پہلے حمل ہو جائے تو وضع حمل کے بعد نکاح جائز ہے۔۔۔۔۔	۴۹۴
۲۵۵	طلاق کے دو ماہ بعد وراثت سے استفسار کیا گیا کہ تین حیض آچکے ہیں یا نہیں تو ان کے کہنے پر آگے نکاح جائز ہے۔۔۔۔۔	۴۹۷
۲۵۶	مطلقہ حاملہ کا نکاح پڑھا گیا تو نکاح خواں اور گواہ وغیرہ جنہیں بھی حمل کا علم ہے وہ سب گنہگار ہوئے اور اگر نکاح کو حلال جانیں تو خارج از اسلام ہوئے۔۔۔۔۔	۴۹۹
۲۵۷	تین ماہ گزرنے سے حائضہ کی عدت تین حیضوں کی پوری نہیں ہوتی۔۔۔۔۔	۵۰۱
۲۵۸	ایک حیض کے بعد معتدہ کو حمل ہو تو عدت وضع حمل ہوگی۔۔۔۔۔	۵۰۱
۲۵۹	عدت بھی نکاح کے محرمات میں سے ہے۔۔۔۔۔	۵۰۱
۲۶۰	عدت کے دوران نکاح فاسد ہے جس کا فسخ ضروری ہے۔۔۔۔۔	۵۰۲
۲۶۱	مطلقہ مغفلہ زوج اول سے نکاح نہیں کر سکتی جب تک کہ کسی اور سے نکاح صحیح سے مدخول متحقق نہ ہو۔۔۔۔۔	۵۰۴
۲۶۲	اگر تین طلاقوں والی معتدہ حاملہ ہو جائے تو عدت وضع حمل	

نمبر شمار	مسائل	صفحہ نمبر
۲۶۳	۵۰۶ ہے۔۔۔۔۔ معتدہ کا نکاح دیدہ دانستہ کرنے والے اور شرکاء مجلس سب گنہگار	۵۰۶
۲۶۴	۵۰۹ ہیں۔۔۔۔۔ غلط فہمی کی بنا پر نکاح خواں و گواہان یہ سمجھ کر کہ عدت پوری ہو چکی	۵۰۹
۲۶۵	۵۱۰ ہے، نکاح کر دیں تو وہ گنہگار نہیں۔۔۔۔۔ زانی کا مرنیہ سے بھی نکاح جائز ہے اور بعد از نکاح مجامعت بھی جائز	۵۱۰
۲۶۶	۵۱۲ ہے۔۔۔۔۔ بوقت طلاق حاملہ ہو یا تین حیض پورے ہونے سے پہلے حمل ہو جائے	۵۱۲
۲۶۷	۵۱۵ تو عدت وضع حمل ہے۔۔۔۔۔ اگر واقعی عدت پوری ہونے کے بعد حمل ہوا تو نکاح جائز	۵۱۵
۲۶۸	۵۱۶ حمل زنا غیر ثابت النسب ہے۔۔۔۔۔ وقت نکاح حمل زنا کا علم ہو تب بھی نکاح درست ہے۔۔۔۔۔	۵۱۶
۲۶۹	۵۱۷ اگر غیر زانی حلی من الزنا سے نکاح کرے تو وضع حمل تک صحبت و بوس و کنارے پیچے۔۔۔۔۔	۵۱۷
۲۷۰	۵۱۸ نکاح کے چھ ماہ یا زیادہ پر چھ ہوا تو حلال اور چھ ماہ سے پہلے حرام ہے۔۔۔۔۔	۵۱۸
۲۷۱	۵۲۳ حمل زنا میں نکاح جائز ہے۔۔۔۔۔ حمل ثابت النسب ہو تو حاملہ کا نکاح وضع حمل تک جائز نہیں۔۔۔۔۔	۵۲۳
۲۷۲	۵۲۸ حاملہ معتدہ کا زوج اول کے سوا کسی اور سے نکاح نہیں ہو سکتا۔۔۔۔۔ بعد از وضع حمل حالت نفاس میں مرنیہ کا نکاح درست ہے۔۔۔۔۔	۵۲۸
۲۷۳	۵۲۹	۵۲۹





نمبر شمار	مسائل	صفحہ نمبر
۲۷۶	جو حالت عدت میں دیدہ دانستہ نکاح کرنا حلال جانے کا فرہو جاتا ہے۔۔۔۔۔	۶۷۰
۲۷۷	عدت کے اندر صراحۃً مطالبہ وعدہ نکاح ممنوع ہے۔۔۔۔۔	۶۷۰
	باب المصاہرہ	۵۳۱
۲۷۸	زانی پر مزنیه کی لڑکی ہمیشہ کے لئے حرام ہو جاتی ہے۔۔۔۔۔	۵۳۳
۲۷۹	شہوت سے چھوٹے بوسہ دینے اور زنا کرنے سے حرمت مصاہرت ثابت ہو جاتی ہے۔۔۔۔۔	۵۳۶
۲۸۰	زانی پر مزنیه کی ماں اور لڑکی حرام ہے۔۔۔۔۔	۵۳۶
۲۸۱	ملک بمین نکاح یا بدکاری کی صورت میں وطی سے حرمت مصاہرت ثابت ہو جاتی ہے۔۔۔۔۔	۵۳۸
۲۸۲	لڑکا لڑکی کم از کم مرہق ہوں تو وطی سے حرمت مصاہرت ثابت ہوتی ہے۔۔۔۔۔	۵۳۳
۲۸۳	زانی کے اصول و فروع کے لئے مزنیه کے اصول و فروع حلال ہیں۔۔۔۔۔	۵۳۵
۲۸۴	حرمت مصاہرت کے موضوع پر ایک تحقیقی رسالہ "حرمة المصاہرة ترفع المناکحة"۔۔۔۔۔	۵۷۶ تا ۵۵۱
۲۸۵	اگر قبل از نکاح منکوحہ کی حقیقی ماں کے ساتھ زنا کیا تو نکاح منعقد نہیں ہوتا اور بعد از نکاح واقع ہو تو باطل ہو جاتا ہے۔۔۔۔۔	۵۸۱
۲۸۶	ساس سے زنا کرنے کی صورت میں بطلان نکاح متاثر نہ یا قضاے قاضی پر موقوف نہیں اگر عورت مدخول بہانہ ہو تو فوراً کسی اور سے نکاح	

نمبر شمار	مسائل	صفحہ نمبر
	کر سکتی ہے، ورنہ بعد از قضائے عدت -----	۵۸۱
۲۸۷	اگر عورت کے ساتھ خاوند کا باپ یا بیٹا جماع کرے یا خاوند اپنی بیوی کی ماں یا بیٹی کے ساتھ جماع کرے تو بلا طلاق ہمیشہ کے لئے فرقت واقع ہو جاتی ہے -----	۵۸۱
۲۸۸	ایک اشتباہ کا رد اور امام محمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے ارشاد کی توضیح -----	۵۸۲
۲۸۹	حرمت مصاہرت سے نکاح کے بطلان پر ایک مفصل فتویٰ (رضاع بعد از نکاح، مهر، عدت، طلاق الفار اور وراثت وغیرہا کے جزئیات کثیرہ سے استدلال) -----	۵۸۳
۲۹۰	حرمت مصاہرت سے نکاح بالکل نہیں رہتا، حتیٰ کہ بیوی غیر مدخول بہا ہو تو اسی وقت اور سے نکاح کر سکتی ہے -----	۵۸۵
۲۹۱	ساس کے ساتھ زنا کرنے کی محض غلط تہمت سے حرمت ثابت نہیں ہوتی، اس سے نکاح باطل نہیں ہوگا -----	۵۸۹
۲۹۲	سالی سے بد فعلی بیوی کو حرام لہدی نہیں کرتی اگرچہ حمل ٹھہر جائے -----	۵۹۳
۲۹۳	اگر بھول کر اندھیرے میں سالی کو بیوی جان کر جماعت کر لی تو سالی پر عدت لازم ہے اور عدت گزرنے تک بیوی سے پرہیز ضروری ہے -----	۵۹۳
۲۹۴	غیر شادی شدہ سالی سے بھول کر جماعت کی صورت میں حمل ہو جائے تو بچہ اسی جماعت کرنے والے کا ہو گا اور خرچہ کا ذمہ دار بھی یہی ہو گا -----	۵۹۳



نمبر شمار	مسائل	صفحہ نمبر
۲۹۵	اگر سالی کے ساتھ دانستہ زنا کرے تو عدت لازم نہیں ہوتی اور بیوی سے پرہیز بھی نہیں اور حمل کی صورت میں بچہ بھی اس کا نہیں بنے گا اور پرورش اس کے ذمہ نہیں ہوگی۔۔۔۔۔	۵۹۳
۲۹۶	اگر یہ سالی جس سے زنا کا حمل ہوا، خاوند والی ہے یا خاوند کی عدت میں ہے تو بچہ خاوند کا ہوگا ورنہ ماں کا بنے گا۔۔۔۔۔	۵۹۳
۲۹۷	سالی سے زنا کی صورت میں حلال بیوی سے پرہیز نہیں مگر عدت کے اندازے سے مستحب ہے کہ پرہیز کرے۔۔۔۔۔	۵۹۳
۲۹۸	مزایا حکومت کا کام ہے۔۔۔۔۔	۵۹۳
۲۹۹	پنچائی طور پر ہر وہ جائز طریقہ جو ایسے فعل بد (زنا) سے باز رکھے، ضرور کرنا چاہئے۔۔۔۔۔	۵۹۳
۳۰۰	زید کی ایک بیوی کا بچھلے خاوند سے لڑکا، اس کی دوسری بیوی کو انخوا کر لے تو زید کا نکاح ہر قرار ہے۔۔۔۔۔	۵۹۵
۳۰۱	زید کی بیوی کا دوسرے خاوند سے لڑکا، زید کا لڑکا نہیں ہے۔۔۔۔۔	۵۹۵
۳۰۲	عورت حرمت مصاہرت کی بنا پر حرام ہوئی اور خاوند نابالغ ہے، جب تک بالغ ہو کر متار کہ نہ کرے تو کسی اور سے نکاح نہیں کر سکتی۔۔۔۔۔	۵۹۶
۳۰۳	اگر حاکم شرعاً حرمت مصاہرت کے ثبوت پر جدائی کا حکم کر دے تو عدت کے بعد دوسری جگہ نکاح کر سکتی ہے۔۔۔۔۔	۵۹۶
۳۰۴	شہوت سے بوس و کنار کا ثبوت دو گواہوں کی شہادت سے بھی ہو سکتا ہے۔۔۔۔۔	۵۹۷
۳۰۵	اگر چشم دید گواہ نہ ہوں تو صرف عورت کے کہنے سے حرمت مصاہرت ثابت نہیں ہو سکتی اور نکاح فاسد نہیں ہوتا۔۔۔۔۔	۵۹۷



نمبر شمار	مسائل	صفحہ نمبر
۳۰۶	تالغ کی عورت نے کہا کہ میرے ساتھ میرے سر نے بدکاری کی ہے اگر خاوند بالغ ہونے کے بعد تصدیق کر دے تو عورت حرام ہوگی ورنہ نہیں۔۔۔۔۔	۵۹۷
۳۰۷	اگر عورت حرمت مصاہرت کی بنا پر حرام ہو جائے تو خاوند پر فرض ہے کہ اسے چھوڑ دے۔۔۔۔۔	۵۹۷
۳۰۸	زید نے اپنے بیٹے بکر کی بیوی کے ساتھ بدکاری کی تو اس کی بیوی ہمیشہ کے لئے حرام ہوگئی۔۔۔۔۔	۵۹۸
۳۰۹	جو عورت اپنے خاوند پر بحرمت مصاہرت ہمیشہ کے لئے حرام ہو جائے وہ عدت گزار کر اور سے نکاح کر سکتی ہے۔۔۔۔۔	۵۹۸
۳۱۰	ایک غیر مقلد کے غلط فتوے کا رد۔۔۔۔۔	۶۰۰
۳۱۱	داماد شہوت سے اپنی ساس کا پاؤں دبائے یا چھوئے تو داماد کا نکاح ختم ہو جاتا ہے۔۔۔۔۔	۶۰۲
۳۱۲	اگر داماد حلف اٹھائے کہ ساس کو شہوت سے مس نہیں کیا تو نکاح برقرار ہے۔۔۔۔۔	۶۰۳
۲۰۵	باب الرضاع	
۳۱۳	ثبوت رضاعت کا نصاب دو مرد عدل یا دو عورتیں اور ایک مرد عدل کی شہادت ہے۔۔۔۔۔	۶۰۷
۳۱۴	کئی عورتیں عدلات یا غیر عدل متعدد مردوں کی شہادت سے حرمت رضاعت ثابت نہیں ہوتی۔۔۔۔۔	۶۰۷
۳۱۵	اگر وہ لڑکا جس کی رضاعت میں اختلاف ہے عدل عورتوں یا غیر عدل	



نمبر شمار	مسائل	صفحہ نمبر
	مردوں کی تصدیق کر دے تو حرمت ثابت ہو جائے گی، اگرچہ ایک ہی عورت کی تصدیق کرے۔۔۔۔۔	۶۰۷
۳۱۶	رضاعت کے اشتباہ کی صورت میں مناکحت سے پرہیز بہتر ہے اور جتنا شبہ قوی ہوگا اتنا ہی چھٹا بہتر ہوگا۔۔۔۔۔	۶۰۸
۳۱۷	حرمت رضاعت کا حکم بلا شہادت شرعیہ یا تصدیق یا اقرار کے نہیں ہو سکتا۔۔۔۔۔	۶۰۸
۳۱۸	رضاعت صرف بے سر و پاشنید سے ثابت نہیں ہوتی۔۔۔۔۔	۶۱۰
۳۱۹	رضاع کا ثبوت اقرار نام کی شہادت شرعیہ سے ہی ہو سکتا ہے۔۔۔۔۔	۶۱۰
۳۲۰	لڑکے اور لڑکی کی مائیں کہیں کہ دودھ پلایا ہے تو رضاع صرف اس سے ثابت نہیں ہوگا۔۔۔۔۔	۶۱۲
۳۲۱	اپنی رضاعی ہمشیرہ کی بہن کے ساتھ نکاح جائز ہے۔۔۔۔۔	۶۱۴
۳۲۲	شیر پینے والے کے بڑے بھائی یا چھوٹے بھائی کے ساتھ شیر پلانے والی کی لڑکی کا نکاح ہو سکتا ہے۔۔۔۔۔	۶۱۵
۳۲۳	رضاع کا ایک مخبر ہو اور دل میں کہے کہ یہ سچا ہے تو نکاح سے پرہیز بہتر ہے۔۔۔۔۔	۶۱۶
۳۲۴	اگر دودھ اڑھائی سال قمری کے اندر پیا، اگرچہ ایک قطرہ تو حرمت رضاعت ثابت ہوگی۔۔۔۔۔	۶۱۷
۳۲۵	پورے اڑھائی سال قمری کے بعد دودھ پینے سے رضاعت ثابت نہیں ہوتی۔۔۔۔۔	۶۱۷
۳۲۶	قمری سال بارہ ماہ کا چاند کے لحاظ سے ہوتا ہے۔۔۔۔۔	۶۱۷
۳۲۷	رضاعی پھوپھی بچے کا نکاح نہیں ہو سکتا۔۔۔۔۔	۶۱۷



نمبر شمار	مسائل	صفحہ نمبر
۳۲۸	دو بہوں کا نکاح میں جمع کرنا حرام ہے۔۔۔۔۔	۶۲۰
۳۲۹	شیر پینے والے لڑکے کی شادی شیر پلانے والی کی لڑکی کے ساتھ نہیں ہو سکتی۔۔۔۔۔	۶۲۰
۳۳۰	رضاعی ماں کی سوکن کی لڑکی کے ساتھ نکاح کے جواز کی صورتیں۔۔۔۔۔	۶۲۱
۳۳۱	رضاعی باپ کی تمام لڑکیاں بہنیں بن جاتی ہیں۔۔۔۔۔	۶۲۲
۳۳۲	رضاعی بہن سے نکاح نہیں ہو سکتا۔۔۔۔۔	۶۲۲
۳۳۳	لڑکے پر اس کے رضاعی باپ کی نسبی لڑکیاں اور رضاعی لڑکیاں حرام ہیں۔۔۔۔۔	۶۲۳
۳۳۴	رضاعی بہن کی رضاعی بہن کے ساتھ جواز نکاح کی صورتیں۔۔۔۔۔	۶۲۴
۳۳۵	جس لڑکی کی والدہ کا زید نے دودھ پیا ہے وہ زید کے دوسرے بھائیوں کے نکاح میں آ سکتی ہے۔۔۔۔۔	۶۲۵
۳۳۶	رضاعی بہن بھائی کے بہوں بھائیوں کی ایک دوسرے سے شادی ہو سکتی ہے۔۔۔۔۔	۶۲۵
۳۳۷	عورت نے کسی جوان مرد کے کان میں دودھ ڈالا تو حرمت ثابت نہیں ہوگی۔۔۔۔۔	۶۲۵
۳۳۸	عورت اپنے خاوند کے کان میں دودھ ڈال سکتی ہے اور مدت رضاعت کے اندر نہیں ڈال سکتی۔۔۔۔۔	۶۲۶
۳۳۹	بوڑھی عورت کے دودھ پینے والے پر اس کی اولاد اور اولاد کی اولاد حرام ہے۔۔۔۔۔	۶۲۷



نمبر شمار	مسائل	صفحہ نمبر
۳۴۰	مردہ عورت کا دودھ گو ایک قطرہ بچے کے پیٹ کے اندر چلا جائے تو حکم حرمت ثابت ہو جاتا ہے۔۔۔۔۔	۶۲۷
۳۴۱	عورت کا دودھ دوبا جائے اور اس میں گائے بکری کا دودھ ملایا جائے تو غالب کا اعتبار ہوگا۔۔۔۔۔	۶۲۷
۳۴۲	لڑکا اپنے رضاعی ماں باپ کی کسی لڑکی کے ساتھ نکاح نہیں کر سکتا۔۔۔۔۔	۶۳۰
۳۴۳	رضاعی بھانجی کے ساتھ نکاح نہیں ہو سکتا۔۔۔۔۔	۶۳۱
۳۴۴	جس عورت کا دودھ پلایا جائے اس کی تمام اولاد دودھ پینے والے کی بہن بھائی بن جاتی ہے۔۔۔۔۔	۶۳۱
۳۴۵	حکم رضاع کے لئے ایک ساتھ دودھ پینا شرط نہیں آگے پیچھے سے بھی ثابت ہو جاتا ہے۔۔۔۔۔	۶۳۲
۳۴۶	دودھ قصد اُپلایا جائے یا شغل حرمت ثابت ہو جاتی ہے۔۔۔۔۔	۶۳۲
۳۴۷	رضاعی بھائی کی لڑکی بچتی ہے اس سے نکاح نہیں ہو سکتا۔۔۔۔۔	۶۳۳
۳۴۸	وہ رشتے جو ولادت حرام کرتی ہے ان کو دودھ پینا بھی حرام کر دیتا ہے۔۔۔۔۔	۶۳۴
۳۴۹	دودھ پینے والے کے لئے دودھ پلانے والی کا خاوند باپ اور اولاد بہن بھائی بن جاتے ہیں۔۔۔۔۔	۶۳۴
۲۵۰	تحريم نکاح میں رضاع سابق و طاری دونوں برابر ہیں۔۔۔۔۔	۵۵۵
۲۵۱	ایک آدمی نے تین شیر خوار لڑکیوں سے نکاح کیا اور کسی عورت نے ان تینوں کو یکے بعد دیگرے دودھ پلایا تو پہلی دونوں نکاح سے جدا ہو گئیں اور تیسری بدستور بیوی ہے۔۔۔۔۔	۵۵۷



نمبر شمار	مسائل	صفحہ نمبر
۲۵۲	کسی شخص کی والدہ اس کی کم سن بیوی کو دودھ پلا دے تو نکاح ٹوٹ جاتا ہے۔۔۔۔۔	۵۷۲
۲۵۳	عورت کو اگر بغیر حمل کے دودھ اترے تو اس دودھ کے پینے والی بیوی کے لئے اس عورت کا خاوند رضاعی باپ نہ بنے گا اور اس کا بھائی چچا نہ ہو گا۔۔۔۔۔	۶۳۵
۲۵۴	باب الکفو	۶۳۷
۲۵۴	غیر کفو کے ساتھ نکاح فتویٰ کی رو سے بالکل جائز نہیں۔۔۔۔۔	۶۴۰
۲۵۵	نابالغ یتیم لڑکی کے ساتھ غیر قوم والوں نے جبراً نکاح کیا تو بعد البلوغ اپنے اختیار سے کسی ہم قوم کے ساتھ نکاح کر سکتی ہے۔۔۔۔۔	۶۴۱
۲۵۶	اگر عورت کے ولی اس کی رضا کے ساتھ خود عقد نکاح کریں تو ہم کفو ہونا معلوم ہو یا نہ نکاح جائز ہے۔۔۔۔۔	۶۴۳
۲۵۷	اگر ماں بیوہ غیر کفو کے ساتھ نکاح کر چکی ہو تو رادی اپنی پوتی کی پرورش کی حق دار ہے۔۔۔۔۔	۶۴۴
۲۵۸	بالغہ کا نکاح اگر غیر کفو سے کیا گیا تو اگرچہ اس نے خلاف دل بظاہر رضا ظاہر کی فتویٰ کے لحاظ سے وہ نکاح ہو اسی نہیں۔۔۔۔۔	۶۴۵
۲۵۹	غیر کفو میں اگر نابالغہ کا نکاح کیا گیا یا حق میں کسی نہ شہ کے ساتھ کیا گیا تو باپ دادے کے غیر کے لئے ایسا نکاح کرنا جائز نہیں۔۔۔۔۔	۶۴۸
۲۶۰	قریش و سادات کے رشتے ہو سکتے ہیں۔۔۔۔۔	۶۵۰
۲۶۱	غیر قوم کے نکاح کے متعلق اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کے ایک فتوے کی نقل۔۔۔۔۔	۶۵۱



نمبر شمار	مسائل	صفحہ نمبر
	باب الولی	۶۵۳
۳۶۲	صغیرہ کا نکاح باپ دادا کرے تو بعد البلوغ کسی کی ولایت	
	نہیں۔۔۔۔۔	۴۰۵
۳۶۳	نابالغ پر باپ کی ولایت نظریہ ہے، ضرر محض کا مختار نہیں۔۔۔۔۔	۵۹۷
۳۶۴	بالغہ با اختیار خود بغیر رضائے ولی نکاح کر سکتی ہے۔۔۔۔۔	۶۵۶
۳۶۵	عائقہ بالغہ کنواری یا بیوہ کی اجازت کے بغیر کسی ولی کو اس کا نکاح کرنے	
	کی اجازت نہیں۔۔۔۔۔	۶۵۷
۳۶۶	عورت کی ناپسندیدگی کی صورت میں اگر ولی نکاح کر دے تو خود مختار	
	عورت پر لازم نہیں ہوگا۔۔۔۔۔	۶۵۸
۳۶۷	عورت بالغہ کی مرضی کے خلاف نکاح کرنے والا باپ ظالم	
	ہے۔۔۔۔۔	۶۵۸
۳۶۸	عائقہ بالغہ کا نکاح بغیر اس کی رضا کے نہیں، اگرچہ جبر کرنے والا باپ یا	
	بادشاہ ہی ہو۔۔۔۔۔	۶۷۱
۳۶۹	صغیرہ یا مجنونہ کا نکاح ولی کے سوا کوئی نہیں کر سکتا۔۔۔۔۔	۶۷۶
۳۷۰	بچوں کے ہوتے ہوئے ان کی مرضی کے خلاف ماں کا کیا ہوا نکاح	
	معتبر نہیں۔۔۔۔۔	۶۷۸
۳۷۱	حیث جاہلہ یا طمع وغیرہ کی وجہ سے باپ کا سوء اختیار ظاہر ہو تو اس کا	
	عقد جائز نہیں۔۔۔۔۔	۶۸۰
۳۷۲	مزنہ منکوحہ کی لڑکی پر زانی کا کوئی حق ولایت نہیں۔۔۔۔۔	۶۸۲
۳۷۳	حقیقی خاوند ہی مزنہ منکوحہ کی لولہ کا باپ ہے۔۔۔۔۔	۶۸۴



نمبر شمار	مسائل	صفحہ نمبر
۳۷۴	بوقت نکاح لڑکے اور لڑکی کے ولی شرعی چچوں کے سوا کوئی اقرب نہ ہو تو ان کا کیا ہوا نکاح بلاشبہ صحیح ہے۔۔۔۔۔	۶۸۵
۳۷۵	ولی اہد کا نکاح ولی اقرب کی اجازت پر موقوف ہے۔۔۔۔۔	۶۸۷
۳۷۶	نابالغہ کا نکاح ہو جاتا ہے اور طلاق ہونے پر عدت پڑتی ہے۔۔۔۔۔	۶۸۹
۳۷۷	نابالغ لڑے لڑکی کا نکاح کیا گیا اور ایجاب و قبول ان کے باپوں نے کیا تو انہیں خیار البلوغ نہیں۔۔۔۔۔	۶۹۰
۳۷۸	نابالغہ لڑکی کا نکاح باپ کی اجازت کے بغیر ہم کفو سے کیا گیا تو اجازت پر موقوف ہے۔۔۔۔۔	۶۹۱
۳۷۹	سکوت بحر کے حق میں ہی اذن ہے۔۔۔۔۔	۶۹۳
۳۸۰	عاقلہ بالغہ کو والدین نکاح میں مجبور نہیں کر سکتے البتہ بہتر یہی ہے کہ والدین کی وساطت سے غور کرے۔۔۔۔۔	۶۹۴
۳۸۱	عورت جسے اجازت نکاح دے ولی ہو سکتا ہے۔۔۔۔۔	۶۹۶
۳۸۲	جس پر ناراضگی ہو ولی نہیں بن سکتا۔۔۔۔۔	۶۹۷
۳۸۳	مال اگر باپ کی اجازت کے بغیر نکاح کر دے تو باپ کے رد کرنے سے نکاح مردود ہو جاتا ہے۔۔۔۔۔	۶۹۳
۳۸۴	باپ کے ہوتے ہوئے اس کی مرضی کے خلاف کسی ولی کو اختیار نکاح نہیں۔۔۔۔۔	۶۹۴
۳۸۵	اگر باپ کہیں گیا ہو اور معلوم ہو کہ آنے والا ہے تو ولی اہد کا نکاح اجازت پر موقوف ہے۔۔۔۔۔	۶۹۷
۳۸۶	اگر باپ دیوانہ یا لاپتہ ہے کہ باوجود تلاش کے سراغ نہیں ملا (اور دادا بھی نہیں) تو بیچا تا یا ولی اقرب ہے۔۔۔۔۔	۶۹۷





نمبر شمار	مسائل	صفحہ نمبر
۳۸۷	ولی کی غیبت منقطعہ سے کیا مراد ہے۔۔۔۔۔	۷۰۷
۳۸۸	باپ کے ہوتے ہوئے بھائی کا نکاح موقوف ہے اور باپ کی تاراضگی	
	سے مردود ہو جاتا ہے۔۔۔۔۔	۷۰۲
۳۸۹	نابالغ کا بچہ نے کیا لڑکی نے جو ان ہوتے ہی انکار کر دیا تو نکاح	
	مردود ہو گیا۔۔۔۔۔	۷۰۲
۳۹۰	بالغ نے نکاح کی اجازت دی یا نکاح کے بعد جائز رکھا تو نکاح صحیح	
	ہے۔۔۔۔۔	۷۰۵
۳۹۱	اگر نابالغ کا نکاح بچہ نے کیا اور باپ نے اطلاع ملنے پر رد نہ کیا بلکہ	
	اجازت دے دی تو نکاح ہو گیا۔۔۔۔۔	۷۰۵
۳۹۲	نابالغ کا نکاح باپ نے کیا تو لازم ہے اور لڑکی کو بالغ ہونے پر اختیار	
	نہیں۔۔۔۔۔	۷۰۷
۳۹۳	نابالغ لڑکی کے الفاظ کا نکاح میں کوئی لحاظ نہیں ولی کی اجازت و الفاظ کا	
	اعتبار ہے۔۔۔۔۔	۷۰۷
۳۹۴	ولی اقرب پچھا ہو تو اگر وہ عاقل بالغ مسلمان دین دار ہے تو اس کی	
	اجازت کے بغیر نابالغ کا نکاح مشکل ہے۔۔۔۔۔	۷۰۸
۳۹۵	تایازاد بھائی ولی اقرب ہو تو ماں کا نکاح اس کے رد سے باطل ہو جاتا	
	ہے۔۔۔۔۔	۷۱۰
۳۹۶	سو تیلے پچا کے ہوتے ہوئے ماں کا نکاح اس کی اجازت پر موقوف	
	ہے۔۔۔۔۔	۷۱۱
۳۹۷	ایک ہی درجہ کے دو ولی جمع ہوں تو کسی ایک کی اجازت کافی	
	ہے۔۔۔۔۔	۷۱۲

نمبر شمار	مسائل	صفحہ نمبر
۳۹۸	نبالغہ کا نکاح اس کی ماں نے کیا اور باپ نے اجازت نہ دی تو باپ کے فوت ہونے کے بعد بھائی نکاح کر سکتا ہے۔۔۔۔۔	۷۱۳
۳۹۹	بیوہ ماں کا کیا ہوا نکاح ولی اقرب چچے کے رد کرنے سے رد ہو جاتا ہے۔۔۔۔۔	۷۱۴
۴۰۰	عصبہ ہضم کے ہوتے ہوئے ماں ولی نہیں بن سکتی۔۔۔۔۔	۷۱۶
۴۰۱	اگر عصبہ موجود نہ ہو تو ذی الارحام میں سے کوئی صغیر یا صغیرہ کا نکاح کر سکتا ہے۔۔۔۔۔	۷۱۸
۴۰۲	نبالغہ کا نکاح ماں کر دے اور باپ سکوت کرے تو بعد از بلوغ لڑکی کی اجازت پر موقوف ہے۔۔۔۔۔	۷۲۰
۴۰۳	اگر عصبہ نہ ہو تو ولایت ماں کے لئے ہے۔۔۔۔۔	۷۲۳
۴۰۴	نبالغہ کے اگر متعدد ولی ہوں تو نکاح کا اختیار ولی عصبہ کو ہے۔۔۔۔۔	۷۲۴
۷۲۵	باب خیاری البلوغ	
۴۰۵	نبالغہ اگر چہ عاقل ہو طلاق نہیں دے سکتا۔۔۔۔۔	۷۲۷
۴۰۶	بالغ ہونے کے بعد غیر باپ دادا کا کیا ہوا نکاح عورت نے فوراً منسوخ کیا تو اختیار نہ رہا۔۔۔۔۔	۷۴۹
۴۰۷	کنواری لڑکی اگر بالغ ہونے کے فوراً بعد انکار نہ کرے تو خیاری بلوغ نہیں۔۔۔۔۔	۷۴۹
۴۰۸	نبالغہ اولاد کا نکاح باپ یا دادا کرے تو منسوخ نہیں ہو سکتا۔۔۔۔۔	۷۲۹
۴۰۹	باپ یا دادا کے سوا کوئی دوسرا ولی نکاح کرے تو بعد از بلوغ منسوخ کر سکتا ہے۔۔۔۔۔	۷۳۲



صفحہ نمبر	مسائل	نمبر شمار
	مسائل طلاق	
۲۰۸	مجنون، مدہوش اور معتوہ وغیرہ کی طلاق واقع نہیں ہوتی۔۔۔۔۔	۴۱۰
۳۳۰	حاملہ بیوہ کی عدت وضع حمل ہے۔۔۔۔۔	۴۱۱
۳۴۶	طلاق کا اختیار صرف خاوند کو ہے۔۔۔۔۔	۴۱۲
	شرعی طلاق کے سبب انواع رافع نکاح ہیں کسی کو یہ حق حاصل نہیں	۴۱۳
۳۳۷	کہ ایک کے سوا سب کو ناقابل قبول قرار دے۔۔۔۔۔	
	طلاق کو مؤثر بنانے کے لئے عدالت سے ڈگری ضروری	۴۱۴
۳۴۷	نہیں۔۔۔۔۔	
۳۴۷	ہنسی، ٹھٹھہ سے بھی طلاق واقع ہو جاتی ہے۔۔۔۔۔	۴۱۵
۳۴۸	ایک نشست میں تین طلاقیں دے تو تین ہی شمار ہوں گی۔۔۔۔۔	۴۱۶
۳۸۷	اللہ تعالیٰ کے نزدیک طلاق انقض الحلال ہے۔۔۔۔۔	۴۱۷
	جو عورت بلاوجہ زوج سے طلاق طلب کرے اس پر جنت کی خوشبو	۴۱۸
۳۸۷	حرام ہے۔۔۔۔۔	
۴۶۰	حاملہ، غیر حاملہ، چھوٹی اور بوڑھی عورت کی عدت۔۔۔۔۔	۴۱۹
	حیض وغیرہ نہ ہونے کی صورت میں مدت بلوغ پندرہ سال	۴۲۰
۴۷۴	ہے۔۔۔۔۔	
۴۹۱	غیر حاملہ کا خاوند فوت ہوا تو عدت چار ماہ دس دن ہے۔۔۔۔۔	۴۲۱
۴۹۵	خلع بھی طلاق ہی ہے۔۔۔۔۔	۴۲۲
۴۹۷	حیض والی کی اقل مدت دو ماہ ہے۔۔۔۔۔	۴۲۳
	عورت اپنے معاملے میں امین ہے اور امین کا قول شرعاً معتبر	۴۲۴



نمبر شمار	مسائل	صفحہ نمبر
	ہے۔۔۔۔۔	۵۲۱
۴۲۵	حمل کی اقل مدت چھ ماہ ہے۔۔۔۔۔	۵۲۱
۴۲۶	لڑکی نو سال سے پہلے اور لڑکا بارہ سال سے پہلے بالغ شمار نہیں ہو	
	سکتے۔۔۔۔۔	۵۴۳
۴۲۷	تفریق یا متارکۃ کے بعد عورت پر عدت شرعی ہوتی ہے۔۔۔۔۔	۵۴۷
۴۲۸	نکاح کے بعض احکام باقی رہنے کی وجہ سے عدت میں سابق نکاح قائم	
	متصور ہوگا۔۔۔۔۔	۵۵۷
۴۲۹	اگر فرقت عورت کی وجہ سے ہو تو نفقہ ساقط ہو جاتا ہے۔۔۔۔۔	۵۶۰
۴۳۰	اگر فرقت قبل از دخول و خلوت ہو تو عدت نہیں ورنہ لازم	
	ہے۔۔۔۔۔	۵۶۲
۴۳۱	فرقت کی صورت میں وقت فرقت سے ہی عدت شروع ہو جاتی	
	ہے۔۔۔۔۔	۵۶۲
۴۳۲	نکاح صحیح میں فرقت کے بعد عدت میں عورت پر حدا ہے۔۔۔۔۔	۵۶۳
۴۳۳	ہر ایسی جدائی جو زوج کی طرف سے واقع ہو یا زوجہ کی طرف سے بغیر	
	معصیت کے واقع ہو اس کی عدت میں نکاح فاسد والی معتدہ گھر سے نکل	
	سکتی ہے اور اس پر حدا (ترک زینت) نہیں ہے۔۔۔۔۔	۵۶۶
۴۳۴	عدت کے احکام حقیقۃً نکاح سابق کے ہی احکام ہیں۔۔۔۔۔	۵۶۶
۴۳۵	معتدہ طلاق بائن کی وطنی مستلزم جد نہیں۔۔۔۔۔	۵۶۶
۴۳۶	عورت کی غلطی کی وجہ سے بیعت ہوئی تو اس کے لئے نفقہ	
	نہیں۔۔۔۔۔	۵۷۰
۴۳۷	عورت کے فعل سے بیعت واقع ہونے کی مختلف صورتیں۔۔۔۔۔	۵۷۰



نمبر شمار	مسائل	صفحہ نمبر
۴۳۸	حد بلوغ -----	۶۵۶
۴۳۹	لڑکا غیر بالغ طلاق نہیں دے سکتا -----	۷۰۷
	فوائد متفرقہ	
۴۴۰	بہتر یہ ہے کہ بینک میں رقم جمع کرنے والا لکھ دے کہ میں سود نہیں لیتا -----	۱۰۶
۴۴۱	عقیقہ میں بیل یا گائے کا حصہ جائز ہے -----	۱۱۲
۴۴۲	عقیقہ ساتویں روز افضل ہے، تمام عمر جائز ہے -----	۱۱۲
۴۴۳	رسول اکرم ﷺ نے اپنا عقیقہ فرمایا -----	۱۱۲
۴۴۴	بینک سے ملے ہوئے سود کا حکم -----	۱۱۳
۴۴۵	انگریز کے بینک سے سود لینا اور اسے نیک کاموں میں خرچ کرنا جائز ہے -----	۱۱۷
۴۴۶	اونٹ کے نحر کا طریقہ -----	۱۲۸
۴۴۷	غیر منت عقیقہ کا گوشت عقیقہ کرنے والا کھا سکتا ہے -----	۱۳۰
۴۴۸	قربانی کے لئے مخصوص کیا گیا بجز عقیقہ نہ کیا جائے -----	۱۳۰
۴۴۹	بلغاریہ وغیرہ میں جن دنوں سورج کے غروب کے بعد جلدی طلوع ہو جاتا ہے ان دنوں میں نماز عشاء کا حکم -----	۱۷۹
۴۵۰	جس شخص کے دو ہاتھ کٹے ہوئے ہوں اس کے وضو کے تین فرض ہیں -----	۱۷۹
۴۵۱	نماز کی محافظت کا یہ مطلب ہے کہ اوقات و شرائط و ارکان کی پابندی سے ادا کی جائے -----	۱۸۲



نمبر شمار	مسائل	صفحہ نمبر
۴۵۲	بلغاریہ وغیرہ علاقوں میں قربانی کا حکم -----	۱۹۵
۴۵۳	وقف لائبریری سے عاریہ لی گئی کتاب اگر بلا تعدی گم ہوئی تو ضمانت نہیں -----	۱۹۹
۴۵۴	گھڑاپ سے بد فعلی کرنے والے کی سزا اور گھڑاپ کا حکم -----	۲۱۰
۴۵۵	حرام دوا کا استعمال کن شرائط کے ساتھ مباح ہے -----	۲۳۵
۴۵۶	حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دوران خطبہ ”یا ساریۃ الجبل“ فرمایا جسے نہاوند میں صحابہ نے سن کر تعمیل کی -----	۲۶۲
۴۵۷	سنت کفایہ کی تعریف -----	۲۸۶
۴۵۸	کون سی منت لازم ہوتی ہے؟ -----	۳۵۳
۴۵۹	نزاکت زبان نے عورتوں کی اکثریت کو گستاخ بنا رکھا ہے -----	۳۹۶
۴۶۰	صدق دل سے توبہ ہر گناہ اور کفر و شرک سے شرعاً مقبول ہے -----	۴۹۹
۴۶۱	حرام کو حلال جاننا کفر ہے جب حرمت قطع ہو -----	۵۱۰
۴۶۲	حمل زنا کا شرعاً لحاظ نہیں -----	۵۲۰
۴۶۳	بلا وجہ شرعی مسلمان کو ذلیل کرنا حرام ہے -----	۵۲۰
۴۶۴	زانی مزنہ کی اولاد کا باپ نہیں جب کہ اس کا نکاح والا خاوند موجود ہو -----	۵۳۸
۴۶۵	زوج کی مرض الموت میں اگر عورت کی طرف سے فرقت ہو تو وہ وارث نہیں بن سکتی -----	۵۶۱
۴۶۶	اگر عورت اپنی مرض موت میں مطاوعت وغیرہ افعال سے جدائی کرے تو زوج وارث ہوگا -----	۵۶۱





نمبر شمار	مسائل	صفحہ نمبر
۴۶۷	طلاق رجعی کے بعد مطاوعت قیام نکاح میں مطاوعت کی مانند ہے۔۔۔۔۔	۵۶۱
۴۶۸	لڑکا اگر مریض باپ کی منکوحہ سے زنا کرے تو عورت اس کے باپ کی وارث نہیں ہوگی۔۔۔۔۔	۵۷۱
۴۶۹	باپ کے حکم سے اگر لڑکا زنا کرے تو وہ باپ فار کے حکم میں ہے۔۔۔۔۔	۵۷۱
۴۷۰	زانی کے اقرار سے زنا ثابت ہو جاتا ہے جب کہ قاضی اسلام کے سامنے چار مرتبہ مجلس میں اقرار کرے۔۔۔۔۔	۵۸۲
۴۷۱	زانی اگر غیر قاضی کے پاس زنا کا اقرار کرے تو زنا موجب حد ثابت نہیں ہو سکتا اور حرمت مصاہرت ثابت ہو سکتی ہے۔۔۔۔۔	۵۸۲
۴۷۲	یہ طے شدہ حقیقت ہے کہ مدعی کے ذمہ گواہ ہوتے ہیں اور منکر پر قسم۔۔۔۔۔	۶۰۲
۴۷۳	ہندو مسلمان کا وارث نہیں ہو سکتا۔۔۔۔۔	۶۶۱
۴۷۴	آزادی بیع شرعاً بالکل باطل ہے۔۔۔۔۔	۶۶۱
اصول فقہ و حدیث و فتویٰ		
۴۷۵	کسی شے کی دلیل کا انشاء اس کے منقہ ہونے کو لازم نہیں پکڑتا۔۔۔۔۔	۱۸۴
۴۷۶	بیان کے بعد عمل ضروری ہوتا ہے۔۔۔۔۔	۱۸۵
۴۷۷	بعض حدیثیں بعض کی تفسیر کرتی ہیں۔۔۔۔۔	۱۸۵
۴۷۸	محمل پر قبل از بیان عمل نہیں ہو سکتا۔۔۔۔۔	۱۸۶

نمبر شمار	مسائل	صفحہ نمبر
۴۷۹	خبر واحد کے ساتھ فرضیت ثابت نہیں ہوتی۔۔۔۔۔	۱۸۷
۴۸۰	خلاف قیاس مورد کی خاص خبر پر قیاس جائز نہیں۔۔۔۔۔	۱۸۸
۴۸۱	کسی مسئلہ میں امام صاحب کا قول نہیں یا منصوص فی الحدیث کے خلاف ہے تو منصوص فی الحدیث مذہب امام شمار ہوگا۔۔۔۔۔	۱۹۳
۴۸۲	جو چیز واقع نہیں ہوئی اس سے سوال کی ممانعت ہے۔۔۔۔۔	۱۹۸
۴۸۳	تحرری مفید غلبہ ظن ہے۔۔۔۔۔	۲۵۶
۴۸۴	غلبہ ظن کے ساتھ عمل واجب ہو جاتا ہے اور احکام میں یہ بمنزلہ یقین ہے۔۔۔۔۔	۲۵۶
۴۸۵	خبر واحد بوجہ قرآن قطعی ہو جاتی ہے۔۔۔۔۔	۲۵۸
۴۸۶	تحویل قبلہ کے بعد ایک صحابی کی خبر پر صحابہ نے دوران نماز رخ تبدیل کر لیا۔۔۔۔۔	۲۵۸
۴۸۷	یہ خبر بوجہ قرآن حکم قطعی کی ناسخ بن گئی۔۔۔۔۔	۲۵۸
۴۸۸	شریعت میں عرف و عادات کو معتبر سمجھا گیا ہے۔۔۔۔۔	۲۵۹
۴۸۹	خط کا اعتبار کب ہے اور کب نہیں؟۔۔۔۔۔	۲۶۰
۴۹۰	حکم کلی بعض جزئیات کے محدود زمانے تک نہ پائے جانے سے مخصوص و مقید جزئیات مخصوصہ نہیں ہو جاتا۔۔۔۔۔	۲۶۱
۴۹۱	جو خبر بلا واسطہ راۃ موصول ہو وہ متواتر و مستفیض سے اقارہ یقین میں قطعاً کم نہیں۔۔۔۔۔	۲۶۲
۴۹۲	امر ہمیشہ لزوم اور وجوب کے لئے ہی نہیں ہوتا۔۔۔۔۔	۳۸۸
۴۹۳	حقی قاضی ضرورت کے وقت شافعی الذہب کو نائب بنائے۔۔۔۔۔	۳۸۹
۴۹۴	نصوص کے مقابلہ میں قیاس مجتہدین مضحک ہے۔۔۔۔۔	۳۹۰





نمبر شمار	مسائل	صفحہ نمبر
۴۹۵	اس زمانہ میں قیاس کا دروازہ بند ہے۔۔۔۔۔	۳۹۰
۴۹۶	علماء صرف معتمدہ کتب سے نقل کر سکتے ہیں۔۔۔۔۔	۳۹۰
۴۹۷	جب صریح نقل نہ ملے تو لازم ہے کہ توقف کرے یا زیادہ علم والے سے دریافت کر لے۔۔۔۔۔	۳۹۱
۴۹۸	قواعد و ضوابط کی رو سے فتویٰ دینا حلال نہیں، مفتی پر صریح نقل کا بیان ضروری ہے۔۔۔۔۔	۳۹۱
۴۹۹	اگر حنفی سے پوچھا جائے کہ اس مسئلہ میں امام شافعی کا کیا مذہب ہے؟ تو واجب ہے کہ کہے امام اعظم علیہ الرحمۃ کا مذہب یہ ہے۔۔۔۔۔	۳۹۱
۵۰۰	حنفی اگر شافعی مذہب کی طرف انتقال کرے تو تعزیر لگائی جائے۔۔۔۔۔	۳۹۱
۵۰۱	اگر قاضی اپنے مذہب کے معتمد کی مخالفت کرے تو اس کا حکم نافذ نہیں ہوتا۔۔۔۔۔	۳۹۱
۵۰۲	غیر مقلد کا فتویٰ مقلد کے لئے دلیل نہیں بن سکتا۔۔۔۔۔	۴۰۴
۵۰۳	ایک غلط قول کبھی بیس بیس کتابوں میں بطریق نقل مذکور ہو جاتا ہے۔۔۔۔۔	۵۶۸
۵۰۴	اطلاقات فقہاء غالباً ان قیدوں سے مقید ہوتے ہیں، جنہیں فہم مستقیم والے پہچانتے ہیں۔۔۔۔۔	۵۶۹
۵۰۵	تحقیق مسائل میں دو اصولوں کو مد نظر رکھنا ضروری ہے، ورنہ حیرانی ہوگی۔۔۔۔۔	۵۷۱
۵۰۶	وحی حلی و حنفی میں حقیقہ تعارض ناممکن ہے۔۔۔۔۔	۶۶۵
۵۰۷	متعدد احتمالات کی وجہ سے صریح دلائل کے خلاف ایک معنی معین	

نمبر شمار	مسائل	صفحہ نمبر
	کرنا نہایت بعید ہے۔۔۔۔۔	۶۶۶
	فوائد نحویہ	
۵۰۸	جمع مذکر سالم کے سوا تمام جمع کے سینے مونث غیر حقیقی کا حکم رکھتے	
	ہیں، جب وہ عاقل ہوں۔۔۔۔۔	۱۳۹
۵۰۹	فعل کی تذکیر و تانیث دونوں صورتیں جائز ہونے کی توجیہ۔۔۔۔۔	۱۳۹
۵۱۰	مضاف الی المعرفة، مضاف الیہ سے تعریف حاصل کرتا ہے۔۔۔۔۔	۱۸۴
۵۱۱	تغییر کبھی تعظیم کے لئے ہوتی ہے۔۔۔۔۔	۱۸۵
	تاریخ کتب فقہ و فقہائے کرام	
۵۱۲	شیخ عبدالعزیز حلوانی کا وصال ۱۲۴۸ھ یا ۱۲۴۹ھ میں ہوا۔۔۔۔۔	۱۷۸
۵۱۳	کنز الدقائق کا شمار متون میں ہے۔۔۔۔۔	۱۸۹
۵۱۴	غرر الاحکام اور اس کی شرح درر الاحکام نہایت بلند پایہ ہیں۔۔۔۔۔	۱۸۹
۵۱۵	”الامداد“ نور الایضاح کی شرح کا نام ہے، جسے خود مصنف نے لکھا	
	ہے۔۔۔۔۔	۱۸۹
۵۱۶	ملتقى الابحر نہایت عظیم الشان متن ہے۔۔۔۔۔	۱۹۰
۵۱۷	تبیین الحقائق شروع معتبرہ میں سے ہے۔۔۔۔۔	۱۹۰
۵۱۸	شارح کی جلالت شان آفتاب نیم روز سے بھی زیادہ ہے۔۔۔۔۔	۱۹۰
۵۱۹	صغری شروع معتبرہ سے ہے۔۔۔۔۔	۱۹۰
۵۲۰	غنیۃ ذوی الاحکام اور منیۃ الخالق حواشی معتبرہ سے ہیں۔۔۔۔۔	۱۹۰
۵۲۱	در المختار کی عظمت شان کا بیان۔۔۔۔۔	۱۹۱



نمبر شمار	مسائل	صفحہ نمبر
۵۲۲	الاشباہ والظائر کا شمار کتب فتاویٰ میں ہے۔۔۔۔۔	۱۹۱
۵۲۳	فتاویٰ عالمگیری اور خلاصۃ الفتاویٰ کا شمار فتاویٰ معتبرہ سے ہے۔۔۔۔۔	۱۹۱
۵۲۴	اورنگ زیب علیہ الرحمۃ نے علما کے اتفاق سے فتاویٰ عالمگیری مرتب	
	کر لیا۔۔۔۔۔	۱۹۲
۵۲۵	کافی للحی کم معتمد کتاب ہے۔۔۔۔۔	۵۷۰
۵۲۶	کتب ظاہر الروایہ میں مبسوط پہلی کتاب ہے اور اسے اصل کہا جاتا	
	ہے۔۔۔۔۔	۵۷۰
۵۲۷	کتب ظاہر الروایہ میں جامع کبیر تیسری کتاب ہے۔۔۔۔۔	۵۷۰
۵۲۸	جامع صغیر، ظاہر الروایہ میں دوسری کتاب اور زیادات چوتھی	
	ہے۔۔۔۔۔	۵۷۰
۵۲۹	مبسوط سرخسی کے خلاف پر عمل نہیں کیا جاتا اور نہ ہی فتویٰ دیا جاتا	
	ہے۔۔۔۔۔	۵۷۰
	قطعات تاریخ	
۵۳۰	مراسلات فقیہ اعظم۔۔۔۔۔ (قریزدانی)	۷۷۱
۵۳۱	تاریخ طباعت فتاویٰ نوریہ۔۔۔۔۔ (سید شریف احمد شرافت نوشاہی)	۷۷۲
۵۳۲	فقیہ اعظم۔۔۔۔۔ (مولانا ابو الضیاء محمد باقر ضیاء النوری)	۷۷۳
۵۳۳	اجمالی فہرست کتب وابواب فتاویٰ نوریہ۔۔۔۔۔	۷۷۳ ۷۷۴ ۷۷۵



چند ممتاز اہل علم مستقین



فتاویٰ نوریہ کی دیگر خصوصیات کے علاوہ یہ امر بھی قابل ذکر ہے کہ جہاں اس میں معاشرے کے عام شعبہ ہائے زندگی سے متعلقہ حضرات نے استفتاءات کیے ہیں، وہیں بحر علوم و معارف کے شناوروں کی کثیر تعداد بھی اس کے مستفین کی فہرست میں نظر آتی ہے اور یہی بات اسے دیگر معاصر فتاویٰ جات سے ممیز کرتی ہے اور اس کے ظاہری و باطنی حسن میں اضافہ کا باعث ہے۔۔۔۔۔

زیر نظر فتاویٰ نوریہ جلد دوم کے چند قابل ذکر علمی مقام کے حامل مستفین کے اسماء گرامی

درج ذیل ہیں :

- ۱ علامہ قاضی غلام محمود رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، جہلم، صفحہ ۱۰۳-۸۰-۵۷۹-۵۸۳
- ۲ مولانا عبدالکریم علیہ الرحمۃ، حجرہ شاہ مقیم، صفحہ ۱۲۳
- ۳ حضرت مولانا ابوالانعام مفتی محمد رمضان الحق النوری علیہ الرحمۃ، بانی دارالعلوم قادریہ حویلی لکھا، صفحہ ۱۳۷
- ۴ علامہ مفتی ابو الیسر محمد اسماعیل علیہ الرحمۃ، سابق خطیب نیکشاکل طرہ پور بوالا

- ۵ صاحبزادہ مولانا سید اختر حسین شاہ جماعتی علیہ الرحمۃ، علی پور سیدان،
صفحہ ۲۳۷
- ۶ حضرت علامہ ابو الفضل محمد نصر اللہ نوری علیہ الرحمۃ، بنیر پور شریف، (آپ نے
سفر زیارت و حج کے موقع پر مدینہ منورہ سے استفتاء بھیجا تھا)، صفحہ ۲۷۱
- ۷ مناظر اہل سنت مولانا محمد سعید اسعد، فیصل آباد، صفحہ ۳۰۲
- ۸ علامہ رحمت علی مدنی علیہ الرحمۃ، مدینہ منورہ، صفحہ ۳۰۶
- ۹ استاذ العلماء مولانا منظور احمد مدظلہ، حال متمم دارالعلوم غوثیہ جنڈانوالا،
(خوشاب)، صفحہ ۳۳۸
- ۱۰ علامہ مفتی غلام معین الدین علیہ الرحمۃ، مدیر سواد اعظم لاہور، نائب ناظم جمعیت
علماء پاکستان، تلمیذ و خلیفہ حضرت صدر الافاضل علیہ الرحمۃ، صفحہ ۳۴۳
- ۱۱ خطیب پاکستان مولانا محمد شریف نوری قصوری علیہ الرحمۃ، صفحہ ۳۵۰
- ۱۲ شیخ الحدیث علامہ ابو البیان غلام علی اوکاڑوی علیہ الرحمۃ، اوکاڑہ، صفحہ ۳۸۳
- ۱۳ مولانا محمد منشاء تابش قصوری، مرید کے، صفحہ ۴۴۴ تا ۵۲۸
- ۱۴ حضرت مولانا مفتی نصیر الدین رکن پوری علیہ الرحمۃ، رکن پورہ، صفحہ ۶۳۱
- ۱۵ مناظر اسلام مولانا علامہ غلام مر علی، منڈی چشتیاں، صفحہ ۶۵۰
- ۱۶ دفتر ہفت روزہ سواد اعظم لاہور، صفحہ ۴۰۶
- ۱۷ دارالافتاء جامعہ رضویہ ضیاء العلوم، راولپنڈی، صفحہ ۱۷۸
- ۱۸ دارالافتاء دارالعلوم نعیمیہ، کراچی، صفحہ ۱۹۶



فقیہ اعظم
قدس سرہ

قرنها باید که تا یک مریضی پدید آید
باز نماند در غراساں یا آویس اندر قرض

علم و فضل کے پیکر رعنا

ضیاء الامت حضرت پیر محمد کرم شاہ الازہری قدس سرہ العزیز

بسم الله الرحمن الرحيم حامداً و مصلیاً و مسلماً

حضرت فقیہ اعظم مولانا محمد نور اللہ صاحب قدس سرہ کی ذات والا صفات جامع کمالات تھی۔ آپ کا علمی تجر، آپ کی فقہی بصیرت، آپ کا پاکیزہ کردار اور عمر بھر خدمت دین کی بے خلوص جدوجہد، آپ کی وہ خصوصیات ہیں، جن میں عہد حاضر میں شاید ہی کوئی ان کی ہم سری کا دعویٰ کر سکتا ہو۔ علم و فضل کے پیکر رعنا ہونے کے باوجود ان کی تواضع اور ان کے انکسار نے انہیں اہل علم و نظر کی آنکھوں کا تار بہا دیا تھا۔

آپ کی دینی خدمات بے شمار ہیں، ان میں آپ کا قائم کردہ دارالعلوم حنفیہ فریدیہ اور آپ کے فتاویٰ نوریہ کی متعدد جلدیں تالید ان کے علمی اور فقہی انوار سے تاریک دلوں کو منور کرنی رہیں گی اور سالکان راہ محبت کے لئے خضر راہ کا کام دیتی رہیں گی۔

جب کبھی ان کے فتاویٰ کا مطالعہ کرنے کا موقع ملتا ہے تو ذہن کو اطمینان اور دل کو جلا نصیب ہوتی ہے۔ پڑھ کر حیرت ہوتی ہے کہ وہ ہستی جو عمر بھر ہنگامہ ہائے روزگار سے دامن کش رہی، اس نے کس طرح جدید تقاضوں کا صحیح اور اک کیا اور ان کی روشنی میں اپنی فقیہانہ، دور رس بصیرت سے جدید مسائل کے ایسے حل پیش کیے، جنہوں نے جدید و قدیم دونوں طبقات کو مطمئن کر دیا اور ہر ایک کے لوح قلب پر فقہ اسلامی کی برتری کا ایسا نقش ثبت کیا، جس کی چمک دمک نگاہوں کو خیرہ کرتی رہے گی۔ ہم صدق دل سے دست بدعا ہیں کہ اللہ رب العزت ان کے دست مبارک سے لگائے ہوئے پودے دارالعلوم حنفیہ فریدیہ کو تالید سرسبز و شاداب رکھے اور اس دارالعلوم کو رشد و ہدایت کا مرکز بنائے تاکہ اس چشمہ شیریں سے تشنگان علم ہمیشہ ہمیشہ سیراب ہوتے رہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کے صاحبزادگان خصوصاً صاحبزادہ محمد محبت اللہ نوری صاحب کو عمر دراز عطا کرے اور اپنے والد ماجد کے عظیم الشان حامد و محسن کا صحیح وارث بنائے، ان کو عمر خضر عطا فرمائے اور انہیں توفیق بخشے کہ وہ اپنے والد ماجد قدس سرہ کی روشنی کی ہوئی اس شمع کو روشن رکھیں، اپنے حسن عمل اور بلندی کردار سے اس کی تابانیوں میں اضافہ کرتے رہیں۔



افقہ العلماء

حضرت شیخ القرآن مولانا غلام علی اویکا زوی قدس سرہ العزیز

مخدوم العلماء حضرت علامہ مولانا الحاج ابو الخیر محمد نور اللہ صاحب نعیمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ عصر حاضر کے محدث ہی نہیں بلکہ ایک صاحب طرز فقیہ اور عظیم المرتبت شیخ طریقت بھی تھے۔ حدیث، تفسیر، فقہ، معانی اور کلام وغیرہ علوم آپ کی شخصیت میں مبداء فیاض کی عنایات سے جمع تھے۔۔۔۔۔۔ اگر دیگر علماء اندو علم العلماء یوں۔۔۔۔۔۔ اگر دیگر فضلاء اندو افضل الفضلاء یوں۔۔۔۔۔۔ لوگ فقیہ اعظم کہتے ہیں لیکن میں یہ کہنے میں کوئی باک نہیں سمجھتا کہ اگر دیگر علماء اندو افقہ الفقہاء یوں۔۔۔۔۔۔ اگر دیگر اصفیاء اندو رئیس الاصفیاء یوں۔۔۔۔۔۔ اگر دیگر مشائخ اندو شیخ المشائخ یوں۔۔۔۔۔۔ فتویٰ کے اندر اگر میں یہ کہوں کہ وہ اصحاب ترجیح سے تھے تو مبالغہ نہیں ہوگا۔ ان کے فتوؤں کے اندر اجتماعی شان ہے، مجتہدانہ بصیرت ان کو حاصل تھی، ویسے تو ”لا بد للمفتی ان یکون مجتہداً“ ہر مفتی کے لئے مجتہد ہونا ضروری ہے لیکن حضرت فقیہ اعظم کے فتاویٰ کی اپنی شان ہے، ان کی بعض تحقیقات سے کسی کو اختلاف ہو تو الگ بات ہے لیکن ان کی فقاہت اور شہادت کے بارے میں کوئی شک و شبہ نہیں۔

جہاں حضرت کی حیات ظاہری میں ہزاروں علماء و فضلاء نے آپ کے چشمہ علم سے سیرابی حاصل کی، وہاں بے شمار لوگ روحانی طور پر بھی آپ سے فیض یاب ہوئے۔ آپ کا روحانی فیض جاری رہے گا۔

ہر گز نہ میر دآں کہ دلش زندہ شد بعشق



حضرت فقیہ اعظم

قدس سرہ العزیز

(صاحبزادہ) محمد محبت اللہ نوری

عمر باد کعب و تنجانی مالہ حیات
ماز بزم عشق یک و انامی راز اید وین

(۱)

مجمع علم و عرفاں، شیخ الحدیث والتفسیر حضرت فقیہ اعظم مفتی ابو الخیر محمد نور اللہ نعیمی، نسباً
ارائیں، مسلکاً حنفی اور مشرباً قادری تھے۔ آپ کی ولادت باسعادت ۱۶ / رجب المرجب ۱۳۳۲ھ مطابق
۱۰ / جون ۱۹۱۳ء کو تحصیل دیپال پور کے مضافات موضع سوچہ کی میں ہوئی۔ ولادت سے قبل آپ
کے بزرگوں کو دین مصطفوی کی شمع فروزاں کرنے والی عظیم شخصیت کے ظہور کی متعدد بھارتی بذر لیجہ
خواب اور بذر لیجہ مختلف اولیاء کرام مل چکی تھیں۔۔۔۔۔

آپ کے والد ماجد زبدۃ الاصفیاء مولانا ابو النور محمد صدیق چشتی علیہ الرحمۃ
(م ۱۳۸۰ھ / ۱۹۶۱ء) اور جد امجد حضرت مولانا احمد دین علیہ الرحمۃ (م ۱۳۶۱ھ / ۱۹۴۲ء) نے اپنی

مگرانی میں تعلیم و تربیت کا آغاز فرمایا۔ اسی اثناء میں آپ کو ایک ماسٹر صاحب کے پاس پڑھنے کے لئے بٹھایا گیا، لیکن آپ نے یہ کہہ کر پڑھنے سے انکار کر دیا کہ میں کسی داڑھی منڈانے والے (تارک سنت اور فاسق) استاد سے نہیں پڑھ سکتا۔ قرآن کریم اور فارسی کی تعلیم اپنے والد مکرم اور جد امجد سے حاصل کرنے کے بعد سلف صالحین کی سنت کے مطابق طلب علم کے لئے سفر شروع کیا۔ آپ نے بڑی جاں فشانی سے کام لیتے ہوئے متحدہ ہندوستان کے دور دراز مقامات پر جا کر متعدد علماء کرام سے علوم عتقیہ و فقہیہ کی تحصیل کی۔ اس سلسلے میں استاد العلماء حضرت مولانا فتح محمد حبیبوی محدث بہاول نگر علیہ الرحمۃ (م ۱۳۸۹ھ / ۱۹۶۹ء) کا نام خاص طور پر قابل ذکر ہے۔

حضرت فقیہ اعظم قدس سرہ العزیز نے دوران تعلیم محنت، لگن اور ذاتی مطالعہ سے وہ استعداد پیدا کی کہ اساتذہ بھی اس خدا داد صلاحیت و لیاقت کے معترف تھے۔

آپ نے علوم عتقیہ و فقہیہ کی تحصیل کے بعد ۱۳۵۱ھ / ۱۹۳۳ء میں مرکزی دارالعلوم حزب الاحناف لاہور میں داخلہ لیا، جہاں شیخ الحدیث والتفسیر حضرت مولانا سید محمد دیدار علی شاہ الوری علیہ الرحمۃ (م ۱۳۵۳ھ / ۱۹۳۵ء) اور مفتی اعظم پاکستان مولانا ابوالبرکات سید احمد قادری علیہ الرحمۃ (م ۱۳۹۸ھ / ۱۹۷۸ء) سے دورہ حدیث شریف پڑھا۔ حضرت محدث الوری دورہ حدیث پڑھنے والوں کو اکثر فرمایا کرتے:

”اس بار تم مولانا محمد نور اللہ صاحب کی طفیل پڑھ رہے ہو۔“

دورہ حدیث مکمل کرنے کے بعد ۶ / شعبان ۱۳۵۲ھ مطابق ۲۳ / نومبر ۱۹۳۳ء کو سند و ستار فضیلت عطا کی گئی۔ اس موقع پر امام اہل سنت محدث الوری علیہ الرحمۃ نے آپ کو مطبوعہ سند کے علاوہ خصوصی اسناد سے بھی نوازا اور ابوالخیر کنیت عطا فرمائی۔ بعد میں مفتی اعظم مولانا ابوالبرکات علیہ الرحمۃ نے آپ کو فقیہ زمان، محدث دوران، فقیہ العصر، فقیہ النفس اور مفتی اعظم وغیرہ جلیل القدر القاب سے ممتاز فرمایا۔ جن کی تفصیل کے لئے احقر کی تصنیف ”سیدی ابوالبرکات رحمۃ اللہ علیہ اپنے مکاتیب کے آئینے میں“ کا مطالعہ کیا جائے۔ ان گونا گوں اور متنوع القاب میں سے ”فقیہ اعظم“ کا لقب زبان زد خاص و عام ہے۔ اب فقیہ اعظم کہا جائے تو اہل علم اس سے آپ ہی کی ذات گرامی مراد



لیتے ہیں۔ غازی کشمیر مولانا ابو الحسنات سید محمد احمد قادری رحمہ اللہ نے بھی اپنے ایک گرامی نامہ میں حضرت کے نام کے ساتھ فقیہ اعظم کا لقب تحریر فرمایا۔-----

حضرت فقیہ اعظم نور اللہ مرقدہ نے اپنی فطری ذکاوت و ذہانت سے زمانہ طالب علمی ہی میں ذاتی مطالعہ سے علوم درسیہ کے علاوہ متعدد علوم و فنون میں وہ مہارت حاصل کی کہ باید و شاید۔-----

(۲)

حضرت فقیہ اعظم قدس سرہ العزیز نے تعلیم سے فراغت کے فوراً بعد درس و تدریس کا سلسلہ شروع کر دیا۔ اس سلسلے میں آپ نے جگہ فاضل کا (بھارت) 'موضع واسو سالم' موضع سو جے کی وغیرہ مقامات پر تدریسی خدمات انجام دیں۔ کچھ عرصہ اپنے استاذ گرامی حضرت محدث بہاول نگری کے پاس ان کے مدرسہ مفتاح العلوم میں صدر مدرس رہے۔ پھر ۱۳۵۷ھ / ۱۹۳۸ء میں تحصیل دیپال پور کے قصبہ فرید پور میں دارالعلوم حنفیہ فریدیہ کے نام سے مدرسے کی داغ بیل ڈالی۔ آپ کی قابلیت اور مہر تاثیر تدریس کا شرعہ عام ہونے لگا، جملہ علوم و فنون درس نظامیہ کی تدریس کا کام تمام انجام دیتے رہے۔ کسی بھی فن کا درس ہوتا، طلبہ کے قلوب و اذہان میں عشق مصطفیٰ ﷺ کی شمع فروزاں کرتے چلے جاتے۔ اسی مقام پر ۱۳۶۳ھ / ۱۹۴۴ء میں بخاری شریف سے دورہ حدیث کا آغاز فرمایا۔ یہ بات خاص طور پر قابل ذکر ہے کہ دورہ حدیث کی اس پہلی جماعت میں دیگر تلامذہ کے علاوہ آپ کے والد ماجد حضرت مولانا محمد صدیق رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بھی شریک درس تھے۔-----

طلبہ کی بڑھتی ہوئی تعداد ایک عظیم الشان علمی ادارے کی متقاضی تھی، جس کے لئے یہ جاگیر دارانہ ماحول مناسب نہ تھا، اس لئے آپ ۱۳۶۳ھ / ۱۹۴۵ء میں بھیر پور میں تشریف لے آئے، یہ پسماندہ علاقہ خصوصاً وہ خطہ زمین جس پر اب دارالعلوم موجود ہے، قذاقوں کا مسکن تھا۔ آپ کے قدم مسنت لزوم سے یہ خطہ علم و عرفان کا گوارہ بن گیا۔-----

دارالعلوم کی تعمیر و تاسیس سے عروج و ارتقاء کے مرحلے طے کرنے میں آپ کو بڑے صبر آزما مراحل سے گزرنا پڑا، مگر آپ نے صبر و استقامت سے ہر آزمائش کا مردانہ وار مقابلہ کیا۔ آپ نے اپنی شبانہ روز محنت، پیہم لگن اور جہد مسلسل سے اسے عظیم یونیورسٹی بنادیا۔ یہ مدرسہ آج ایک عظیم



الشان علمی مرکز کی حیثیت سے اپنا نام پیدا کر چکا ہے۔ مدرسہ کی اسی (۸۰) کمروں، متعدد آمدوں اور درس گاہوں پر مشتمل دو منزلہ عمارت وسیع ہال کی صورت میں کتب خانہ اور خوب صورت مسجد قابل دید ہے۔۔۔۔۔

حضرت فقیہ اعظم قدس سرہ العزیز نے تقریباً پچاس سال قرآن و حدیث اور دیگر علوم و فنون کا درس دیا، اسباق کی پابندی فرمائی، تدریس سے آپ کو بڑا شغف تھا۔ چنانچہ جب حج و زیارت کے لئے تشریف لے جاتے تو وہاں بھی تصوف و حدیث کا درس جاری رکھتے، اسی وجہ سے آپ محدث عرب و عجم کے لقب سے بھی مشہور تھے۔ جب سنت یوسفی پر عمل پیرا ہوتے ہوئے جیل میں جانے کا اتفاق ہوا تو وہاں بھی درس و تدریس کا کام رہا۔ آپ نے درس حدیث کا سلسلہ آخر عمر تک جاری رکھا، آپ سے فیض یافتگان کی تعداد ہزاروں تک پہنچتی ہے، جو ملک کے گوشے گوشے بلکہ بیرون ملک بھی درس و تدریس، تصنیف و تالیف اور افتاء و تبلیغ کے ذریعے رشد و ہدایت میں مصروف ہیں۔۔۔۔۔

(۳)

تعلیم سے فراغت کے بعد آپ نے مرشد کامل کی جستجو کی۔ چونکہ درس و تدریس کا شوق تھا، اس لئے خیال پیدا ہوا کہ کہیں لمبے لمبے وظیفوں کا ارشاد نہ ہو جائے، اس لئے آپ چاہتے تھے کہ ایسا رہبر ملے، جو شریعت و طریقت کا جامع ہونے کے ساتھ ساتھ اس زبوں حالی کے دور میں اشاعت علم کی اہمیت و ضرورت سے بخوبی آگاہ ہو۔ غالباً ۱۹۳۱ء میں آپ حزب الاحناف کے سالانہ اجلاس میں شامل ہوئے تو حضرت صدر الافاضل مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی (وفات ۱۳۶۷ھ / ۱۹۴۸ء) سے ملاقات کا شرف حاصل ہوا۔ اپنے والد گرامی اور حضرت مفتی اعظم سید ابوالبرکات قدس سرہ العزیز کے مشورے سے صدر الافاضل علیہ الرحمۃ کے دست حق پرست پر سلسلہ عالیہ قادریہ میں بیعت سے مشرف ہوئے۔ رہبر کامل نے خود ہی ارشاد فرمایا:

”مولانا! آپ کا وظیفہ درس و تدریس ہے۔۔۔۔۔“

چنانچہ حضرت فقیہ اعظم قدس سرہ العزیز نے عمر بھر اس وظیفے کو حرز جان بنائے رکھا۔ بیعت ہونے کے بعد سیدی فقیہ اعظم رمضان المبارک میں مراد آباد شریف حاضر ہوئے، یہاں



حضرت صدر الافاضل نے آپ کو سلوک و معرفت کی مختلف منزلیں طے کرائیں، اپنے سلاسل حدیث کی اسناد، مختلف اشغال و اعمال اور اوراد و وظائف کی اجازت اور سلسلہ عالیہ قادریہ مکیہ کے علاوہ دیگر سلاسل میں بھی اجازت و خلافت سے نوازا۔ اس تحریری اجازت نامے پر حضرت صدر الافاضل علیہ الرحمۃ نے ۱۷ / رمضان المبارک ۱۳۶۱ھ (۲۸ / ستمبر ۱۹۴۲ء بروز پیر) کی تاریخ درج فرمائی۔-----

حضرت صدر الافاضل علیہ الرحمۃ کے علاوہ حضرت فقیہ اعظم کو اپنے گرامی قدر اساتذہ مولانا سید دیدار علی شاہ الوری، مفتی اعظم مولانا ابوالبرکات قادری اور حضرت محدث بہاول نگری رحمہم اللہ تعالیٰ کی طرف سے بھی اعمال و وظائف اور مختلف سلاسل طریقت کی اجازت حاصل تھی۔-----

حضرت فقیہ اعظم قدس سرہ العزیز کی شخصیت اس قدر پُرکشش تھی کہ ان کی خدمت میں حاضری دینے والا ہمیشہ کے لئے دام عقیدت و محبت میں گرفتار ہو جاتا۔ آپ سے متاثر ہو کر کئی بد مذہب اپنی بد عقیدگی سے تاب ہو کر مسلک اہل سنت کے مبلغ بنے۔ بے شمار لوگوں نے آپ کے دست حق پرست پر بیعت کی، آپ کے مریدین و معتقدین پاکستان کے علاوہ دیگر ممالک میں بھی موجود ہیں۔-----

(۴)

”حضرت فقیہ اعظم قدس سرہ العزیز اپنے دور کی نادر روزگار شخصیت تھے، علم و فضل، تقویٰ و طہارت، تنظیم و سیاست اور ہمت و استقامت میں یکتائے روزگار تھے، یوں تو تفسیر، حدیث اور دیگر تمام مروج علوم و دینیہ میں کامل دسترس رکھتے تھے، لیکن فقہ میں آپ کو تخصص کا درجہ حاصل تھا، اس لئے آپ کے ہم عصر اکابر علماء نے آپ کو فقیہ اعظم تسلیم کیا۔ آپ کے چھ ضخیم جلدوں پر مشتمل فتاویٰ کے مطالعہ سے آپ کی وسعت نظر، عمیق مشاہدہ، قوت استدلال اور جدت فکر کا بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔“-----

(محمد عبدالحکیم شرف قادری، مولانا نورالحیب بھیرپور، شمارہ جب ۱۴۰۳ھ)



آپ کی ذات مرجع خائف تھی 'ملک اور بیرون ملک کے لوگ استفتاءات میں آپ کی طرف رجوع کرتے تھے۔ آپ حالات حاضرہ کے جدید تقاضوں کا مگر اشعور اور مسائل عصریہ کا مجتہد نہ حل پیش کرنے کی اعلیٰ صلاحیت رکھتے تھے 'چنانچہ آپ نے نماز میں لاؤڈ اسپیکر کا استعمال 'انگریزی اور ہومیو پیتھی ادویات' جاں بہ لب مریضوں کے لئے عطیہ خون 'بچوں کو لکھنے کی تعلیم دینے اور ریل گاڑی و ہوائی جہاز میں نماز وغیرہ عہد حاضر کے نئے مسائل پر سیر حاصل بحث کی ہے۔۔۔۔۔

فتاویٰ نوریہ کی زیر نظر جلد (دوم) میں بھی رویت ہلال 'روزہ کی حالت میں انکسار 'بلغاریہ و ڈنمارک وغیرہ (جہاں چھ ماہ کا دن اور چھ ماہ کی رات ہوتی ہے) اور بعض وہ علاقے جہاں سال کے کچھ دن ایسے آتے ہیں جن میں غروب آفتاب کے بعد جلد ہی صبح صادق طلوع ہو جاتی ہے 'ایسے علاقوں میں نماز روزے اور دیگر تقریبات کے اوقات کا تعین 'حج کے لئے تصویر کا جواز اور ایوٹی دور میں عائلی قوانین پر مبنی پنجاب اسمبلی میں بیگم سلٹی کے پیش کردہ بل پر تحقیقی رائے ایسے متعدد فتوے ہیں 'جن سے پتا چلتا ہے کہ آپ نے عصر حاضر کے چیلنج کو قبول کرتے ہوئے تحقیق کا حق ادا کیا۔۔۔۔۔

جسٹس مفتی سید شجاعت علی قادری علیہ الرحمۃ (سابق جج وفاقی شرعی عدالت 'مستتم دارالعلوم نعیمیہ کراچی) نے ایک مرتبہ بچپن سے زائد مسائل پر مشتمل ایک سوال نامہ پاکستان کے اکابر علماء کی خدمت میں ارسال کیا 'جس میں انتقال خون 'اعضاء کی پیوند کاری اور ٹیسٹ ٹیوب بے بی وغیرہ ایسے جدید مسائل کے بارے میں رائے طلب کی گئی تھی۔ حضرت فقیہ اعظم قدس سرہ العزیز ان چند بزرگوں میں سے تھے 'جنہوں نے جواب کی زحمت برداشت کی۔ بقول حضرت مفتی صاحب علیہ الرحمۃ :

”بلکہ صحیح یہ ہے کہ پوری دلچسپی سے معقول و مدلل جوابات صرف آپ ہی کے

تھے۔۔۔۔۔ (کتوب نام مولانا شبیر احمد ہاشمی 'محررہ ۶ / مئی ۱۹۸۳ء)

جواد مطلق نے حضرت فقیہ اعظم قدس سرہ العزیز کو جس فقہی بھیرت سے بہرہ ور فرمایا تھا

اس کے بارے میں شارح مسلم 'علامہ غلام رسول سعیدی 'شیخ الحدیث کراچی رقم طراز ہیں :

”حضرت فقیہ اعظم اپنے وقت کے عظیم محدث اور فقیہ تھے 'آپ مجتہدانہ



بصیرت کے حامل تھے، آپ کے مطالعہ کی وسعت بے پناہ تھی، جب کسی مسئلہ پر قلم اٹھاتے تو حوالوں کا انبار لگا دیتے تھے۔ فتاویٰ نوریہ میں دلائل کا سیلاب ہے۔ بہت سے ایسے مسائل جن کو آپ نے وقت کی نبض پر ہاتھ رکھ کر دیکھا اور ان میں اپنی مجتہدانہ رائے کا اظہار فرمایا۔ ہو سکتا ہے بعض حضرات کو ان میں سے کسی چیز سے اختلاف ہو لیکن ایک وقت آئے گا کہ علماء آپ کے خیالات سے رہنمائی حاصل کریں گے۔۔۔۔۔

(مکتوب نام راقم، محررہ ۱۹/ مئی ۱۹۸۴ء)

فتاویٰ نوریہ کی زیر نظر جلد کے اکثر و بیشتر فتوؤں میں بیسیوں مآخذ سے استفادہ کیا گیا ہے، اس سلسلے میں متعدد مثالیں دی جاسکتی ہیں، اختصار کے پیش نظر چند شواہد ملاحظہ فرمائیں :

صفحہ ۲۵۵۳ تا صفحہ ۵۷۶ حرمت مصاہرت کے بارے میں ایک فتویٰ ہے، ۲۳

صفحات کے اس فتوے میں ۴۶۱ حوالہ جات دیے گئے ہیں۔۔۔۔۔

صفحہ ۱۱۵ تا صفحہ ۱۱۶ پر ہو ہاشم کے لئے زکوٰۃ کے عدم جواز پر صرف دو صفحات پر مشتمل ایک تحقیقی فتویٰ ہے، جس میں دس کتب کے حوالے اور انہیں صحابہ کرام کے اسماء گرامی درج کیے ہیں، جن سے اس مسئلے کے بارے میں احادیث مروی ہیں۔۔۔۔۔

صفحہ ۲۴۱ سے رویت ہلال سے متعلق ایک فتویٰ شروع ہوتا ہے، جو صرف تین صفحات کا ہے، مگر اس میں ۳۴ کتب کے حوالے دیے گئے ہیں۔۔۔۔۔

اسی طرح صفحہ ۲۰۴ تا صفحہ ۲۰۹ پر نکاح کے بارے میں ایک فتویٰ ہے، اڑھائی

صفحات کے اس فتوے میں ۳۷ حوالہ جات دیے گئے ہیں۔۔۔۔۔

اس قدر محنت اور تحقیق کے باوجود آپ نے عمر بھر کسی سے فتویٰ نویسی کے عوض ایک پائی بھی وصول نہ فرمائی۔ اسی طرح درس و تدریس اور اہامت و خطابت کے فرائض بھی عمر بھر بغیر کسی ادنیٰ معاوضے کے، اللہیت و خلوص کے ساتھ انجام دیتے رہے۔۔۔۔۔

ایک فقیہ اور مفتی کے لئے ایمانی فراست، علمی وسعت، تزکیہ نفس، تقویٰ و ورع اور دیانت و راست بازی وغیرہ جن خصوصیات کا ہونا ضروری ہے، وہ تمام تر آپ میں بدرجہ اتم پائی جاتی تھیں۔ انہی



اوصاف کے پیش نظر ایک مرتبہ حضرت صاحبزادہ سید فیض الحسن شاہ صاحب علیہ الرحمۃ نے فرمایا تھا :

”حضرت مولانا محمد نور اللہ صاحب دور حاضر کے امام اہم ضیفہ ہیں“-----

(۵)

حضرت فقیہ اعظم فنانی الرسول اور فنانی حب الدینہ تھے۔ آپ کی محفل میں حاضری سے شرف یاب ہونے والے اس حقیقت سے بخوبی واقف ہیں کہ سرکارِ دو عالم ﷺ کے پیارے شہر مدینہ منورہ کا ذکر آتے ہی مرغِ نیم بسمل کی طرح ترپنے لگتے درسِ حدیث دیتے ہوئے آپ کی آنکھوں سے آنسوؤں کے چشمے ابلنے لگتے ایسا محسوس ہوتا کہ محبوبِ پاک ﷺ کے جمالِ جہاں آراء کے دیدار میں محو ہیں۔ مولانا حافظ محمد اسد اللہ نوری کے نام ایک مکتوب گرامی میں اسی حقیقت کو یوں منکشف فرماتے ہیں :

”میرا تو بفضلہ تعالیٰ یہ عالم ہے کہ بصیر پور میں درسِ اسباق دیتے ہوئے مدینہ عالیہ میں ہی حاضر معلوم ہوتا ہوں۔ گنبدِ خضراء پیشِ نظر رہے تو کوئی دوری نہیں۔ تعلیم بھی نہایت ضروری ہے کہ صوفی بے علم شیطان کا مسخرہ ہوتا ہے، ورنہ دل یہی چاہتا ہے کہ ہر وقت مدینہ عالیہ حاضری رہے“----- (مکتوب محررہ ۱۸/ اکتوبر ۱۹۷۹ء)

آپ کے دل میں حاضری مدینہ منورہ کی کتنی تڑپ تھی اس کی جھلک آپ کی تحریروں میں جا جادیکھی جاسکتی ہے۔ حضرت کے مرید خاص حاجی چودھری محمد اسحاق نوری متعدد بار حاضری مدینہ منورہ میں حضرت کے ہم سفر رہے وہ حاضری بارگاہِ سرکارِ ﷺ میں تھے کہ ان کے نام ایک مکتوب میں آپ نے تحریر فرمایا :

”حسرت آتی ہے کہ آپ کے ساتھ ان پاک پیاری گلیوں میں یہ فقیر بھی ہوتا تھا“
مگر کیا کر دوں کہ یہ نامرادی کے دن بھی قسمت میں تھے۔ گو تذکرہ تو وہیں کارہتا ہے مگر ہوں
تو دور و مجبور.....

حاجی صاحب! اس گدائے بے نوا کی جلدی حاضری کی اجازت لے کر آئیں اور



بغداد شریف کی حاضری کی منظوری بھی لے کر آئیں کہ وہاں سب کچھ ملتا ہے۔۔۔۔۔ (محررہ ۲۰ / اپریل ۱۹۸۰ء)

جب ظاہر احاضری میں تاخیر ہو جاتی یا حج و عمرہ کے دن قریب آتے تو آپ کی بے قراری، اضطرابی شکل اختیار کر جاتی۔ دیکھیے اپنے مرید چوہدری عبدالرزاق نوری مدنی کو ایک مکتوب میں وارفتگی کی عجیب کیفیت میں لکھتے ہیں:

”حضرت مولانا قبلہ فضیلۃ الشیخ محمد ضیاء الدین قادری مدظلہم سے نہایت نیازمندانہ سلام عرض کریں اور خاص الخاص دعا کرائیں کہ یہ سگ بے بضاعت بھی مدینہ منورہ کی گلیوں کی زیارت کر سکے۔ حضرت خواجہ غلام فرید علیہ الرحمۃ چاچا اٹاں شریف والوں کا ایک شعر لکھتا ہوں کہ میرے دل کی حسرت کی آواز ہے۔

کوئی یار سیہدا گھل دے، دن بچتے گزرے
میرا جاوے نہ جوین ڈھل دے، دن بچتے گزرے
مدنی صاحب! خوب خوب بچوں کی طرح بلک بلک کر اور رو کر دعائیں کریں اور التجائیں کریں۔ ضدی بچے کے مہربان ماں باپ ضد پوری کر دیتے ہیں، ہمت کریں میں تو بالکل بے دست و پا ہوں، کچھ بھی نہیں کر سکتا، نہ چہ ہوں کہ ضد پراڑ جاؤں۔ ہاں کرم ہی کرم درکار ہے۔۔۔۔۔ (محررہ ۱۰ شعبان المعظم ۱۴۰۰ھ / ۲۳ جون ۱۹۸۰ء)

اور پھر جب اذن حضوری مل جاتا تو آپ کی مسرت دیدنی ہوتی۔ حاجی رشید احمد نوری بھٹشی کو تحریر فرمایا:

”سترہ ستمبر کو بھرپور سے (مدینہ منورہ) روانگی ہے۔ اس دن میری عید کا دن

ہے۔۔۔۔۔ (مکتوب محررہ ۱۴ / اگست ۱۹۸۱ء)

پھر کوئی عزیز آپ کی علالت و نقاہت اور موسم کی حدت کے پیش نظر یہ عرض کرتا

کہ۔۔۔۔۔ ع

گر می ہے، تپ ہے، درد ہے، کلفت سفر کی ہے



تو آپ است اعلیٰ حضرت مولانا شاہ احمد رضا خاں بریلوی قدس سرہ العزیز کے ہم زباں ہو کر

جواب دیتے۔۔۔۔۔ع

باشکر ایہ تو دیکھ عزیمت کدھر کی ہے

چنانچہ حاجی رشید احمد نوری دبیشی کے ایک خط کے جواب میں تحریر فرمایا:

”کل ان شاء اللہ تعالیٰ روانہ ہو رہا ہوں“ واللہ الحمد و المنة“ آپ کی نصیحت بجا

کہ کمزور ہوں اور گرمی بڑی ہے مگر مدینہ منورہ کی طرف منہ ہو تو کوئی خوف

نہیں۔۔۔۔۔(محررہ ۱۵/ جولائی ۱۹۷۹ء)

۱۹۶۰ء میں پہلی بار آپ حج زیارت کی سعادت سے مشرف ہوئے، پھر مسلسل کرم ہو جا رہا۔

ایک مختاط اندازے کے مطابق آپ بیس مرتبہ حرمین شریفین کی حاضری سے شرف یاب

ہوئے۔۔۔۔۔

۱۳۹۹ھ / ۱۹۷۹ء میں حاضری مدینہ منورہ کے لئے عراق اور شام کا راستہ اختیار فرمایا۔

بغداد شریف، کربلا معلیٰ، نجف اشرف، بصرہ، کوفہ، دمشق اور حلب وغیرہ شہروں میں متعدد انبیاء کرام،

صحابہ کرام، اہل بیت اطہار اور اولیاء عظام کے مزارات پر حاضری دی۔۔۔۔۔

(۶)

حضرت فقیہ اعظم نور اللہ مرقدہ جامع الصفات شخصیت تھے۔ وہ بیک وقت بہترین مدرس

بھی تھے اور اعلیٰ صلاحیتوں کے مالک منتظم بھی۔۔۔۔۔ نعت گو شاعر بھی تھے اور بلند پایہ محقق

بھی۔۔۔۔۔ شرف نگاہ مفتی بھی تھے اور شیخ کامل بھی۔۔۔۔۔ ان گونا گوں اوصاف کے ساتھ ساتھ

جواد مطلق نے آپ کو سیاست میں بھی بڑی فراست سے بہرہ ور فرمایا تھا۔ اگرچہ عملی سیاست سے کنارہ

کش رہے، تاہم جب کبھی دین کی سر بلندی کے لئے قربانیوں کا موقع آیا تو قوم نے آپ کو مجاہدین کی

صف اول میں پایا۔ چنانچہ آپ نے تحریک پاکستان میں اپنے مرشد گرامی حضرت صدر الافاضل قدس

سرہ العزیز اور دیگر اکابر علماء و مشائخ اہل سنت کے ساتھ مل کر اس تحریک کو کامیابی سے ہم کنار کرنے

کی خاطر نمایاں کردار ادا کیا۔۔۔۔۔



۱۹۴۶ء میں جب کانگریس اور مسلم لیگ کا انتخابی معرکہ ہوا تو آپ نے اپنا بھرپور اثر و رسوخ استعمال کیا، نتیجتاً اس حلقہ انتخاب میں مسلم لیگی امیدوار کو کامیابی ہوئی۔ جہاد کشمیر میں غازی کشمیر حضرت علامہ ابو الحسنات قادری علیہ الرحمۃ (م ۱۳۸۰ھ / ۱۹۶۱ء) کے ساتھ مکمل تعاون کیا۔۔۔۔۔

۱۹۵۳ء کی تحریک ختم نبوت میں آپ نے پرزور حصہ لیا اور قید و بند کی صعوبتیں برداشت کیں، آپ کو ایک سال قید با مشقت کی سزا سنائی گئی مگر تین ماہ بعد رہا کر دیے گئے۔ ۱۹۷۳ء میں سانحہ ربوہ کے باعث جب دوبارہ تحریک ختم نبوت کا آغاز ہوا تو آپ نے تحفظ ناموس رسالت کا نعرہ بلند کیا اور اس تحریک میں ناقابل فراموش کردار ادا کیا۔۔۔۔۔

۱۹۴۸ء میں ملتان میں جمعیت علماء پاکستان کی تشکیل ہوئی تو اس اجلاس میں حضرت بھی شریک ہوئے۔ آپ جمعیت کے اساسی ارکان میں سے تھے اور جمعیت کی مجلس عاملہ و شوریٰ کے رکن بھی رہے۔ ۱۹۷۷ء میں خواص و عوام کے پرزور اصرار پر جمعیت علماء پاکستان کی طرف سے قومی اتحاد کے ٹکٹ پر نظام مصطفیٰ کے نفاذ اور مقام مصطفیٰ کے تحفظ کی خاطر باقاعدہ الیکشن میں حصہ لیا، یہ وہ وقت تھا کہ حکمران پارٹی کی مخالفت کرنا جان جوکھوں میں ڈالنے کے مترادف تھا، مگر اس مرد مجاہد نے نعرہ قلندرانہ بلند کیا۔۔۔۔۔ مخالفت کی آندھیاں انھیں 'بدتمیزی کے جھکڑ چلے' دھمکیوں کے طوفان اٹھے مگر جرأت و استقلال کے اس کوہ گراں کے پائے ثبات میں ذرا بھر لغزش نہ آئی۔ آپ کو الیکشن میں حصہ لینے اور کلمہ حق کہنے کی پاداش میں حکومت وقت نے کئی انتقامی منصوبے بنائے (جن کا دستاویزی ثبوت موجود ہے)، مگر آپ نے تمام سازشوں کا مردانہ وار مقابلہ کیا اور ہر مقام پر ثابت قدمی کا مظاہرہ فرمایا۔۔۔۔۔

ملک کے دیگر مقامات کی طرح اس حلقہ انتخاب میں بھی وسیع پیمانے پر دھاندلیاں ہوئیں، دھاندلیوں کے خلاف ابھرنے والی تحریک کے نتیجہ میں جبر و استبداد اور آمریت کا مٹاؤ پاش ہو گیا۔ نظام مصطفیٰ کی اس تحریک میں آپ کا مثالی کردار ہمیشہ دعوت فکر و عمل دیتا رہے گا۔ ۲۳ / مارچ ۱۹۷۷ء کو ایک بہت بڑے جلوس کی قیادت کرتے ہوئے گرفتاری دی۔ ساہیوال سنٹرل جیل میں بھی اپنے مشن کو جاری رکھا اور درس قرآن کریم کے علاوہ قیدی طلباء و علماء کو بخاری شریف کا درس بھی باقاعدگی سے دیتے رہے۔۔۔۔۔



۱۹۷۸ء میں آپ کو جماعت اہل سنت پاکستان کا سینئر نائب صدر مقرر کیا گیا، آخر عمر تک آپ اس عہدہ پر فائز رہے۔۔۔۔۔

(۷)

حضرت فقیہ اعظم نور اللہ مرقدہ کی پوری زندگی اتباع نبوی اور عشق مصطفوی ﷺ سے عبارت تھی۔ ان کا چلنا، پھرنا، اٹھنا، بیٹھنا، غرض ہر ہر ادا سنت مصطفیٰ کے مطابق تھی۔۔۔۔۔ عبادت و ریاضت اور تقویٰ و طہارت میں مقام رفیع پر فائز تھے۔۔۔۔۔ فرائض و واجبات کے علاوہ سنن و نوافل کا وہ اہتمام کہ باید و شاید۔۔۔۔۔ عین ہی سے تہجد کی عادت تھی، جس پر عمر بھر مواظبت فرمائی۔ مریدین و معتقدین کو بھی پابندی سے تہجد ادا کرنے کی تاکید فرماتے۔ چنانچہ اپنے ایک مرید حاجی سکندر علی نوری کے نام تحریر فرمایا:

”نماز پنج گانہ اور نفل تہجد کا خیال آپ کے اہل خانہ بھی رکھیں اور ادا و دو خانہ

پورے کرتے رہیں۔۔۔۔۔ (محررہ ۲۱ / اگست ۱۹۷۲ء)

ایک اور مکتوب گرامی میں مولانا مسعود احمد نوری بن مولانا زید احمد نوری خطیب گوجرانوالا کے نام تحریر فرمایا:

”نمازیوں اور ہمسایوں کے ساتھ حسن سلوک و محبت سے رہا کریں، تہجد قضا نہ کیا

کریں۔۔۔۔۔ (محررہ ۳ / جنوری ۱۹۷۲ء)

آپ نے عمر بھر شریعت مطہرہ پر پابندی کا درس دیا، جس کی جھلک جا بجا آپ کی تحریروں میں دیکھی جاسکتی ہے۔ اپنے ایک فرزند نسبتی مولانا حافظ محمد فیض الرحمن کوثر کے نام ایک مکتوب میں یہ نصیحت فرمائی:

”اپنے اوقات عزیزہ پڑھنے اور پڑھانے میں پورے کریں اور استقامت علی

الشریعہ کا خاص خیال رہے کہ اصل وہی ہے اور اسی میں مدارج عالیہ مضمر ہیں۔ خاتانی نے کیا

خوب کہا ہے۔۔۔۔۔

پس از سی سال این معنی محقق شد بہ خاتانی



کہ یک دم با خدا یوں پہ از ملک سلیمانی
حکیم سائی نے بھی خوب سائی ہے۔۔۔۔۔

غم دین خور کہ غم غم دین است
ہم غم ہا فروتر از این است

(محرمہ ۶ / رمضان المبارک ۱۲۷۳ھ)

اسی طرح حضرت مولانا ابوالفضل محمد نصر اللہ نوری علیہ الرحمۃ اور مولانا ابوالضیاء محمد باقر نوری و مولانا ابوالحق محمد رمضان نوری رحمہما اللہ تعالیٰ کے نام تحریر فرمایا:

”شریعت غراء پر عمل پوری کوشش سے کرتے رہیں۔ ہر قسم کی خیانت سے پوری پرہیز رہے، خلوص و اخلاص و اتفاق سے وقت بسر کریں، یہ دنیا لعب و لہو ہی تو ہے۔۔۔۔۔ (محرمہ مدینہ منورہ ۱۲۷۳ھ / مئی ۱۹۶۰ء)

حضرت فقیہ اعظم باوقار بارعب اور پرکشش شخصیت کے حامل تھے۔ آپ بچوں پر رحمت، طلباء پر شفقت اور بزرگوں سے مودت فرمایا کرتے تھے۔ آپ کی زندگی حافظ شیرازی کے اس شعر کا صحیح مصداق تھی۔۔۔۔۔

آسائش دو گیتی تفسیر اس دو حرف است

با دوستان مروت با دشمنان مدارا

اخلاقیات میں صاحب خلق عظیم کے مظہر اتم تھے۔ شخصیت کے اعتبار سے دیکھا جائے تو آپ کی ذات شرافت و متانت، جرأت و استقلال، ہمدردی، خیر خواہی، حلم و بردباری، بے لوثی و فرض شناسی، عالی ظرفی، علم و عمل، تواضع و انکساری، خدا ترسی اور پرہیزگاری کا مرقع تھی۔ آپ نے ۱۲۷۳ھ میں اپنی جواں سال عالمہ فاضلہ صاحبزادی کی وفات اور پھر ۱۲۷۸ھ میں جواں سال عالم، فاضل، محقق اور قابل ترین صاحبزادے مولانا ابوالفضل محمد نصر اللہ نوری علیہ الرحمۃ کے وصال پر جس صبر و استقامت کا مظاہرہ کیا وہ تاریخ عزیمت کا درخشندہ باب ہے۔ جس طرح حضور ﷺ کے صاحبزادے حضرت ابراہیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے وصال کے موقع پر کتب احادیث میں حضور ﷺ کے طریق عمل کی منظر کشی کی گئی ہے، حضور ﷺ کے اس متبع سنت اور مظہر نے اپنے عمل سے وہی سماں پیدا کر دیا



کہ آنکھیں اشک بار تھیں اور زبان پر یہ کلمات جاری تھے :

ان العین ندمع و القلب يحزن و لا نقول الا ما يرضى ربنا
و انا بفراقك يا ابراهيم لمحزونون----- (مشکوٰۃ باب البكاء علی المیت)
”آنکھیں اشک بار ہیں، دل غم گین ہیں، مگر ہم ایسی کوئی بات نہیں کہتے جو
رضائے الہی کے خلاف ہو اور ہم اے ابراہیم! تیرے فراق سے بڑے رنجیدہ ہیں“-----

عاجزی و فروتنی آپ کے ماتھے کا جھومر اور استغناء و توکل آپ کی زینت تھے۔ آپ کسی امیر یا
وزیر کے دروازے پر نہ گئے، چلب زر اور طلب دنیا سے ہمیشہ پہلو تھی کی----- بس انہیں تکلیف تھا تو
اپنے کریم رؤف و رحیم ﷺ کی محبت پر تھا----- یہی ان کا اصل سرمایہ تھا۔ مریدین و معتقدین کے
لئے اسی دولت کے حصول کی دعا کیا کرتے، جیسا کہ حافظ محمد فیض الرحمن کو ثعلیہ الرحمۃ کے نام تحریر
فرمایا:

”دنیا دار الحن اور جن المؤمن ہے۔ اللہ تعالیٰ ایمان اور حب الجیب الا عظم ﷺ
سے دل آباد رکھے تو سب کچھ حاصل ہے۔ یرزقنا اللہ تعالیٰ“-----
(محررہ ۳ / فروری ۱۹۸۱ء)

(۸)



حضرت فقیہ اعظم قدس سرہ العزیز نے یکم رجب المرجب ۱۴۰۳ھ بمطابق ۱۵ / اپریل
۱۹۸۳ء بروز جمعۃ المبارک دوپہر ایک بجے میوہ ہسپتال لاہور میں وصال فرمایا۔ وصال مبارک کی خبر
قیامت اثر کو ٹیلی ویژن اور ریڈیو نے دوسرے نشر کیا۔ اخبارات نے صفحہ اول پر یہ جان کاہ خبر شائع کی۔
ہر طرف صف ماتم بچھ گئی۔ ملک بھر سے لوگ بھیر پور شریف پہنچنا شروع ہو گئے۔ ۱۶ / اپریل کو غسل
کے بعد حضرت کو دن کے گیارہ بجے دارالعلوم کے صحن میں رکھ دیا گیا۔ تین بجے تک مشتاقان دید
دیدار سے مشرف ہوتے رہے۔-----

آپ کا چہرہ انور پھول کی طرح کھلا ہوا تھا اور اس پر نورانیت اور مسکراہٹ پھیلی ہوئی تھی۔
روزنامہ مشرق لاہور نے اپنی ۱۸ اپریل ۱۹۸۳ء کی رپورٹ میں تحریر کیا:



”مولانا مرحوم کے چرے کی مسکراہٹ دیکھ دیکھ کر لوگوں کا ایمان تازہ ہو رہا

تھا۔“-----

نشانِ مردِ مومنِ با تو گویم
چوں مرگِ آید تبسمِ بر لبِ اوست

غزلی زماں حضرت علامہ سید احمد سعید شاہ صاحب کاظمی مدظلہ العالی نے نماز جنازہ

پڑھائی۔-----

مولانا تابش قصوری صاحب لکھتے ہیں:

جنازہ میں کم و بیش چالیس ہزار نامور علماء و مشائخِ عظام اور اصفیاء و حفاظِ کرام

شریک تھے۔ ان خواص کے علاوہ عوام کا اندازہ لگانا قطعاً مشکل نہیں۔-----

(ترجمانِ اویس، مرید کے، رمضان المبارک ۱۴۰۳ھ)

روزنامہ جنگ لاہور (۱۸/ اپریل ۱۹۸۳ء) نے جنازہ کا اجتماع ڈیڑھ لاکھ بتایا۔ تاہم محتاط

اندازے کے مطابق عوام کی تعداد دو لاکھ سے متجاوز تھی۔-----

دارالعلوم حنفیہ فریدیہ بھیرپور شریف کے مشرقی حصہ میں آپ کا روضہ مبارکہ مرجعِ خلائق

ہے۔ آپ کا سالانہ عرس مبارک رجب المرجب کی پہلی اور دوسری تاریخ کو بڑی شان و شوکت سے

منعقد ہوتا ہے جس میں ممتاز علماء و مشائخِ رونق افروز ہوتے ہیں۔-----

شیخ الاسلام حضرت خواجہ محمد قمر الدین سیالوی نور اللہ مرقدہ کے برادر گرامی حضرت خواجہ

غلام فخر الدین سیالوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے قطعہ تاریخ کہا:

آں ایو الخیر زبدۂ اخبار بود اندر علوم کوہِ وقار

تاجِ دابرِ ولایتِ عرفاں در دیارِ علومِ دیں سردار

سینہ گنجینہ اش ز حبِ نبی و لش از ذوق و شوقِ دیں سرشار

رحلتش غرۂ زماں رجب سال ہفتاد و دو ز عمر شمار

فخرِ آں بود چونکہ ”نور اللہ“



مرقد اوست، مظہر انوار

۱۴۰۳ھ

ممتاز نعت گو شاعر راجا رشید محمود نے یہ قطعہ تاریخ وصال کہا:

فقیر زماں صاحب اوج و عظمت رہے عمر بھر سادگی کی علامت
جو پوچھوں میں تاریخ ترحیل ان کی تو ہاتھ کے ”فاضل پاک طینت“

۱۴۰۳ھ

نامور شاعر جناب طارق سلطان پوری نے متعدد کلمات سے تاریخ وصال کا استخراج کیا، جن میں چند مادہ ہائے تاریخ حسب ذیل ہیں:

وہ بصیرت کا نمونہ وہ فقاہت کا نشان اجتہادی شان کا مالک تھا وہ مرد خدا
اس عظیم المرتبت انسان کا سال وصال ”مظہر انوار اوج شرع“ طارق نے کہا

۱۹۸۳ء

”وجہ و محبوب، باکمال شخصیت“ ”پیکر تقویٰ و تقہ دین“ ”مجتہدانہ بصیرت کا جلوہ حسین“

۱۴۰۳ھ

۱۴۰۳ھ

۱۹۸۳ء

”نہیم، محقق اعظم“ ”یم تدبر و فراست“ ”حسن عہد، فقیہ اعظم“

۱۴۰۳ھ

۱۴۰۳ھ

۱۴۰۳ھ

معروف نعت گو جناب قمری دوانی نے درج ذیل کلمات سے تاریخ وصال کا استخراج کیا:

”شخصیت بے مثال“ ”عابد مغفور“ اور

۱۴۰۳ھ

۱۹۸۳ء

”عالم یکتا علامہ محمد نور اللہ نعیمی نور اللہ مرقدہ“

۱۹۸۳ء

(۹)

حضرت فقیہ اعظم قدس سرہ العزیز کے ہاں پانچ صاحبزادے اور سات صاحبزادیاں تولد



ہوئیں، جن میں دو صاحبزادے اور چار صاحبزادیاں بقید حیات ہیں۔ صاحبزادگان کے نام یہ ہیں :

- ۱ مولانا الحاج محمد ظہور اللہ نوری
 - ۲ مولانا الحاج ابو الفضل محمد نصر اللہ نوری علیہ الرحمۃ (وفات ۱۳۹۸ھ / ۱۹۷۸ء)
 - ۳ صاحبزادہ محمد عبداللہ
 - ۴ صاحبزادہ محمد اسد اللہ (یہ دونوں صاحبزادے کم سنی میں وفات پا گئے)
 - ۵ راقم الحروف محمد محبت اللہ نوری
- (۱۰)

حضرت فقیہ اعظم قدس سرہ العزیز، صاحب تصنیف عالم دین تھے۔ تدریسی و انتظامی مصروفیات کے ساتھ آپ نے کئی تصانیف یادگار چھوڑی ہیں۔ جن تصانیف کا علم ہو سکا وہ یہ ہیں :

۱ فتاویٰ نوریہ چھ ضخیم جلدوں پر مشتمل ہے، سب جلدیں زیور طبع سے مزین ہو چکی ہیں

جلد اول	پسٹلائڈیشن، مطبوعہ چٹان پریس، لاہور، ۱۹۷۳ء
جلد اول	دوسرے ایڈیشن، ۱۹۸۱ء
جلد اول	تیسرے ایڈیشن، بیج شکر پرنٹرز، لاہور، ۱۹۹۱ء
جلد اول	چوتھا ایڈیشن، شرکت پرنٹنگ پریس، لاہور، ۱۹۹۷ء
جلد دوم	پسٹلائڈیشن، مطبوعہ ملی پرنٹرز، لاہور، ۱۳۹۷ھ / ۱۹۷۷ء
جلد دوم	دوسرے ایڈیشن، بیج شکر پرنٹرز، لاہور، ۱۴۰۸ھ / ۱۹۸۸ء
جلد دوم	تیسرے ایڈیشن، اب (اگست ۲۰۰۰ھ) شائع ہو رہا ہے
جلد سوم	پسٹلائڈیشن، کمپائن پرنٹرز، لاہور، ۱۹۸۳ء
جلد سوم	دوسرے ایڈیشن، بیج شکر پرنٹرز، لاہور، ۱۹۹۳ء
جلد سوم	تیسرے ایڈیشن، شرکت پرنٹنگ پریس، لاہور، ۱۹۹۹ء
جلد چہارم	پسٹلائڈیشن، بیج شکر پرنٹرز، لاہور، ۱۹۹۰ء





جلد چہارم	دوسرا ایڈیشن 'شرکت پر تنقید' پریس 'لاہور' ۱۹۹۸ء
جلد پنجم، ششم	(یہ دونوں جلدیں یکجا ہیں)
	پہلا ایڈیشن 'بمخ شکر پر نثر' لاہور ۱۹۹۰ء
جلد پنجم، ششم	دوسرا ایڈیشن 'بمخ شکر پر نثر' لاہور ۱۹۹۳ء
۲	رسالة الرمز (عربی) ۱۳۴۹ھ / ۱۹۳۰ء (۱)
۳	انوار اتقن الدولہ فی اجوبہ مسئلہ فکادولہ 'تصنیف ۱۳۵۷ھ / ۱۹۳۸ء
۴	تنویر فی الزوال، مور عدل فی الزوال (عربی) ۱۳۶۰ھ / ۱۹۴۱ء، مطبوعہ دین محمدی پریس، لاہور
۵	قضائے سنت فجر (۲)
۶	انار استمرار التفتار فی اضرار النار ۱۳۶۰ھ / ۱۹۴۱ء
۷	نور نیسی ۱۳۶۲ھ / ۱۹۴۳ء، مطبوعہ لاہور ۱۹۷۶ء (۳)
۸	نور القوانین ۱۳۶۶ھ / ۱۹۴۳ء، مطبوعہ لاہور ۱۹۷۷ء
۹	عقود العساجد لعمار المساجد ۱۳۶۳ھ / ۱۹۴۴ء
۱۰	مسئلہ سایہ ۱۳۶۶ھ / ۱۹۴۷ء، مطبوعہ لاہور
۱۱	افادۃ البعثر او کد الامر ۱۳۷۰ھ / ۱۹۵۰ء
۱۲	نعمائے عیش المعروف دیوان نور ۱۳۷۴ھ / ۱۹۵۴ء، مطبوعہ مقبول احمد

- ۱..... یہ رسالہ زمانہ طالب علمی کی یادگار ہے۔
- ۲..... اس رسالہ کا سن تصنیف درج نہیں ہے، البتہ حضرت علیہ الرحمہ نے آخر میں جو دستخط ثبت فرمائے ہیں، ان سے واضح ہے کہ یہ "فرید پور جاگیر" کے زمانہ قیام (۱۹۳۸ء تا ۱۹۵۴ء) میں تحریر کیا گیا۔ یہ رسالہ فتاویٰ نوریہ جلد ۶، صفحہ ۷۸ تا ۳۹۰ شامل کر دیا گیا ہے
- ۳..... یہ رسالہ دوسری بار ۱۹۷۷ء میں "ہبرہ بیوں کا اصل روپ" کے نام سے شائع ہوا۔

پریس لاہور (۴)

- ۱۳ حرمہ المصابرہ ترفع المناک ۱۳۷۵ھ / ۱۹۵۶ء
- ۱۴ مکر الصوت ۱۳۷۵ھ / ۱۹۵۶ء، مطبوعہ اردو پریس لاہور (۵)
- ۱۵ ضمیرہ مکر الصوت ۱۳۷۸ھ / ۱۹۵۹ء، مطبوعہ لاہور آرٹ پریس لاہور
- ۱۶ تقبیل الایہامین عند ثانی الاذانین ۱۳۷۸ھ / ۱۹۵۸ء (۶)
- ۱۷ حدیث الحیب ۱۳۸۱ھ / ۱۹۶۱ء، مطبوعہ الملل پریس لاہور (۷)
- ۱۸ حرمت زانغ ۱۳۸۱ھ / ۱۹۶۱ء، مطبوعہ حمایت اسلام پریس لاہور (۸)
- ۱۹ روزہ اور نیکہ ۱۳۸۳ھ / ۱۹۶۳ء، مطبوعہ لاہور ۱۹۶۶ء
- ۲۰ ابداء البشری بقبول الصلوٰۃ فی النجوم الکبریٰ ۱۳۸۹ھ / ۱۹۶۹ء، مطبوعہ نثار آرٹ



۴..... عربی، فارسی، اردو اور پنجابی منظوم کلام، جس کا اکثر بیشتر حصہ زمانہ طالب علمی کی یادگار ہے۔ اور پنجابی کا کچھ حصہ مطبوعہ ہے باقی غیر مطبوعہ ہے۔

۵..... اس کتاب کا تاریخی نام مکر الصوت لیس فوت (۱۳۷۵ھ) ہے۔ دوسرا ایڈیشن ممعہ ضمیرہ خطیب پاکستان مولانا محمد شریف نوری علیہ الرحمۃ کے زیر اہتمام جمعیت اہل سنت قصور کی طرف سے شائع ہوا۔ اب یہ رسالہ (مع ضمیرہ) فتاویٰ نوریہ جلد ۱، صفحہ ۶۳ تا ۵۵۳ شامل کر دیا گیا ہے۔

۶..... یہ رسالہ فتاویٰ نوریہ جلد ۱، صفحہ ۷۷ تا ۳۰۲ شامل ہے

۷..... اس کتاب کا دوسرا ایڈیشن نثار آرٹ پریس لاہور سے ۱۹۷۲ء میں اور تیسرا ایڈیشن جسارت پریس لاہور سے ۱۹۷۳ء میں طبع ہو کر انجمن حزب الرحمن کی طرف سے شائع ہوا۔

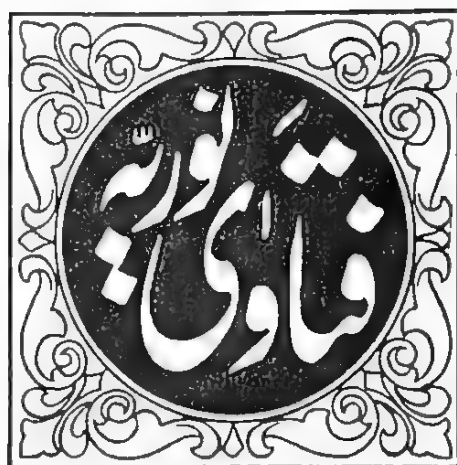
۸..... اس رسالہ کا تاریخی نام "الجواب لاسئل کباب الغراب" ہے۔ یہ جمعیت عالیہ بلامیہ (مؤتمر علماء پاکستان) کی طرف سے شائع کیا گیا۔ دوسری بار انجمن حزب الرحمن نے ۱۹۷۶ء میں شائع کیا۔

پریس لاہور ۱۹۶۹ء (۹)

۲۱	الافتاء فی جواز تعلیم الکاتیب للنساء ۱۳۹۲ھ / ۱۹۷۲ء
۲۲	خطبات نوریہ (عربی) 'مطبوعہ لاہور' ۱۹۸۳ء
۲۳	حواشی تنبیح بخاری (عربی) 'غیر مطبوعہ'
۲۴	حواشی صحیح مسلم (عربی) 'غیر مطبوعہ'
۲۵	حواشی جامع ترمذی (عربی) 'غیر مطبوعہ'
۲۶	نوائد ظہوریہ 'حواشی شرح جامی (عربی) 'غیر مطبوعہ'
۲۷	مکاتیب فقیہ اعظم (غیر مطبوعہ)
۲۸	مواعظ فقیہ اعظم (غیر مطبوعہ)



۹..... یہ رسالہ مشرقی پاکستان سے آمدہ سوالات کے جواب میں تحریر کیا گیا جو خطیب دارالسلام جامع مسجد مدرسہ سلفیہ حج کی طرف سے شائع ہوا۔



مَنْ يُرِدِ اللَّهُ بِهِ خَيْرًا يُفَقِّهْهُ فِي الدِّينِ

(متفق عليه)

”اللہ تعالیٰ جس شخص کے ساتھ خیر کا ارادہ فرماتا ہے“

اسے دین کا ”فقیہ“ بنا دیتا ہے“

زكوة

خُذْ مِنْ أَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيهِمْ بِهَا
وَصَلِّ عَلَيْهِمْ . (التوبة: ۱۰۳)

”اے محبوب! ان کے مال میں سے زکوٰۃ وصول کیجئے جس
سے تم انہیں ستھرا اور پاکیزہ کرو اور ان کے حق میں دعائے خیر
فرمادیا کیجئے“

إِنَّ الصَّدَقَةَ لَتُطْفِئُ غَضَبَ الرَّبِّ
وَتَدْفَعُ مِيتَةَ السَّوْءِ (ترمذی)

”یقیناً“ غصہ الہی کے فرو کرنے اور بُری موت سے بچنے کا

ذریعہ صدقہ ہے“

احکام الہیہ سراسر حکمت پر مبنی ہیں، ان میں جہاں حقوق اللہ کی ادائیگی پر زور دیا گیا ہے، وہیں حقوق العباد کی اہمیت کو بھی واضح کیا گیا ہے اور انہیں پورا کرنے اور ان کا لحاظ رکھنے کی بہت تاکید کی گئی ہے۔۔۔۔۔ نماز، اللہ کے حقوق میں سے ہے، جب کہ زکوٰۃ میں بندوں کے حقوق کا پاس رکھا گیا ہے۔۔۔۔۔ نماز و عبادت ہے اور زکوٰۃ مالی عبادت ہے۔۔۔۔۔

نظام زکوٰۃ کا ایک بڑا مقصد یہ ہے کہ دولت کی منصفانہ تقسیم عمل میں آئے، سرمایہ داروں اور غریبوں کے درمیان توازن قائم رہے اور ملت اسلامیہ کے افراد میں باہمی ہمدردی، غم خواری، تعاون، خبر گیری اور محبت و مودت کا رشتہ قائم ہو۔۔۔۔۔

زکوٰۃ کے متعدد معانی ہیں، علامہ ابن منظور افریقی لکھتے ہیں:

اصل الزکوٰۃ فی اللغة الطهارة والنماء والبركة والمدح و
كله قد استعمل فی القرآن والحديث۔۔۔۔۔

(لسان العرب، جلد ۱۳، صفحہ ۳۵۸)

”لغوی اعتبار سے زکوٰۃ کا معنی پاکیزگی، بڑھنا، برکت اور مدح ہے، قرآن و حدیث

میں ان تمام معانی کا استعمال ہوا ہے۔۔۔۔۔“

زکوٰۃ ادا کرنے سے بقیہ مال پاکیزہ اور ستھرا ہو جاتا ہے اور اس سے طہارت نفسی حاصل ہوتی ہے، مال میں خیر و برکت اور روحانی طور پر بالیدگی اور نشوونما بڑھ جاتی ہے اور زکوٰۃ ادا کرنے والا سوسائٹی کی نظر میں قابل ستائش ٹھہرتا ہے اور ضرورت مند زکوٰۃ حاصل کرنے کے بعد اس کی مدح و تعریف کرتے ہیں۔۔۔۔۔

اصطلاح شریعت میں زکوٰۃ کا مفہوم یہ ہے کہ جس مال پر ایک سال گزر گیا ہو، اس میں سے ایک معین حصہ کا، کسی مسلمان فقیر کو رضائے الہی کے لئے مالک بنا دینا، بشرطیکہ وہ فقیر ہاشمی نہ ہو۔۔۔۔۔

دیگر عبادات کی مانند اخلاص و التہیت زکوٰۃ کا رکن ہے۔۔۔۔۔ وجوب زکوٰۃ کے لئے یہ شرائط

ہیں:

۱ اسلام-----

۲ بلوغ-----

۳ عقل-----

۴ حریت-----

۵ مال بقدر نصاب موجود ہو-----

۶ نصاب کی قرض سے فراغت-----

۷ نصاب حاجات اصلیه سے زائد ہو، یعنی اپنے اہل و عیال کے کھانے پینے، علاج،

لباس اور رہائش کے اخراجات منہا کرنے کے بعد بچنے والی رقم اگر نصاب کو پہنچ جائے تو زکوٰۃ لازم ہو
گی-----

۸ مال بڑھنے والا ہو، خواہ حقیقۃً یا حتماً----- جیسے سونا، چاندی، روپے، مال تجارت

اور جنگل میں چرنے والے جانور-----

۹ سال گزرتا----- یعنی قمری سال پورا ہونے پر زکوٰۃ فرض ہوگی-----

نصاب

رسول اللہ ﷺ نے زکوٰۃ کے لئے ایک نصاب مقرر فرمادیا ہے کہ اس نصاب سے کم مالیت

رکھنے والے پر زکوٰۃ فرض نہیں ہے:

سونا ساڑھے سات تولہ----- (۳۸، ۸۷ گرام)

چاندی ساڑھے باون تولہ----- (۳۶، ۶۱۲ گرام)

نقدی روپیہ یا مال تجارت میں چاندی کی مالیت کا لحاظ رکھا جائے گا-----

آج (مؤرخہ ۵ / جون ۲۰۰۰ء) چاندی کا بھاد ایک سو روپے فی تولہ ہے اس

حساب سے ساڑھے باون تولہ چاندی کی قیمت پانچ ہزار دو صد پچاس (۲۵۵۰ روپے) پاکستانی بنٹی
ہے لہذا اگر شروع سال اور اختتام سال میں اتنی مالیت کا مالک ہو اگرچہ دوران سال کمی واقع ہو جائے وہ



صاحب نصاب قرار پائے گا اور اس پر زکوٰۃ فرض ہوگی۔۔۔۔۔

زرعی پیداوار کے بارے میں امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا فتویٰ یہ ہے کہ اس میں کوئی نصاب نہیں، زمین سے تھوڑی یا زیادہ جس قدر بھی پیداوار حاصل ہو، اس میں سے عشر یا نصف عشر ادا کیا جائے۔۔۔۔۔

شرح زکوٰۃ

مال اللہ رب العزت کی عطا ہے۔۔۔۔۔ وہ جس قدر بھی اپنے راستے میں خرچ کرنے کا حکم دے، عین انصاف ہے۔۔۔۔۔ مگر یہ اس کا کرم ہے کہ اس نے ہماری ضرورت اور مال کی جانب طبعی رغبت کے پیش نظر اپنے رسول کریم ﷺ کے ذریعے مال کا ایک قلیل حصہ راہ حق میں خرچ کرنے کا حکم دیا اور بقیہ مال ہمارے لئے پاک اور حلال فرمادیا کہ اسے اپنی جائز ضروریات میں جیسے چاہیں خرچ کریں۔۔۔۔۔

حضور ﷺ نے اس سلسلے میں نہایت حکیمانہ انداز میں پیداوار کی مختلف اقسام پر مختلف شرح زکوٰۃ متعین فرمائی۔۔۔۔۔ وہ اشیاء جن میں نشوونما اور ترقی کی صلاحیت نہیں، جیسے رہائشی مکان، لباس، زیر استعمال سامان، سواریاں اور قیمتی پتھر وغیرہ، ان پر کوئی زکوٰۃ مقرر نہیں کی گئی۔۔۔۔۔ وہ چیزیں جن میں نشوونما کی صلاحیت ہے اور کچھ عرصہ باقی رہنے والی ہیں، وہ پانچ ہیں:

۱۔۔۔۔۔ معدنیات۔۔۔۔۔

۲۔۔۔۔۔ زرعی پیداوار۔۔۔۔۔

۳۔۔۔۔۔ سونا، چاندی (کرنسی)۔۔۔۔۔

۴۔۔۔۔۔ مال تجارت۔۔۔۔۔ اور۔۔۔۔۔

۵۔۔۔۔۔ جانور۔۔۔۔۔

پہلی قسم معدنیات یعنی سونا، چاندی، قدرتی گیس، تیل، نمک، کوئلہ، لوہا اور تانبہ وغیرہ کی کانیں۔۔۔۔۔ چونکہ یہ محض عطیہ الہی ہیں، لہذا ان میں سب سے زیادہ زکوٰۃ رکھی گئی ہے۔۔۔۔۔ یعنی حاصل شدہ ذخائر کا شمس (۲۰ فی صد)۔۔۔۔۔



زرعی پیداوار کی دو قسمیں ہیں۔۔۔۔۔ ایک وہ جو بارش کے قدرتی پانی سے نشوونما پائے، اس میں چونکہ مالک کو بلا خرچ پانی میا ہوتا ہے، لہذا اس میں پیداوار کا عشر (۱۰ فی صد) ادا کرنا ہوگا۔۔۔۔۔ جب کہ دوسری قسم کے فصل کی آبیاری کے لئے ٹوب ویل یا رھٹ کے ذریعے پانی حاصل ہوتا ہے اور اس پر محنت اور خرچ اٹھتا ہے، لہذا اس میں نصف عشر یعنی پیداوار کا پچاسواں (۵ فی صد) حصہ مقرر فرمایا۔۔۔۔۔

سونا، چاندی، روپیہ پیسہ کے حصول، اس کی حفاظت اور اس کے ذریعے تجارت کے لئے سخت محنت اور جاں فشانی سے کام لینا پڑتا ہے، لہذا اس میں زمین کی دوسری قسم سے بھی نصف شرح زکوٰۃ مقرر فرمائی، یعنی چالیسواں حصہ (۵۰ فی صد)

سونے، چاندی کے زیر استعمال زیورات کی بھی زکوٰۃ ادا کرنا لازم ہے۔۔۔۔۔ ہیرے، جوہرات زکوٰۃ سے مستثنیٰ ہیں، الا یہ کہ وہ تجارت کے لئے ہوں تو پھر دیگر اموال کی طرح ان کی زکوٰۃ بھی ادا کی جائے گی۔۔۔۔۔

مال تجارت میں دوکان کا تمام شاک، کارخانہ میں تیار مال اور خام مال شامل ہے۔۔۔۔۔ نیز ہر وہ چیز جو فروخت کرنے کی نیت سے خریدی ہو، سامان تجارت میں داخل ہے۔۔۔۔۔ جانوروں کی افزائش نسل اور صلاحیت میں یکسانیت نہیں، اس لئے ان کی شرح زکوٰۃ بھی مختلف ہے۔۔۔۔۔ جو صرف ان جانوروں پر ادا کرنا لازم ہے، جو سال کا اکثر حصہ خود رو اور قدرتی گھاس کھا کر گزارہ کرتے ہوں۔۔۔۔۔ فقہی اصطلاح میں ان جانوروں کو سائمہ کہا جاتا ہے۔۔۔۔۔ سائمہ جانوروں کی سال گزرنے کے بعد شرح زکوٰۃ حسب ذیل ہے:

اونٹ

پانچ سے کم اونٹوں میں زکوٰۃ نہیں، پانچ اور پانچ سے زائد اونٹوں پر شرح زکوٰۃ کی تفصیل یہ ہے:

شرح زکوٰۃ

نصاب

ایک بھری

پانچ سے نو تک

دو بھریاں

دس سے چودہ تک



تین بجریاں

پندرہ سے انیس تک

چار بجریاں

بیس سے چوبیس تک

ان تمام صورتوں میں اختیار ہے کہ بطور زکوٰۃ بجری دی جائے یا بجر، مگر سال سے کم کا نہ ہو۔۔۔۔۔

ایک بنت مخاض (پورے سال کی ایک مادہ اونٹنی)

بچیس سے پینتیس تک

ایک بنت لبون (پورے دو سال کی مادہ اونٹنی)

چھتیس سے پینتالیس تک

ایک حقة (تین برس کی اونٹنی)

چھیالیس سے ساٹھ تک

ایک جذعہ (چار برس کی اونٹنی)

اکٹھ سے پچھتر تک

دو بنت لبون (پورے دو سال کی دو اونٹنیاں)

چھتر سے نوے تک

دو حقة (تین سال کی دو اونٹنیاں)

اکانوے سے ایک سو بیس تک

اس کے بعد ۱۴۵ تک ہر پانچ کی تعداد پر ایک سال کی بجری کا اضافہ کر لیں مثلاً ۱۲۵ اونٹ

ہوں تو دو حقة اور ایک بجری ۱۳۰ ہوں تو دو حقة اور دو بجریاں۔ علیٰ هذا القیاس۔۔۔۔۔

گائے / بھینس

انتیس گائیں ہوں تو اس پر زکوٰۃ نہیں ہے اس سے زیادہ کی تفصیل حسب ذیل ہے :

ایک تبع یا تبعہ (سال بھر کا بھڑا یا بھڑیا)

تیس سے انتالیس تک

ایک من یا منہ (دو برس کا بھڑا یا بھڑیا)

چالیس سے انٹھ تک

دو تبع یا تبعہ (سال بھر کے دو بھڑے یا بھڑیاں)

ساٹھ سے اتر تک

ایک تبع یا تبعہ اور ایک من (ایک سال بھر کا بھڑا یا بھڑیا)

ستر سے اسی تک

پانچھیا اور ایک دو سالہ بھڑا

دو من (دو سالوں کے دو بھڑے)

اسی سے نو اسی تک

خلاصہ یہ کہ ہر تیس میں ایک تبع یا تبعہ (ایک سال کا بھڑا یا بھڑیا) اور ہر چالیس میں ایک

من یا منہ (دو سالہ بھڑا یا بھڑیا)۔۔۔۔۔

بحری، بھید اور دنبہ

انتالیس بحریوں تک زکوٰۃ نہیں ہے اس سے زیادہ کی تفصیل درج ذیل ہے :

چالیس سے ایک سو بیس تک	ایک بحری
ایک سو اکیس سے دو سو تک	دو بحریاں
دو سو ایک سے تین سو ننانوے تک	تین بحریاں
چار سو سے چار سو ننانوے تک	چار بحریاں
پھر ہر سو بحریوں پر	ایک بحری کا اضافہ

بحریوں کی زکوٰۃ میں اختیار ہے کہ زدے یا مادہ، مگر یہ خیال رہے کہ سال سے کم نہ ہو۔۔۔۔۔

مصارف

اللہ رب العزت جل وعلا نے قرآن کریم میں مصارف زکوٰۃ بیان فرمادیے ہیں :

انما الصدقات للفقراء و المسکین و العملین علیہا و
المؤلفۃ قلوبہم و فی الرقاب و الغارمین و فی سبیل اللہ و ابن
السبیل فریضة من اللہ و اللہ علیم حکیم۔۔۔۔۔ (التوبہ: ۶۰)
”اموال زکوٰۃ صرف فقیروں اور مسکینوں اور زکوٰۃ کی وصولی پر مقرر افراد اور ان
لوگوں کے لئے ہیں جن کے دلوں کو اسلام سے مانوس کرنا مقصود ہو اور (غلامی سے) گردنیں
آزاد کرانے میں اور مقروضوں کے لئے اور اللہ کی راہ میں اور مسافروں کے لئے۔۔۔۔۔ یہ
فرض ٹھہرایا ہوا ہے اللہ کی طرف سے اور اللہ تعالیٰ علم و حکمت والا ہے“

اس آیت کریمہ میں زکوٰۃ کے آٹھ مستحقین کا ذکر آیا ہے جن کی تفصیل حسب ذیل ہے :

۱ فقیر۔۔۔۔۔ وہ شخص جس کے پاس کچھ نہ کچھ ہو مگر اتنا کم کہ نصاب کو نہ

پہنچے۔۔۔۔۔ جب تک ایک وقت کا کھانا موجود ہو فقیر کے لئے سوال کی اجازت نہیں۔۔۔۔۔

۲ مسکین۔۔۔۔۔ جس کے پاس کچھ بھی نہ ہو، حتیٰ کہ کھانے اور تن ڈھانپنے کے لئے





مانگنے پر مجبور ہو جائے، ایسے شخص کے لئے شریعت سوال کی اجازت دیتی ہے۔۔۔۔۔
 ۳ عامل۔۔۔۔۔ جسے امام وقت نے زکوٰۃ و صدقات (عشر و غیرہ) کی تعمیل پر مقرر کیا ہو، عامل کو بقدر کفایت زکوٰۃ کی مد سے تنخواہ دی جاسکتی ہے۔۔۔۔۔
 ۴ مؤلفۃ القلوب۔۔۔۔۔ لوگوں کے دلوں کو اسلام کی طرف مائل کرنے اور نو مسلم افراد کی خاطر داری کے لئے زکوٰۃ دینا۔۔۔۔۔

جسور علماء کے نزدیک اب یہ شق منسوخ ہو چکی ہے بلکہ عہد صدیقی میں ہی اس پر اہتمام نہ کیا تھا، کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے اسلام کو شوکت و سر بلندی اور غلبہ عطا فرمادیا تھا۔۔۔۔۔
 ۵ رقاب۔۔۔۔۔ مکاتب غلاموں کو زکوٰۃ دینا تاکہ وہ مال زکوٰۃ سے (بدل کتابت ادا کر کے) غلامی سے آزاد ہو سکیں۔۔۔۔۔

انسداد غلامی کے لئے اسلام نے جو کوششیں کی ہیں، یہ شق بھی اسی کا حصہ ہے۔۔۔۔۔ آج کل پوری دنیا خصوصاً پاکستان میں یہ مصرف مفقود ہے۔۔۔۔۔
 ۶ غارم۔۔۔۔۔ وہ مقروض جو قرض ادا کرنے کی استطاعت نہ رکھتا ہو، اسے ادائے قرض کے لئے مال زکوٰۃ میں سے امداد دی جاسکتی ہے، بشرطیکہ یہ قرض اس نے کسی برے کام یا فضول خرچی کی بنا پر نہ لے رکھا ہو۔۔۔۔۔

۷ فی سبیل اللہ۔۔۔۔۔ اللہ تعالیٰ کے راستے میں خرچ کرنے سے، بے سرو سامان مجاہدین، نادار حجاج کرام اور دینی علم حاصل کرنے والے طلباء کرام مراد ہیں۔۔۔۔۔ بلکہ وہ مدارس دینیہ جن میں صحت عقیدہ کے ساتھ قرآن و سنت کی تعلیم دی جائے اور ان میں مبلغین و محققین اور علماء تیار کیے جاتے ہوں، ان مدارس کے طلباء فی سبیل اللہ میں داخل اور زیادہ مستحق ہیں۔۔۔۔۔
 ۸ ابن السبیل۔۔۔۔۔ وہ مسافر جس کی زاد راہ ختم ہو چکی ہو۔۔۔۔۔ اسے بقدر ضرورت زکوٰۃ دی جاسکتی ہے۔۔۔۔۔

۹ زکوٰۃ درج بالا مصارف کے علاوہ کسی اور مد مثلاً تعمیر مسجد، تکفین و تجنیز میت وغیرہ میں استعمال نہیں کی جاسکتی۔۔۔۔۔
 ۱۰ ایسے شخص کو زکوٰۃ نہ دی جائے جس کے بارے میں معلوم ہو کہ وہ بے جا سراپ

اور گناہ کے کام میں خرچ کرے گا۔۔۔۔۔

☆ سادات کرام اور وہ ہاشم (حضرت علی، جعفر، عقیل اور حضرت عباس و حارث بن عبدالمطلب کی اولاد) کو زکوٰۃ نہیں دی جاسکتی۔۔۔۔۔ حدیث پاک میں ہے:

ان هذه الصدقات انما هي اوساخ الناس و انها لا تحل لمحمد ﷺ و لا لآل محمد ﷺ۔۔۔۔۔ (صحیح مسلم کتاب الزکوٰۃ باب تحریم الزکوٰۃ علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ و علی آلہ وسلم)

”یہ صدقات لوگوں کے میل کچیل ہیں اور یہ محمد ﷺ اور آپ کی آل کے لئے جائز نہیں ہیں۔۔۔۔۔“

یہی وجہ ہے کہ انبیاء کرام پر زکوٰۃ واجب نہیں کیوں کہ وہ جملہ آلائشوں سے پاک اور معصوم ہوتے ہیں، ان کے پاس جو کچھ بھی ہوتا ہے وہ طیب و طاہر ہوتا ہے جب کہ دوسرے لوگ زکوٰۃ کے ذریعے میل کچیل نکال کر بقیہ مال کو پاک صاف کرتے ہیں۔۔۔۔۔ (تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو درالمختار اور ردالمحتار کتاب الزکوٰۃ جلد ۲ صفحہ ۲۵۶)

☆ اپنے اصل یعنی ماں، باپ، دادا، دادی، نانا اور نانی وغیرہم اور اولاد جیسے بیٹا، بیٹی، نواسہ اور نواسی وغیرہ کو زکوٰۃ نہیں دی جاسکتی۔۔۔۔۔ اسی طرح بیوی خاوند کو اور خاوند بیوی کو زکوٰۃ نہیں دے سکتا کہ ان کے مفادات مشترک ہیں۔۔۔۔۔

کتاب الزکوٰۃ کے پہلے حصہ میں سونا چاندی اور سامان تجارت وغیرہ اور ان کے مصارف کے متعلق پندرہ فتوے ہیں جب کہ دوسرا حصہ باب العشر کے عنوان سے ہے، جس میں زرعی پیداوار کی زکوٰۃ جسے شرعی اصطلاح میں عشر کہا جاتا ہے، کے مسائل ہیں۔۔۔۔۔ اس حصہ میں چھ استفتاءات ہیں۔۔۔۔۔

مجموعی طور پر کتاب الزکوٰۃ میں اکیس (۲۱) استفتاءات شامل ہیں جن کے ضمن میں متعدد مسائل و جزئیات آگئے ہیں۔۔۔۔۔

(صاحبزادہ) محمد محبت اللہ نوری



کتاب الزکوٰۃ

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں
کہ جس شخص پر زکوٰۃ واجب ہو وہ زیور، مال مویشی، نقدی اور غلہ وغیرہ کس کس چیز پر سے
ادا کرے، واضح طور پر تحریر فرمادیں۔

(السائل چاکر نمبر دارانہ لائل پورہ)



زکوٰۃ چاندی (۱۲۵۲ھ) سونے (۱۲) تولہ کی ڈبیلوں، برتنوں، زیورات وغیرہ پر،
نولوں پر جب تک چلتے رہیں اور ایسے پیسے وغیرہ جن میں چاندی غالب نہیں (ورنہ
چاندی ہیں کہ بند ہو جائیں تب بھی واجب ہوگی) زمین کی پیداوار گندم، دھان، چنے وغیرہ



پر، اونٹ کم از کم پانچ، گائے بھینس ملی جلی یا اکیلی اکیلی کم از کم تیس، بھیڑ بکری، دنبہ
 طے جلے یا اکیلے اکیلے کم از کم چالیس، جبکہ یہ مویشی پورا سال یا سال کا زیادہ حصہ باہر چر کر
 گزارہ کرتے ہوں اور مقصود ان سے دودھ، گھئی، بچہ اور موٹے کرنا ہو تو ان پر ادھر تجارت کے
 سامان پر زکوٰۃ فرض ہے اور اس کی پوری تفصیل کے لئے دفتر درکار ہے جو میں نہیں
 لکھ سکتا بلکہ لکھا ہوا لاہور سے منگوالیں یعنی کتاب بہارِ شریعت، صفحہ پنجم، مرکزی انجمن
 حزب الاحناف اندرون دہلی دروازہ لاہور سے منگالیں، تقریباً دو اڑھائی روپے
 خرچ آجائیں گے۔ واللہ تعالیٰ اعلم و صلی اللہ تعالیٰ علی حبیب و آل
 واصحابہ وبارک وسلم۔

حقہ الفقیر الباقی محمد نور اللہ انعمی مغفرلہ

الاستفتاء

مکرم و محترم حضرت علامہ شیخ الحدیث والتفسیر دامت برکاتہم

السلام علیکم ورحمتہ وبرکاتہ مزاج شریف!

معلوم نہیں کہ آجکل حضرت کی صحت کا کیا حال ہے، مطلع فرمائیے، نیز دوسلوں
 کے بارے آپ کی تحقیق مطلوب ہے، امید ہے کہ ازراہِ کرم فرمائی حبلہ مطلع
 فرمائیں گے۔

۱۔ موجودہ نوٹ یار و پیکیس قدر ہوں تو زکوٰۃ کا نصاب ہوگا؟

۲۔ انجکشن سے روزہ نہیں ٹوٹتا لیکن اگر تفریح طبع کے لئے ہو جب بھی یہی حکم ہوگا؟
 اور بعض انجکشن تو ایسے بھی ہیں کہ جن کی وجہ سے بھوک پیاس نہیں لگتی اور نیز اگر رگ



میں انجکشن لگایا جائے جب بھی روزہ نہیں جائے گا؛ اپنی تحقیق سے مطلع فرمائیں۔ زکوٰۃ
والامسند جلد مطلوب ہے۔ خدا کرے آپ بخیریت ہوں۔ والسلام
دعا کا طالب ناچیز غلام محمد خطیب جامع مسجد عبید گاہ نیا محلہ جہلم، اکتوبر ۶۶ء



بملاحظہ عالیہ حضرت مولانا صاحب ید محمد ہم

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ؛ مزاج گرمی!

مدت کے بعد گرمی نامہ باصرہ نواز ہوا، یاد آوری کا شکریہ! فقیر کا وہی سابقہ

حال بحال ہے مگر بفضلہ و کرمہ تعالیٰ امور متعلقہ انجام دے رہا ہوں۔

(۱) اس سلسلہ کی وہ تحقیق جس پر اہل سنت والجماعت کا عمل ہے، اعلیٰ حضرت

مجدد مائتہ حاضرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے رسالہ مبارکہ ”کفل الفقہیہ الفقہم“ میں ہے میں

کیا اور میری تحقیق کیا! البتہ بعض تفقہات ہوا کرتے ہیں مگر وہ بھی سارے ایسے

نہیں کہ تحریر کئے جا سکیں ایسے ہی امور کے متعلق ہذا امما یعلم ولا ینفیٰ بہ کہ

کرتے ہیں۔

(۲) جب انجکشن سے روزہ فاسد نہیں ہوتا تو تفریح وغیرہ کا تفرقہ نہیں رہتا مثلاً نظر لے

المحبوب سے روزہ نہیں ٹوٹتا تو ضرورت کے علاوہ تفریحاً نظر کرے تب بھی فساد نہیں

ملے کہ نوٹ مال ہے جب تک چار روپے اور چاندی یا سونے کے نصاب کی قیمت کے لحاظ سے نصاب بنتا

ہے اور یہی حکم موجود دروپہ قابلہ الغش کا ہے ۱۲ منہ مقررہ ۲۳ جلدی الاخرے ۸۶ء



اور یونہی محبوب سے محبت غالب ہو کہ جب نظر کے سامنے ہو تو بھوک پیاس کا فوراً جو جائے تب بھی روزہ فاسد نہیں ہوگا، اس کا اصل حدیث صوم الوصال ہے جس میں اہمیت عند ربی اور اظہل عند ربی ہے اس کی ایک تفسیر و تشریح کی بنا پر کمافی الشروح ایسے سوالات عموماً عمومی لوگ جو اکثر بے روزہ ہوتے ہیں محض اہل علم کے پریشان کرنے کیلئے کیا کرتے ہیں، آپ جیسے اہل علم فضلاء کا کام ہے کہ تحقیق شرعیہ سے ان کو مسکت جواب دیں اور یونہی دیکھیں انجکشن بھی مفید نہیں کہ رگ بھی بخار دیتی اور طریق مصنوعی ایلے الجوف سے نہیں و التفصیل فی الفتاویٰ النوریہ۔ واللہ تعالیٰ اعلم وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیب الاعظم و علی آلہ واصحابہ و بارک وسلم۔

طرزہ الفقیر الی الخیر محمد نور الدین النعمانی غفرلہ

۲۳ جمادی الاخریٰ ۱۳۸۶ھ

الاستفتاء

محترم و مکرم مولانا صاحب

السلام علیکم : طالب خیریت بخیریت ہے۔ آپ کا دستی نواز نش نامہ موصول ہوا، جواب دہی یاد آوری کے لئے تہ دل سے شکر گزار ہوں، ماہِ رجب کے زکوٰۃ کے متعلق چند ایک باتیں حجت طلب بین اندازہ کرم مطلع فرمائیں۔

۱۔ گورنمنٹ کی طرف سے ملازمین کی تنخواہ میں سے کچھ رقم براہِ رکھ لی جاتی ہے اور یہ رقم ملازم سرکار اپنے استعمال میں نہیں لاسکتا اور نہ ہی اسے دی جاتی ہے جب تک کہ وہ ریٹائر نہ ہو جائے، کیا اس پر زکوٰۃ واجب ہوگی؟

۲۔ کچھ رقم بطور ضمانت بطور امانت میعاد دی بینک میں جمع کروانی پڑتی ہے، یہ رقم کفالت کے طور پر بینک میں رکھی جاتی ہے اور یہ رقم بھی ریٹائرمنٹ پر یا عہدہ میں ترقی ہونے پر واپس ملتی ہے، نیز اس رقم پر بینک سالانہ سود بھی ڈیرہ روپیہ سینکڑہ ادا کرتا ہے، اس کے متعلق کیا حکم ہے؟ یہ رقم لازمی طور پر رکھنی پڑتی ہے اور کسی ایسے حساب میں نہیں رکھی جاکتی کہ جس پر سود نہ ملتا ہو، اس کے متعلق زکوٰۃ و سود کے متعلق واضح فرمائیں۔

۲۔ مثال کے طور پر گزشتہ ماہ رجب میں ایک شخص کے پاس ایک ہزار روپیہ تھا، اب وہ ہر ماہ کچھ نہ کچھ پس انداز کرتا رہا، اب چودہ سو ہو گیا ہے، اب زکوٰۃ چودہ سو پر یا ایک ہزار پر۔

سائل: چوہدری عبدالحمید صاحب پیکر انجمنہائے امداد باہمی منگمری



محبی جناب چوہدری صاحب سلمہ ربہ تعلیٰ

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ : مزاج گرامی !

فقیر بخیریت، طالبِ خیریت، احباب ہے، مسئلہ طغوف ملا، جوابات حسب

ذیل ہیں :-

۱۔ وہ رقم جو مشاہرات ملازمین سے ہر ماہ حکومت رکھ لیا کرتی ہے اور ریٹائر ہونے سے پہلے قبضہ و استعمال میں نہیں آسکتی اس پر زکوٰۃ نہیں کہ وصول سے پہلے صرف اس کا استحقاق ہے اور حقیقتہً مال نہیں، بدائع صائغ ج ۲ ص ۱۰ میں ہے بل ہو مال حکمی



فی الذمۃ و ما فی الذمۃ لا یمکن قبض فلم یمکن ما لا مملوکا
رقبت و یداخل تجب الزکوٰۃ فیہ کمال الضمار .

۲۔ وہ رقم جو کفالت و ضمانت کے طور پر بینک میں جمع کروانی پڑتی ہے اور ریٹائرمنٹ
یا عہدہ میں رتی سے پہلے نہیں مل سکتی تو اس پر بھی زکوٰۃ نہیں کہو دہن کی خارج قابل انتفاع
نہیں، فتاویٰ عالمگیری ج ۱ ص ۸۹ میں ہے فان لم یتممکن من الاستمتاع فلا
زکوٰۃ عنیہ و ذلک مثل مال الضمار۔ نیز اسی کے ص ۸۸ میں ہے ولا علی
الراهن اذا کان الرهن فی ید المرتهن۔ باقی سود نہ لے اور نہ کر دے دے
کہ میں سود نہیں لیتا۔ یہی بہتر ہے۔

۳۔ جب ابتدائے سال زکوٰۃ میں ایک ہزار روپیہ ملا اور پس انداز کے طور پر جب سال
پورا ہوا تو چودہ سو ہو چکا تو زکوٰۃ پورے چودہ سو کی داکر سے، فتاویٰ عالمگیری ج ۱ ص ۹۰ میں ہے
من کان له نصاب فاستفاد فی اشاء الحول مالا من جنس ضم
الی ماله و زکاه سواء کان المستفاد من نعماء اولی و بائی وجہ
استفادہ ضم الخ

واللہ تعالیٰ اعلم و صلی اللہ تعالیٰ علی حبیب و آلہ واصحابہ
و بارک وسلم۔

عزہ الفقیر الی الخیر محمد نور الشانی عفی عنہ

۷ رجب المرجب ۱۴۰۹ھ ۱۶

الاستفتاء

مرسلہ جناب نور الحق صاحب ریٹائرڈ فون انسپکٹر محلہ کوٹ فتح جہاں راوی وڈا وکارہ

صلیٰ علیہ وسلم کے دو خطوں کے ضمن میں ایک سکہ دریافت کے قابل ہے :-

مجھے کچھ روپیہ فنڈ کا اعرصہ ۵ سال ملا زمت کے بعد ملا ہے جو میری تنخواہ سے ماہ بہ ماہ کٹتا رہا تھا اب اس پر زکوٰۃ دینی ہے کس حساب سے یعنی کتنے عرصہ کی دی جاوے اس کاٹاؤ کے روپیہ کے علاوہ چند مرتبہ میں صاحب نصاب ہوا تھا مگر بعض سالوں میں نہیں وہ روپیہ مجھے شدید ضرورت پر بھی نہیں مل سکتا تھا بلکہ شرط تھی کہ مستعفی ہونے کے بعد یا پیش جانے کے بعد اور یا وفات ہونے پر دس سالہ داروں کو دئے جا سکتے ہیں میرے قبضہ میں صرف ابھی پیش کئے بعد ہی آئے ہیں اور اگر کسی کو تاہی کے باعث ملا زمت سے برطرف کر دیا جائے تو بھی اس کا مالک جمع کرنے والا ہی رہتا ہے اور جمع شدہ رقم واپس مل جاتی ہے۔

خداوند کریم جناب کے مدرسہ کو قائم رکھے، ترقی و برکت عطا فرمائے آمین شہ
امیر نے فی الحال میں نے ایک سال کی زکوٰۃ فوراً نکال دی ہے آئندہ اور جو حکم صادر ہوگا
کیا جاوے گا انشاء اللہ تعالیٰ۔



امام الائمہ حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مذہب و مہذب میں اس
کاٹاؤ کے روپیہ پر زمانہ مقبل از قبضہ کی زکوٰۃ ہے ہی نہیں کہ وجوب زکوٰۃ کے لئے آزاد
عاقل بالغ مسلمان کا صرف استحقاق ملک نصاب یا کسی کے ذمہ اس کی تخلیک کا ثبوت و
ازدوم کافی نہیں کہ انقصائے سال وغیرہ شرائط کے پائے جانے پر زکوٰۃ فرض ہو جائے
بلکہ نصاب کا ملک کمال و تمام شرط ہے اور یہ بھی شرط ہے کہ وہ نصاب حقیقتہً یا تقدیراً

نامی ہو، چنانچہ نہایت ہی معتد و مستند کتب مذہبیہ میں ان شروط کا ذکر ہے حالانکہ یہ روپیہ قبل از قبضہ حقیقتہً نہ آپ کا مال تھا اور نہ ہی نصاب تھا کہ صرف استحقاق یا گورنمنٹ کی ذمہ داری مال نہیں بلکہ ذمہ داری کا مطلب یہ ہے کہ پیش و غیرہ شروط کے پائے جانے پر آپ کو مالک بنا دے اور قبضہ میں دے دے گا اس ذمہ داری کا نہایت ہی پختگی کے سبب صرف آپ کو مالک یا جمع کرنے والا کہے اور اس روپیہ کو ملک قرار دے بلکہ قبل از قبضہ تو کوئی تعین ہی نہیں اور عرف شرع میں اس کو دین کہا جاتا ہے بدائع صنائع ج ۲ ص ۱۰ میں ہے بل هو مال حکمی فی الذمۃ و ما فی الذمۃ لا یمکن قبضہ فلم یکن مالاً مملوکار قیۃ و ید اخلاص الزکوٰۃ فیہ کمال الضمان، بسوط ج ۲ ص ۱۹۵ میں ہے والذین لیس بمال علی الحقیقۃ حتی لو حلفت صاحبہ ان لا مال لہ لا یحسب فی یمین و انما تم المالیۃ فیہ عند تعینہ بالقبض فلا یصیر نصاب الزکوٰۃ مالاً تثبت فیہ صفۃ المالیۃ نیز بدائع صنائع کے اسی صفحہ میں ہے ان الذین لیس بمال بل هو فعل واجب و هو فعل تملیک المال و تسلیم الی صاحب الدین الخ اور چونکہ یہ استحقاق و ذمہ داری و دین کسی مال کا معاوضہ نہیں بلکہ آزاد مسلمان کی خدماتِ طاعتانہ کا صلہ ہے تو حکماً بھی مال زکوٰۃ و نصاب نہیں بنے گا بلکہ شرعاً دین ضعیف ہی رہے گا جس پر زمانہ قبل از قبضہ کی زکوٰۃ نہیں بسوط ج ۲ ص ۱۹۵، فتاویٰ امام قاضی خان ج ۱ ص ۱۱۸، فتح القدیر ج ۲ ص ۱۲۳، بدائع صنائع ج ۲ ص ۱۰، بحر الرائق ج ۲ ص ۲۰، فتاویٰ عالمگیری ج ۱ ص ۹۰، تنویر الایصار، رد المحتار، رد المحتار، شامی ج ۲ ص ۴۹، مراقی الفلاح ص ۳۳۱ میں ہے والنظم من المبسوط و دین ضعیف و هو ما یمکن بدلا عما لیس بمال کالمہر و بدل الخلع والصلح عن دم العمد۔ نیز ان تمام کتب مذکورہ کے صفحات



مزبورہ میں ہے والنظم للامام قاضی خان و فی الدین الضعیف لا
تجب الزکوٰۃ ما لم یقبض ما فی درہم و یحول الحول اور جب قبل از قبضہ
مال و نصاب ہی نہیں تو دوسری شرط یعنی ملک کا کامل و تام ہونا خود بخود منتفی ہو گیا بلکہ اگر بعض
حقیقۃً مال و نصاب ہوتا تب بھی ملک کامل و تام نہ ہوتا کہ مال و تام ملک قبضہً اصل و وکیل
کے سوا ہو ہی نہیں سکتا، بدائع صنائع ج ۲ ص ۹، بحر الرائق ج ۲ ص ۲۰۳، عالمگیر ج ۱ ص ۸۸،
تنویر الابصار، در المختار، رد المحتار ج ۲ ص ۵ میں ہے والنظم لان المراد بالتمام
المملوک رقبت و میدا تو یہ دوسری وجہ اتفک زکوٰۃ ہے اور یونہی تیسری شرط
نصاب کا حقیقۃً یا تقدیراً نامی ہونا بھی خود بخود منتفی ہو گیا بلکہ الغرض حقیقی مال و نصاب ہونا تب
بھی قبل از قبضہ نامی نہ ہوتا کہ نقدی کا نامی ہونا یوں ہے کہ اس کو تجارت سے بڑھائے
یا بڑھا کے اور تجارت قبضہ سے پہلے ہو ہی نہیں سکتی۔ بحر الرائق ج ۲ ص ۲۰۶، عینی علی
الکنز (مطبوعہ حیدری بھٹی) ص ۵۹، عالمگیر ج ۱ ص ۸۹، تنویر، در، شامی ج ۲ ص ۸ وغیرہ
میں ہے والنظم من الهندیۃ او تقدیرا بان یشمکن من الاستقامۃ
بکون المال فی یدہ او ید نائبہ۔ بدایہ، عنایہ ج ۲ ص ۱۲۲ میں ہے لانما
الابا القدۃ علی التصرف و مثله فی الفتح ج ۲ ص ۱۱۳، نیز ہندیہ بحر الرائق
کے انہیں صفحات میں ہے والنظم منہا فان لم یشمکن من الاستقامۃ
خلال زکوٰۃ علیہ و ذلك مثل مال الصنمان اور یہ روپیہ تو شدید ضرورت
پر بھی قبل از پیش و غیرہ نہیں مل سکتا تھا تو تصرف و تجارت کی صورت ہی نہ تھی تو یوں بھی زکوٰۃ
کا استقامہ ہوا۔ بہر حال زمانہ ماضیہ کی زکوٰۃ اس روپیہ پر ہمارے امام اعظم علیہ الرحمۃ کے نزدیک
نہیں اور جب قبضہ ہوا تو مال زکوٰۃ و نصاب بنے گا تو اگر بوقت قبضہ اس روپیہ کے علاوہ
بھی آپ صاحب نصاب نقدی تھے تو اس نصاب کے ساتھ یہ روپیہ بوجہ میاںست
شرعیہ منظم ہو جائے گا اور جب اس کا سال زکوٰۃ پورا ہو تو کھانا اس کا بھی پورا ہو گیا اور



زکوٰۃ حسب دستور فرض ہوگی اور اگر بوقت قبضہ کسی اور نصاب نقدی کے مالک نہ
تھے تو قبضہ کے وقت سے سال گزرنے پر زکوٰۃ لازم ہے کما فی علمۃ المختبرات
من مسئلۃ الانقسام وذاظا اھوجدا اور ظاہر یہی ہے کہ آپ اس روپیہ
ٹپنے سے پہلے ہی صاحب نصاب نقدی تھے تو جب پہلے نصاب کا سال پورا ہوا تو اس کا
سال بھی نکلا پورا ہو گیا تو یہ زکوٰۃ جو آپ نے ایک سال کے نئے ادا کی اس کے لئے ادا ہو گئی
کہ زکوٰۃ پیشگی بھی جائز ہے کما فی المختبرات۔ البتہ ہمارے امام اعظم علیہ الرحمۃ کے
شاگردان گرامی شان امام ابو یوسف و امام محمد علیہما الرحمۃ کے نزدیک گذشتہ سالوں کی
زکوٰۃ بھی لازم ہے تو اس کا حساب یوں ہوگا کہ وہ کٹا و کا روپیہ پہلی مرتبہ جب نصاب
بنا تھا اس وقت سے سال پورا ہونے تک تازہ کٹا و ملا کر کل کا چالیسواں حصہ اس
پہلے سال کی زکوٰۃ الگ کر لیں پھر باقی ماندہ اور دوسرے سال کے تازہ کٹا و کل کا
چالیسواں حصہ زکوٰۃ نکال دیں پھر یہ بقایا تیسرے سال کے تازہ کٹا و سمیت جتنا ہوگا
اس کا چالیسواں حصہ زکوٰۃ ہے یعنی ہر سال کے بقایا جمع تازہ کٹا و کی زکوٰۃ نکالتے جائیں
یعنی ہر سال کے حصہ زکوٰۃ کا دوبارہ حساب نہیں ہوگا مثلاً ملازمت کے پہلے سال پورے
ہونے پر کٹا و اسی روپیہ ۵۲ ۱/۲ تولد چاندی کا ہم قیمت ہونے کے سبب نصاب بنا
تو اس وقت سے سال زکوٰۃ کا ابتداء ہوا اور یہ زکوٰۃ کا پہلا اور ملازمت کا دوسرا
سال جب پورا ہوا تو تازہ کٹا و سمیت کل کٹا و کا روپیہ ایک سو اٹھ بنا تو اس
کی زکوٰۃ چار روپے الگ کر لیں باقی ایک سو چھپٹنے ملازمت کے تیسرے اور زکوٰۃ
کے دوسرے سال پورے ہونے پر جمع تازہ کٹا و دو سو چھپتیس ہو گئے ان کا چالیسواں
حصہ زکوٰۃ نکال دیں وغلیٰ مذا القیاس۔



اور جب تمام گزشتہ سالوں کی زکوٰۃ کا روپیہ اس مجموعہ کٹاؤ وصول کردہ
سے الگ کیا جائے تو یقیناً اس مجموعہ سے کم رہے گا تو ایک سال کی زکوٰۃ بھی اس
مجموعہ کے چالیسویں حصہ سے کم آئے گی حالانکہ آپ نے چالیسواں حصہ ایک سال کی
زکوٰۃ نکالی ہے تو ان تمام گزشتہ سالوں کی وصول تک کے لئے حصص زکوٰۃ کی میرا
لگا کر اتنا روپیہ بطور زکوٰۃ ادا کریں کہ سابقہ ادا کردہ چالیسویں حصہ سمیت وہ میزان
پوری ہو جائے، وذا واضح من الدر المختار وغیرہ۔ واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ جل
مجده اتھ واحکم وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیب والدہ واصحابہ
وبارک وسلم۔

عزہ الفقیر الی الخیر محمد نور اللہ العیسیٰ غفرلہ

۱۱ شعبان المعظم ۱۳۷۵ھ

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و شرع متین بیچ ان مسائل کے :-
۱۔ زید نے تین لڑکے اور ایک لڑکی کا عقیقہ میں ایک (گائے یا بیل) دو سالہ ذبح کر کے
گوشت تقسیم کر دیا، دو حصہ لڑکا اور ایک حصہ لڑکی سات حصص میں عقیقہ ہوا، کیا یہ عقیقہ درست
ہے یا کہ نہیں؟

۲۔ عقیقہ کتنی عمر تک ادا ہو سکتا ہے؟

۳۔ عمر کے پاس ایک آدمی بغیر خزاہ کے کام کرتا ہے اس کا نان و نفقہ کا انتظام عمر کے



ذمہ ہے، کیا عمر زکوٰۃ کا کچھ اس کو بھی تقسیم کر سکتا ہے یا کہ نہیں؟

۴۔ نہیدنے کچھ رقم پرانے حفاظت بینک میں رکھ دی، اس کی نیت سود حاصل کرنا نہیں تھی، بینک سے رقم واپس کر لی اور ساتھ سود بھی ملا، کیا وہ سود کسی غریب محتاج کو دے سکتا ہے وہ خود استعمال کو منع سمجھتا ہے، جمع کرنے کے وقت بھی اس کی نیت تھی کہ یہ رقم سود خراب یا محتاجوں کو دے دے۔ قرآن حدیث سے جواب دیکھ اللہ تعالیٰ و رسول مقبول سے ثواب دارین حاصل کریں، جزا خیر حاصل فرمادیں، اللہ تعالیٰ ثواب عطا فرمائے گا۔

احقر العباد سید عبد الحمید شاہ سبزواری چک نمبر ۲۵۵



۱۔ درست ہے کہ عقیقہ میں گائے یا بیل کا حصہ بھی جا کر ہے، فتاویٰ عالمگیری ج ۲ ص ۸۴ میں ہے و كذلك ان اراد بعضهم العقیقة من ولد ولد له من قبل کذا ذکر محمد علیہ الرحمة فی نوادر الضحایا۔

۲۔ افضل تولادت سے ساتویں روز ہے مگر عمر بھر ہو سکتا ہے، روایات میں آیا ہے کہ حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خود اپنا عقیقہ کیا۔ یہ شکر نعت ہے اور شکر نعمت عمر بھر میں ہو سکتا ہے، شرح شامی ملا علی قاری علیہ الرحمۃ ج ۱ ص ۳۵ میں فتاویٰ فقال مروزی ہے ہے انہ صلی اللہ علیہ وسلم علق عن نفسه بعد النسوة اور یونہی شرح شامی مناوی علیہ الرحمۃ ج ۱ ص ۳۵ میں تہذیب نووی علیہ الرحمۃ سے نقل فرمایا، نیز الحاوی للفتاویٰ ج ۱ ص ۱۹۶ میں شیخ امام بلال الدین سیوطی علیہ الرحمۃ اس

نقل کے بعد فرماتے ہیں فیصلہ ذلک علیٰ ان الذی فعلہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم اظہار للشکر علی ایجاد اللہ ایاہ ورحمة للعالمین و تشریع الامت۔

۳۔ ہاں اگر وہ آدمی عمر کا کام زکوٰۃ نہ دے تب بھی کتنا ہے تو عمر اس کو زکوٰۃ کی نیت سے دے سکتا ہے یعنی خدمت کا عوض نہ سمجھے اس لئے کہ کسی کی خدمت کرنا جواز زکوٰۃ کے لئے مانع نہیں، قناونے عالمگیر ج ۱ ص ۷۹ میں ہے وکذا ما یدفع الی الخدم من الرجال والنساء فی الاعیاد وغیرہا بنیت الزکوٰۃ کذا فی معراج الدرایۃ۔

۴۔ ہاں وہ بنک سے ملا ہوا سودی روپیہ خود استعمال نہ کرے بلکہ کسی غریب یا محتاج کو دے دے مگر یہ نہ سمجھے کہ صدقہ ہے اور ثواب ہو گا بلکہ اپنے سر سے اس بلا ٹالنے کے لئے ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم و صلی اللہ تعالیٰ علی حبیب والہو اصحابہ وبارک وسلم۔

مقرہ الفقیر الی الخیر محمد نور الدین غفرلہ

۲۸ رجب المرجب ۸۳ھ ۱۴۶۳

الاستفتاء

بخدمت اقدس قبہ وکعبہ الحاج ابا جی صاحب مکتبہ تکامل علیہ السلام علیکم ورحمتہ وبرکاتہ :- کے بعد نہایت عاجزانہ التجار کہ بندہ حضور کی خدمت اقدس میں خط نہ لکھنے کی خطا سے معافی مانگتا ہے اور وجہ اس کی یہ ہے کہ بندہ جب

حضور کے حاضر ہوا تھا تو ایک مہینہ رخصت پر رہا اور حتیٰ ارادہ تھا کہ مری کے علاقہ میں نہیں رہے گا لیکن ان کے پے درپے خطوں نے جانے پر مجبور کر دیا۔ جب پھگواڑی پہنچا تو حالات دیگر گوں تھے یعنی جس آدمی کو پیچھے نمازوں اور جمعہ کے لئے چھوڑ گیا تھا مسجد پر قبضہ جانے کی کوشش کر رہا تھا اور عوام کی اکثریت اس کے خلاف تھی۔ جب بندہ پہنچا تو اس نے مخالف پہلو اختیار کیا اور بدر صاحب کا سخت مخالف بن چکا تھا اور اس نے اپنی مکمل پارٹی بنالی ہے۔ بندہ کا پہلے اس کے خیال تھا کہ لاہور آبادوں لیکن اب پھگواڑی رہنے کا ارادہ ہے اور اسے شکست دینے کا بھی ارادہ کر چکا ہوں بندہ کی فتمندی کی بنیاد حضور کی دعائیں ہیں ورنہ معاملہ اس کے برعکس ہوگا۔

باقی ایک مسئلہ میں بندہ کے ساتھ ان کی شدید جھڑپ ہوتی ہے وجہ یہ ہے کہ بنی ہاشم کو زکوٰۃ کھانی جائز ہے یا نہیں، اس نے کہا ہے کہ جائز ہے اور اس کے اتحادی باقی مولوی صاحبان اس کی تائید کرتے ہیں، حوالہ دیتے ہیں قہستانی کا اور دوسری اور کتا ہیں میں۔ بندہ نے کہا مطلقاً نہیں جائز اور قہستانی کا اگر سچا حوالہ بھی ہو تو میں ماننے کے لئے تیار نہیں کیونکہ یہ موضوع روایت کلام ہے بندہ کی تائید ایک دیوبندی مولوی نے کی، بہر کیف نزاع کافی حد تک پھیل چکا ہے اور بندہ بالکل مضبوط ہے، یہ پتہ نہیں کہ سچ پر ہوں یا باطل پر، دل کہتا ہے کہ حق پر ہوں بعدہ آداب السلام عرض۔ پتہ نہیں قلیلہ بندہ کی تمام زندگی میں مخالفت ہی مخالفت ہے اب تک اتفاق کا چہرہ نہیں دکھائی دیا، اگر اسی طرح رہا تو یہ کام چھوڑنے پر مجبور ہو جاؤں گا۔ بعدہ بندہ کی طرف سے تمام اساتذہ کرام کی خدمت میں السلام علیکم قبول ہو۔

راقم الحروف صابر علی دُؤ

مولانا بدر صاحب و مولانا فلک شیر صاحبان سلام عقیدت پیش کرتے ہیں۔ اور آقا تخریر میں غلطیاں بہت، پردہ پوشی فرمائیں، ہماری تخریر حضور کی خدمت میں حاضر

کرنے کے لائق تو نہیں لیکن اور کوئی وسیلہ نہیں۔ بندہ کی طرف سے صاحب زادہ محمد حبیب اللہ اور چوہدری صاحب، خور و کلاں کی خدمت میں نہایت عقیدت مندانہ السلام علیکم قبول ہو۔



عزیز القدر عزیز مولانا صاحب علی خاں صاحب ربہ تعالیٰ و نصرہ علی جمیع اعدائہ نصرہ
 و علیکم السلام و رحمۃ و برکاتہ : بعد از دعوات عافیت دارین آنکد مت کے بعد
 تمہارا خط پہنچا، اچھا ہے وہیں دین کی خدمت کرو، اللہ تعالیٰ حق کو فتح عطا فرمائے۔
 یہ مسئلہ صحیح ہے کہ سنی ہاشم کے لئے زکوٰۃ جائز نہیں ہے، ظاہر الروایہ فقہ
 حنفی کی یہی ہے کسی ضعیف روایت سے حرام، حلال نہیں ہو سکتا، جنو پر نور محمد مصطفیٰ صلی
 اللہ علیہ وسلم کے سامنے اور حضور کے فرمان کے برخلاف کس کی بات معتبر ہو سکتی ہے؟
 حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی بہت بڑی جماعت اس ضمن میں مدینہ جنو پر نور صلی
 اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں جن میں یہ حضرات حضرت سیدنا امام حسن مجتبیٰ، حضرت
 امام حسین، حضرت سیدنا عبداللہ بن عباس، حضرت عبدالمطلب بن ربیعہ بن حارث بن
 عبدالمطلب، حضرت سلمان فارسی، حضرت ابوہریرہ، حضرت انس بن مالک، حضرت معاویہ
 بن حیدرہ قشیری، حضرت ابورافع، حضرت ہرمز یا کیسان، حضرت بریدہ الہمی، حضرت ابویعلیٰ،
 حضرت ابوعمیرہ و شید بن مالک، حضرت عبداللہ بن عمر، حضرت عبداللہ بن علقمہ، حضرت بلال رضی
 بن ابی عقیل، حضرت ام المؤمنین صدیقہ بنت الصدیق، حضرت ام المؤمنین ام سلمہ، حضرت
 ام المؤمنین جویریہ بنت الحارث رضی اللہ تعالیٰ عنہم جمعین داخل ہیں، اختصاراً صرف مسلم شریف



۱) مطبوعہ رشیدیہ دہلی کتاب الزکوٰۃ ج ۱ ص ۳۵ سے ایک حدیث نقل کی جاتی ہے کہ حضور
 پر نور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ان هذه الصدقات انما هي
 او ساخر الناس وانها لا تحل لمحمد ولا لآل محمد صلی اللہ علیہ وسلم
 یہی کتب فقہ میں ہے۔ فتاویٰ عالمگیری ج ۱ ص ۹۷، فتاویٰ قاضیان ج ۱ ص ۱۲۵، فتاویٰ
 سراجیہ ص ۲۸، خلاصۃ الفتاویٰ ج ۱ ص ۲۴۲، بدائع صناع ج ۲ ص ۴۹، کنز الدقائق بحر الرائق
 ج ۲ ص ۲۴۶ وغیرہ کتب مذہبِ مہذب حنفیہ میں ہے والنظم من البحراى
 لا يجوز الدفع لهم لحدیث البخاری عن اهل بیت لا تحل لنا الصدقة
 اور اس مسئلہ میں ائمہ مذاہبِ حقہ اربعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجماع کا اتفاق و اجماع ہے میزان
 شعرائی ج ۲ ص ۱۴، رحمة الامر ج ۱ ص ۱۲۸ میں ہے والنظم من المیزان اتفق
 الاثمة الاربعة على انه لا يجوز اخراج الزکوٰۃ لبناء مسجد وتكفين ميت و
 اجمعوا على تحريم الصدقة المفروضة على بنی ہاشم الخ

واللہ تعالیٰ اعلم وصلى الله تعالى على سيدنا
 محمد وعلى آله واصحابه وبارك وسلم۔

لہذا آپ آئمہ کے لئے بھی بالکل مضبوط رہیں کہ یقیناً سچ پر ہیں، مخالفت سے گھبرانا
 نہیں چاہئے، کام چھوڑنے سے مخالفت بر گز نہیں چھوڑتی جو بھی نیا کام کر دے حتیٰ کہ
 ہل چلا دے تو پھر بھی مخالفت ہو سکتی ہے جو دو ٹوٹ کا قومی کام ہے۔ انشاء اللہ تعالیٰ دعائیں
 پہنچتی رہیں گی۔ کیا دارالعلوم کے لئے بھی کچھ ہو سکتا ہے یا بوجہ مخالفت مشکل ہے؟ بد صاحب
 اور فلک شیر صاحب سے سلام محبت، آپ نے غلطی کی ہے کہ اپنا پتہ نہیں لکھا لہذا بد صاحب
 کی معرفت بھیج رہا ہوں۔

والسلام

عزہ الفقیر الباقی محمد نور اللہ النعمی غفرلہ

۵ شعبان معظم ۱۴۰۹ھ



الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسائل ذیل میں :-

- ۱۔ زکوٰۃ لڑکی اور داماد کو جائز ہے ؟
 - ۲۔ بہن اور بھائی کو جائز ہے ؟
 - ۳۔ انگریز سے جو سود بینک کے ذریعہ سے وصول ہوا اس کا خرچ نیک کاموں میں جائز ہے ؟
 - ۴۔ قرضدار کو قرض بعوض زکوٰۃ معاف کیا جائے تو زکوٰۃ جائز ہے خواہ قرضدار پر کتنا قرض ہو ؟
 - ۵۔ اور زمین سے جو غلہ پیدا ہوتا ہے کیا اس میں زکوٰۃ ہے ؟
- سائل : شہاد خاں صاحب از بینک ۲۱/۴/۸۸



- ۱۔ لڑکی کو زکوٰۃ دینی جائز نہیں اور داماد کو جبکہ مصرف زکوٰۃ ہو، جائز ہے ۔
- ۲۔ بہن اور بھائی مسکین و فقیر کو جائز ہے ۔
- ۳۔ انگریز سے جو سود بینک کے ذریعہ لیا وہ حقیقتہً سود نہیں بلکہ مالِ موزی نصیب غازی ہے اور جیسے غازی مالِ فہیت ہر نیک کام میں خرچ کر سکتا ہے ایسے ہی یہ روپیہ

انگریز سے لیا ہوا بھی خرچ کر سکتا ہے۔

۴۔ قرض دار کو قرض بعض زکوٰۃ معاف کیا جائے تو زکوٰۃ ادا ہو جاتی ہے خواہ قرض کتنا ہی ہو مگر صرف اس قرض کی زکوٰۃ ادا ہوتی ہے جو معاف کیا دوسرے اموال کی نہیں۔

۵۔ اگر زمین خراجی نہ ہو، جیسی ہمارے ملک کی زمینیں ہیں تو اس زمین کے غلبہ میں زکوٰۃ لازم ہوتی ہے باقی زمین کے غلبہ میں نہ ہو، جیسی ہمارے ملک کی زمینیں ہیں یا خرید ہوئے پانی سے سیراب کئے زمینوں کے غلبہ میں۔

واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم وصلى اللہ تعالیٰ
على حبیبہ والہ وصحبہ وبارک وسلم۔

مقرہ الفقیر الی الخیر محمد نور الدین النعمانی غفرلہ

مستند دارالعلوم حنفیہ فریدیہ بصیر پور

۱۲ شعبان المعظم ۱۴۰۷ھ

۲۱ جم



الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شریعتین اندریں کہ زکوٰۃ کے سختی کون

ہیں

بینوا تو حبروا۔



حضرت مولیٰ تعالیٰ عزوجل کا فرمان والا شان ہے انما الصدقات
للفقراء والمساكين والعاملین علیہا والمؤتٰ قلوبہم و فی
ارقاب والغرمین و فی سبیل اللہ وابن السبیل ط فریضت من
اللہ ط واللہ علیم حکیم ہ پارہ دہم کورع ۴۴ " زکوٰۃ تو انہی لوگوں کے لئے ہے
محتاج اور نادار اور جو اسے تحصیل کر کے لائیں اور جن کے دلوں کو اسلام سے الفت دی
جائے اور گردنیں چھڑانے میں اور قرضداروں کو اور اللہ کی راہ میں اور مسافر کو یہ مقرر
کیا ہوا ہے اللہ کا اور اللہ علم و حکمت والا ہے : یہ آٹھ قسم ہیں ان سے نمبر چہارم بہ اجماع
صحابہ کرام حدیث شریف ساقط ہو گیا کہ جب مولیٰ تعالیٰ نے اسلام کو غلبہ شوکت عطا
فرمایا تو اس کی ضرورت نہ رہی کہ کچھ دے کر ان کے دل بدلائے جائیں ، تیسرا اور پانچواں
نمبر ہمارے ملک میں موجود نہیں اور قرضداروں سے مراد وہ ہیں جو بغیر کسی گناہ کے
جبتلائے قرض ہوئے اور اتنا مال نہ رکھتے ہوں جس سے قرض ادا کریں ، انہیں ادا کئے
قرض میں مال زکوٰۃ سے مدد دی جائے ، مسافر سے مراد وہ مسافر ہے جس کے پاس مال
نہ ہو ، طالب علم اہل سنت والجماعہ نمبر اول و دوم و تیسرے میں داخل ہیں اور زیادہ تر مسحق ہیں کہ اس
پر فقن دور میں دین متین کے جانا ناز و عامی ہیں طالب علم شرعی کے استحقاق قومی کی اہمیت
تیسرے پارے کی اس آیت میں بھی نمایاں طور پر ثابت ہے جو اصحاب صفہ (نبی کریم صلی
اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے طالب علموں کے حق میں نازل ہوئی ، ارشاد ہوتا ہے للفقراء
الذین احصروا فی سبیل اللہ لا یستطیعون ضربا فی الارض



یحسبہم الجاہل اغنیار من التعفف الایۃ (پارہ سوم رکوع پنجم) یعنی
ان فقیروں کے لئے جو راہ خدا میں روکے گئے ہیں زمین میں چل نہیں سکتے (کہ چل کر کسب
معاشر کر سکیں) نادان انہیں تو نگر سمجھے (سوال سے) بچنے کے سبب؟
واللہ تعالیٰ اعلم و علمہ جل مجدہ اتم واحکم وصلى اللہ علی
حبیبہ والہ واصحابہ وبارک وسلم۔

حررہ الفقیر ابو الخیر محمد نور اللہ الحنفی القادری نورہ ربہ وقواہ علی کل غبی وغوی

۱۵ رجب المرجب ۱۳۶۲ھ

الاستفتاء



باسم المجدیفعل اللہ ما یرید، بگرامی قدر جناب مفتی صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ: بدیہ سنت خیر الانام بعد خیر میت جانین خدا
سے مطلوب، مندرجہ ذیل مسئلہ کا جواب دے کر عند اللہ اجر حاصل کریں:-

۱۔ حضرت زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا بتول کے سوا دوسری بیویوں سے جو اولاد علی کرم اللہ
وجہہ علیہ ہے وہ علوی سید کہلا سکتے ہیں یا نہیں؟

ب۔ قطب شاہ بغدادی علوی کی اولاد (اولاد بنی ہاشم) فاطمی رشتہوں سے آپس میں
رشتے ملے کر سکتے ہیں یا نہیں؟

ث۔ ایک شخص کہتا ہے کہ علوی سید کہلانا جرم ہے حالانکہ ارشاد الہی ہے ادعوہم
لأبائہم۔

ج۔ علوی سید کہلانے والا آدمی خود اعلان کرتا ہے کہ مجھے فاطمی سید تو خود مطلق سید

لکھتا ہے اور بغیر فاطمی علوی سے مشتق ہوتے ہیں مگر دونوں حضرات پر صدقات و زکوٰۃ حرام ہیں بوجہ قربت خاندان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مگر وہ ایک اکیلا آدمی رٹ لگاتا ہے کہ جو علوی ہو کر سید کہلائے اس کے بچے نماز نہیں ہوتی ہر سرجزئیات کا جواب مدلل طور پر لکھیں، بدینوا توجروا۔ جواب سے جلدی مستفید کریں۔

پیشہ حکیم مولوی محمد اعظم خطیب جامع مسجد مقام پکوار دی ڈاک خانہ خاص

ضلع میرپور آزاد کشمیر

جوابی لغافہ ارسال خدمت ہے لہذا سر بانی فرما کر جلدی جواب دیں۔



وعلیکم السلام ورحمۃ وبرکاتہ :- سید کا لفظ لغت عرب کے لحاظ سے بڑا عام ہے حتیٰ کہ کافروں پر بھی بولا جاتا ہے، قرآن کریم میں عزیز مصر کو سید فرمایا گیا ہے السببا سیدہ الدی الباب گمراہ کل پاکستان وغیرہ چند ممالک کی اصطلاح میں حضور پُر نور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد پاک کو کہا جاتا ہے جو حضرت امام حسن مجتبیٰ اور حضرت امام حسین شہید کربلا رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی بھی اولاد ہے۔ دستور العلماء ج ۲ ص ۱۹۳ میں ہے السید بفتح الاول والثانی المشدد الرئيس کما یقال سید القوم ای رئیسہم ثم غلب فی من کان من اولاد نبینا صلی اللہ علیہ وسلم لہ عرب ممالک میں ان حضرات کو مشریت کہا جاتا ہے بہر حال یہ ایک اصطلاحی چیز ہے اس اصطلاح کے لحاظ سے تو بغیر فاطمی حضرات سید نہیں بن سکتے، ہاں اگر کوئی نئی اصطلاح بن گئی ہو یا بنائی جائے تو کوئی حرج نہیں کہ اصطلاح جدید سے شرعاً مانعت نہیں آئی مگر موجودہ



اصطلاح کے لحاظ سے پرہیز منوری ہے اگرچہ وہ علوی کی قید یا حیثیت سے سید کے جائیں مگر عوام الناس کے لئے ضرور دھوکا لگتا ہے جو اذعوہم لا بائہم کی خلاف ورزی کے مدد میں پہنچا سکتا ہے ہاں بڑا علوی کہلائیں یا شاہ صاحب کہلائیں تو یہ ہو سکتا ہے مگر وہ بھی جبکہ تکبر کی نیت سے نہ ہو ورنہ کون نہیں جانتا کہ تکبر و غرور حرام ہیں اور جہنم میں پہنچانے والے ہیں، قطب شاہ صاحب بغدادی کی اولاد کہلانے والوں کے متعلق مجھے معلوم نہیں اگر وہ واقعی بنی ہاشم سے ہیں تو رشتے ملتے ہو سکتے ہیں، فتاویٰ عالمگیری میں ہے فقر لیش بعضہم اکفای بعض اور زکوٰۃ بھی واقعی ان پر حرام ہے، فتاویٰ عالمگیری ج ۹، میں ہے ولا یدفع الی بنی ہاشم و ہم ال علی وال عباس وال جعفر وال عقیل وال الحارث بن عبد المطلب کذا فی الہدایۃ اور اگر بنی ہاشم سے نہیں تو پھر یہ حکم بھی نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم و صلی اللہ تعالیٰ علی حبیب والہ وصحبہ وبارک وسلم۔



عزہ العقیل وال الحارث بن عبد المطلب کذا فی الہدایۃ

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اندریں کہ زکوٰۃ کا مال ایسے شخص کو دینا جائز ہے جس کے پاس حج کے لئے نصف سے زائد روپیہ ہے اور باقی کمی ہے۔ بیسوا تو جروا۔

السائل: نور محمد پاکستان



اگر واقعی حج کو جا رہا ہے تو دینا جائز ہے قرآن کریم میں ہے فی سبیل اللہ یعنی اللہ کے راستے میں زکوٰۃ دینی جائز ہے اس میں طالب علم غازی حج کرنے والا جس کے پاس حسب ضرورت خرچ نہ ہو، سارے داخل ہیں۔ ان سب کو زکوٰۃ دینا جائز ہے شامی ج ۲ ص ۸۴ میں ہے قد قال فی البدائع فی سبیل اللہ جمیع القرب فیدخل فیہ کل من سعی فی طاعة اللہ وسبیل الخیرات اذا کان محتاجا۔ واللہ تعالیٰ اعلم وصلى اللہ تعالیٰ علی حبیبہ والہ واصحابہ وبارک وسلم۔

عزہ الفقیر الی الخیر محمد زکریا الشافعی غفرلہ

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین کہ بھنگی اور شرابی کو مال زکوٰۃ کا دینا یا مال زکوٰۃ کا پیڑا کھانا لیکر دینا جائز ہے یا نہیں اس مسئلہ کو جو الہ کسی کتاب مستندہ کا تحریر کریں۔

خیر اندیش قدیم عبد الکریم بعلم خود از حجرہ شاہ مقیم





ایسے شخص کو زکوٰۃ دینی لائق نہیں جس کے متعلق معلوم ہو کہ بے جا اور گناہ میں خرچ کرے گا طحاوی علی المراقی ص ۳۵۴، فتاویٰ برہنہ ج ۲ ص ۱۱ میں ہے والنظم من الطحاوی لا ینبغی دفعها لمن علم انه ینفقها فی سرف او معصیۃ بلکہ ثوایہ لوگ بدعتی اور شریعت کے چور ہوتے ہیں، ایسے کو دینا منع ہے۔ تنزیل الابصار متن در المختار میں ہے جو متون معتبرہ سے ہے ج ۲ ص ۹۲ مع الشرح والحاشیۃ لا یجوز صرفہا لاهل البدع اقول وقد قررہا العلائی والشامی فی الغالی بلکہ قرآن کریم کا فرمان ہے ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان۔ تو ان لوگوں کی امداد کرنا گناہ ہوا۔ اور بحوالہ ائقی میں ہے لانه اعانة علی الحرام اور یہ وجوہ مانع عین مال زکوٰۃ اور کپڑا وغیرہ اس کے معاوضہ میں دینے کو شامل ہیں وذا بین من ان ینبین واوضح من ان ینبہن وهو الموفق والہادی۔ وصلى الله على حبيب وآله وصحبه وبارك وسلم الى يوم التنادى بل ابد الابادى۔



حقو الغفیر البرا کیم محمد نور اللہ النعمی غفرلہ

الاستفتاء

بسم جناب حاجی محمد خلیل محمد جمیل صاحبان اطمینان شہنشاہی
آپ نے مسئلہ دریافت فرمایا ہے کہ آیا ایسے پرائمری سکول کے مدرس کو بطور
مشاہرہ رقم زکوٰۃ دینی جائز ہے جس میں امراء و غریبوں کے بچوں کے پڑھانے میں توجہ حاصل
ہو رہی ہے ؟



مال زکوٰۃ بطور تنخواہ دینے سے چونکہ معاوضہ بننے کا تو نہ زکوٰۃ ادا نہیں ہوگی ، اگر
زیادہ ضرورت دلائل ہوں تو مطلع فرمائیں بفضلہ و کرم نفع لائے لکھ کر بھیج دئے جائیں گے
مگر میرے خیال میں یہ ایک دلیل ہی کافی ہوگی اور کارڈ پر آیات و احادیث شریفہ کا لکھنا
بھی اچھا نہیں لہذا اسی پر اکتفا کرتا ہوں ، والسلام

قرۃ العقبۃ الحاج محمد جمیل محمد خلیل

۱۶ رجب المرجب ۱۴۰۶ھ

الاستفتاء

ہائی سکول حجرہ جو کہ پہلے پہلی جماعت سے لے کر دسویں جماعت تک اکٹھا تھا، چند دن ہوئے گورنمنٹ کی طرف سے پرائمری سکول علیحدہ کر دیا گیا ہے جس کے حصہ میں بالکل عمارت نہیں ملی، صرف بورڈنگ ہی ملا جس میں کمرہ صرف ایک ہی تھا، چونکہ پرائمری سکول کے لئے کمرے کی ضرورت محسوس ہونے کی وجہ سے خیال کیا کہ آیا اس عمارت کے لئے پرائمری سکول کو زکوٰۃ فنڈ دے سکتے ہیں یا کہ نہیں؟

مستفتی: محمد رمضان، نور حسن دوکانداران حجرہ شاہ مقیم



پرائمری سکول کی عمارت کیا مسجد کی عمارت میں بھی زکوٰۃ فنڈ نہیں دیا جاسکتا جیسا کہ فتاویٰ مالگیر اور تمام مذہبیہ میں مندرجہ ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیب والہ واصحابہ وسلم۔

عزیز الفقیر ابوالخیر محمد زور الشانی نعمی غفرلہ

۲۹ ربیع الثانی ۱۴۰۹ھ بروز اتوار

الاستفتاء

مرشدی و مولائی و والدی قید و کسب الحاج حضرت مولانا ابوالخیر محمد زکریا رحمہ اللہ احسان نبی مدظلہم العالی
السلام علیکم ورحمۃ وبرکاتہ : بعد از ادائے آداب نیاز مندانہ عرض سلام خیریت جانبین
از درگاہ ایزدی نیک مطلوب الرام ایچک :

۱۔ زکوٰۃ کی ادائیگی کے لئے مستحق کے ملک کرنا شرط ہے مگر عموماً مدرسہ کی رسید کاٹ
دی جاتی ہے اور مدرسہ کے کھاتہ میں رقم جمع ہو جاتی ہے، اصل مستحق جو طلباء ہیں ان کے
ملک نہیں کی جاتی، اس کی کیا صورت ہے؟

مفصل مسئلہ مع حوالہ جات کتب سے مستفیض فرمائیں۔

۲۔ نحر کا سنت طریقہ کیسے ہے؟

الاسئل

رشید احمد نوری از تونسہ میراج



۱۔ واقعی زکوٰۃ میں تمہیک شرط ہے مگر آپ کو یہ کس لئے کہا کہ طلباء کے ملک نہیں کی جاتی
ہے، بفضلہ و کرمہ تعالیٰ دارالعلوم میں زکوٰۃ یا کوئی ایسی رقم آئے جس میں تمہیک شرط ہے
تو وہ مستحق طلباء کے ملک ضرور کی جاتی ہے اور طلباء اپنی رضا سے دارالعلوم کے ملک

کر دیتے ہیں پھر وہ رقم دارالعلوم کے کھاتہ میں جمع ہوتی ہے، اس چیز کی نہایت احتیاط کی جاتی ہے، ہمارے فقہائے کرام نے تصریح فرمائی ہے کہ ایسی صورت میں زکوٰۃ فقیر کے ملک کی جائے اور فقیر اپنی خوشی سے دیدے تو جائز ہے۔ فتاویٰ عالمگیری ج ۴

ص ۳۷۷ اور شرح الاشباہ والنہی ص ۲۱۳ میں ہے وكذلك في جميع ابواب البر التي لا يقع بها التمليك كعمارة المساجد وبناء القنطر والسرباطات لا يجوز صرف الزكاة الى هذه الوجوه والحيلة له ان يتصدق بمقدار زكاته على فقير ثم يأمره بعد ذلك بالصرف الى هذه الوجوه فيكون للمتصدق ثواب الصدقة ولذلك الفقير ثواب بناء المساجد والقنطرة۔ اور شامی ج ۲ ص ۱۶ میں ہے وقد يقال ان ثواب التكفين (وغیره) يثبت للمزكي ايضا لان الدال على الخير كفاعله وان اختلف الشراب كمتاوكيفا قلت واخرج السيوطي في الجامع الصغير لومرت الصدقة على يدي مائة لكان لهم من الاجر مثل اجر المبتدي من غير ان ينقص من اجره شيء۔

۲۔ نحر کا یہ طریقہ ہے کہ اونٹ کو کھڑا کیا جائے اور اگلے پاؤں باندھ دیا جائے اور نیزہ گردن کے اگلے حصے پر مار کر رگیں کاٹی جائیں، اس کا ذکر قرآن کریم سورۃ الحج شریف کی آیت والبدن جعلناھا لکم من شعائر اللہ لکم فیھا خیر فاذکروا اسم اللہ علیہا صواف میں ہے۔ ترجمہ اور تفسیر نکال کر دیکھ لیں اور احادیث شریفہ میں بھی اس کا ذکر ہے اور کتب فقہ میں بھی۔ آپ نے زکوٰۃ کا لفظ ذال سے لکھا ہے حالانکہ ذال سے ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم وصلى الله تعالى على حبیب سیدنا و مولانا محمد وعلى آله واصحابه وبارک وسلم۔

الفقیر ابو الجی محمد نور الدین غفر لہ ۱۴۰۱ھ بقعة المبارک ۱۳۸۸ھ ۲۶



الاستفتاء

بگرامی خدمت جناب حضرت مولانا مفتی صاحب دارالافتاء دارالعلوم لکھنؤ

حضرت والاء السلام علیکم ورحمۃ ربکاۃ، عرض آنکہ :

۱۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین در بارہ این مسئلہ کہ عقیقہ کے طور پر گائے قربانی کے حصص کے شمول کے علاوہ باقی سال بھر میں ذبح کردہ ناجائز ہے یا نہیں؟ اگر گائے قربانی کے علاوہ دیگر ایام میں بطور عقیقہ پوری کی پوری ذبح کی جائے تو شرع شریف میں جائز ہے یا نہیں؟ ایک عالم صاحب نے قربانی کے شمول کے علاوہ گائے کا عقیقہ دیگر ایام میں کرنا ناجائز قرار دیا ہے، شرع شریف کی روشنی میں اس کا حل درکار ہے۔

۲۔ گائے کا عقیقہ ناجائز خیال کرتے ہوئے بکروں کا عقیقہ کیا جاوے اور بکرے مخصوص قربانی کے لئے پال رکھے ہوں تو بکروں کا ذبح کرنا جائز ہے یا نہیں؟

۳۔ صدقہ کے بکرے کا گوشت صدقہ دینے والا کھا سکتا ہے یا نہیں؟

احقر شبیل احمد فی عنہ جیچہ وطنی مکان ۱۸۱۳۱ بلاک ۱۲ ضلع مظفر گڑھ ۲۶/۸/۱۳۸۷



حضرت مولانا صاحب وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ :-

۱۔ ہاں دیگر ایام میں بھی گائے کا عقیقہ جائز ہے صحیح بخاری شریف وغیرہ کتب حدیث کی

مرفوع و صحیح حدیث میں ہے اھریقوا عن دما (ترجمہ: بہاؤ (ذبح کرو) بچہ کی طرف سے کوئی خون (کسی جانور کا عقیقہ کرو)۔ یہ امر اہراق قید و قنوت سے متراب ہے تو جمیع اوقات کو شامل ہوگا اور یونہی دما بھی مطلق ہے تو جنس قربانی کے جمیع حیوانات پر صادق آئے گا تو روزِ روشن کی طرح ثابت ہوا کہ گلے کا عقیقہ مطلقاً جائز ہے اور یہی جہو کا مذہب ہے۔ قسطلانی علی البخاری ج ۸ ص ۲۸۲ میں ہے والجبہ و علی اجزاء الابل والبقرا ایضاً الحدیث عند الطبرانی عن انس مرفوعاً یحق عن من الابل والبقرة والخم (ترجمہ: جہو کے نزدیک ٹیٹ اور گائے بھی کفایت کرتے ہیں بسبب ایک حدیث کے جو طبرانی نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرفوعاً روایت کی ہے کہ عقیقہ کیا جاوے بچہ کا اونٹ اور گائے اور بکری سے۔ اور یونہی فتح الباری شرح بخاری ج ۹ ص ۴۸۷ میں بھی ہے بزیادة و ابی الشیخ بعد الطبرانی تعجب ہے کہ یہی اطلاق جواز تو قربانی کے دنوں میں جواز کی دلیل ہے مگر آپ کے عالم صاحب الٹی یہ فرماتے ہیں کہ ان دنوں میں جائز نہیں یعنی اطلاق جواز کے قائل نہیں تو ان پر لازم ہے کہ خصوص جواز کی دلیل پیش کریں حالانکہ ایسی کوئی دلیل ہے ہی نہیں بلکہ مجھے تو تمام عالم میں ایسا کوئی عالم معلوم نہیں جو ایسی تخصیص کا قائل ہو شاید آپ کے عالم صاحب کیسے عالم ہیں!

۲۔ ایسے خیال سے بچنا ضروری ہے کہ یہ جہو ائمہ و مشائخ اسلام کے خلاف ہے اور قربانی کے مخصوص جگہ سے چونکہ قربانی کے لئے ہی مخصوص ہیں تو عقیقہ میں ذبح نہ کئے جائیں۔

۳۔ عام عقیقہ کا گوشت عقیقہ کرنے والا کھا سکتا ہے ہاں اگر نذر بشرعی کی بنا پر عقیقہ کرے یا کوئی اور واجب و فرض صدقہ ادا کرتے ہوئے بکرا کو سے تو ہرگز نہ کھائے بلکہ صرف فقراء و مساکین کو ہی کھلائے کہ یہ ان کا ہی حق ہے۔



واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب وصلى الله تعالى على خير خلقه سيدنا
محمد وعلى آله واصحابه وبارک وسلم۔

مترجم الفقیر ابو الجحیم محمد زکریا اللہ تعالیٰ عنہ

۲۵ ربیع الثانی شریف ۱۳۸۴ھ

۲۹



عشر

باب العشر

الاستفتاء



کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اندر میں کہ :

۱۔ چاہی زمین اور نہری زمین یعنی جس کو نہری پانی تمام سال ملتا رہتا ہے اور جس کو چاہی زمین کو اُن کا پانی ملتا رہے اور چھ ماہ کے بعد نہری بھی مل جائے اس کے عشر کے متعلق بتائیں ہمیں کتنا لگتا ہے؟ کیا جو فصل پک کر تیار ہو جائے اور اس کی بٹائی کی جائے خواہ نہری ہو یا چاہی ہو کیا اس کا بھی عشر کتنا دیا جاتا ہے یا کہ کچا فصل مثلاً چارہ جو بھینس کو چرایا جائے یا ویسے اس کی رقم نہ فروخت کر کے لی جائے ویسے ہی کچا فصل ہی ویسے بانٹ یا چارہ کے موافق کھلایا وغیرہ جائے، کیا عشر دیا جائے گا یا نہیں؟

۲۔ عشر جس فصل یا فصل کی رقم کا دیا جائے اور اس رقم کی زکوٰۃ بھی نکالی جائے گی خواہ عشر والی رقم کو سال ہوا ہو یا کہ نہیں، عشر کی رقم کس طرح خرچ کرنی چاہئے اور کس

کس آدمی کو یا رشتہ داروں میں کس طرح دی جاتی ہے، کون کونسے رشتہ داروں کو جو کہ غریب ہوں یا عشر مسجد یا مسجد کی کسی جگہ یا کوئی ایسی جگہ یہاں نہ دیا جاتا ہو، اس سے مطلع فرمائیں مینا تو جروا۔
سائلان، حاجی محمد الدین محمد رمضان دوکانداران حجرہ شاہ مقیم منگری۔



چونکہ ہمارے یہاں نہری پانی قیمت سے ملتا ہے لہذا نہری اور چابی کھیتی کا ایک ہی حکم ہے، گندم، جو، دھان وغیرہ ہر فصل کا نصف عشر یعنی بیسواں حصہ دینا پڑتا ہے پکا فصل اٹھائے یا کچا ہی جانوروں کو چارے کی صورت میں کھلائے یا فروخت کر دے اور اگر مزارع کو بٹائی پر زمین دی ہوئی ہے تو زمیندار اپنے حصے کا اور مزارع اپنے حصے کا دس عشر میں قیمت بھی دی جاسکتی ہے مثلاً ایک من گندم دینی پڑی تو اس کی قیمت نہ خال کے حساب سے نقدی وغیرہ کی صورت میں دے سکتا ہے، عشر اور زکوٰۃ دونوں کا ایک ہی حکم ہے، ماں باپ، دادا، دادی، نانا، نانی، بیوی یا خاوند کو دینا جائز نہیں اور اسی طرح اولاد اور اولاد کی اولاد کو بھی نہیں، باقی غریب رشتے دار کو دے سکتا ہے بشرطیکہ اہل بیت کرام نہ ہوں کہ مال زکوٰۃ میل کچیل ہے اہل بیت کرام کے لائق نہیں اور مسجد پر بھی نہیں لگا سکتا۔

آپ کے سوال میں جس عبارت پر لکیر کھینچ دی ہے وہ سمجھ نہیں آتی لہذا اس کا جواب نہیں لکھ سکا، سوال ہمیشہ صاف صاف اور سادہ الفاظ میں ہونا چاہئے اور زیادہ

مسائل کا اکٹھا سوال بھی نہیں چاہئے کہ اتنی فرصت نہیں کہ ایک وقت میں سب کا جواب دیا جاسکے بدیں وجوہ آپ کے پہلے سوالوں کے جواب اب تک نہیں دے سکا ہوں آپ کا وہ کاغذ اور لفظ بھی واپس کر رہا ہوں جس جس مسئلہ کی ضرورت ہو اکیلا اکیلا لکھیں۔

واللہ تعالیٰ اعلم وصلى الله تعالى على حبيبہ والہ واصحابہ

وسلم۔

مقرہ الفقیر الراجی محمد نور اللہ انیمی غفرلہ

۱ صفر المظفر ۱۳۴۳ھ



الاستفتاء

بسم الله الرحمن الرحيم طعمه ونصلى على رسولہ الكريم

بخدمت اقدس حضرت مولانا المعظم والمكرم دامت برکاتہم العالیہ

پس از تسلیم مع التکریم معروض کہ کیا ارشاد ہے علمائے دین کشریم اللہ تعالیٰ و
نصرہم وایدہم وابدہم کا اس مسئلہ میں کہ کیا زکوٰۃ ہے ایسی کھیتی کی جس کو کھاد و سہاگہ جیسی
نہروں کا پانی دیا جاتا ہے اور اس پانی کی قیمت (آبیانہ) ادا کی جاتی ہے، مبینوا
توجروا۔

السائل العبد عنق محمد مصنان نوری غفرلہ



ہاں نصف عشر لازم ہے کہ اس میں بھی کثرتِ مؤنہ ہے، علامہ علاؤ الدین علیہ الرحمہ نے درالمتاخر ج ۲ ص ۶۹ مع الشامی میں شوافع سے نقل کرتے ہوئے برقرار رکھا و فی کتب الشافعیۃ اوسقاہ بمارا اشتراہ وقواعدنا لاتأباه پھر عرب عام سے یہ معاملہ ثابت و صحیح ہو چکا ہے تو حکم وہی ہونا چاہئے۔ واللہ تعالیٰ اعلم وصلى الله تعالى على حبيب واله وصحب وبارک وسلم۔

عزہ الفقیر الیہ الیٰ محمد نور اللہ النبی غفرلہ
۲۰ جمادی الاخریٰ ۱۳۷۴ھ بروز جمعۃ المبارک

الاستفتاء

قبلہ و کعبہ دارین حضرت مولانا صاحب مولوی نور اللہ صاحب مدظلہ العالی بعد از آداب و تعلیمات خیریت و عافیت ان ذات ستودہ صفات از درگاہ مجیب الدعوات مرام نیک مطلوب المعروض ایک زندہ آنحضرت پر نور کائنات از تہ دل مشکور و ممنون ہے کہ عزیزم رشید احمد فرزندم ان ذات ستودہ صفات کے دائرہ بندگان میں داخل ہو کر نہایت متشرع اور نیک اطوار آنجناب سے استفادہ و تنفیض ہو رہا ہے، آنحضرت کا پتہ مبارک

مجھے تحریر کرو الیہ ہے، انشاء اللہ بعد برداشتگی خرمین ہائے جناب کے درس اقدس میں حصہ عشر انشاء اللہ بھیجا جائے گا، نیز بندہ کے خاتمہ بالخیر کے لئے بھی اللہ میاں سے دعا فرمادیں۔

۲۔ چند ایک مسائل کا عندئہ بوجہ قلت فرصت کے رہنا لہذا ان کے احوال سے ممنون و مشکور فرمادیں۔

مسئلہ نمبر ۱: سورہ مقتدہ پارہ ۲۸ میں الآیۃ یا ایہا النبی اذا جاءک المؤمنات یمسعنک الخ یا ایہا الذین آمنوا اذا جاءکم المؤمنات الخ ہر دو آیت مبارکہ میں المؤمنات فاعل ہے مجاز کا ہر دو فاعل مؤنث حقیقی ہونے کے فعل جلد کیسے مذکر استعمال ہوا ہے؟

مسئلہ نمبر ۲: جو اراضی ملوکہ اہل اسلام حکومت پاکستان میں، عشری ہیں یا خراجی؟
مسئلہ نمبر ۳: جو اراضی غیر مسلم اقوام فی الحال الاٹمنٹ حکومت نے مہاجرین کو کہ دی ہیں وہ عشری ہیں یا خراجی؟ اگر عشری ہیں تو عشرہ النکان عارضی پر ہے یا مزارعان پر اور صاحب شارح در المختار معروف بالشامی نے تحریر فرمایا ہے کہ اراضی ملوکہ حکومت پر نہ عشرہ اور خراج مزارع پر ہے اور نہ حکومت پر۔

مسئلہ نمبر ۴: کیا عشرہ زکوٰۃ فقیروں کے دربار پر لگے ہیں جہاں امیر فقیر کو روٹی ملتی ہے اور فقیر خود متوفی ہیں، درست ہے دینا یا نہ، والسلام۔
العاض: ربند محمد صغیف معرفت شیخ محمد امین رٹوا کہ چیم منیکہ خاص کسبیل بھکر ضلع میانوالی



۱۔ نحو کا قاعدہ ہے کہ جمع مذکر سالم کے ماسواہر اسم ظاہر جمع کے لئے اسم ظاہر مؤنث

غیر حقیقی کا حکم ہے اس امر میں کہ تذکرہ و تائید فعل دونوں میں جائز ہیں، تذکرہ اس لئے کہ وہ جمع ہے اور لفظ جمع مذکر ہے اور تائید اس لئے کہ جماعت ہے اور لفظ جماعت مؤنث ہے اور یہ لحاظ نہیں کیا جاتا کہ مفرد حقیقتہً مذکر ہے تو جمع کے لئے فعل مذکر چاہئے یا مؤنث ہے تو فعل مؤنث چاہئے، کافیہ میں ہے و حکم ظاہر الجمع غیر المذکر السالم مطلقاً حکم ظاہر غیر حقیقی۔ شرح ملا جامی میں ہے مطلقاً ای سواہ کان واحده مؤنثاً نحو اذا جاءك المؤمنات او مذکراً نحو جاءت الرجال حکم ظاہر غیر المؤمنات الحقیقی فانما بالخیار ان شئت الحقت التاء به وان شئت ترکتها نحو جاءت الرجال وجاء الرجال۔ غایۃ المتقین میں ہے مطلقاً ای سواہ کان واحده مؤنثاً حقیقیاً کالنسوة والمؤمنات او مذکراً حقیقیاً کالرجال و الجمال حکم ظاہر المؤمنات غیر الحقیقی فی جواز تذکیر الفعل و تائیدہ نحو جاء الرجال وجاءت الرجال قال الله تعالى اذا جاءك المؤمنات وقال نسوة وقالت الاعراب وانما لجاز فیہ الوجہان لانہ مآول بالجماعة والجماعة مؤنث باعتبار اللفظ غیر مؤنث باعتبار المعنی فیجوز الوجہان عملاً بالاعتبارین۔ رضی اور یکملہ بحمد الغفور میں بالفاظ متعارفہ ہے وانما لم یعتبر التائید الحقیقی الذی کان فی المفرد لان المجاز الطاریئ ازال حکم الحقیقی کما ازال التذکرہ الحقیقی فی رجال۔



۲۔ ان ارہنی سے غالباً وہ ارہنی مراد ہیں جو مملکتِ پاکستان کے زمینداروں کی ملکیت ہیں تو ان کے متعلق یقینی طور پر یہ فیصلہ کرنا کہ اصل میں عشری ہیں یا فراجی بڑا مشکل ہے اس لئے کہ جب سلاطین اسلام نے پہلے پہل ہندوستان کے اس حصہ کو فتح کیا تھا تو یہ معلوم

نہیں ہو سکا کہ ان سلاطین نے کوئی صورت اختیار کی تھی صورتیں یکثرت میں بعض خراجی کی اور بعض عشری کی، پھر تغیر و تبدل مالکان سے بھی عشری و خراجی ہونے میں تاخیر ہو سکتا ہے بطور شری ج ۳ ص ۷ میں ہے کل بلدة اسلم اهلها طوعا فہی ارض عشریۃ پھر فرمایا وکل بلدة افتتحها الامام عنوة و قسمها بین الغانمین فہی ارض عشریۃ لما بیننا و كذلك المسلم اذا جعل داره بستانا و احیی ارضا مسیتۃ فہی ارض عشریۃ الخ اور ج ۳ ص ۸ میں ہے وکل بلدة فتحها الامام عنوة و قهر اشر من دہا علی اہلہا فہی ارض خراج اور ایسے ہی درالخا و رشامی، مالگیر، بحر الرائق وغیرہا میں ہے اور جب یقینی طور پر پوچھ عدم واقفیت یہ معلوم نہیں ہو سکتا کہ اصل میں عشری ہیں یا خراجی تو علمائے کرام نے فرمایا ہے کہ مسلمانوں کی ملکیت ایسی ارضی جن کے متعلق دلیل شرعی سے خراجی ہونا ثابت نہیں، حکماً عشری ہیں کہ آباد ارضی خراج یا عشر دونوں سے خالی نہیں ہو سکتیں اور مسلمانوں کے لائق عشر ہی ہے کہ اس میں عبادت کا معنی پایا جاتا ہے۔ ہدایہ ج ۲ ص ۵۷۱، فتح القدیر ج ۵ ص ۲۹۹، درالخا و رشامی ج ۳ ص ۳۵۱، مبسوط ج ۳ ص ۶، بدائع صنائع ج ۲ ص ۵۷۷ میں ہے والنظم لملك العلماء ان الاراضی لا تغلو عن مؤنة اما العشر و اما الخراج والاعتناء بالعشر فی ارض المسلم اولی لان فی العشر معنی العبادة و فی الخراج معنی الصغار مبسوط ج ۳ ص ۷ وغیرہ میں ہے والمسلم لا یبدأ بالخراج صیاتیۃ عن معنی الصغار فکان علیہ العشر، اور اگر اس سوال میں ایسی ارضی مراد ہیں جو کسی کی خاص ملکیت نہیں بلکہ براہ راست حکومت پاکستان کی ملکوت میں تو وہ تحریر رشامی الی صورت ہے اس کا حکم تیسرے نمبر کے جواب سے واضح ہے۔

۳۔ ارضی متروکہ غیر مسلم جو حکومت نے مہاجرین کو الاٹ کر دی ہیں گونا گوں کے لحاظ سے عارضی ہیں مگر اکثر حقیقتہً مستقل ہو چکی ہیں اور مہاجرین باقاعدہ حقوق مالکانہ حاصل کر چکے ہیں





تو وہ عشری ہیں کہ خراجی ہونے کی دلیل نہیں۔ شامی ج ۳ ص ۳۵۲ اور ج ۳ ص ۳۵۳ ،
 بحر الرائق ج ۵ ص ۱۰۹ میں ہے ان الخراج ارتفع عن اراضی مصر لعودھا الی
 بیت المال نیز شامی ج ۳ ص ۳۵۱ میں ہے اذا قسم بین المسلمین غیر
 الغانمین فانه عشری لان الخراج لا یوظف علی المسلم ابتداء اور بعض
 اراضی متروکہ واقعی عارضی طور پر الاٹمنٹ میں اور مہاجرین کے ملک نہیں یا الارٹ کے لئے
 ٹینڈر کی صورت میں مسلم مزارعین کے زیر کاشت ہیں تو حسب القواعد وہ حکومت پاکستان
 کا ملک ہیں کہ بلا جہاد کے حاصل ہوتی ہیں بحر الرائق ج ۵ ص ۱۱ میں قول کنزو وما
 اخذنا منهم بلا قتال یصرف فی مصالح الخ کی شرح میں ہے
 لانه مال بیت المال فانه وصل للمسلمین بغیر قتال و
 هو معد لمصالح المسلمین مگر یہ اس اراضی متروکہ حکومت جس کے متعلق
 شامی نے ج ۳ ص ۳۵۳ میں لکھا ہے لاحشریۃ ولاخراجیۃ من
 الاراضی تسمی ارض المملکۃ و اراضی الخوذ کے تحت داخل نہیں ہو سکتی
 کہ خود شامی بھی اسی صفحہ میں اس اراضی کی تشریح فرماتے ہیں و هو مامات اربابہ
 بلا وارث و ال لبیت المال او فتح عنوة و ابقی للمسلمین
 الی یوم القیامۃ یعنی اس کے مالک بلا وارث مر جائیں اور وہ زمین بیت المال
 کے لئے ہو جائے یا عنوة فتح ہو اور مسلمانوں کے لئے قیامت تک رکھی جائے اور
 ان زمینوں میں یہ دونوں باتیں نہیں بلکہ ان کے مالک صرف ڈر کے مارے بھاگ گئے
 تو عشری بنیں گی کہ بیت المال کے ملک میں آنے کے سبب خراج اٹھ گیا اور عشر اٹھنے

۱۲ من غفرلہ
 ۱۲ من غفرلہ

للعہ مہاجرین بھی غیر الغانمین میں ۱۲ من غفرلہ

کی کوئی دلیل نہیں حالانکہ کتب معتبرہ مذہب سے سن چکے کہ آباد زمین عشر و خراج دونوں سے خالی نہیں ہو سکتی اور اگر بالفرض یہ اراضی متروکہ اس اراضی الخوز کے تحت آجائے جس کے شعلق شامی نے لاء عشریۃ والاخراجیۃ فرمایا ہے تو پھر بھی عشر دینا پڑے گا اس لئے کہ شامی اس اراضی کا حکم تاتارخانیہ سے اسی صفحہ میں ناقل ہیں انہ یجوز للامام دفعۃ للزراع باحد طریقین اما باقامتہم مقام الملاک فی انہ راعۃ واعطاء الخراج واما باجارتہا لہم بقدر الخراج فیكون الماخوذ فی حق الامام خراجا یعنی امام (سلطان اسلام) کے لئے جائز ہے کہ وہ اراضی کاشتکاروں کے سپرد کرے دو طریقوں کے کسی ایک پر عمل کاشتکاروں کو یا بغیر مسلم مالکوں کے قائم مقام کھیتی کرنے اور خراج کے دینے میں بنادے۔

(۲) کاشتکاروں کو کرایہ پر دے جو خراج کے قدر پر ہو تو یہ وصول کردہ امام کے حق میں خراج ہو گا حالانکہ یہ حقیقت آفتاب سے بھی زیادہ واضح ہے کہ حکومت پاکستان اراضی مذکورہ کاشتکاروں کے سپرد ان دو طریقوں کے کسی ایک پر بھی نہیں کر رہی بلکہ چھ گئے لگان وصول کیا جاتا ہے جو غیر مسلم تارکین کو مالک تصور کرتے ہوئے ان کے نام خزانے میں جمع کیا جاتا ہے جسے خراج کا حکم ہر گز نہیں دیا جاسکتا کہ خراج تو محض مصالح مسلمین اور غازیوں اور ان کے بال بچوں کے لئے مخصوص ہے کافی عامۃ المحتدات اور یہ وصول کردہ خاص کفار کا حق قرار پا چکا ہے تو خراج کیسے ہو سکتا ہے اور جب خراج نہ بنا تو عشر ضرور لازم ہو گا کہ اوپر متعدد معتقدہ کتب مذہب سے گزر چکا ہے کہ کوئی آباد زمین عشر یا خراج سے خالی نہیں ہو سکتی حالانکہ فقہائے کرام صراحتہً تاکید فرماتے ہیں کہ فرضیت عشر قرآن کریم اور حدیث شریعت اور اجماع اور عقلی دلائل سے ثابت ہو چکی ہے اور یہ کہ بلاشبہ وہ پھلوں



اور کھیتوں کی زکوٰۃ ہے اور یہ کہ وہ ایسی زمین میں بھی واجب ہو جاتا ہے جو خراجی نہ ہو اور یہ کہ وہ ایسی زمین میں بھی واجب ہو جاتا ہے جو نہ عشری ہو اور نہ خراجی جیسے جنگلات اور پہاڑ اور یہ کہ اس کے وجوب کا سبب وہ زمین ہے جس سے حقیقت پیداوار ہوا اور یہ کہ وہ بچے اور دیوانے اور مکاتب کی زمین میں بھی واجب ہو جاتا ہے اور یہ کہ اس میں زمین کا مالک ہونا شرط نہیں بلکہ پیداوار کا مالک ہونا شرط ہے تو اراخی موقوفہ میں بھی لازم ہوگا کہ اللہ تبارک و تعالیٰ کا قول انفقوا من طیبات ما کسبتم و مما اخرجناکم من الارض اور اللہ تبارک و تعالیٰ کا ارشاد و اتوا حقہ یوم حصادہ اور سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا فرمان ما مسقت السماء ففیہ العشر و ما سقی بغرب او دالیتہ ففیہ نصف العشر عام ہیں اور عشر پیداوار میں لازم ہوتا ہے نہ زمین میں تو زمین کا ہونا نہ پڑا برابر ہے، پیداوار کا مالک ہو تو عشر لازم ہوگا۔ شامی ج ۳ ص ۳۵۲، ۳۵۳ میں ہے لانہم قد صرحوا بان فرضیۃ العشر ثابتۃ بالکتاب و السنۃ و الاجماع و المعقول و بانہ زکوٰۃ الشمار و الزروع و بانہ یجب فی الارض الغیر الخراجیۃ و بانہ یجب فیما لیس بعشری الخراجی کالمعاوز و الجبال و بان سبب وجوب الارض النامیۃ بالخارج حقیقتہ و بانہ یجب فی ارض الصبی و المجنون و المكاتب لانہ مؤتۃ الارض و بان الملك غیر شرط فیہ بل الشرط ملک الخارج فیجب فی الاراضی الموقوفۃ لعموم قوله تعالیٰ انفقوا من طیبات ما کسبتم و مما اخرجناکم من الارض وقوله تعالیٰ و اتوا حقہ یوم حصادہ وقوله صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ما مسقت السماء ففیہ العشر و ما سقی بغرب او دالیتہ ففیہ نصف العشر ولان العشر یجب فی الخارج لا فی الارض فکان ملک الارض



وعدمہ سواء کما فی البدائع ، بلکہ ائمہ ثلاثہ حضرات امام مالک امام احمد اور امام شافعی تو دلائل مذکورہ کی وجہ سے فرماتے ہیں کہ خراج زمین میں خراج کے ساتھ ساتھ عشر بھی لازم ہے کما فی فتح القدیر وغیرہا اور ہمارے نزدیک گو خراج کے ساتھ عشر لازم نہیں مگر خراج نہ ہو تو عشر ضرور لازم ہوگا کما مر۔ نیز شامی ج ۲ ص ۶۷ میں ہے ولا یلزم من سقوط الخراج الخ اور ج ۲ ص ۶۸ میں ہے وعلیٰ فرض سقوط الخراج لا یسقط العشر الخ اور یہاں سے اراضی الخوز کا مسکہ بھی واضح ہو گیا کہ ان کا عشری و خراجی نہ ہونا محض تعبیرات اصطلاحیہ کے لحاظ سے ہے ورنہ شامی ہی سے وہیں سن چکے کہ طریقہ میں کاشتکار خراج ادا کرتے ہیں اور ۲ میں کرایہ اراضی وصول کردہ امام کے حق میں خراج ہے اور کاشتکاروں کے حق میں گو کرایہ ہے مگر صاف تصریح فرمادی ہے کہ وہ ہر طرح کرایہ نہیں بلکہ وہ حق امام میں خراج ہے فرمایا علیٰ انک علمت ان الماخوذ لیس اجرة من کل صبح بل هو فی حق الامام خراج اور یہ بھی صرف اراضی الخوز کی پہلی شق مسامات ارباب بلا وارث وال لبیت المال والی اراضی کے متعلق ہی ہے یبحث اصل میں صاحب فتح القدیر سے اراضی مصر کے متعلق ہے جو اصل میں خراجی تھی اور اراضی شام کے متعلق بھی یہی کہا گیا ہے۔ والختار میں ہے وقالوا اراضی الشام ومصر خراجیة وفي الفتح الماخوذ الا ان من اراضی مصر اجرة لاخراج الخ شامی نے ج ۳ ص ۳۵۲ میں فرمایا والحاصل الاتفاق علیٰ انها خراجیة وانما اختلف الخ نیز ج ۳ ص ۳۵۶ میں فرمایا لانه خراجی فی اصل الوضع اور ج ۲ ص ۶۷ میں فرمایا وفي حکم ذلک اراضی مصر والشام الخ اور دوسری شق او فتح عنوة الخ میں پیشکل ہے جبکہ مزاد مع اہل اسلام ہوں لماعلمت ان الخراج لا یوظف علی المسلم ابتداء بہر حال



احوط و اسلم یہی ہے کہ ایسی اراضی اور اراضی منزکہ غیر مسلم مذکورہ سوال کی پیسہ دار کا
عشر بالاتزام ادا کیا جائے کہ اگر بالفرض عشر عند اللہ لازم نہ ہو تب بھی ادا میں گناہ نہیں
بلکہ خیرات ہی ہے اور حکم و ما تقدم موالا نفعکم من خیر تجد وہ عند
اللہ ہو خیر او اعظم اجرا باعث اجر عظیم بنے گا اور اگر عند اللہ تعالیٰ لازم ہو
اور ادا نہ کرے تو سخت گنہگار ہو گا حالانکہ حضرات ائمہ ثلاثہ کے نزدیک مطلقاً لازم ہے
کما مر فلا تنس الاحتیاط۔

۴۔ زکوٰۃ میں تملیک ضروری ہے کہ فتاویٰ عالمگیری وغیرہ میں زکوٰۃ کی تفسیر تملیک
مخصوص سے ہی کی ہے، ہندیہ کے لفظ ہیں اما تفسیر ہافہی تملیک
المال من فقیر مسلم غیر ہاشمی الخ تو اگر متولیان دربار خود فقرا کے
شرعی ہیں جو مصرف زکوٰۃ میں تو حسب دستور شرع عشر و زکوٰۃ ان کو تملیک دے سکتا
ہے اور وہ اپنے طور پر فقرا وغیرہ سب کو کھلا سکتے ہیں لحديث ابی ہریرۃ
وغیرہا۔ در النماز میں ہے وحیلۃ التكفین بہا التصدق علی فقیر ثم
هو یكفنی فیکون الثواب لهما وكذا فی تعمیر المسجد شامی نے
فرمایا قلت واخرج السيوطی فی الجامع الضعيف لزموت الصدقة علی
یدی مائة لكان لهم من الاجر مثل اجر المبتدی من غیر ان یفقد
من اجرہ شیئی اقول ولا مفهوم للتکفین والتعمیر وذا ظاہر جداً۔
فتاویٰ ہندیہ ج ۴ ص ۳۷۷، شرح حموی للامام شافعی ص ۶۱۳ میں ہے والنظم
من الهندية وكذلك فی جميع ابواب البر التي لا یقع بہا التملیک
کعمارة المساجد وبناء القناتیر والرباطات لا يجوز مصرف
الزکوٰۃ الی هذه الوجوه والحیلۃ لہ ان یتصدق بمقدار زکوٰۃ
علی فقیر ثم یأمرہ بعد ذلك بالصرف الی هذه الوجوه الخ اور یہ ہرگز
ہرگز جائز نہیں کہ بلا مالک بنائے اس نیت سے لنگر میں داخل کرے کہ سب فقرا امراء



اغنیاء کھاتے پیتے رہیں کہ یہ صورت تملیک نہیں بلکہ اباحت ہے اور اباحت سے زکوٰۃ ادا نہیں ہوتی، درالمنہار میں ہے خرچ الاباحت، شامی نے فرمایا ہے فلا تکفی فیہا۔ ہاں یوں ہو سکتا ہے کہ کسی محکمہ کو اپنا نائب و وکیل بنا کر عشر و زکوٰۃ سپرد کر دے کہ وہ حیلہ شرعیہ کے ساتھ سب کو کھلاتا رہے تو یہ بھی ہو سکتا ہے وذا ظاہر جدۃ الاعتبار علیہ اصلاً۔

اور یونہی مدارس اسلامیہ کے فقراء، متولیوں کے ملک کیا جائے کہ اپنے طور خرچ کریں یا ان کو یہ واضح کر کے دیا جائے کہ یہ عشر اور زکوٰۃ ہے کہ وہ صرف مستحقین زکوٰۃ پر خرچ کریں یا حیلہ شرعیہ سے ان طلباء پر بھی خرچ کریں جو مصرف زکوٰۃ نہیں جیسے سید وغیرہ، ہاں یہ دیکھنا ضروری ہے کہ دربار و سنگت اور مدر سے والے اہل سنت و الجماعت و سیدار ہوں اور بد مذہب نہ ہوں کہ تعاون علی البر و التقویٰ بنے اور تعاون علی الاثم و العدوان نہ بنے۔ تنزیل الابصار میں ہے ولا یجوز صرفہا لاهل البعہ اور یہ تو نہایت واضح ہے کہ زکوٰۃ و عشر کا حکم من حیث المصروف ایک ہی ہے کما فی عامۃ المحتبرات۔ واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم و احکم و صلی اللہ تعالیٰ علی حبیب وعلیٰ آلہ و اصحابہ وبارک وسلم۔

عزہ الفقیر الی الخیر محمد نور اللہ العینی غفرلہ

۲۵ ذی الحجۃ المبارکہ ۱۳۷۶ھ بروز بدھ

الاستفتاء

محرم معظم جناب مولانا داظم ظلم العالی

السلام علیکم ورحمۃ وبرکاتہ : مزاج گرامی ! احوال آنکے بندہ کا ذریعہ معاش و معینہ داری ہے۔ بندہ کی ارہنی تین جگہ ہے۔ مقامی ارہنی خود کاشت کروانا ہوں اور دوسری جگہ کی ارہنی ٹھیکہ پردی ہوتی ہے اور رقم نقد وصول کی جاتی ہے۔ جو ارہنی خود کاشت کروانا ہوں اس میں ایک آدمی حصہ دار رکھتا ہوں جس کو ۱/۱۰ دیا جاتا ہے۔ بندہ کا ایک بالغ لڑکا شادی شدہ ہے جس کے تمام واجبات بندہ نے بحیثیت سرپرست اپنے ذمے رکھے ہوئے ہیں، صدقہ فطر وغیرہ اور اس کا قیام و طعام علیحدہ ہے اس کو بطور حصہ ۱/۱۰ برائے خرچ سالانہ دیتا ہوں فضل و ٹھیکہ کی رقم سے نقد فضل خریف و بیع سے کمیں کو نقد جنس دی جاتی ہے۔ حجام لوہار وغیرہ مذکور فضل کی کاشت نہری پانی سے کی جاتی ہے، معاملہ سرکاری فضل سے ادا کیا جاتا ہے جو رقم نقد ٹھیکہ کی وصول ہوتی ہے اور جو جنس گندم کپاس وغیرہ نقد رقوم میں فروخت کی جاتی ہے اس میں سے ۱/۱۰ کے حساب سے زکوٰۃ نکال دی جاتی ہے، زیورات سے بھی بروئے شریعت زکوٰۃ نکالی جاتی ہے البتہ اجناس خوردنی وغیرہ جو ہائے خوراک رکھی جاتی ہے اس کو زکوٰۃ کا علم نہ ہونے کے باعث زکوٰۃ نہیں نکالی جاتی چونکہ تجارتی رو سے تو ٹھیک زکوٰۃ چالیسواں حصہ زکوٰۃ نکالی جاتی ہے لیکن زمینداری کے سلسلہ کے متعلق تذبذب میں ہوں کہ اس کی زکوٰۃ کس حساب سے نکالی جاتی ہے تاکہ اسلامی دستور کے مطابق زکوٰۃ ادا کر کے سرخروئی حاصل کی جا سکے۔ مقامی چند مولویوں سے دریافت کیا تو انہوں نے زبانی جواب دیا جو مختلف تھا اس لئے تسلی نہ ہو سکی تو آنجناب بزرگوار کی طرف رجوع کیا۔ امید واثق ہے کہ آنجناب مفصل تسلی بخش جواب سے مشکور فرمائیں گے، مجلس حاضرین کو السلام سنون قبول ہو بچوں کو پیار، فقط والسلام۔

السائل حکیم عبدالستار معرفت بچیم اللہ صاحبان جنرل اسٹور گگو منڈی



وعلیکم السلام ورحمۃ وبرکاتہ : مزاج گرامی !

یہاں کی زمینیں حکماً عشری ہیں جن میں زمین کی پیداوار کی زکوٰۃ جسے عشر کہا جاتا ہے لازم ہے، اگر بارش یا دریائی پانی سے مفت فصل تیار ہو جائے تو اس میں پورا عشر لازم ہوتا ہے یعنی کل پیداوار کا دسواں حصہ اور اگر چاہی پانی سے کاشت کی جائے یا قیمتہ پانی لیا جائے تو نصف لازم ہوتا ہے یعنی بیسواں حصہ کما فی الہندیۃ و تنویر الابصار و در المختار و رد المحتار۔ اور جو زمین نقد رقم وصول کر کے ٹھیکہ پر دی جاتی ہے تو وہ نقد رقم زمین کی پیداوار شمار ہوتی ہے لہذا اس سے بھی دوسری پیداوار قلعہ وغیرہ کی طرح عشر دینا لازم ہے۔ فتاویٰ عالمگیری ج ۱ ص ۹۶ میں ہے و لو اجرنا عشریۃ کان العشر علی الاجر عند ابی حنیفۃ اور جو ارہنی خود کاشت بمع حصہ دار ہے اس کی بھی تمام پیداوار میں عشر لازم ہے۔ آپ پر اور آپ کے حصہ دار پر اپنے اپنے حصہ کا۔ اسی صفحہ میں ہے و فی المزارعۃ علی قولہما العشر علیہما بالحصۃ اور ول میں کل پیداوار کا لفظ اس لئے لکھا ہے کہ حجم، لوہار وغیرہ کو جو دیا جاتا ہے یا بیج اور بیلوں پر خرچ کیا جاتا ہے اور دوسرے اخراجات سارے نکال کر عشر نہیں دیا جاتا بلکہ لازم یہ ہے کہ پوری پیداوار کا عشر اللہ تعالیٰ کے راستے میں دیدے اور جو باقی بچا یہ سارے اخراجات اسی میں سے کرے۔ فتاویٰ عالمگیری کے اسی صفحہ میں ہے ولا تحسب اجرۃ العمال ونفقۃ البقر وکوی الانہار واجرۃ المحافظ وغیر ذلک فیجب اخراج



الواجب من جميع ما اخرجت الارض عشرا او نصفها كذا في البحر
الرائق، باقی رہا نقد رقم سے زکوٰۃ نکالنا تو یہ الگ بات ہے۔ زمین کی پیداوار کی زکوٰۃ
جس کا نام عشر ہے وہ پیداوار میں سے صرف ایک مرتبہ نکالی جاتی ہے دوبارہ اسی
پیداوار میں لازم نہیں بلکہ نئی پیداوار میں لازم ہوتی ہے لہذا تحفیکہ والی نقدی یا جنس
کیا سکنگ من وغیرہ کی فروخت سے جو نقدی آتی ہے تو اس کی نقدی والی زکوٰۃ الگ
ہوگی کما فی عامۃ المعتبرات۔ واللہ تعالیٰ اعلم وصلى اللہ تعالیٰ
على حبیبہ والہ واصحابہ وبارک وسلم۔

مرکزہ الفقیر الی الخیر محمد نور اللہ انعمی غفرلہ

۲۳ ۵/۴۳

الاستفتاء

قبلہ وکعبہ علی القاب عالی جناب مکرمی و عظمیٰ دام ظلکم
السلام علیکم : بعد سلام عاجزانہ کے مستدعی ہوں کہ آپ جنو کا اطلاق نامہ دستار
بندی آج موصول ہوا، انشاء اللہ قدم بوسی کی سعادت حاصل کرنے کی فزوی پوری کوشش
کے گا۔ کمترین کو حسب ذیل مسئلہ دریافت طلب ہیں، امیدوار ہوں کہ آپ جنو خصوصی
توجہ فرما کر بوالہی مطلع فرما کر پرورش فرما دیں گے۔ کاروبار مارکیٹ (دکاندارہ) یکم
جنوری سے شروع کر کے ۱۳ دسمبر کو ختم کرتے ہیں اور اسی طرح کل سرمایہ ہر سال ختم
ہونے پر ۱۳ دسمبر کو شمار کر لیا جاتا ہے یعنی ۱۳ دسمبر کو ہر سال وہ اس المال ہو گیا
جس پر زکوٰۃ واجب ہوئی۔ دوسرے نمبر پر زمین ہے، زمین کی کل پیداوار سالانہ



پر تھی۔ یکم جنوری سے ۳۱ دسمبر تک جو بھی حاصل ہوا اس پر بیسواں حصہ زکوٰۃ واجب الادا رہوئی، یہ دونوں مدت ہی آمدنی کی ہیں ان پر ہر سال تمام کے بعد زکوٰۃ واجب الادا رہے، اب دوران سال میں جو بھی آمدن زمین سے ہوئی ہے وہ تو مارکیٹ میں آتی رہتی ہے یعنی خرچ ہوتی رہتی ہے، اس کا مال خرید کر دوکان (مارکیٹ) میں لانے رہتے ہیں اور فروخت کرنے رہتے ہیں اور اسی دوران سال میں جو رقم زمین پر خرچ ہوتی رہتی ہے مثلاً نوکر وں کی تنخواہیں، انجنوں کی مرمت وغیرہ بیج وغیرہ وہ ہر قسم کا خرچ دوکان (مارکیٹ) سے کرتے رہتے ہیں، حساب زمین کا آمد و خرچ کا بھی باقاعدہ رکھا جاتا ہے، اختتام سال یعنی ۳۱ دسمبر کو باقاعدہ شمار کر لیا جاتا ہے کہ سال تمام میں کس قدر آمد وصول ہوئی اور کس قدر خرچ ہوا اور باقی خالص آمدنی کس قدر رہی، اب اصل سرمایہ قابل زکوٰۃ تو وہی ہوا جو کہ دوکان (مارکیٹ) کا ۳۱ دسمبر کو شمار ہوا کیونکہ زمین کی آمدنی علیحدہ طور رکھی نہیں جاتی وہ بھی دوکان (مارکیٹ) میں ہی آکر شامل ہوتی رہتی ہے لیکن سرمایہ دوکان راس المال پر شرح زکوٰۃ بحساب (چالیسواں حصہ ہے) جبکہ زمین کی آمدنی پر بیسواں حصہ واجب الادا رہے۔

خاکسار کے خیال ناقص میں اس کا حل اس طرح ہے کہ زمین کی کل آمدنی شمار کردہ میں سے خرچ جو کہ مارکیٹ (دوکان) سے زمین پر کیا جاتا ہے، وضع کر کے باقی خالص آمدنی سال تمام پر بیسواں حصہ زکوٰۃ کر وں اور اسی طرح جس قدر رقم پر بیسواں حصہ زکوٰۃ ادا ہو وہ کل سرمایہ راس المال دوکان (مارکیٹ) سے وضع کر لیا جاوے اور جو باقی بچے اس پر چالیسواں حصہ زکوٰۃ ادا کر دی جاوے، وضاحت کے لئے مثال عرضی ذیل ہے :-

آمدن زمین سال تمام از یکم جنوری تا ۳۱ دسمبر، خرچ زمین تمام سال، بقایا بچت، شرح زکوٰۃ
 (فرضی رقم) ۱۰/- ۵۰/- ۵۰/- بیسواں حصہ



دست بستہ بطبیعی ہوں کہ رائے عالیہ سے مطابق شرح مبین بوالہی سرفراز فرما کر
پرورش فرمائیں، فقط زیادہ آداب و نیا نہ

خاک پا
یوسف علیہ السلام



بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلَى الْمَجْبُوْبِ الْحَنِیْمِ الْكَرِیْمِ
وَعَلَيْكُمُ السَّلَامُ : مرسلہ لا، ما شاء اللہ تعالیٰ سوال بڑی وضاحت سے کیا گیا ہے
پہلے چار چیزیں ذہن نشین کر لیں تو جواب خود بخود واضح ہو جائے گا انشاء اللہ تعالیٰ۔
۱۔ زکوٰۃ روزہ حج عدت وغیرہ احکام شرع سب میں اسلامی اور خدائی بارہ ماہ
کا اعتبار ہے۔ قرآن کریم میں یَسْأَلُونَكَ عَنِ الْاَهْلِ ط قُلْ هِيَ مَوَاقِیْتُ
لِلنَّاسِ وَالْحَجِجِ (پارہ دوم رکوع ہشتم آیت ۱۸۹) اور فرمایا اِنَّ حُدُوْدَ
الشُّهُورِ عِنْدَ اللَّهِ اثْنَا عَشَرَ شَهْرًا فِی كِتَابِ اللَّهِ یَوْمَ خَلَقَ
السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ (پارہ دہم رکوع یازدہم آیت ۱۱۳، سورہ التوبہ) تو یکم
جنوری سے ۳۱ دسمبر تک سال شمار کرنا شریعت پاک کے خلاف ہوا اور اس میں
بڑا فرق پڑ جاتا ہے کیونکہ اسلامی ۳۳ سال کے انگریزی سال صرف ۲۳ بنتے ہیں
دیکھیے اس سال یکم شوال المکرم ۸۸ھ، ۲۲ دسمبر ۱۹۶۸ء کو آ رہی ہے حالانکہ ۱۳۵۰ھ
میں یکم شوال المکرم ۱۵ دسمبر ۱۹۶۸ء کو تھی تو ان اسلامی تینتیس سالوں کے انگریزی
حساب سات دن کم تیس سال بنتے ہیں، دوسرے لفظوں میں تینتیس سال گزرنے

پرایک سال سات دن کا حساب زکوٰۃ واجب الادار مالک نصاب کے ذمہ بطور بقایا رہ جاتا ہے لہذا آپ پر لازم ہے کہ اسلامی سال کا حساب شروع کر دیں اور گزشتہ آنکھیزمی سالوں کے شرعی سال بنا کر کی جو آپ کے ذمہ بقایا ہے پوری پوری ادا کر دیں۔

۲۔ زمین کی پیداوار میں سال کا اعتبار نہیں بلکہ پیدا ہونے پر عشر لازم ہو جاتا ہے ہر جنس کا عشر آمد کے ساتھ ہی ادا کرنا ضروری ہے۔ قرآن کریم میں ہے یا ایہا الذین امنوا انفقوا من طیبات ما کسبتم و مما اخرجنا لکم من الارض (پارہ سوم رکوع پنجم سورہ البقرہ آیت ۲۶۷) نیز ارشاد ہوا و اتوا حقہ یوم حصادہ (پارہ ہشتم رکوع چہارم، سورہ الانعام آیت ۱۱۷)۔

۳۔ خرید و مرمت انجن، تیل، بیج، لوکر وغیرہ کسی قسم کا کوئی خرچ پیداوار سے ہر گز شمار نہ کیا جائے، نصف عشر یعنی بیسواں حصہ اسی خرچ کے لحاظ سے ہے ورنہ عشر یعنی دسواں حصہ ہوتا، انہی آیتوں سے خرچ کا لحاظ نہ کرنا ثابت ہے اور مذہب مذہب کی مستند کتابوں میں مصرح ہے۔ فتاویٰ عالمگیری ج ۲ ص ۹۶ میں ہے ولا تحسب اجرۃ العمال و نفقۃ البقر و کربی الا نہار و اجرۃ الحافظ و غیر ذلک فیجب اخراج الواجب من جمیع ما اخرجت الارض عشرا و نصفاً لہذا آئندہ کوئی خرچ وضع نہ کریں اور گزشتہ سالوں کی پیداوار سے وضع کردہ اخراجات کا حساب کر کے ان کا بیسواں حصہ عشر ضرور ادا کریں کہ برہمی الذمہ ہو جائیں۔

۴۔ پیداوار کا بیسواں حصہ ادا کرنے کے بعد اگر جنس کو محفوظ رکھا جائے کہ مہنگائی کے وقت فروخت سے فائدہ حاصل کیا جائے تو سال گزرنے پر اس پر زکوٰۃ لازم نہیں ہوتی ہاں اگر فروخت کر دے تو اس کی رقم مال تجارت کے ساتھ



شامل ہو جاتی ہے اور جب مال تجارت کا سال پورا ہو جائے تو اس مال کی زکوٰۃ کے ساتھ اس رقم پر (جو پیداوار کی فروخت سے حاصل ہوئی) بھی زکوٰۃ فرض ہو جاتی ہے اگرچہ اس رقم کا سال پورا نہ ہوا ہو مثلاً دوکان کا سال رجب المرجب سے آئندہ رجب المرجب تک ہے اور فروخت جنس کی رقم ربیع الاول میں شامل ہوئی تو یوں نہیں کہ آئندہ رجب میں اس رقم کے علاوہ باقی مال کی زکوٰۃ ادا کی جائے اور اس کی زکوٰۃ دوسرے ربیع الاول میں فرض ہو اس سے معلوم ہوا کہ جو مال فروخت جنس سے حاصل ہو کر مارکیٹ میں شامل ہو گیا تو مارکیٹ کے طور پر ہی اس کا حساب ہو گا یعنی اس کا بھی چالیسواں حصہ ہی زکوٰۃ ہوگی نہ کہ بیسواں، بیسواں تو پیداوار پر ہے جو پیداوار ہی سے نکالا جائے اور فروخت کر دیا تو قیمت سے نکالا جائے اور پھر وہی قیمت جو بیسویں حصہ نکالنے کے بعد بچی جب مارکیٹ میں مل گئی تو مارکیٹ کے مال کی طرح اس پر بھی چالیسواں حصہ لازم آئے گا لہذا آئندہ یوں حساب رکھیں اور گزشتہ سالوں کا حساب بھی صاف کریں یعنی ہر سال کی پیداوار کی آمدنی کا بیسواں حصہ تو آپ ادا کرتے رہے ہیں مگر بقایا انیس حصہ جو مال تجارت کے ساتھ مارکیٹ میں رہے ان کا چالیسواں حصہ بھی آپ پر بطور زکوٰۃ واجب الادا بقایا ہے اس کو ادا کریں کہ ہدایت ذمہ ہو مثلاً گزشتہ دس سالوں کی مجموعی آمدنی ادھنی بتیس ہزار روپیہ ہے جس میں سے بیسواں حصہ ایک ہزار روپیہ آپ نے ادا کر دیا تھا تو اب انیس ہزار روپیہ کی زکوٰۃ چالیسویں حصہ کے حساب سے ہر سال کی ادا کریں یعنی پہلے سال کی زکوٰۃ چار صد پچتر روپیہ ادا کریں اور دوسرے سال کے لئے اٹھارہ ہزار پانچ صد پچیس روپیہ کی زکوٰۃ اس کا چالیسواں حصہ پھر تیسرے سال کے لئے باقی ماندہ دوپلوں کا چالیسواں حصہ ادا کریں اور یوں ہی باقی سات سالوں کا حساب بھی بطور زکوٰۃ ادا کریں۔



امید غالب ہے کہ بار بار پڑھنے سے بآسانی سمجھ سکیں گے ورنہ اگر سمجھ نہیں
کہ اب وقت ہے، قیامت میں حساب پورا کرنا مشکل ہو جائے گا۔ والسلام

عزہ الغفر الی الخیر محمد زواللہ تعالیٰ غفرلہ

۱۹ رجب المرجب ۱۳۸۸ھ

۱۲/۸

الاستفتاء



نمبر ۱:- کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ جنس سے جو عشر ادا کیا جاتا ہے وہ کل آمد کے اعتبار سے ادا کرنا واجب ہوتا ہے یا کہ خرچہ زمین مثلاً کھاد، بیانہ، ٹیوب ویل کے پانی کا خرچ اور فصل کا ٹھیکہ وغیرہ ادا کرنے کے بعد جو اصل آمد باقی رہے اس پر واجب ہوتا ہے تفصیل سے بیان فرمائیں۔

نمبر ۲:- ایک چوہدری صاحب کہتے ہیں کہ مقروض آدمی پر واجب نہیں ہوتا مالہ لہذا جو زمیندار بینک سے سود پر ٹیوب ویل وصول کرتے ہیں یا ٹریکٹر خریدتے ہیں ان پر واجب نہیں کیا چوہدری صاحب کا یہ قول از روئے شریعت مسلم ہے یا نہیں؟ بصورت اول بڑے سے بڑا تاجر بھی بینک کا مقروض ہوتا ہے پھر اس پر زکوٰۃ واجب نہیں ہونی چاہئے۔

نمبر ۳:- جو گائے بھینس ٹیکے سے نئے دودھ کرواتے ہیں، کیا یہ از روئے شریعت جائز ہے یا نہیں؟

اس نکل:- محمد امین الدین، چک ۴۱/ای بی (ضلع ساہیوال)

(۱) کل پیداوار کے لحاظ سے عشر واجب ہوتا ہے، ہا یہ، فتح القدیر، ج ۲، ص ۸، تنویر البصائر، در المختار شامی ج ۲ ص ۶۹ اور طحاوی علی الدر ج ۱ ص ۴۱، کتاب الفقہ ج ۱ ص ۴۹۴، فتاویٰ عالمگیری ج ۱ ص ۹۶ میں ہے جس سب کا حاصل بہار شریعت ج ۵ ص ۵۲ میں یہ ہے جس کا جس زمین میں عشر واجب ہوا اس میں کل پیداوار کا عشر یا نصف عشر لیا جائے گا، یہ نہیں ہو سکتا کہ مصارف زراعت ہل، بیل، حفاظت کرنے والے اور کام کرنے والوں کی اجرت یا بیج وغیرہ نکال کر باقی کا عشر یا نصف عشر دیا جائے۔

(۲) چوہدری صاحب کے کہنے کا کوئی اعتبار نہیں جبکہ فقہ کی مستند کتابوں میں صاف تحریر ہے کہ دین (قرض) کا اثر عشر پر نہیں پڑتا، قرض ہو یا نہ ہو، عشر، نصف عشر جو بھی واجب ہو، پورا ادا کرنا ضروری ہے، در المختار شامی ج ۲ ص ۷، طحاوی ج ۱ ص ۳۹۱، کتاب الفقہ ج ۱ ص ۴۵ وغیرہ میں اس کی تصریح ہے، جس کا حاصل بہار شریعت کی اردو عبارت ج ۵ ص ۱۴ میں یہ ہے، ”عشر و خراج واجب ہونے کے لئے دین مانع نہیں یعنی اگرچہ دیون ہو یہ چیزیں اس پر واجب ہو جائیں گی“

(۳) ہاں جائز ہے لعموم نصوص القرآن الکریم والحديث العظیم وذا ظاہر لا یمحی۔

واللہ تعالیٰ اعلم وصلى اللہ تعالیٰ علی حبیبہ الاعظم
وعلى آله واصحابہ وبارک وسلم۔

مترجم فقیر البرکات محمد زکریا الشافعی غفرلہ

۲۵ جمادی الاخریٰ ۱۴۹۶ھ

۲۴



روزه

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا
كُتِبَ عَلَى الَّذِينَ مِن قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ
(البقرة: ۸۳)

”اے ایمان والو! تم پر روزے فرض کیے گئے ہیں جس
طرح تم سے پہلے لوگوں پر فرض کیے گئے تاکہ تم متقی بن جاؤ“

الصِّيَامُ لِيْ وَأَنَا أَجْزِيْ بِهِ

(صحیح بخاری، باب فضل الصوم)

”روزہ میرے لئے ہے اور میں ہی اس کی جزا دوں گا“

تعارف کتاب الصیام



اسلام کے ارکان خمسہ میں سے تیسرا اور اہم رکن (صوم) روزہ ہے۔ یہ ایک جامع عبادت ہے۔ دیگر عبادات میں ریا کا شائبہ ہے، مگر روزہ مخلوق کی طرف سے اپنے خالق کی بارگاہ میں ایک خاموش نذرانہ ہے کہ انسان چاہے تو کسی کو کانوں کان بھی خبر نہ ہونے دے، روزہ اللہ تعالیٰ کی ذات پر پختہ یقین اور توحید کامل کا آئینہ دار ہے۔ بھوک اور پیاس کی شدت کے باوجود انسان تنہائی میں بھی مرغوبات نفس کے قریب نہیں پھٹکتا، کیوں کہ وہ جانتا ہے کہ میرا خالق و مالک اور علیم و خبیر رب مجھے دیکھ رہا ہے۔ روزہ چونکہ خاص عبادت ہے، اس لئے اس پر اجر بھی خصوصی ملتا ہے۔ رب کریم فرماتا ہے:

الصوم لی وانا اجزی بہ----- (صحیح مسلم، جلد ۱، صفحہ ۳۶۳)

روزہ کے اصل شرعی، ملتئی، دینی اور دنیاوی کیا کیا فوائد ہیں ان تمام کے احاطہ سے صرف نظر کرتے ہوئے قرآن حکیم کی بیان کردہ حکمت اور مقصد کو مد نظر رکھیں تو روزہ کی اہمیت واضح ہو جاتی ہے، ارشاد فرمایا:

لعلکم تتقون----- (البقرہ ۲: ۱۸۳)

”تا کہ تم تقویٰ اور پرہیزگاری اختیار کرو“-----

تقویٰ، دل کی اس کیفیت کا نام ہے جس کے حصول کے بعد انسان گناہ اور اللہ کی نافرمانی سے ڈرتا ہے اور خوف الہی کی بنا پر گناہوں سے بھجک محسوس کرتا ہے۔۔۔۔۔

اللہ تعالیٰ نے انسان کی طبیعت میں ایک طرف وہ سارے مادی اور نفسی تقاضے رکھ دیے ہیں جو دوسرے حیوانات میں پائے جاتے ہیں تو دوسری طرف اس کی فطرت میں روحانیت اور ملکوتیت کا وہ نورانی جوہر بھی ودیعت فرمادیا جو ملأ اعلیٰ کی مقرب مخلوق فرشتوں کی صفت ہے۔ روزہ کی ریاضت و مشقت کا مقصد یہ ہے کہ اس کے ذریعے انسان کی بیکسی اور حیوانی قوت ماند پڑ جائے اور انسان اللہ تعالیٰ کے احکام کی پابندی اور روحانی اور ایمانی تقاضوں کی فرمانبرداری کا عادی ہو جائے۔۔۔۔۔

معلم انسانیت رسول اللہ ﷺ کو روزہ بہت مرغوب تھا آپ ﷺ نے سال کے مختلف ایام میں روزہ رکھ کر امت کو تعلیم دی کہ وہ گاہے بگاہے یہ ریاضت بجالاتے رہیں تاکہ قرب خداوندی کی منزل آسان ہو۔ اللہ تعالیٰ کے مقبول بندے اس سنت مصطفویٰ پر عمل پیرا ہو کر حلاوت ایمانی اور لذت روحانی سے سرشار ہوتے رہتے ہیں۔ مگر امت مصطفویٰ کے لئے اجتماعی طور پر ایک مہینہ کے روزے فرض قرار پائے اور اس کے لئے مہینہ بھی وہ منتخب کیا گیا جس میں اللہ تعالیٰ کی آخری کتاب قرآن کریم کا نزول ہوا۔ رمضان المبارک میں دن کو روزے اور رات کو تراویح کی شکل میں اجتماعی طور پر عبادت کا ایک مربوط نظام وضع کیا گیا تاکہ روزے، نماز اور تلاوت قرآن کے برکات اور انوار و تجلیات سے کیف و سرور اور نور علی نور کی کیفیات سے بہرہ یاب ہوا جاسکے۔۔۔۔۔

رمضان المبارک، روزہ کی فضیلت

رمضان المبارک اور روزہ کی یہ فضیلت ہی کیا کم ہے کہ اس کے تفصیلی احکام قرآن کریم میں بیان ہوئے، مزید برآں رسول اللہ ﷺ کی متعدد احادیث مبارکہ اس کی فضیلت پر شاہد ہیں۔ حصول برکت کے لئے ہم یہاں آپ ﷺ کا وہ خطبہ پیش کرنے کی سعادت حاصل کرتے ہیں جو آپ ﷺ نے استقبال رمضان الکریم کی مناسبت سے شعبان المعظم کے آخری روز ارشاد فرمایا:

عن سلمان الفارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال خطبنا

رسول اللہ ﷺ فی آخر یوم من شعبان فقال: یا ایہا الناس قد اظلمکم شهر عظیم، شهر مبارک، شهر فیہ لیلة خیر من الف شهر، جعل اللہ صیامہ فریضة و قیام لیلة تطوعاً من تقرب فیہ بخصلة من الخیر کان کمن اذی فریضة فیما سواہ و من اذی فریضة فیہ کان کمن اذی سبعین فریضة فیما سواہ و هو شهر الصبر و الصبر ثوابہ الجنة و شهر المواساة و شهر یزاد فیہ رزق المؤمن، من فطر فیہ صائماً کان له مغفرة لذنوبہ و عتق رقبتہ من النار، و کان له مثل اجرہ من غیر ان ینتقص من اجرہ شیئ، قلنا یا رسول اللہ لیس کلنا نجد ما یفطر بہ الصائم فقال رسول اللہ ﷺ یعطی اللہ هذا الثواب من فطر صائماً علی مذقة لبن او تمرة او شربة من ماء، و من ابشع صائماً سقاه اللہ من حوضی شربة لا یظمأ حتی یدخل الجنة، و هو شهر اولہ رحمة و اوسطہ مغفرہ و آخرہ عتق من النار و من خفف عن مملوکہ فیہ غفر اللہ له و اعتقه من النار۔۔۔۔۔ (مشکوٰۃ الصالح کتاب الصوم، حدیث: ۱۸۶۳)

”حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ماہ شعبان کے آخری دن رسول اللہ ﷺ نے ہمیں ایک خطبہ دیتے ہوئے ارشاد فرمایا:

اے لوگو! تم پر ایک عظمت اور برکت والا مہینہ سایہ نکلن ہو رہا ہے، اس مہینے کے روزے اللہ تعالیٰ نے فرض کیے ہیں اور اس کی راتوں میں قیام (نماز تراویح) کو نفل عبادت مقرر کیا ہے۔ جو شخص اس مہینے میں اللہ کی رضا اور اس کا قرب حاصل کرنے کے لئے کوئی غیر فرض عبادت (یعنی سنت یا نفل) ادا کرے گا تو اس کو دوسرے مہینے کے فرضوں کے برابر اس کا ثواب ملے گا اور اس مہینے میں فرض ادا کرنے کا ثواب دوسرے مہینے کے ستر فرضوں کے برابر ملے گا۔ یہ صبر کا مہینہ ہے اور صبر کا بدلہ جنت ہے۔ یہ ہمدردی اور غم



خواری کا مہینہ ہے اور یہی وہ مہینہ ہے جس میں مومن بندوں کے رزق میں اضافہ کیا جاتا ہے۔ جس نے اس مہینے میں کسی روزہ دار کو (اللہ کی رضا اور ثواب حاصل کرنے کے لئے) روزہ افطار کرایا تو یہ عمل اس کے لئے گناہوں کی مغفرت اور آتش دوزخ سے آزادی کا ذریعہ ہو گا اور اس کو روزہ دار کے برابر ثواب دیا جائے گا بغیر اس کے کہ روزہ دار کے ثواب میں کمی کی جائے۔ صحابہ کرام نے عرض کیا:

یا رسول اللہ! ہم میں سے ہر شخص افطار کرانے کی استطاعت نہیں رکھتا (تو غرباء اس عظیم ثواب سے محروم رہیں گے؟) آپ ﷺ نے فرمایا:

اللہ تعالیٰ یہ ثواب اس شخص کو بھی دے گا جو دودھ کی تھوڑی سی لسی یا ایک کھجور یا صرف پانی ہی کے ایک گھونٹ سے کسی روزہ دار کا روزہ افطار کرادے اور جو کوئی کسی روزہ دار کو کھلا کر سیر کر دے اللہ تعالیٰ اسے میرے حوض (کوثر) سے ایسا سیراب کرے گا جس کے بعد اس کو کبھی پیاس ہی نہیں لگے گی تا آنکہ وہ جنت میں داخل ہو جائے گا۔ اس ماہ مبارک کا ابتدائی حصہ رحمت ہے، درمیانی حصہ مغفرت ہے اور آخری حصہ آتش دوزخ سے آزادی ہے۔ جو آدمی اس مہینے میں اپنے خادم سے کام لینے میں تخفیف اور کمی کرے گا اللہ تعالیٰ اس کی مغفرت فرما کر اسے دوزخ سے رہائی اور آزادی عطا فرمادے گا۔-----

صیام کا معنی

صیام کا مادہ صوم ہے لغت میں صوم کا معنی ہے رکنہ اور باز رہنا۔ علامہ راغب اصفہانی لکھتے

ہیں:

الصوم فی الاصل الامساك عن الفعل مطعمًا کان او

کلاما او منشیاً۔۔۔۔۔ (المفردات، جلد ۲، صفحہ ۲۹۹)

”روزہ دراصل نام ہے رکنے اور باز رہنے کا خواہ کھانے سے ہو مکلام کرنے سے یا

چلنے سے۔۔۔۔۔

میں وجہ ہے کہ نصف النہار کو صامت الشمس کہتے ہیں کیوں کہ اس وقت سورج سر پر آکر گویا ٹھہر جاتا ہے۔ خاموشی کو بھی صوم کہتے ہیں قرآن کریم میں ہے :

انی نذرت للرحمن صوما----- (مریم: ۱۹: ۲۶)

”میں نے رحمن کے لئے خاموشی کے روزہ کی نذر مان لی ہوئی ہے“-----

اور آندھی رکنے کو کہا جاتا ہے----- ”صامت الريح“

علامہ ابن منظور لکھتے ہیں :

”ازروئے لغت کسی چیز سے رکنے اور اسے چھوڑ دینے کو صوم کہتے ہیں اور روزہ دار

کیوں کہ کھانے پینے اور عمل تزویج سے خود کو روک لیتا ہے اس لئے اسے صائم کہا جاتا

ہے“----- (لسان العرب، جلد ۱۲، صفحہ ۳۵۱)

شرعی اصطلاح میں صائم یا روزہ دار اسے کہتے ہیں جو بہ نیت عبادت صبح صادق سے لے کر

غروب آفتاب تک اپنے آپ کو کھانے پینے اور عمل زوجیت سے باز رکھے جیسا کہ علامہ نسفی لکھتے ہیں :

هو ترك الاكل والشرب والجماع من الصبح الى الغروب

بنیۃ من اہلہ----- (کنز الدقائق)

روزہ کی فرضیت

روزہ کا تصور کسی نہ کسی رنگ میں دنیا کی تقریباً ہر قوم اور مذہب میں پایا جاتا ہے۔ روزے کا حکم

شریعت مصطفوی سے خاص نہیں بلکہ یہ پہلی شریعتوں میں بھی شامل عبادت رہا ہے۔ قرآن کریم میں

ہے :

یا ایہا الذین آمنوا کتب علیکم الصیام کما کتب علی

الذین من قبلکم----- (البقرہ ۲: ۱۸۳)

”اے ایمان والو! تم پر روزہ اسی طرح فرض کیا گیا جیسے تم سے پہلی امتوں پر فرض

کیا گیا“-----



ابتداء اسلام میں صرف عاشورہ (دس محرم) کا روزہ فرض ہوا، پھر ایام بیض (جن دنوں کی راتیں چاند کی روشنی سے منور ہوتی ہیں، یعنی ہر ماہ کی ۱۳، ۱۴ اور ۱۵ تاریخ) کے روزے مشروع ہوئے۔ پھر رمضان المبارک کے روزے مدینہ منورہ میں ہجرت سے ۱۸ ماہ اور تحویل قبلہ کے بعد دس شعبان المعظم ۲ھ میں فرض ہوئے۔۔۔۔۔ (در المختار علی ہامش رد المحتار، جلد ۲، صفحہ ۸۰)

شرائط

روزے کی صحت اور درستی کے لئے درج ذیل شرائط ہیں:

- ۱ مسلمان ہونا
- ۲ عاقل ہونا
- ۳ بالغ ہونا
- ۴ نیت کرنا
- ۵ عورت کا حیض و نفاس سے پاک ہونا

البتہ مریض اور مسافر کو یہ رعایت دی گئی ہے کہ وہ بعد میں قضائی دے لے۔ ایسا دائمی مریض جس کے چنے کی امید نہ ہو یا بہت زیادہ بوڑھا ہو گیا ہو، ایسے مریض اور شیخ فانی کے لئے (ہر روزے کے عوض، صدقہ فطر کی مقدار یعنی دو کلو گرام گندم یا اس کی قیمت) فدیہ دینے کی اجازت ہے۔۔۔۔۔

روزے کی اقسام

روزہ سات اقسام کا ہے:

۱ فرض

(i)..... ماہ رمضان المبارک کے روزے

(ii)..... رمضان کے قضا روزے

(iii)..... کفارہ ظہار کے روزے



(iv)..... کفارہ قتل کے روزے

(v)..... کفارہ قسم کے روزے

(vi)..... احرام کی حالت میں شکار کرے تو اس کی جزا کے روزے

(vii)..... حالت احرام کوئی ایسا کام کرے جو احرام کے منافی ہو تو اس کے بدلے فدیے

کے روزے

(viii)..... حج کے موقع پر قربانی کی عدم استطاعت کی صورت میں دس روزے-----

(فتح القدیر، جلد ۲، صفحہ ۲۳۴)

۲ واجب

اس کی دو قسمیں ہیں :

(۱)..... معین (۲)..... غیر معین

واجب معین

وقت معین کی قید سے منت مانے، جیسے کہ شعبان یا محرم میں اتنے دن روزے رکھوں

گا-----

واجب غیر معین

منت مطلق ہو یعنی صرف اتنا کہے کہ روزہ رکھوں گا اور یہ معین نہ کرے کہ کن ایام

میں-----

۳ سنت

عاشورہ (دس محرم) اور نو محرم کے روزے-----

۴ مستحب

ایام بیض کے روزے، صوم داؤدی (یعنی ایک دن روزہ اور ایک دن افطار) نیز ہر وہ روزہ جس



کا ثبوت سنت سے ہو مستحب ہے، جیسے عرذہ (۹/ ذوالحجہ) کاروزہ، پیر کاروزہ، جمعرات کاروزہ، یکم ۹۲ / ذوالحجہ کے روزے یا شوال کے چھ روزے۔۔۔۔۔

۵ نفل

جن ایام میں روزہ رکھنا مکروہ نہیں، ان میں روزے رکھنا افضل ہے۔۔۔۔۔

۶ مکروہ تنزیہی

صرف دس محرم کاروزہ رکھنا (۹/ محرم کا بھی ساتھ رکھے) یا ہفتہ اتوار وغیرہ کوئی دن معین کرے، خاموشی کاروزہ، روزہ افطار کیے بغیر اگلاروزہ شروع کرے۔۔۔۔۔

۷ مکروہ تحریمی

عیدین اور ایام تشریق یعنی عید الفطر، عید الاضحیٰ اور گیارہ بارہ، تیرہ ذی الحجہ، ان پانچ دنوں میں روزہ رکھنا مکروہ تحریمی ہے۔۔۔۔۔

روزہ کے درجات

روزہ کے تین درجے ہیں :

(۱)..... عوام کاروزہ (۲)..... خواص کاروزہ (۳)..... اخص الخواص کاروزہ

۱ عوام کاروزہ

عوام کاروزہ تو صرف اتنا ہے کہ صبح صادق سے غروب آفتاب تک کھانے پینے اور عمل تزویج سے باز رہے۔۔۔۔۔

۲ خواص کاروزہ

عوام کے روزے میں پائے جانے والے اوصاف کے ساتھ آنکھ، زبان، کان، ہاتھ، پاؤں اور باقی اعضاء کو گناہوں سے محفوظ رکھے۔ آنکھ کاروزہ یہ ہے کہ اسے ہر اس چیز سے بچائے، جسے دیکھنا مذموم اور مکروہ ہے۔ حدیث شریف میں ہے :



النظرة سهم مسموم من سهام ابليس لعنه الله فمن تركها خوفا من الله آتاه الله عز و جل ايمانا يجد حلاوته في قلبه----- (احياء العلوم، جلد ۱، صفحہ ۲۴۱)

”بري نظر، شیطان کے زہر آکود تیروں میں سے ایک تیر ہے، سو جو شخص خوف الہی سے اسے چھوڑے (نظر حرام سے بچے) گا، اللہ تعالیٰ اسے ایسا ایمان عطا فرمائے گا، جس کی حلاوت وہ اپنے قلب میں محسوس کرے گا“-----

زبان کو جھوٹ، غیبت، گھبرائے اور فحش گوئی سے محفوظ رکھے اور تلاوت قرآن، ذکر الہی، درود پاک اور دیگر اوراد و وظائف میں مشغول رہے۔ سرکارِ لہ قرار علیہ السلام کا فرمان ہے :

فلا يرفث ولا يجهل فان امرؤ قاتله او شاتمه فليقل اني صائم اني صائم----- (صحیح بخاری، جلد ۱، صفحہ ۲۵۴)

”جب تم میں سے کوئی شخص روزہ دار ہو، وہ جماع کی باتیں نہ کرے اور نہ شور و شغب کرے، اگر کوئی شخص اس کو گالی دے یا اس سے جھگڑے تو وہ یہ کہہ دے کہ میں روزہ دار ہوں، میں روزہ دار ہوں“-----

کابا کو ہر ناجائز اور لغو کلام سننے سے چائے، کسی مجلس میں غیبت ہو رہی ہو تو وہاں سے اٹھ جائے۔ حدیث شریف میں ہے :

المغتاب والمستمع شريكان في الاثم-----

(احياء العلوم، جلد ۱، صفحہ ۲۴۲)

”غیبت کرنے والا اور سننے والا دونوں گناہ میں برابر کے شریک ہیں“-----

اسی طرح ہاتھ پاؤں اور جملہ اعضاء کو حرام کاری سے چائے۔ حرام سے تو دیے بھی چنا ضروری ہے، روزہ رکھ کر حرام سے باز نہیں آئے گا تو ایسے روزے کا کیا فائدہ؟ حدیث پاک میں ہے :

کم من صائم ليس له من صومه الا الجوع و

العطش----- (احياء العلوم، جلد ۱، صفحہ ۲۴۲)



”کتنے ہی روزہ دار ایسے ہیں جنہیں ان کے روزہ سے سوائے بھوک اور پیاس کے کچھ حاصل نہیں ہوتا۔“-----

۳ اخص الخواص کا روزہ

درج بالا دونوں قسموں میں درج اوصاف کے علاوہ ان لوگوں کے روزے میں دل کی حفاظت بھی ضروری ہے۔ دل کو دنیوی خیالات اور بری سوچوں سے پاک رکھے۔ ہر لمحہ یاد الہی میں مشغول رہے، ماسوی اللہ کا خیال نہ لائے۔ یہاں تک کہ ایسے لوگ اس خیال کو بھی روزے کے منافی سمجھتے ہیں کہ دن کو یہ سوچیں کہ روزہ کس چیز سے افطار کروں گا۔-----

کتاب الصوم

فتاویٰ نوریہ کی ”کتاب الصوم“ تین ابواب پر مشتمل ہے، پہلے باب میں گیارہ فتوے ہیں جن میں سے ایک استفتاء ان علاقوں میں روزے کے اوقات سے متعلق ہے، جن میں چھ ماہ کا دن اور چھ ماہ کی رات ہوتی ہے، دو فتوے ان علاقوں کے بارے میں ہیں جن میں غروب اور طلوع آفتاب کا درمیانی وقفہ نہ ہونے کے برابر ہوتا ہے۔ تین فتوے روزہ کی حالت میں انجکشن لگوانے کے متعلق ہیں، جن میں ایک مفصل رسالہ ہے جو ”روزہ اور ٹیکہ“ کے نام سے الگ شائع ہوا تھا۔ باقی فتوے سفر میں افطار، روزہ کی حالت میں تہ اور روزہ کے کفارے سے متعلق ہیں۔-----

دوسرا باب رؤیۃ الهلال کے حوالے سے ہے، اس میں چھ فتوے ہیں جن میں سیدی فقیہ اعظم قدس سرہ العزیز کا ایک رسالہ ”افادۃ المنشئ او کد الامر“ بھی شامل ہے۔ اس رسالہ کے تعارفی کلمات کے ضمن میں مسئلہ رؤیت ہلال کی تشریح کردی گئی ہے۔-----

تیسرا باب اعکاف کے بارے میں ہے، جس میں صرف ایک فتویٰ ہے۔ مزید مسائل باب الاعکاف کے تعارف میں پیش کئے جا رہے ہیں۔-----

چند ضروری مسائل

نماز کی طرح روزہ بھی ہر مسلمان امیر و غریب پر فرض ہے اور اس کے مسائل کی عام



ضرورت پیش آتی رہتی ہے اس لئے کتب فقہ سے چند ضروری مسائل کا خلاصہ پیش خدمت ہے :

۱ رمضان المبارک کے روزے کے لئے مستقل نیت ضروری ہے۔ روزہ (اور یونہی نماز) کے لئے فقط دلی ارادہ کافی ہے، سحری کھانا بھی نیت کے قائم مقام ہے، البتہ مستحب ہے کہ زبان سے نیت کرے۔-----

۲ سحری کھائی اور یہ خیال کیا کہ ابھی رات ہے اور فی الواقع صبح صادق طلوع ہو چکی تھی تو روزہ کی قضا لازم ہے اور (احترام رمضان میں) تمام دن روزہ دار کی طرح اکل و شرب وغیرہ سے باز رہے۔-----

۳ غروب آفتاب سمجھ کر افطار کر لیا بعد میں معلوم ہوا کہ ابھی سورج غروب نہیں ہوا تھا ایسی صورت میں صرف قضا ہے، کفارہ نہیں ہے۔-----

۴ روزہ رکھ کر شرعی عذر (حیض و نفاس وغیرہ) کے بغیر توڑ دینا سخت گناہ ہے، البتہ اس قدر شدید ہمارا ہو جائے کہ روزہ نہ توڑنے سے جان کا خطرہ ہو تو ایسی صورت میں افطار کر بے اور صحت یاب ہونے پر قضا لازم ہے۔-----

مفسدات صوم

کلی کرتے وقت پانی حلق میں اتر گیا، ناک میں پانی ڈالتے ہوئے دماغ کو چڑھ گیا، قصد امنہ بھر تے کی منہ بھرتے آئی اور چنے کے برابر نگلی، ناک یا کان میں دوا ڈالی، حقہ کیا، دانتوں میں انکا ہوا کھانا نگل لیا، پان کھائے اگرچہ تھوک دے اور اس کا اثر حلق تک نہ جائے، حقہ یا سگریٹ پینا، ان تمام صورتوں میں اگر روزہ یاد ہو تو روزہ ٹوٹ جائے گا اور قضا لازم ہوگی۔-----

دانتوں سے خون نکل آیا اور اسے نگل لیا، اگر خون غالب تھا تو روزہ ٹوٹ گیا ورنہ

نہیں۔-----

منہ میں کچے رنگ کا دھاکہ رکھا، جس سے تھوک رنگین ہو گیا اور اسے نگل لیا تو روزہ فاسد ہو

گیا، قضا لازم ہے۔-----



کان میں تیل ڈالا، پیٹ یا دماغ کی جھلی تک زخم تھا، دوائی لگائی، جو دماغ یا معدہ تک پہنچ گئی یا پھر، کنکر یا گھاس وغیرہ کھائی یا رمضان المبارک میں بلانیت روزہ دار کی طرح رہا یا حلق میں بارش کی دنیا اولہ چلا گیا، بہت سے آنسو یا پسینہ نکل گیا، ان تمام صورتوں میں روزہ کی قضا لازم ہے، کفارہ نہیں ہے۔

اگر کوئی شخص رمضان المبارک کے روزہ میں عمدہ یا غذا استعمال کرے یا عمدہ اجماعت کرے تو روزہ ٹوٹ جائے گا اور قضا و کفارہ لازم ہو گا۔ اسی طرح حقہ یا سگریٹ کا عادی شخص تمباکو نوشی کرے تو قضا اور کفارہ لازم ہے۔

جن صورتوں میں روزہ نہیں ٹوٹتا

بھول کر کھانا پینا بھر طیکہ کھاتے ہوئے یاد آ جائے تو فوراً منہ سے اگل دے اور کلی کر لے۔

بلا اختیار گرد و غبار، دھواں، مکھی، مچھر حلق میں چلا جائے، دوران غسل کان میں پانی داخل ہو جائے، خود بخود قے آجائے، اگرچہ منہ بھر کر ہو، آنکھ میں دوائی ڈالے، دانتوں میں پنے سے کم مقدار جو چیز رہ گئی، اسے نکل لیا، دن کو احتلام ہو جائے، بیوی کو بوسہ دے یا چھوئے مگر انزال نہ ہو، ان تمام صورتوں میں روزہ قائم رہتا ہے۔

شیشہ دیکھنے، سنگی لگوانے، تیل ملنے یا سرمہ لگانے سے، اگرچہ ان کا ذائقہ حلق میں محسوس ہو، عطریا پھول سونگھنے، اور مسواک کرنے سے تر ہو یا خشک اگلے پر ہو یا پچھلے پر، روزہ فاسد نہیں ہوتا۔

انجکشن سے روزہ نہیں ٹوٹتا، اس مسئلہ پر اسی کتاب الصوم میں سیدی فقیہ اعظم قدس سرہ العزیز کا تفصیلی رسالہ ”روزہ اور نیکہ“ شامل ہے۔

روزہ کا کفارہ

ایک روزہ بطور قضا رکھے اور پھر (دوماہ) ساٹھ روزے لگا تار رکھے اگر ایک ناغہ بھی ہو گیا تو از



سرفرد دوبارہ پے در پے روزے رکھے۔ اگر اس کی طاقت نہ ہو تو پھر ساتھ مسکینوں کو دونوں وقت پیٹ بھر کھانا کھلائے۔۔۔۔۔

متفرقات

مسافر یا مریض کو افطار کی اجازت ہے، لیکن حتی الامکان روزہ رکھنا بہتر ہے۔۔۔۔۔
سفر سے مراد شرعی سفر ہے، یعنی اوسط رفتار سے تین دن سے کم مسافت نہ ہو۔ اس کا اندازہ ساڑھے ستاون (57.50) میل (92 کلو میٹر) ہے۔۔۔۔۔

جس مسافر نے طلوع فجر سے پہلے سفر شروع کیا، اس کے لئے روزہ ترک کرنا جائز ہے، لیکن جس نے بعد طلوع سفر شروع کیا، اسے اس دن کا روزہ چھوڑنا جائز نہیں۔۔۔۔۔

عورت کے لئے حیض و نفاس کے ایام میں روزہ منع ہے، جتنے روزے رہ گئے ہوں، رمضان المبارک کے بعد پاکیزگی کی حالت میں ان کی قضائی دے، ہاں ان ایام میں نمازیں معاف ہیں۔۔۔۔۔
حاملہ یا دودھ پلانے والی عورت کو روزہ رکھنے سے اگر اپنی یا بچے کی جان کے ضرر کا اندیشہ ہو تو افطار جائز ہے۔۔۔۔۔

مجموعی طور پر کتاب الصوم میں اٹھارہ استثناءات کے جوہات ہیں۔۔۔۔۔

(صاحبزادہ) محمد محبت اللہ نوری



کتاب الضیاء

الاستفتاء



کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اندر یہ مسئلہ کہ دنیا میں بعض ایسے علاقے بھی پائے گئے ہیں جہاں نظام شمسی کے تحت سال بھر میں چھ ماہ دن اور چھ ماہ رات رہتی ہے، احادیث کہ یہ بلکہ نفس قطعی سے یہ ثابت ہے کہ روزہ کا وقت صبح صادق سے غروب آفتاب تک ہے اور اس بات سے بھی ظاہر ہے کہ چھ ماہ کا روزہ نہیں رکھا جاسکتا ہے تو کیا وہاں کے باشندوں پر رمضان المبارک کے روزے فرض ہیں یا نہیں، اگر فرض ہیں تو دنیا کا کونسا علاقہ ہے کہ جس کے دن کی مقدار مد نظر رکھی جائے گی؟

السائل: ڈاکٹر اظہر ملک میونسپل کمیٹی ۲۲ ڈیمپنری ملتان شہر



بسم الله الرحمن الرحيم وصلى الله تعالى على الحبيب الكريم مع التسليم
 ہاں روزے وہاں کے عاقل بالغ مسلمان پر فرض ہیں لقولہ تعالیٰ من
 شہد منکم الشہر (پ ۶)، کیونکہ شہود الشہر سے مراد انسان کا اس ماہ میں
 مکلف ہونا ہے۔ احکام القرآن للامام ابی بکر الجصاص الحنفی علیہ الرحمہ ج ۱ ص ۲۱۶ میں
 ہے ان المراد من الشہود کونہ فیہ من اہل التکلیف اور یونہی ۲۱ میں
 بھی ہے جیسے کہ وہ مرد و عورت جو نہایت پیرانہ سالی کے سبب ایسے کمزور ہو جائیں
 جو کسی موسم میں بھی کبھی روزہ نہ رکھ سکیں یا ایسا مریض جس کے شفا یاب ہونے کی امید
 ٹوٹ چکی ہو اور ہوا تا کمزور کہ کسی موسم میں بھی روزہ ادا نہیں کر سکتا تو ان پر روزہ
 فرض ہو جاتا ہے کیونکہ روزے کے عوض اور بدل پر وہ قادر ہیں جس کا نام فدیہ ہے
 جیسے وہ بے وضو جسے پانی نہ ملے تو اس پر بھی وضو فرض ہے کیونکہ وہ وضو کے
 بدل پر قادر ہے جس کا نام تیمم ہے، قرآن کریم میں ہے وعلى الذين يطيقونه فدية
 طعام مسکین (پ ۶)، بسوط امام حنفی ج ۳ ص ۱۰۰ میں ہے ان الصوم قد
 لزمه لشهود الشہر۔ فتح القدیر ج ۲ ص ۲۷۸ میں ہے لا شک ان من سمع
 ان الشیخ القافی الذی لا یقدر علی الصوم یجزئ عنه الاطعام علم ان
 سبب ذلک عجزہ عجزاً مستمراً الى الموت الخ شامی ج ۲ ص ۱۶۳، مطاوی
 علی الدر ج ۱ ص ۴۶۵ وغیرہ میں ہے المریض اذا تحقق الیأس من الصلحۃ

فعلیہ الفدیۃ لكل یوم من المرض - میزان شرفی ۲۷ ص ۲۰، رحمة الامر من ۱۳
میں ہے واللفظ منها واما المريض الذي لا يرجى بروه والشيخ الكبير
فانه لا صوم عليهم ما بل تحب الفدیۃ عند ابن حنیفۃ وهو الاصح
من مذهب الشافعی - البتہ کتب شافعیہ میں ایسے علاقوں کے متعلق ہے کہ وہ
لوگ ایسے نزدیک ترین علاقہ کے لحاظ سے اوقاتِ سحری و افطاری مقرر کر لیں جہاں وزہ
رکھا جاسکتا ہے۔ شامی ج ۱ ص ۳۸، عطاوی علی الدر ج ۱ ص ۱۵، میں ہے والمنظم
له وکذا یقندرون فی الصوم لیلہم یا قرب بلدیہم ثم یمسکون الی الغروب
یا قرب بلد الیہم علی ما قالہ الزکشی وابن العمار - واللہ تعالیٰ
اعلم وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیب والہ واصحابہ وبارک وسلم۔

عزہ الفقیر الی الخیر محمد نور اللہ انعمی غفرلہ

۲۱ رمضان المبارک ۱۳۸۸ھ ۱۲/۱۳

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متبیین درج ذیل مسائل پر پیش آمدہ کے

بارہ میں :-

- ۱۔ بلغاریہ یا ڈنمارک وغیرہ علاقوں میں سال کے اندر چند راتیں دو گھنٹے کی ہوتی ہیں بلکہ بعض دنوں میں تو سورج کا طلوع شفق کے غروب سے قبل ہو جاتا ہے، ان جگہوں میں نماز پنجگانہ کن کن اوقات میں قضا کیا اور پڑھنی ہوں گی خصوصاً عشاء و تراویح کی نماز کے اوقات کیسے متعین کئے جائیں گے ؟

۲۔ ان علاقوں میں رمضان کے روزوں کے لئے وقت کا تعین کیسے کیا جائے گا؟

۳۔ ان علاقوں میں ایام تشریق و قربانی کا تقرر کیسے ہو؟

۴۔ ان علاقوں میں عشرہ اخیرہ رمضان برائے اعتکاف کا تعین کیسے ہو؟
بینو اب السیطہ والتفصیل توجروا عند اللہ الکیم الجلیل۔

العارض : جامعہ رضویہ ضیاء العلوم سبز مینڈی راولپنڈی شہر



ایسے بلاد کے ایسے ایام سال بھر میں تقریباً چالیس ہوتے ہیں، شامی ج ۱ ص ۲۳۵ میں ہے فی اربعینۃ الصیف۔ ان میں عشرہ کے علاوہ سب نمازوں کے اوقات حسب معمول پائے جاتے ہیں ان کو ان کے اپنے مقررہ اوقات میں ہی ادا کرنا لازم ہے لنصوص الكتاب والسنة اور نماز عشرہ کا وقت مفقود ہے، اس کے متعلق ہمارے امام الامام عظیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور آپ کے تلامیذ راشدہ سے کتب مذہب مہذب میں کچھ منقول نہیں بلکہ چوتھی صدی تک کے کسی عالم مشہور حنفی سے کوئی فتوے نظر نہیں آیا لہذا پانچویں صدی کے ائمہ کے سامنے جب یہ مسئلہ آیا تو مختلف فتوے دئے گئے چنانچہ حضرت شمس الامام عبدالعزیز احمد علوانی یا علوانی بخاری رحمہما کا

وصال پانچویں صدی ہجری کے ۴۴۸ھ یا ۴۴۹ھ میں ہے کما فی الجواہر المصنیۃ
ج ۱ ص ۳۱۸ والفوائد البہیۃ ص ۸۱، ۸۲، وایضاً فی الفوائد ذکر سنت
اثنین وخمسين واربع مائة وعن الذهبی ست وخمسين واربع
مائة) کی خدمت میں حسب نقول مذہب سے اول یہ سوال پیش کیا گیا تو آپ
نے وجوبِ عشاء ووتر کا فتوے دیا، بعد ازاں یہ سوال شیخ کبیر سیف السنۃ سیف الدین
بقالی کی خدمت میں پیش ہوا تو آپ نے عدم وجوب کا فتوے دیا۔ جب یہ جواب
حضرت شمس الاممہ کو پہنچا تو آپ نے ایک سائل کو حضرت سیف بقالی کی خدمت میں بھیجا
کہ جامع مسجد خوازم میں عوام کی موجودگی میں شیخ بقالی کی خدمت میں یہ سوال کرے کہ جو
شخص پانچ نمازوں میں سے ایک نماز سا فطر کرے اس کے متعلق آپ کا کیا فتویٰ
ہے؟ کیا وہ کافر ہے؟ تو حضرت بقالی نے سمجھتے ہوئے کہ سوال میرے ہی فتوے
پر ہے فوراً فرمایا جس شخص کے دونوں ہاتھ کٹے ہوں اس کے وضو کے فرائض
کتنے ہیں؟ تو سائل نے کہاتین ہیں کیونکہ چوتھے فرض کا محل نہیں رہا تو حضرت بقالی
نے فرمایا کہ اسی طرح پانچویں نماز اس لئے سا فطر ہے کہ اس کا وقت نہیں پایا گیا
جب یہ جواب علوائی کو ملا تو آپ نے پسند فرمایا اور اپنے فتوے سے رجوع کرتے
ہوئے حضرت بقالی کی موافقت فرمائی کہ ایسے شخص پر نمازِ عشاء نہیں کما فی
فتح القدیر ج ۱ ص ۱۹۷ والکبیری ص ۲۲۸ و ۲۲۹ والصغیری ص ۱۲۹
والشامیہ ج ۳ ص ۳۳۱ وشرح الملا مسکین علی الكنز ص ۳۸۔
بعد ازاں برہان کبیر جن کو برہان الدین اکبیر والصد اکبیر و بہان الاممہ بھی کہا جاتا

۳۸ ان کا سن وفات نہیں ملا مگر چونکہ سوال بعد ازاں پیش ہوا تو معلوم ہوا کہ یہ بھی پانچویں صدی کے عام ہیں ۱۲ مئی
۳۸ کما فی فوائد البہیۃ (طبع کوہ نور دہلی) وغیرہا ۱۲ منہ غفرلہ



ہے جو حضرت شمس الامۃ حلوائی کے تلمیذ رشید شمس الامۃ محمد بن احمد بن ابی سہل بخری کے تلمیذ رشید ہیں جن کا نام نامی عبدالعزیز بن عمر ہے، سے یہ سوال کیا گیا تو آپ نے وجوب کا فتوے دیا کما فی التبیین ص ۸۱ والشامیۃ ج ۱ ص ۳۳۶ والفتح ص ۱۹۰، ولكن فيه بدل البرهان البرهان في بياہ النسبة ولعل الكاتب غلط والصحيح البرهان کما فی التبیین وغیرہ مگر فنیۃ المستملی کبیری ص ۲۲۸ اور صغیری ص ۱۲۹ میں ہے کہ حضرت برہان الامۃ اور ان کے تلمیذ رشید ظہیر الدین مرغینانی نے عدم وجوب کا فتوے دیا ونصہ ورد فتویٰ فی زمن الصدر برهان الامۃ انا لا نجد وقت العشاء فی بلدتنا هل علينا صلوة فکتب لیس علیکم صلوة العشاء وبہ افقی ظہیر الدین مرغینانی۔



تو معلوم ہوا کہ برہان الامۃ سے نقل میں اختلاف ہے، تبیین وغیرہ میں وجوب کا قول نقل کیا اور کبیری و صغیری میں عدم وجوب منقول ہوا مگر قرین قیاس یہ ہے کہ صحیح یہی ہے کیونکہ حضرت علی کی نقل برہان کبیر کے استاذ شمس الامۃ حلوائی کے فتویٰ کے مطابق ہے اور یونہی برہان کبیر کے شاگرد ظہیر الدین مرغینانی کے فتوے کے مطابق ہے اور کبیری و صغیری کے مطابق مولانا عبدالحی صاحب نے الغوائد البہیر ص ۳۲ کے ساشیہ میں زاہدی کی شرح قدوری سے بھی نقل فرمایا ہے تو جب برہان کبیر کے استاذ اور شاگرد دونوں عدم وجوب کے قائل ہیں اور برہان کبیر سے نقل مختلف ہے تو ظاہر یہی ہے کہ وہ بھی عدم وجوب کے قائل ہیں واللہ تعالیٰ اعلم بحقیقۃ الحال۔

برمال فتح القدیر میں حضرت سیف الدین بقالی کے استدلال علی عدم الوجوب کا جواب دیتے ہوئے قول وجوب کو اختیار فرمایا حیث قال ولا یرتاب متامل

عمہ درالمتار میں ہے وبہ افقی البقالی ووافقه الحلوائی والمرغینانی ۱۲ منہ غفرلہ

فی ثبوت الفرق بین عدم محل الفرض و بین سببه الجعلی الذی جعل علامته علی الوجوب الخفی الثابت فی نفس الامر و جواز تعدد المعارف للشیء فانستفاد الوقت انتفاء المعرف و انتفاء الدلیل علی شیء لا یستلزم انتفاءه لجواز دلیل اخر و قد وجد وهو ما تواطئت اخبار الاسرار من فرض الله تعالی الصلاة خمساً الا

اس کا محل یہ کہ متطوع الیدین والعلین پر فاقد الوقت کا قیاس نہیں ہو سکتا کیونکہ متطوع الیدین کا عمل فرض مجموعہ ہے غلطی سے اور فاقد الوقت کا سبب جو معدوم ہے وہ جعلی ہے اور یہ کہ شے کے معارف یعنی علامات و دلائل متعدد ہو سکتے ہیں تو وقت کا انتفاء دلیل کا انتفاء سے بڑا درستی شے کی دلیل کا منتفی ہونا اس شے کا انتفاء نہیں کیونکہ کوئی اور دلیل بھی ہو سکتی ہے جو سندہ ہذا میں موجود ہے کہ احادیث کثیرہ سے ثابت ہے کہ ہر ایک شخص پر پانچ نمازیں فرض ہیں اس میں کسی علاقے یا قطر کے رہنے والوں میں سے کسی کا استثناء نہیں اور حدیث و قال سے بھی ثابت ہے کہ پانچ نمازیں فرض ہیں اور ایک سالہ دن میں اندازے سے ہر ایک جو بیس گھنٹے میں پانچوں نمازیں واجب ہیں لہذا فاقد وقت عشاء پر نماز عشاء لازم ہے۔

دلیل نمبر ۲ کا جواب یہ ہے کہ یہ سبب جعلی کس کے جعل سے ہے و منو کے عمل غلطی کا خالق و جاعل ہی اس سبب جعلی کا بھی جاعل ہے وہ وہی ہے جس نے فرمایا انی جاعل فی الارض خلیفۃ، اور یوں بھی کوئی فرق نہیں کہ محل غسل غسل کی ظرف مکان ہے اور وقت نماز نماز کی ظرف زمان ہے تو ظرف ظرف میں کیا فرق؟ و قد صرح بـ الاصولیون بان الوقت ظرف للصلاة و ذاملاً یخفی فانتمی الفرق و صح الاستدلال۔

دلیل نمبر ۲ کا جواب یہ ہے کہ واقعی یقیناً احادیث کثیرہ پانچ نمازیں ثابت ہیں مگر یہ امر بھی یقینی ہے کہ ان کے پانچ وقت بھی آیات و احادیث سے متعین و متقرر ہیں قال



اللہ تعالیٰ ان الصلوة كانت على المؤمنين كتابا موقوتا۔ تفسیر ابن جریر
ص ۲۹۳ میں ہے یعنی مکتوبہ موقتہ فی اوقات محدودة فلا يجوز
اخراجها عن اوقاتها على اى حال۔ معالم التنزيل ج ۱ ص ۲۹۳ میں ہے فرجنا
موقتا وقتہ اللہ علیہم وقد جاء بيان اوقات الصلوة فی الحديث
ابن کثیر ج ۱ ص ۵۵۰ میں حضرت ابن عباس اور ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے بیان
للصلوة وقتا کو وقت الحج۔

قرآن کریم کی بکثرت آیات میں اقامت و محافظتِ صلوات کا حکم ہے اور اقامت و
محافظت کا معنی مفسرین کرام نے پابندیِ اوقات اور دیگر شرائط و ارکان سے ادا کرنا بیان
فرمایا ہے۔ غازن اور معالم ج ۱ ص ۲۶ میں ہے والنظم من المعالم قوله تعالى
ويقيمون الصلوة اى يديمونها ويحافظون عليها فى مواقيتها الخ ،
تفسیر ابن کثیر میں قتادہ سے ہے اقامة الصلوة المحافظة على مواقيتها الخ اور
یونہی مقاتل بن حیان سے بھی نقل فرمایا۔ نیز در المنثور ج ۱ ص ۲۴ میں بھی حضرت قتادہ سے
یہی منقول ہے۔ معالم اور غازن ج ۱ ص ۲۶ میں ہے واقیموا الصلوة یعنی الصلوات
الخمس بمواقيتها وحدودها۔ نیز معالم و غازن ج ۱ ص ۲۰۶ میں بکلمات متقاربه
ہے قوله تعالى حافظوا على الصلوات والصلوة الوسطى اى واظبوا
وداؤموا على الصلوات المكتوبات بمواقيتها الخ در المنثور ج ۱ ص ۲۹۳
میں ہے المحافظة علیہا المحافظة على وقتها، نیز ج ۱ ص ۲۹۶ میں شد
مرفوع عن ابی الدرداء میں ہے من حافظ على الصلوات الخمس على وضوئهن
وركوعهن وسجودهن ومواقيتهن، نیز ج ۱ ص ۲۹۵ کی احادیث مرفوعہ
سے حضرت حنظلہ کی حدیث میں بعینہ یہی کلمات ہیں اور حضرت ام المؤمنین سمریہ صدیقہ و صفا
کی حدیث مرفوعہ میں ہے حافظ على وضوئها ومواقيتها۔ حضرت انس کی حدیث



مرفوع میں ہے من صلی الصلوات لوقتہا اور یونہی حضرت کعب بن عجر سے بھی یہی کلمات ہیں اور یہ حدیث ہے بھی قدسی نیز ج ۱ ص ۲۹۶ میں حضرت عبداللہ بن مسعود کی حدیث مرفوع قدسی میں بنے وعزقی وجلالی لا یصلیہا عبد لوقتہا الا ادخلتہ الجنة - تفسیر بن کثیر ج ۱ ص ۲۹۰ میں اسی آیت کے تحت ہے یا مرتعالی بالمحافظة علی الصلوات فی اوقاتها وحفظ حدودها وادائها فی اوقاتها کما ثبت فی الصحیحین عن ابن مسعود قال سألت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ای العمل افضل قال الصلوة لوقتہا الحدیث تفسیر طبری ج ۲ ص ۳۴۲ میں ہے واظبوا علی الصلوات المکتوبات فی اوقاتها نیز حضرت مسروق تابعی سے بالاسناد بن جہا المحافظة علیہا المحافظة علی وقتہا واداء الحفاظ علیہا الصلوة لوقتہا - تفسیر بیضاوی ج ۱ ص ۱۱۵ میں ہے بالاداء لوقتہا - تفسیر مظہری ج ۱ ص ۳۴۲ میں ہے بالاداء لوقاتها والمداومت علیہا بلکہ خود فتح القدیر شرح البدایہ میں بھی یہی معنی ہے، ج ۱ ص ۱۹۱ میں ہے ومحافظة اداؤها فی اوقاتها۔

ایسی آیات اور مفسرین کرام کے اقوال اتنی کثرت سے ہیں کہ ان کا احصار اس مختصر فترے میں مشکل ہے، بطور نمونہ اسی پر اکتفا رہے اور یونہی احادیث کثیرہ اس کثرت سے ہیں کہ ان کا احاطہ بھی متعذر، ان احادیث میں احادیث فعلیہ اور تقریریہ کی کثرت قولیہ سے نسبت بہت ہی زائد ہے والعاقبت تکفیف الاشارة، بلکہ پانچ نمازوں کے پانچ نام ہی بتا رہے ہیں کہ مخصوص اوقات ہیں اور نماز عشر کا نام تو صراحۃً قرآن کریم میں بھی ہے سورہ نور کا نورانی ارشاد ہے من بعد صلوٰۃ العشاء اور احادیث مرفوعہ اور اقوال صحابہ و تابعین سے بھی اس نماز کا یہ نام روز روشن کی طرح ثابت ہے جو آج تک برابر استعمال ہو رہا ہے۔





بہر پنج احادیث سے پانچ نمازیں ضرور ثابت ہیں مگر وہ پانچ میں کونسی نمازیں؟ وہ یقیناً یہی پانچ ہیں صلوٰۃ الفجر، صلوٰۃ الظهر، صلوٰۃ العصر، صلوٰۃ المغرب، صلوٰۃ العشاء، تو یہ کہنا کہ وقت معرفت و دلیل ہے، انتفاء دلیل سے انتفاء ثبوتی لازم نہیں آتا، شے کے لئے اور دلیل کا ہونا بھی جائز ہے جو یہاں موجود ہے (یعنی تعجب نیز ہے، وہ دلیل یقیناً یہی پانچ نمازیں ثابت کرتی ہے جن کے لئے یہ پانچ اوقات ظروفاً میں جن کی معرفت مخصوص انہی اوقات سے ہوتی ہے کہ ان کے ساتھ مضاف الی الاوقات میں اور مضاف الی المعرفہ مضاف الیہ سے تعریف حاصل کرتا ہے کما صرح بہ النحاة فی کتبہم اور یونی لایم تعریف بھی مفید تعریف ہے جو قرآن کریم میں ہماری نمازوں کی اقامت کے بیان میں کیسی آیات میں ہے مثلاً واقسم الصلوٰۃ طرف النہار و زلفا من اللیل اور والذین صبروا وابتغوا وجہ ربہم واما موا الصلوٰۃ و غیرہا من الایات اور یہی فرمایا ان الصلوٰۃ تنہی عن الفحشاء و المنکر اور اضافت معنویہ کے ساتھ مضاف الی ضمیر الخطاب ہے ولا تجہر بصلواتک اور مضاف الی ضمیر المؤمنین النابین جبنا چار مرتبہ ہے مثلاً وہم علی صلاتہم یحافظون و غیرہا من الایات اور ایک بار مضاف الی یا ربکم ہے قل ان صلاتی و نسکی اور ایک مرتبہ الصلوٰۃ ہے حافظوا علی الصلوٰۃ و الصلوٰۃ الوسطی اور ایک مرتبہ صلوٰۃ تم ہے والذین ہم علی صلاتہم یحافظون تو کیا بیلۃ الاسراء کی خمس صلوٰۃ ان آیات کثیرہ اور خود اسماء الصلوٰۃ سے معین و مقرر نہیں ہوئیں کہ اب بھی اس نکارت کو دلیل بنایا جائے اور آیات کی طرح احادیث کثیرہ میں بھی الصلوٰۃ اور الصلوٰۃ معرفہ بلام العمد اور مضاف الی المعارف نہایت ہی کثرت سے کتب صحاح و غیرہ میں موجود ہیں بلکہ خود محقق علیہ الرحمۃ نے بھی اپنے اسی استدلال میں الخمس معرفہ باللام ذکر فرمایا و نصہ و قد وجد و هو ما تواطأت اخبار الاسراء من فرض اللہ تعالیٰ الصلوٰۃ خمساً

بعد ما امروا ولا بخمسین شہا استقر الامر علی الخمس شہا
عاما فحصل الحق وحصل المطلوب اور پونہی حضرت محقق علیہ الرحمۃ
نے اس حدیث پر شک سے استدلال کیا جس میں خمس صلوات ہے و کذا قال صلی اللہ
علیہ وسلم خمس صلوات کتبہن اللہ علی العباد ما لانکہ یہ استدلال بھی
محض مسامحت پر مبنی ہے۔

یہ حدیث سنن نسائی میں ۸۰ اور مؤطا امام مالک ص ۴۳ پر حضرت عبادہ بن صامت
سے ہے، اس میں علی العبادۃ سے آگے ہے من جاز بہن لمد یضیع منہن
شیئا جس سے ثابت ہو رہا ہے کہ وقت میں ادا نہ کرنے کو بھی اصنامت شامل ہے بلکہ
ابوداؤد میں ۶۷ میں یہی حدیث باس کلمات مبارکہ ہے خمس صلوات افترضہن
اللہ عزوجل من احسن وضو بہن وصلاتھن لوقتمہن اس میں وقت خاص
کی قید نہ مخصوص ہے والا حدیث تفسر بعضہا بعضا، قاعدہ مسلمہ ہے
فاصل محل الاستدلال۔ پھر الصلوات الخمس معروف باللام بھی احادیث میں وارد ہے
حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث متفق علیہ میں ہے فذلک مثل الصلوات
الخمس ینسجوا اللہ بہن الخطایا، اور انہی سے سلم میں ہے الصلوات الخمس
والجمعة الی الجمعة الحدیث۔ پھر حدیث حضرت امامہ میں صلوات خمسکم
بھی ہے تو کیا ان احادیث سے خمس صلوات کی نکارت زائل نہیں ہوتی بلکہ تکیہ تعظیم کے
لئے بھی ہوتی ہے کما بنین فی محلہ تو یہاں بھی ظاہر ہے کہ تعظیم کے لئے ہے
یہ سب بطریق ارفاء العنان ہے ورنہ شب اسرار میں خمس صلوات کی فرضیت سے بھی بطریق

۱۔ ہذا ان کان المراد من الخمس الخمس المبین وان کان المراد خمس الذی

مر فاما استقر الامر الاعلیٰ الخمس المبین المعین ولا عمل الا بعد البیان ۱۲ من غفر

اجمال ہی اور اجمال کا حکم یہ ہے کہ بیان مجمل سے قبل اس پر عمل نہیں ہو سکتا، حاشی ص ۷
 اور ۸ میں ہے وحکمہ التوقف فیہ علی اعتقاد حقیقۃ المراد بہ الی ان یتاہد
 البیان۔ متار مشن نور الانوار ص ۹۲ میں ہے وحکمہ اعتقاد الحقیقۃ فیما هو
 المراد والتوقف فیہ الی ان تبین ببيان المجمل كالصلوة والزکوة
 والتمائم ہے ولا یخفی توقف وجوب الاداء علی العلم بالکیفیۃ۔ ثانی
 ج ۱ ص ۳۳۱ میں فرمایا وقولہ ولا یخفی الذی جواب سوال حاصلہ ان الصبح
 اذا کان اول الخمس وجوباً فکیف ترکہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم
 صبیحۃ الاسرار مع وجوبہ علیہ لیلًا و بیان الجواب انہ وان
 کان واجبا لا یجب الاداء قبل العلم بالکیفیۃ لان الخطاب بالمجمل
 قبل البیان یفید الابتلاء بـاعتقاد الحقیقۃ فی الحال وانما یجب
 العمل بعد البیان کما ذکرہ الاصولیون طحاوی ج ۱ ص ۱۷۳ میں ہے
 قوله فلذا ای لتوقف وجوب الاداء علی العلم بمواجب الدنیا وراس
 کی شرح زرقانی ج ۷ ص ۲۸۶ میں ہے (فند کر الحدیث وفیہ رد علی من
 زعم ان بیان الاوقات انما وقع بعد الهجۃ والحق ان ذلك وقع
 قبلہا ببيان جبریل صبیحۃ المعراج رویدہا ببيان النبی
 صلی اللہ علیہ وسلم کما دللت علیہ الاحادیث۔ اور جب قرینت نفس
 کا بیان بقید الاوقات ہے تو وقت نہ پائے جانے کی صورت میں وجوب الاداء نہیں
 پایا جائے گا اور جب ادا نہ ہوئی تو قضا کیسی؟ یہی حدیث دجال تو وہ شرع جدید ہے
 اور خلاف قیاس ہے تو اس پر قیاس نہیں ہو سکتا۔ شرح مسلم للنووی ج ۲ ص ۱۸۷
 مرقاة علی مشکوٰۃ ج ۱ ص ۱۹۵ میں ہے قال القاضی وغیرہ ہذا حکم
 مخصوص بنذلک الیوم شرعہ لنا صاحب الشرع قالوا لولا



ہذا الحديث وولکنا الى اجتهادنا لاقتصرنا فيه على الصلوات
الخمس عند الاوقات المعروفة في غيره من الايام کبیری ص ۲۳۰
میں ہے والقیاس على ما في حديث الدجال غير صحيح لانه لا
مدخل للقياس في وضع الاسباب ولکن سلم فانما هو فيما لا يكون على
خلاف القیاس والحديث ورد على خلاف القیاس فقد نقل
الاكمل في شرح المشارق عن القاضي عياض انه قال هذا حکم
مخصوص الخیراسی میں ہے ولکن سلم القیاس فلا بد من المساواة
فلا مساواة فان فيما نحن فيه لم يوجد زمان يقدر للعشاء فيه
وقت خاص بها والمفاد من الحديث انه يقدر لكل صلوة وقت
خاص بها ثم وقد نقله الشامي مقررا ببل مجيبا عما اورد عليه
بانه ليس من باب اللاحاق دلالة وبأن قوله ان ما نحن فيه لم يوجد
زمان يقدر للعشاء فيه وقت خاص ممنوع فاجاب الشامي ج ۱،
ص ۳۸ عن الاعتراضين وقال في اخراج الجواب فان اللاحاق
دلالة مع عدم المساواة فلو كان بطريق اللاحاق او القیاس
لجعلوا لها وقتا خاصا بها تكون فيه اداء وانما قدروه موجودا
لايجاب فعلها بعد الفجر اور اس میں مطاوی کا دعائے الحاق دلالت کا
بھی جواب آگیا، رہا شامی کا یہ کہنا والاحسن فی الجواب عن المحقق الکمال
ابن الہمام انه لم یذکر حدیث الدجال لیقیس علیہ مسئلتنا
اولیٰ حقہا بہ دلالت وانما ذکرہ دلیل علی افتراض الصلوات
الخمس وان لم یوجد السبب افتراضا عما بالکل غیر مفید اور بے سود
ہے لان الافتراض لا یشبت بخبر الواحد ولما من من اثبات



الاورقات للصلوات ولأن كون الوقت بعد الغروب الى انتهاء الشفق لصلوة المغرب وبعد طلوع الفجر الى طلوع قرن الشمس لصلوة الفجر قطعي لا يرتفع جزر منها بخبر الواحد حتى يقدر للعشاء خصوصا اذا كان الخبر خاصا بالموارد خلافا للقياس ولا يقاس عليه ولا يلحق به دلالة ايضا كما قاله بل اقرب الشامي نفسه فكيف يفيد ذكره في مسئلتنا هذه وانظرا الغنية تغفلت و تجلبك عن ما قال المحقق عليه الرحمة -

بہر حال یہ مسئلہ وجوب العشاء والوتر کا کتب متداولہ میں سے بالجزم فتح الفقیر میں ہے وقال الشامي وقد اقر ما ذكره المحقق تلميذاه العلامة المحققان ابن امير حاجب والشيخ قاسم اقول ولما حصل الجواب عما ذكره المحقق حصل عن اقرارهما ايضا اور يورثني بحق عليه الرحمة کے اتباع میں ابن الشحنة کی تصحیح کا جواب بھی ہو گیا، پھر اس تصحیح کی بنا پر صاحب تنویر کا متن میں ذکر بالجزم کرنا اور اس کی شرح منہ الغفار میں یہ دعویٰ کہ مذہب ہے، بالکل بے جا اور پادر ہوا ہے، جب مبنی و مأخذ کا جواب ہو گیا تو سب کا جواب ہو گیا اور جب ہم سے ائمہ مذہب رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے ثابت ہی نہیں نہ صراحتہ اور نہ کنایتہ اور نہ ہی ان کی کسی عبارت سے استنباطاً، تو مذہب کیسے بنا؟ لہذا در المختار میں اس کی تصنیف فرمائی جیٹ قال اختاره الكمال و تبعه ابن الشحنة في الغارہ فصحة فزعن المصنف انه المذهب شامی ج ۱ ص ۳۳۶ میں ہے بقولہ

عمہ كما صرح به المصنف في شرح منہ الغفار كما نقله الطحطاوي في

حاشية المراق ۱۳ من غفر له



فزع المصنف الخ ای حیث جزم بـ وعبر عن مقابله بقیل
ولذا نسب فی الامتداد الی الوهم ططاوی علی الدر ج ۱ ص ۱۶۶ میں ہے فیہ
اشارة الی ضعفہ نیز در المختار میں فرمایا قلت ولا یساعده حدیث الدجال
شامی ج ۳ ص ۳۸ میں ہے الضمین (ای الغائب مفعول لا یساعده)
راجع الی ما ذکرہ الکمال نیز تنویر الابصار گوئن ہے مگر ان متون مقبرہ سے
نہیں جو نقل مذہب کے لئے ہیں، فتاویٰ رضویہ ج ۱ ص ۸۱۰ کے منہج میں ہے قدرأیت
التنویر یدخل روایات عن القنیة مع مصادمتها للمذہب
المنصوص علیہ فی کتب محمد کما بینت بعضہ فی کتابی
کفل الفقیہ الفاہر ہذا۔

اور متعدد متون مقبرہ اور شروح معتدہ اور حواشی و فتاویٰ موثق بہا میں عدم
وجوب عشاء و نذر پر جزم و اعتماد ہے حضرت امام حافظ اللہ والدین ابوالبرکات
عبد الباقی بن محمد و نسفی کنزالقائین ص ۱۹، اور حضرت محقق و مدقق محمد بن فراموزی خاثر
پنے شمرہ آفاق شاہکار فرمایا الاحکام متن اور اس کی شرح در الاحکام ص ۵۲ اور حضرت

سہ شرح نور الایضاح للمصنف العلامة الشرنبلالی علیہ الرحمة ۱۲ منہ غفرلہ

۱۔ فتاویٰ رضویہ ج ۱ ص ۸۱۰ کے منہج میں کنزالقائین کا شمار متون مؤمنہ نقل مذہب میں فرمایا ۱۲ منہ غفرلہ
۲۔ یہ متن اور شرح نہایت ہی بلند پایہ ہیں، صاحب در المختار نے ان ہی سے اکثر مسائل اس اعتماد
سے لئے ہیں کہ خطبہ میں فرمایا و ما کان فی الدرر و الغرر لہ اعزہ الی ما سدر ۱۲ منہ غفرلہ





شیخ علامہ ابراہیم بن محمد علی ملتقی البحر ص ۷۱، حضرت علامہ ابو الاغلاص حسن بن عمار وفائی شرنبلالی جو نہایت بلند پایہ محقق ہیں، اپنے مشہور متن نور الایضاح اور اس کی شرح مراقی الفلاح ص ۱۰۵ میں بکلمات متقاربہ فرماتے ہیں والنظم للامام النسفی من لم یجد وقیمہما لم یجبا۔ حضرت امام اجل فخر الدین عثمان بن علی زلیعی کنز الدقائق کی معتد شرح تبیین الحقائق ج ۱ ص ۸۱، حضرت علامہ بدر الدین محمود بن احمد یعنی شرح کنز الدقائق رز الحقائق ص ۱۹ اور علامہ ابراہیم علی غنیۃ المستمل کبیری ص ۲۲۸ اور صغیر ص ۱۲۹، ملا مسکین علی کنز ص ۳۸ اور محیط سے جامع الرموز کے ص ۵۲ میں ہے والنظم للامام الزیلعی من لم یجد وقت العشاء والوتر بان کان فی بلد یطعم الفجر فیہ کما تغرب الشمس او قبل ان یخیب الشفق لعدیجا علیہ لعدم السبب وهو الوقت۔ حضرت علامہ ابو الاغلاص شرنبلالی غنیۃ ذوی الاحکام حاشیۃ الدرر ص ۵۲ مفتہ الثانی علی البحر میں حضرت علامہ شامی ص ۲۴ میں فرماتے ہیں والنظمہا

لہ یہ بھی نہایت عظیم الشان متن ہے، کشف الظنون ج ۲ ص ۸۱۴ میں ہے بلغ صیۃ فی الافاق ووقم علی قبولہ بین الحنفیۃ والاتفاق، حضرت علامہ شرنبلالی غنیۃ ذوی الاحکام حاشیۃ الدرر ص ۵۲ میں فرماتے ہیں والنظمہا فاضل شامی مؤمن معتدہ لغ الذہب سے ہے ۱۲ من مغرر

۱۷ مل حضرت علیہ الرحمۃ فتاویٰ رضویہ ج ۳ ص ۳۸۲ میں فرماتے ہیں "شارح کنز جہنم کی جلالت شان آفتاب فیروز روشن تریا، نام متن علی الاطلاق سے مقدم اور انکے مستند ہیں" نیز منبہ مذکورہ میں حسین کاشاشرودج منبہ ویں فرمایا ۱۲ من مغرر ۱۷ کشف الظنون ص ۸۸۶ میں فرماتے ہیں ان الشیخ ابوالہیم بن محمد الحلبي الف شرحا جامعاً کبیراً فی مجلد سہ غنیۃ المستمل فاقبل علیہ الناس وتلقاه الفضلاء بالقبول (الی ان قال ثم اختصر تسہیلاً للطالبین، حضرت نے یہی اسی منبہ میں فرودج منبہ ویں فرمایا ۱۷ من مغرر

۱۷ ان دو حاشیہ تبارک حضرت نے اسی منبہ میں حاشی منبہ ویں فرمایا ۱۲ من مغرر

اقول ردہ (ای اختیار وجوب العشاء والوتر) العلامة الحلبي شاح
المنية ووافقہ العلامة الباقا فی شرحہ علی الملتقى والشربلائی
فی امداد الفتاح وحواشیہ علی الدر والعلامة نوح افندی فی حاشیہ
الدر وکذا اخ المؤلف (ای صاحب البحر) فی نہرہ و تبعہم الشیخ
علاء الدین الحصفکی فی شرحہ علی التنویر۔ الدر المختار ص ۴۵۰۔ الدر المنقہ شرح
الملتقى ج ۱ ص ۱۱ میں حضرت علامہ شیخ علاؤ الدین حصفکی فرماتے ہیں والنظم من الدر
وب جزم فی الكنز والدر والملتقى وب افنى البقالی ووافقہ الحلوانی
والموعینانی ورجحہ الشربلائی والحلبی ووسعانی المقال ومنعاً
ما ذکرہ الکمال قلت ولا یساعده حدیث الدجال الی ان قال (لأن
المعقود فیہ العلامة لا الزمان واما فیہا دای فی مسئلتنا) فقد فقد الامران
حضرت علامہ زین الدین ابن النجیم الاشباہ والنظائر ص ۵۹۶، مشائخ وفضلاء دولت
عالمگیریہ فتاویٰ عالمگیریہ ج ۱ ص ۱۵، حضرت امام طاهر بن احمد بخاری خلاصۃ الفتاویٰ ج ۱ ص ۶۶
میں فرماتے ہیں والنظم من الخلاصۃ فلو کانوا فی بلدۃ اذا غربت الشمس
طلع الفجر لا یجب علیہم صلوۃ العشاء کما ذکرنا قائلین وغیرہ منون موضوعہ لنقل

۱۔ فتاویٰ رضویہ ج ۳ ص ۴۲۳ میں فرمایا "در مختار کچھ علم کی وہ در مختار ہے کہ جب سے تصنیف ہوئی مشارق
مغرب ارض میں فتاویٰ کے ذریعہ حقی کا گویا مداس کی تحقیقات عالیہ و تدقیقات عالیہ پر ہو گیا الخ ۱۲ من غفرلہ
۲۔ یہ بظاہر متن ہے مگر اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ نے فرمایا فہما مرتبتہ الا فی الفتاویٰ
لہذا اس کا شمار فتاویٰ کے ساتھ ہوا ۱۲ من غفرلہ

۳۔ منیہ نہ کدہ میں ان دونوں کا شمار فتاویٰ کے معتبہ میں فرمایا ۱۲

من غفرلہ



المدہب میں ندم و وجوب عشا۔ و در پرچزم بتا ہے کہ مذہب یہی ہے کہ گوائمہ مذہب سے یہ مسئلہ صراحتہ منقول نہیں مگر اصول مذہب میں وقت کا سبب اور شرط اور ظرف بیان کرنا بتاتا ہے کہ یہی مذہب ہے کیونکہ سبب کے سوا مسبب نہیں اور شرط نہ ہو تو مشروط نہیں اور ظرف کے بغیر مظروف نہیں، اور یونہی شروع و حواشی معتبرہ میں اس کا ذکر و تعلیل بھی یہی پتہ دیتا ہے اور یونہی اشباہ میں بھی صرف اسی پر اقتضار اور فتاویٰ ہندیہ (جو جلیل القدر فضلاء العصر کے اتفاق و اطلاق سے صحیح و معتد مسائل پر بامروہ انتظام خصوصی حضرت غازی ابو المظفر عالمگیر اورنگ زیب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم لکھا گیا) کا صرف عدم وجوب بھی بالجزم ذکر کرنا اور حضرت امام طاہر بن احمد کا خلاصۃ الفتاویٰ میں اپنی دو مطول کتابوں سے صرف عدم وجوب کی تخصیص و تخلص بھی اس کے مذہب و معتد ہونے کی یقین دہانہ دلیل ہیں خصوصاً امام طاہر کا وقت العشاء کے بیان پر فائے تفریحیہ سے متفرع بنانا اس کی اوضاحت کی دلیل ہے اور جن معتدات میں فارہین مقصد وہاں بھی یہی ہے کہ سبب میں مسئلہ عشاء کے ذیل میں ہی مذکور ہے تو واضح ہوا کہ جیسے ج کے شرائط میں سے کوئی شرط نہ پائی جائے تو حج لازم نہیں اور زکوٰۃ کی کوئی شرط مفقود ہو تو زکوٰۃ لازم نہیں اور روزہ کا بھی یہی حکم ہے تو نماز بھی دوسرے ارکان اسلام کی طرح شرط نہ پائی جانے کی صورت میں واجب نہیں ہوگی اور یونہی وقت نماز کے لئے سبب اور ظرف بھی ہے کامر، تو سبب کے سوا مسبب نہیں اور ظرف کے سوا مظروف نہیں اور یہی یہ طاقت نہیں کہ اپنے طور جعلی



مع کشف القنون ج ۱ ص ۱۸، یہ ہے وہ کتاب مشہور و معتد فی مجلد ذکر فی اولیات

کتب فی ہذا الفن خزائن الوقعات و کتاب النصاب ج ۱ ص ۱۳

للعلم قال المصنف فی خطبۃ الخلاصۃ تکتب فی ہذا الفن نسختین اولہما تسمیٰ خزائن الوقعات والثانیۃ کتاب النصاب فساکنی بعد ذلک بعض اخوانی ان الکتب نسخۃ قعیق یمکن ضبطہا الزمۃ غفرلہ

شرط اور سبب و ظرف بالیس لہذا ہمیں ادا کی وسعت ہی نہیں وقد قال اللہ تعالیٰ
لا یكلف اللہ نفسا الا وسعہا وکذا ما فی معناه من الآیات والاحادیث۔
تو اس شمس کی طرح واضح ہو کہ ان علاقوں کے ایسے دنوں میں نمازِ عشر ووتر کا ادا
فرض ولازم نہیں اور جب ادا نہیں تو قضا بھی نہیں وذا ظہر من ان یشہر
واقرب من ان ینکر واما قول الشافعی یتأید القول بالوجوب بانہ
قال بامام مجتہد وھوالامام الشافعی فمما یتعجب منہ فان
ھذه المسألة ظہرت فی المتأخرین من اصحابہم کما ظہر فی المتأخرین
منافقہ قال الامام السیوطی منہم فی الحاوی للفتاوی ج ۱ ص ۳۱
وقد سئل متأخرو اصحابنا عن بلاد یطلع فیہا الفجر عقب
ما تغرب الشمس ولو کان قول الامام لما قال ھذا ثم قال فاجاب
البرہان الفخار فی وجوب العشاء علیہم ویقضونہا وافتی معاصروہ
بانہا لا تجب علیہم لعدم سبب الوجوب فی حقہم وھو الوقت فلو کان
قول الامام لما افتی جمہور معاصریہ بعدم الوجوب وایضاً لو
کان قول الامام لاشتہر فی متقدمی مشائخنا ایضاً بل لوجد قول
الصاحبین من ائمتنا ایضاً وذا ظاہر من عاداتہم الکریمۃ
فنقل الحلیۃ عن السمتولی عن ان صح لکان مبنیہ علی ان
بعض القائلین بالوجوب قالوا ھذا نص فیقدم علی القیاس اعی
القول بعدم الوجوب قیاس والقول بالوجوب منصوص والمنصوص
فی الحدیث مذهب الامام وان لم یقل بہ بل وان کان قال بالخلاف



وهذا كما قال الماوردي من الشافعية في كون الصلوة الوسطى
صلوة العصر هذا مذهب الشافعي رحمة الله تعالى لصحة الاحاديث
فيه قال وانما نص على انها الصبح لانه لم يبلغه الاحاديث الصحيحة
في العصر ومذهبه اتباع الحديث كما في النووي على مسلم ج ١ ص ٢٢٦
فكما جعل الماوردي العصر مذهب الامام وكان الشافعي قد نص
على انها الصبح لصحة الاحاديث فكذا جعل المتولي هذا قوله
وان لم يكن قال به ولكن هذا غلط فان الحديث نص في ايام الدجال
لا في هذا بل هذا ايضا قياس على ايام الدجال فكيف يقال
هذا نص يقدم على القياس وكيف يقال بناء على هذا ان هذا قول الامام
حكيف يتايد القول بالوجوب هذا وقد بقي الخبايا في زوايا الكلام
ولكن الاختصار اولى بالمرام.



(۲) کا جواب یہ ہے کہ ان علاقوں میں دوسرے علاقوں کی طرح روزے کا وقت تبیین
نہر سے بجی لیل تک متعین ہے مگر جب کھانے پینے کا وقت ہی نہیں ملتا اور مسلسل کل و
شرب سے پرہیز سبب ہلاک ہے وذا مما لا یشک فیہ وقد قال الشامی
فی ج ١ ص ٣٣٩ ولا یمکن ان یقال بوجوب ہوالالة الصور علیہم
لانہ یؤدی الی الہلاک تو مشرقا وہ لوگ مریض کے حکم میں ہیں کہ خوف ہلاک بھی مرض
کی طرح مہر افطار ہے۔ فتاویٰ عالمگیری ج ١ ص ٢٠٤ بیان اعذار بھیج میں ہے و منها
العطش والجوع کذلک اذا خیف منہما الہلاک۔ ولا تخار تفریثا فی تسلیم او
تفصیلا ج ٢ ص ١٥٨ میں ہے والنظم من الدر وخوف ہلاک او نقصان
عقل ولو بعطش او جوع شدید۔ پھر اس کے بکثرت جزئیات جلیہ معتبرات
مذہبیہ میں گونج رہے ہیں وقد قال اللہ تعالیٰ ولا تلتقوا بایدیکم الی

التہلکۃ۔ اور تفسیر ظہری ج ۱ ص ۸۹ میں ہے فمن کان منکم مریضاً و کذا من کان فی معنہ تو ان لوگوں پر حسب دستور عدۃ من ایام اخر لازم ہے یعنی اور دنوں میں گنتی کے مطابق قضائی دیں لہذا جن سالوں میں رمضان المبارک کلاً یا بعضاً ایسے موسم میں آئے کہ کھانے پینے کا وقت ہی نہ ملے تو اس حساب سے ان سالوں کے باقی ان ایام میں قضائی دیں جن میں باقاعدہ کھاپی سکیں۔

(۳) کا جواب یہ ہے کہ ان علاقوں میں ایام تشریق و قربانی بھی دوسرے علاقوں کی طرح متقرر ہیں و ذامہ لا یغنی علی عاقل فضلا عن فاضل۔

(۴) کا جواب یہ ہے کہ ان علاقوں میں عشرہ اخیرہ رمضان برائے اعتکاف بھی منعین ہے اور ان مخصوص ایام کے علاوہ دوسرے ایام میں اگر عشرہ اخیرہ رمضان ہو تو مسئلہ ظاہر ہے مگر جب ان ایام میں سارا رمضان پاک یا عشرہ اخیرہ آئے تو پھر بھی کوئی خفا نہیں کیونکہ اعتکاف سنون کے لئے روزہ شرط نہیں بلکہ صرف اعتکاف واجب کے لئے روزہ شرط ہے کما فی فتح کنزالدقائق وغیرہا تو اعتکاف ہو سکتا ہے اور روزہ کی حسب دستور قضاء بعد میں ہو جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم و صلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ سیدنا محمد و علیٰ الوہابہ و بارک وسلم۔

طرز الفقیر الی الخیر محمد نور اللہ انیس غفرلہ

۱۱ رجب المرجب ۱۳۹۴ھ ۲۴/۴

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین مندرجہ ذیل مسائل میں :-

- ۱۔ جن مالک میں بعض نمازوں کے اوقات سرے سے آتے ہی نہیں ہاں ان نمازوں کا کیا ہوگا؟ اگر ادا کی جائیں گی تو یہ نیت ادا یا یہ نیت قضاء۔
- ۲۔ جب انسان چاند پر پہنچے لگے تو نمازوں کا کیا ہوگا؟
- ۳۔ ان صورتوں میں روزوں کا نظام کیا ہوگا؟
- ۴۔ مدارس میں مدرسین اور طلبہ کو دارالعلوم کی لائبریری سے کتب پڑھنے کے لئے دی جاتی ہیں، اگر کوئی کتاب بلا تعدی گم ہو جائے تو اس سلسلہ میں شرعاً کیا حکم ہے؟

امید ہے کہ فقہ حنفی کے حوالہ جات سے جواب عنایت کیا جائے گا۔

عبد المجید معرفت دارالعلوم نعیمیہ شمس الرحمن کوٹہ۔ ۲۱/۴/۱۴۰۳

لیاقت آباد، کراچی

فون نمبر: ۳۱۲۳



(۱) ان مالک میں جن بعض نمازوں کے اوقات بعض مواسم میں سرے سے آتے ہی نہیں وہ نمازیں فرض ہی نہیں کیونکہ اصول حنفیہ میں یہ طے شدہ حقیقت ہے کہ نماز کے



لئے وقت ظرف اور شرط اور سبب ہے کہما فی اصول السرخسی والمناوی الحسامی
وغیرہا من المعتبرات حالانکہ سبب کے بغیر سبب نہیں اور شرط نہ ہو تو شرط
نہیں اور ظرف نہ ہو تو ظرف کہاں پایا جائے تو ایسی نماز ادا کرنے کی طاقت و وسعت
ہی نہیں وقد قال اللہ تعالیٰ لا یكلف اللہ نفسا الا وسعہا وما
فی معناه من الآیات المنیفة والاحادیث الشریفة جیسے جس شخص
کے دونوں ہاتھ کہنیوں سمیت یا دونوں پاؤں ٹخنوں تک کٹے ہوں تو اس پر ان کا
غسل غسل اور وضو میں فرض نہیں، کنز الدقائق، عزرا الاحکام، ملتقى البحر، نور الایضاح
میں ہے حالانکہ یہ متون معتبرہ نافلۃ المذہب ہیں والنظم من الكنز من لم يجد
وقتیہما العجبا اور تبیین الحقائق اور رمز الحقائق من شروح الكنز، در الاحکام شرح
غرر اور در المختار شرح تنویر الابصار اور در المنتقى شرح المنتقى اور مراقی الفلاح علی نوال الایضاح
غنیۃ المستملی، کبیری اور صغیری جو نیکی کی شروح معتبرہ سے ہیں، ان سبب شروح میں کلمات
مستعارہ سے والنظم للامام الزیلعی من لم يجد وقت العشاء والوتر
بان کان فی بلد یطلع الفجر فیہ کما تغرب الشمس او قبل ان
یغیب الشفق لم یجب علیہ لعدم السبب۔ نیز ملاسکین علی الكنز اور محیط
سے جامع الرموز میں بھی یوں ہی ہے اور غنیۃ ذوی الاحکام حاشیۃ الدرر منحة الخالق
علی البحر الرائق میں ہے (اور یہ دونوں حواشی معتبرہ سے ہیں) والنظم للعلامة السامی
اقول ردہ (ای وجوب العشاء والوتر) العلامة الحلبی شارح المنیة
ووافقد العلامة الباقانی فی شرحہ علی الملتقى والشرع بلادی
فی امداد الفتاح وحواشیہ علی الدرر والعلامة نوح افندی فی
حاشیۃ الدرر وکذا اخ المؤلف فی ظہرہ وتبعہ الشیخ علاؤ الدین
الحصکفی فی شرحہ علی التنویر الخ



فتاویٰ عالمگیری اور خلاصۃ الفتاویٰ (جو نہایت ہی معتبر فتاویٰ ہیں) میں ہے
و النظم للعلامة الطاهر فلو كان في بلدة اذا غربت الشمس
طلع الفجر لا يجب عليهم صلوة العشاء۔ اور الاشباہ والنظائر قسم رابع
میں بھی اسی طرح ہے، اور جب ادا لازم نہیں تو قضاء بھی لازم نہیں، منار میں ہے
القضاء يجب بما يجب به الاداء۔ نور الايضاح میں ہے سبب
القضاء هو سبب الاداء والتفصيل في الفتاوى النورية، اور بعض
فقہاء جو وجوب کے قائل ہیں وہ نیت قضاء کے قائل ہیں اور بعض ان کے کہتے ہیں
لا ينوي القضاء۔

(۲، ۳) کے جواب یہ ہیں کہ جب پہنچیں گے تو انشاء اللہ تعالیٰ یہ مسائل ضرور حل ہو جائیں
گے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے یا ایہا الذین امنوا ان تقوا اللہ
یجعل لکم فرقاناً اور فرمایا ومن يتق الله يجعل له مخرجاً
اور سن دارمی طبع المدینۃ المنورہ ج ۱ ص ۷۷ میں بالاسناد ہے ان النبی صلی اللہ
علیہ وسلم سئل عن الامر یحدث لیس فی کتاب ولا سنت
فقال ینظر فیہ العابدون من المؤمنین۔ بلکہ جو چیز واقع نہ ہو اس
سے سوال کی مانگت آئی ہے، دارمی کے اسی صفحہ میں حضرت عبداللہ بن عمر کا قول
ہے لا تسئل عما لم یکن فانی سمعت عمر بن الخطابؓ کہ
صفحہ چھپا لیس کی حدیث مرفوعہ مسند میں ہے لا تعجلوا بالبلیۃ قبل نزولها
فانکم ان لا تعجلوها قبل نزولها لا یتفک المسلمون وفیہم
اذا هی نزلت من اذا قال وفق وسدد وانکم ان تعجلوها تختلف
بکم الا هو ارفأخذوا حکذا وھکذا و اشار بین یدیه وعن
یسینہ وعن شمالہ یعنی کسی عادت کے اترنے سے پہلے جلدی نہ کرو کیونکہ



اگر اترنے سے پہلے جلدی نہ کر دے تو جب وہ حادثہ پیش آئے گا تو مسلمانوں میں کوئی ایسا بل جائے گا جسے حق بتانے کی توفیق دی جائے گی اور حق پر قائم کیا جائے گا اور اگر جلدی کر دے تو تم میں اختلاف پڑ جائے گا لہذا جواب لکھنے کی گنجائش نہیں ورنہ بعض خادمانِ دین بفضلہ تعالیٰ جواب دے سکتے ہیں۔

۴۔ کا جواب یہ ہے کہ اگر بلا تعدی کم ہو جائے تو ضمانت نہیں پڑتی، فتاویٰ ہندیہ ج ۳ ص ۷۸ میں ہے: والعاریۃ امانۃ ان ہلکت من غیر تعدی لہ یضمنہا۔

واللہ تعالیٰ اعلم وصلى الله تعالى على حبيب الاعظم وال
واصحابہ وبارک وسلم۔

محرم الغفر الباقی محمد نور اللہ النعمی غفرلہ

۱۲ رجب المرجب ۱۳۹۴ھ ۳۰/۴



الاستفتاء

مسئلتی اللہ جوایا ولد جاگن حلفیہ بیان کرتا ہے کہ میرے لڑکے وریام نے رات کو نماز تراویح ادا کی مگر رات کے پہلے حصہ سے زور سے قے آئی شروع ہو گئی اور کثرت سے آئی تو لڑکا نہ کوڑ بہت کمزور ہو گیا اور کہنے لگا آج روزہ کی طاقت نہیں لہذا اسے صبح صادق سے پہلے ہی روزہ نہ رکھنے کی نیت کر لی اور کہا کہ قضائی دے لوں گا، اس

کا شرعی حکم کیا ہے۔
سائل: اللہ جویا از موضع باقر کے مہار

نشان انگوٹھ



اگر سوال واقعی صحیح اور درست ہے تو لڑکے مذکور نے کوئی گناہ نہیں کیا بلکہ شرع شریف کی رخصت پر عمل کیا، قرآن کریم میں صاف طور پر بیمار کے لئے روزہ نہ رکھنے کی اجازت آگئی ہے جبکہ روزہ سے اسے مضر ہوتا ہو کہ صحت ہونے پر قضائی دے لے، دوسرے پارہ رکوع ساتویں میں ہے فمن كان منكم مريضا او على سفر، فعدة من ايام اخر (ترجمہ) پس جو شخص بیمار ہو یا سفر میں تو اتنے روزے ورد لوں میں رکھے، تو اس لڑکے کو کوئی تکلیف نہ دی جائے کہ اس کا گناہ نہیں۔

واللہ تعالیٰ اعلم وعلما اتم واحکم وصلى اللہ تعالیٰ علی حبیب
والد وسلم۔

عزہ الشیخ ابو الجحیم محمد نور الدین النعمی غفرلہ

۹ رمضان المبارک ۱۴۶۰ھ

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ زید
بعمرنو جوان تندرست روزہ دار بوقت گیارہ بجے دن کے پانچ چار میل کے فاصلہ پر
مزدوری جانا چاہتا ہے تو اس کے بغیر پوچھے کے چند عرفی مولوی یعنی قاضی جو کہ علم فتویٰ
سے واقف ہی نہ تھے بلکہ عربی اور فارسی کی زبان سے ہی ناواقف تھے انہوں نے
کہا کہ روزہ چھوڑ کر چلا جا، زید مذکور نے انکار کیا مگر انہوں نے بہت اصرار کیا، آخر زید
نے روزہ چھوڑ دیا اور چلا گیا، اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ عند الشرح روزہ چھوڑنے
اور چھڑانے والوں پر کیا حد و حکم عائد ہوتا ہے بمحصل بیان فرمادیں، بینوا تو حردا۔

السائل: محمد نظام الدین طالب علم مدرسہ مصباح العلوم ہیرا سنگھ
۴۱ رمضان المبارک ۱۳۷۵ھ بروز بدھ



اندر اربعہ عظام اور جمبو ائمہ کرام کے مذاہب مبارکہ میں چار پانچ میل کا سفر
مرض صوم قطعاً نہیں بلکہ اڑتالیس میل سے کم کسی امام جہوری کے نزدیک نہیں کہا بین
في الاسفار الدينية بلکہ اگر بالفرض یہ سفر مرض ہوتا بھی تب بھی اس دن کا روزہ اس
پر لازم ہوتا کہ مسافر صبح صادق کے وقت اپنے شہر کے حدود میں ہو تو صوم لازم ہو جاتا



ہے وذا مبین متوناً و شروحا و حواشی و فتاویٰ بلکہ بفرض غلط
اگر اس دن افطار کی رخصت ہوتی بھی تب بھی یہ افطار بزرگ بحث ناجائز و حرام ہی ہوتا کہ نذیر
بوقت افطار سفر میں نہیں بلکہ ارادۂ سفر کر رہا ہے لہذا صورت مذکورہ میں قضاء و کفارہ
لازم ہے اگرچہ سفر شرعی ہو تاکہ مقیم افطار کے بعد سفر اعتباری یا مجبوری
کرے تب بھی کفارہ لازم رہتا ہے۔ خلاصۃ الفتاویٰ جلد اول ص ۲۵، فتاویٰ عالمگیری
ج ۱ ص ۱۰۶، شامی ج ۲ ص ۱۶۸ میں ہے و النظم للنشاحی لو اکل المقيم ثم
سافر او سفر بربہ مکرہا لا تسقط الکفارة۔ خلاصۃ الفتاویٰ ج ۱ ص ۲۵،
مرآۃ المفاتیح ص ۴۰، میں ہے و النظم من الخلاصۃ المقيم اذا نوى
السفر ثم افطر یجب الکفارة۔ بحر الرائق میں ہے و افطر بعد اکراه
على السفر قبل ان یخرج ثم عفی عنه۔ اور ایسے ہی اگر سفر شروع کر دے
پھر راستہ میں یاد آئے کہ گھر میں کوئی چیز رہ گئی ہے تو لینے کے لئے واپس آئے
اور افطار کر دے تب بھی کفارہ لازم ہوتا ہے، خلاصۃ الفتاویٰ ج ۱ ص ۲۵، بحر الرائق
ج ۲ ص ۲۸۳، فتاویٰ عالمگیری ج ۱ ص ۱۰۶، مرآۃ المفاتیح تحریر الخطی المرقی تقریراً ص ۱۰، میں
ہے و النظم من البحر و فی فتاویٰ قاضی خان المسافر اذا تذكر
شیئا قد نسی فی منزله فدخل فافطر ثم خرج قال علیه الکفارة
الى اخره۔ دو رکیوں جائیں قرآن کریم کی سنیں علی سفر فرمایا کہ اراد سفر کہ ارادہ
ہی رخصت ہو جاتی تو ثم اتعوا الصیام الى اللیل کے نزوی حکم کی تعمیل نہایت
ضروری رہی جس کی خلاف ورزی رہنے لوگوں کے روبرو علانیہ عمدتاً محض جاہل ملاؤں
کے دھوکے سے کی حالانکہ ضروریات دین میں ایسے عذر مسموع نہیں تو کفارہ کے
علاوہ وہ تعزیر شدید کا مستحق بھی ہے جو حکومت کا کام ہے کہ رمضان المبارک کی بلا عذر
علانیہ بے حرمتی کرنے والا سزا سے موت کا مستحق ہے بحر الرائق ج ۲ ص ۲۷، در المختار



رد المحتار ج ۲ ص ۱۵۱، مطاوی علی المراقی ص ۱۰۴ میں ہے والنظر من المحروفي
الفتاویٰ البزازیة من اكل نهاري رمضان عيانا عمدا شهرة
يقتل لانه دليل الاستحلال اور منصب جلیل افتاء بکے قضاء اکراہ پر تسلط
جاتے ہوئے منلوفاصلو اکامصداق بننے والے خود سرتلوؤں کے لئے یہ منرا النسب و
اوکد واجب ہے، حکومت کافر من سے کجرات سے کام لیتے ہوئے ایسے مفتی مفتیوں اور
مفتون قاضیوں کے منہ میں لگام دے کما صرح به الائمة الکرام قاطبة۔
والله تعالى اعلم وعلم جل مجدته انترواحکم وصلى الله تعالى
على حبیب وعلى اله واصحابه وبارک وسلم۔

قدوة الفقیر الراجح محمد نور اللہ النعمی غفرلہ

۱۸ رمضان المبارک ۱۳۴۰ھ

الاستفتاء

مکرمی جناب حضرت مولانا محمد نور اللہ صاحب السلام علیکم، مزاج گرامی
آج ایک مسئلہ کی پیچیدگی آپ کی خدمت میں پہنچ لاتی ہے امید ہے کہ آپ مد فرمایا
گئے۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین درمیان اس چیز کے کہ اگر انسان کو سفر درپیش ہو
اور وہ روزہ رکھے تو گناہ ہے یا نہیں؟ ریڈیو پر اعتبار کرنا چاہئے یا نہ؟ رمضان کے
چاند کے متعلق جو خبر ریڈیو پر نشر کی جاتی ہے آیا وہ مستند ہے یا نہیں؟

جواب عنایت فرمادیں والسلام۔
(سائل) خادم اصغر علی زدرگر بمقام کچا کھوہ



وعلیکم السلام :

۱۔ سفر کی حالت میں افطار و صوم کی اجازت ہے اور جب روزہ ضرر نہ دے تو رکھنا ضرر جائز ہی نہیں بلکہ افضل و بہتر ہے قرآن کریم میں ہے وان قصوموا خیر لکم عند الاحسان حسب التحقيق یہ خطاب عام ہے اور احادیث کثیرہ شہیرہ سے بھی روزہ روشن کی طرح واضح ہو رہا ہے اور وہ بعض احادیث جن سے عدم جواز مستفاد ہوتا ہے عند التحقيق وہ اس حال پر محمول ہیں کہ روزہ سے مسافر کو سخت تکلیف ہوتی ہو، ہدایہ میں ہے و ان کان مسافرا لا یستتضر بالصوم مفضل (الی ان قال) و مارواه محمول علی حالت الجهد اور ایسے ہی اگر روزہ مجاہدہ کو فرض جہاد سے روکے تو ممنوع ہوگا، احکام القرآن میں ہے و ذلك لان الجهاد کان فرضا علیہم و لم یکن فخل الصوم فی السفر فرضا فلم یکن جائزا لهم ترك الفرض لاجل الفضل۔

بہر حال جب مسافر کو بوجہ سفر روزہ سخت تکلیف کا باعث بنے اور اسلامی جنگ میں کافروں کے مقابلے میں بے طاقتی کا سبب بنے تو خاص کر ایسے عارضوں میں گناہ ہے ورنہ گناہ نہیں بلکہ خالص ثواب اور رکھنا ہی بہتر و افضل ہے کہ اصل یہی ہے۔
۲۔ اگر حکومت اسلامیہ کی طرف سے باقاعدہ شرعی طور پر چاند کا ثبوت حاصل کر کے



اعلان کیا جاتا ہو تو اعلان ریڈیو بھی دوسرے اعلانوں کی طرح معتبر اور مستند ہے
ماہ رمضان المبارک کا چاند ہو یا عید الفطر یا عید الاضحیٰ کا، شہادت اور ہے اور اعلان
اور ہے ہم ریڈیو کی خبر کو شہادت نہیں کہتے اور نہ ہی کوئی مافل اسے شہادت قرار دیتا
ہے بلکہ یہ اعلان کا بنیاد پر ہے حالانکہ ہر زمانہ میں اعلان کے ہر نئے طریقہ کو جائز ہی
مانا گیا ہے، صرف زبانی اعلان نقارہ بجانے اور پھر توپ چلانے سے اعلان ہوتے
رہے ہیں اور ان پر بلا انکار عمل ہوتا رہا ہے حالانکہ زبانی اعلان سے نقارہ کا اعلان
دوڑ تک پہنچتا ہے اور توپ کی آواز اور زیادہ دور تک پہنچتی ہے حالانکہ علماء فرماتے
ہیں جو بھی یہ اعلان سے خواہ غائب اور دور ہو اس پر عمل واجب ہے۔ منته الخلق میں
ہے کضرب المدافع فی زماننا والظاہر وجوب العمل جہا
علی من سمعہا ممن کان غایبا عن المصر کا ہل القری ونحوہا فتاویٰ
مالگیری میں ہے خبر منادی السلطان مقبول عدلا کان او فاسقا بطل
خبر ریڈیو بھی ایک شاہی اعلان ہے جو توپ اور نقارہ سے زیادہ واضح اور عیاں ہے
اور توپ کی آواز سے بھی زیادہ دور تک پہنچتا ہے، پھر ہماری حکومت نے رویت بلال
کیٹی مقرر کی ہوئی ہے جو شہادتیں لے کر چاند کا حکم لگاتی ہے اور ریڈیو پر اعلان کیا
جاتا ہے تو حسب القواعد اس صورت میں یہ اعلان معتبر اور مستند ہے، اس کے ناجائز
ہونے پر کوئی دلیل قائم نہیں، کئی سالوں سے ہمارے تفصیلی فتوے شائع ہو چکے ہیں
جس میں آیات و احادیث و کتب مذہبیہ سے جواز آفتاب کی طرح واضح و بویہ کیا ہے
جو بفضلہ تعالیٰ آج تک لاجواب ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم و علمہ جل مجدہ اتم و احکم و صلی اللہ تعالیٰ

علی حبیبہ والہ و صحبہ وسلم

مفت اعظم پاکستان محمد رفیع الرحمن رحمہ اللہ مفتی محمد رفیع الرحمن

۲ رمضان شریف ۱۳۷۹ھ



الاستفتاء

مخدومی و مٹری حضرت علامہ مولانا صاحب قبلہ دامت برکاتہم العالیہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ - صورت مسئلہ یہ ہے کہ:

۱۔ ایک شخص نے چند ماہ رمضان المبارک کے یکم تا تیس عید روزے نہیں رکھے، باوجودیکہ عاقل و بالغ تھا اور چند ماہ مبارک میں کچھ روزے رکھے اور کچھ نہیں رکھے اور یہ سب کچھ عیداً ہوا اور بعض میں یوں بھی ہوا کہ روزہ کی نیت کر لینے کے بعد دن میں اس کو نوڑ دیا، اب فرمائیے کہ کس صورت میں کفارہ ہوگا اور کس میں نہیں؟ سو جس صورت میں کفارہ لازم نہ آتا ہو اس روزے کی تلافی کی کیا صورت ہے؟

۲۔ دوسرا سوال یہ تھا کہ ایک شخص نے جبکہ وہ بحالت بخاری یا مفاد طہ تھا، لڑنے جھگڑنے کے وقت ایسی حالت میں جبکہ واقعی مغلوب العقل تھا ایک مرتبہ لفظ طلاق کہا پھر دوسری مرتبہ کہا جا اب تیرا میرا کوئی واسطہ نہیں رہا، جو سامان لینا ہے لے لے اور چلی جا، گمراہ سب الفاظ کے کہتے وقت اس کو کوئی ہوش اور کوئی تمیز نفع و نقصان میں نہ تھی، چند لمحے بعد معافی اس کو ہوش آگیا مگر یہ اس کو یاد ضرور ہے کہ اس قسم کے الفاظ میرے منہ سے نکلے ہیں، جب ہوش آیا تو فوراً اچھٹایا اور اپنے الفاظ واپس لئے، بیوی کو راضی کیا حالانکہ کوئی دوسرا درمیان میں سمجھانے والا نہیں آیا تھا اور کچھ وقفہ بھی نہیں گزرا تھا۔

یہ ہے دوسرے سوال کی صورت!

بینوا تو حردوا۔





۱۔ جن دنوں کے روزے عمدہ نہیں رکھے یا رکھے مگر رات میں نیت نہ کی بلکہ نصف النہار سے پہلے نیت کرنے کے بعد توڑ دئے یا رات سے نیت کر کے رکھا مگر شرعی مسافر بننے کے بعد توڑ دیا یا توڑنے کے بعد اکراہاً مسافر بنایا گیا یا قہراً ہوئی اور بعد ازاں قصداً کھاپی لیا یا نسیاناً کھایا پیا اور پھر قصداً کھاپی لیا تو ان سب صورتوں میں کفارہ لازم نہیں البتہ قضا ضروری ہے اور اگر رات کی نیت سے رکھا ہوا روزہ توڑا اور عواض مذکورہ یا ان کے مثال سے کوئی عارضہ بھی پیش نہ آیا تو ایسی صورت میں کفارہ لازم ہے ہدایہ ج ۱ ص ۲۰۴ میں ہے ومن لم یسوفی رمضان کله لا صوما ولا فطرا فعليه قضاؤه نیز اسی میں ہے ومن اصبح غیرنا وللصوم فاکل لا کفارة علیہ۔ فتاویٰ ہندیہ ج ۱ ص ۱۰۵ میں ہے واذا اصبح غیرنا وللصوم ثم نوى قبل الزوال شراک فلا کفارة علیہ کذا فی الكشف الكبير والصحيح اذا فطر ثم مرض مرضا لا يستطيع معه الصوم تسقط الکفارة عندنا کذا فی فتاویٰ قاضیخان وهو الاصح فکذا فی الظهيرية فالاصل عندنا انه اذا صار فی اخر النهار علی صفة لوکان علیہا فی اول اليوم یباح له الفطر تسقط عنه الکفارة کذا فی فتاویٰ قاضیخان نیز اسی صفحہ میں اس سے پہلے ہے لو اکل او شرب او جامع ناسیا و ظن ان ذلك فطره فاکل متعمدا لا کفارة علیہ الی اخره نیز ہندیہ ص ۱۰۶ میں ہے لو سافر نہارا لا یباح له الفطر فی ذلك اليوم



وان اخطر لا كفارة عليه. والختار، طحاوی ج ۸ ص ۴۵۸، شامی ص ۵۰ میں ہے
والنظم من الدر انما يكفر ان نوى ليلاً ولم يكن مكرها ولم يطرأ
مسقط الخ

باقی مسئلہ تداخل کفارات جس کے متعلق پہلے استفتا میں سوال تھا تو اس کے
متعلق عطر تحقیق یہ ہے کہ اگر ایک رمضان کے روزے فاسد کئے ہیں تو جبکہ پہلے
یا پہلوں کا کفارہ ادا کرنے کے بعد توڑا ہے تو تداخل نہیں ہوگا اور سب فاسد شدہ
کے فساد کے بعد کفارہ دیتا ہے تو تداخل ہو جائے گا اور اگر دو یا چند ماہوں کے روزے
ہیں اور بعض کا کفارہ ادا کرنے کے بعد دوسرا توڑا تو دوسرے کا کفارہ نہیں ہوگا اگر
سب فاسد شدہ کے فساد کے بعد کفارہ دیتا ہے تو اگر فساد بالجماع ہے تو تداخل
نہیں ہوگا ورنہ ہو جائے گا۔ درالختار اور شامی ج ۲ ص ۱۵۱ اور طحاوی کے اسی صفحہ
میں ہے والنظم من الدر ولو تكرر فطره ولم يكفر لاول يكفيه
واحدة ولو في رمضانين عند محمد وعليه الاعتقاد بزازينو
مجتبى وغيرهما واختار بعضهم للفتوى ان الفطر بغير الجماع تداخل
والا لانتهى ويظهر من هذه بعد التامل ما قلت ظهورا بيانا.

۲۔ اس صورت میں کوئی ایک عداق بھی واقع نہیں ہوتی کیونکہ مجنون و مدہوش
وغیرہ میں یہ شرط نہیں کہ اس کو کوئی بات یاد ہی نہ رہے اور نہ ہی یہ شرط ہے کہ بعد میں
بموش نہ آئے اور نہ چھینٹے اور یونہی سمجھانے والے کا انہیں کچھ وقفہ ہونا بھی شرط نہیں
شامی ج ۲ ص ۵۸۷ میں ہے والذي يظهر لي ان كلا من المدهوش و
الغضبان لا يلزم فيه ان يكون بحيث لا يعلم ما يقول بل يكتفي فيه
بغلبة الهذيان الخ نیز اسی میں ہے ان بعض المجانين يعرف ما يقول
ويريده ويذكر ما يشهد الجاهل به بان عاقل شر يظهر



منہ فی مجلس ما ینافیہ فاذا کان المجنون حقیقتہ قد یعرف
ما یقول ویقصدہ فغیرہ بالاولی الخ اور یہ نور و روشن سے بھی
روشن ہے کہ یہ جواب اسی صورت کا ہے، اگر واقع میں وہ شخص ایسا نہیں تھا تو طلاق ضرور
واقع ہو گئی اور واقع بھی بائن ہو گئی۔

واللہ تعالیٰ اعلم وصلى الله على حبيب الاعظم وعلى اله وصحبہ
وبارک وسلم۔

طوہ الفقیر الراحیر محمد نور الدین غفرلہ

۲۹ ستمبر ۱۳۸۷ھ ۸/۲۰

الاستفتاء

محکمہ می و مجری مولوی صاحب

السلام علیکم، عرض یہ ہے :

ایک لڑکا جس کی عمر ۹ سال ہے اس نے ایک بھینس سے روزہ سے زنا کیا
ہے، اس قسم کے ناجائز کام کرنے کے بارے میں بھی کئی آدمی اس لڑکے مذکور کے بارے
میں پہلے بھی الزام لگاتے ہیں، اس دفعہ دو آدمی جنہوں نے دیکھا ہے رو برو پنچاست
شہادت دیتے ہیں لہذا آپ بروئے شرعی حکم اپنا فیصلہ فرمادیں کہ بھینس اور لڑکے
کو شرع محمدی کیا فیصلہ فرماتی ہے۔

عرض ہے : ممبران پنچاست موضع مہروک کلاں تحصیل دیپالپور





وعلیکم السلام ورحمة اللہ وبرکاتہ :

اگر یہ فعل بد و قابل اعتبار، دیندار مردوں کی شہادت یا اس نیلیس سالہ لڑکے کے اقرار سے ثابت ہو جائے اور وہ لڑکا ہو بھی عاقل و دانا تو روزے کا کفارہ پڑے گا یعنی بعد رمضان لگاتار پورے دو ماہ روزے رکھے اور قضائی کا روزہ الگ رکھے اور اگر اتنے روزے نہ رکھ سکے تو قضائی کا ایک روزہ رکھ لے اور ساڑھ مکینوں کو دو وقت پیٹ بھر کر کھانا کھلا دے۔ باقی اس مہینے کے متعلق یہ چاہئے کہ اس کی منصفانہ قیمت اس لڑکے سے وصول کی جائے اور اس کو ذبح کر کے جلا دیا جائے اور کوئی کھانسی وغیرہ کا نفع نہ اٹھایا جائے اور اس لڑکے کو قانون کے دائرہ کے اندر رہتے ہوئے کچھ زد و کوب کریں کہ آئندہ ایسے برے فعل کے نزدیک نہ جائے۔
(در المختار وغیرہ) واللہ تعالیٰ اعلم وصلى الله تعالى على حبيب و
الذوا اصحاب وبارك وسلم۔

مفتی اعظم دارالافتاء محمد نور اللہ انصاری مدظلہ

۲۳ رمضان المبارک ۱۴۳۸ھ

بزرگ محبت ۱۳۲

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان بشرح متین اس مسئلہ میں کہ روزہ دار شخص ٹیکہ
چھپک یا بخار یا بیضہ وغیرہ کا بحالت روزہ کرا سکتا ہے یا نہیں؟ ٹیکہ کرانے سے روزہ
فاسد ہوگا یا نہیں، اگر ہوگا تو صرف فضا لازم ہوگی یا قضا و کفارہ ہر دو، برائین قاطعہ و دلائل طلعہ
سے مسئلہ کو واضح فرمایا جائے، آمین التوجرو۔

استفتی بندہ غلام رسول مغفر لہ از حویلی لکھا ۱۰ رمضان المبارک



۱۔ اگر مریض ہے اور غروب شمس کا انتظار کرے تو ملاک جان یا فساد عضو یا زیادتی مرض
یا درازی کا علامت صادقہ یا تجربہ صحیح یا طبیب و ڈاکٹر مسلمان غیر ظاہر الفسق کی خبر سے
گمان غالب ہو جائے تو ٹیکہ کرا سکتا ہے کہ یہ عذرا فطار ہیں اور ایسے ہی اگر تندرست
کو ظن غالب ہو جائے کہ فوری ٹیکہ نہ کرائے تو بیمار ہو جائے گا، فتاویٰ عالمگیری وغیرہ
اسفاریندہ مذہب میں مصرح ہے والنظم من الہندیۃ ج ۱ ص ۱۰۶ المریض
اذا خاف علی نفسه التلف او ذهاب عضو یفطر بالاجماع وان
خاف زیادۃ العلة وامتدادہ فکذلک عندنا وعلیہ القضاء اذا فطر کذا
فی المحيط الخ اگر کوئی خطرہ نہ ہو اور عدم افطار بھی ثابت ہو جائے تو روا، ورنہ نہیں۔
۲۔ اگر بدن کے کسی منفرد مسلک سے بذریعہ ٹیکہ جوف یا دماغ میں دوائی پہنچ جاتی





ہے تو روزہ فاسد ہو جاتا ہے اور اگر مسامات سے سرایت کرتی ہے تو نہیں اگر چہ
 ذائقہ اندرون جوف و دماغ میں اثر پایا جائے، فتح القدیر ج ۲ ص ۲۶۷، غنایہ ج ۲ ص
 ۲۶۶، بحر الرائق ج ۲ ص ۲۷۹، فتاویٰ عالمگیری ج ۱ ص ۱۰۴، شامی ج ۲ ص ۱۳۴ میں ہے والمفطر
 انما هو الداخل من المنافذ للاتفاق على ان من اغتسل في ماء
 فوجد برده في باطنه انه لا يفطر وبمعناه في البحر الرائق ج ۲ ص ۲۷۳ والہندیہ
 ج ۱ ص ۱۰۴ وراقی الفلاح شرح نور الایضاح وحاشیۃ المحطاوی علی المراقی ص ۳۹۸ اور
 بحر و ہندیہ، شامی، حاشیہ طمطاوی کے انہی صفحات میں ہے والنظم للمطحطاوی
 والداخل من المسام لا ینافی ای الصوم بحر و شامی و ہندیہ میں ہے
 والنظم منها لو اخطر شیئاً من الدوار فی عین لا یفسد صومہ
 عندنا وان وجد طعمہ فی خلقہ واذا بزق فرأى اثر الکحل
 ولونه فی بزاقہ عامة المشائخ علی انہ لا یفسد صومہ کذا فی
 الذخیرۃ وهو الاصح ہکذا فی التبیین اور چونکہ وصول من المنفذ او
 البسام تشریح البدن اور طب کا مسئلہ ہے لہذا اس کا مل مابین اطباء و ڈاکٹروں کے
 حوالہ کیا جاتا ہے اور بنا کے اختلاف علماء ہے کہ جس صاحب نے وصول من المنفذ
 سمجھا مفسد فرمایا اور جس نے وصول من البسام خیال کیا مفسد قرار دیا اس کی نظیر فقہی ہمارے
 ائمہ کرام کا اختلاف و اصل الی الثانیہ کے مفسد اور غیر مفسد ہونے میں ہے کہ عندنا ماننا الاظم
 مفسد نہیں کہ جوف و دماغ کے درمیان مسام ہیں اور منفذ نہیں اور امام ابو یوسف کے
 نزدیک مفسد ہے کہ منفذ ہے وقول محمد مضطرب علیہم الرحمة فتح الفقہ
 ج ۲ ص ۲۶۶، بحر الرائق ج ۲ ص ۲۷۹، راقی الفلاح ص ۳۹۹، شامی ج ۲ ص ۱۳۷ میں ہے
 والنظم للشامی والاختلاف مبني علی انہ هل بین النہات
 والجوف منفذ اولاً کفایہ ج ۲ ص ۲۶۶، بحر الرائق ج ۲ ص ۲۷۹ میں ہے
 والنظم من البحر قال فی الہدایۃ و هذا الیس من باب الفقہ لانہ

متعلق بالطب، ماشیہ طحاوی میں ہے بقولہ کذا تقولہ الاطباء، انما اسندہ الیہم لان هذا المقام یرجع الیہم فی لکونہ من علم النشریح۔

۳۔ اگر مفید ہونا ثابت ہو جائے تو صرف تغناء لازم ہوگی کہ اس صورت میں ٹیکہ اس جائقہ و آئمہ کی نظیر ہوگا جس میں دوائی بحرف یا دماغ میں پہنچ گئی ہو اور اس میں صرف تغناء لازم ہوتی ہے چنانچہ کنز الدقائق، بحر الدقائق، در المختار، رد المختار، عالمگیر، نور الایضاح، مراقی الفلاح، طحاوی علی المراقی وغیرہ ماتون و مشروح حواشی و فتاویٰ مذہب مہذب حنفیہ میں مصرع و مشرح ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم وعلیہ جل مجدہ اتعوا حکم و صلی اللہ تعالیٰ علی حبیب و آلہ و صحبہ و حزبہ قدر حسنہ و جمالہ و کمالہ و نوالہ و حبہ و بارک و سلم

قرۃ الغفران البراۃ الخیر محمد زور اللعاب النعمی غفرلہ

رمضان المبارک ۱۴۰۰ھ / ۱۹۵۱ء



روزہ اور ٹیکہ

رسالہ روزہ ویکہ

الاستفتاء

انجکشن روزہ کی حالت میں لگوانے کے متعلق یہاں پوچھا ہوا ہے، اگر حضور کرم
فراویں تو مختصر مگر جامع طور پر استدلالات سے مزین فتویٰ صادر فرمادیں تو باعث تسکین ہوگا۔
السائل: حضرت مولانا مفتی ابوالیسر محمد امین صاحب خطیب جامع مسجد شیکھ ٹاٹل ملز پورہ لہوالہ
(ایک خط کے ضمن میں)

بسم الله الرحمن الرحيم

الحمد لله الذي يريده بنا اليسر ولا يزيده بنا العسر والصلوة
والسلام على حبيب محمد الذي بعثه بالتيسير والتبشير
وعلى آله واصحابه اولى التبصير غير تعسير وتنقيح.



ہر ایک شے کہ مفسد روزہ نہیں کہ اشیائے مستعملہ میں سے صرف اکل و شرب اور



ہمارے ہی سے روزہ ٹوٹ سکتا ہے کیونکہ ان کے استعمال سے رکن روزہ (الامساک
عن الاکل والشرب والجماع) فوت ہو جاتا ہے حالانکہ ہر چیز اپنے رکن کے
فوت ہو جانے سے فوت ہو جاتی ہے، بدائع صنائع ج ۲ ص ۹۰ میں قرآن کریم سے یہ رکن
روزہ ثابت کرتے ہوئے فرماتے ہیں وعلى هذا الاصل يثبتني بيان ما يفسد
الصوم وينقضه لان انتقاض الشيء عند فوات ركنه امر ضروري
وذلك بالاكل والشرب والجماع او چونکہ کوئی ٹیکہ جماع نہیں تو لامحالہ اگر مفسد
ہو تو اکل و شرب کا فرد بن کر ہی مفسد ہو گا حالانکہ کوئی عام ٹیکہ یقیناً اکل و شرب بھی نہیں تو
مفسد بھی نہیں، ٹیکہ کا حقیقی اکل و شرب (سورب کالہ اور معنی کے لحاظ سے) نہ ہونا تو
روزہ روشن سے بھی روشن ہے۔ فقہائے کرام کے نزدیک اکل و شرب ایصال ما
يقصد به التغذي او التداوى الى الجوف عن الفم و منہ کے
کے راستہ پیٹ تک ایسی چیز کا پہنچنا جس سے کھانا یا پینا یا دوا کرنا مقصود ہو
ہے (بدائع صنائع ج ۲ ص ۹۸، شامی ج ۲ ص ۱۴۸) اور چونکہ ٹیکہ میں منہ والا اصلی
راستہ استعمال نہیں ہوتا بلکہ سوئی کے مصنوعی راستہ سے ایصال ہوتا ہے اور وہ
بھی پیٹ تک نہیں بلکہ جسم کے کسی بالائی یا زیریں حصہ میں، تو واضح ہوا کہ ٹیکہ حقیقی اکل و



۴ یہ امکان نظر یہ استحسان ہے ۱۲ منہ غفر

۵ کھانسنے پینے اور جماع سے باز رہنا ۱۲

للعمة قال الله تعالى فالن باشر و من وابتغوا ما كتب الله لكم وكلوا واشربوا حتى
يتبين لكم الخيط الابيض من الخيط الاسود من الفجر ثم امر تعالى بالامساک عن فسد
الاشياء في النهار بقوله عز وجل ثم اتموا الصيام الى الليل فدل ان ركن الصوم ما قلنا الخ
بدائع صنائع ج ۲ ص ۹۰ ومثله في الفتوحات المكية ج ۱ ص ۱۰۸ واحكام القرآن لابي بكر الجماع ج ۱ ص ۲۳
۱۲ منہ غفر

شرب قطعاً نہیں اور یونہی صرف صورت بھی اکل و شرب نہیں کہ اکل و شرب کی صورت ہے 'الاستلاح' (الجوهرة النيرة ج ۱ ص ۱۷۱، فتح القدیر ج ۲ ص ۲۶۶، شامی ج ۲ ص ۱۲۸، بحر الرائق ج ۲ ص ۲۷۷ وغیرہ) یعنی منہ سے کسی چیز کے پیٹ تک پہنچانا (نگلنا) اور ایک تفسیر صورت اکل و شرب کی یہ بھی ہے (الادخال بصنعه) چیز کو اپنے فضل سے پیٹ میں داخل کرنا، فتح القدیر ج ۲ ص ۲۷۷ مستند لا یقول الامام قاضی خان والصحيح هو الفساد لان موصل الى الجوف بفعله

اور عنایہ شرح ہدایہ ج ۲ ص ۲۶۰ میں ہے ایصال الشیء الى باطنه تو عام حکم جو جسم کے بالائی یا زیریں حصوں میں کیا جاتا ہے اس میں یہ صورت اکل و شرب دونوں طرح ہی نہیں پائی جاتی کہ سوئی پیٹ سے بہت دور دوائی ڈالتی ہے اور یونہی ایسا ٹیکہ معنی بھی اکل و شرب نہیں کہ اکل و شرب کا معنی ہے وصول ما فیہ صلاح البدن الى الجوف (پیٹ تک ایسی چیز کا پہنچنا جس میں بدن کا فائدہ ہو) (ہدایہ، فتح القدیر ج ۲ ص ۲۶۶، مجمع الانرج ج ۱ ص ۱۳۱، شامی ج ۲ ص ۱۲۸) تو عام ٹیکوں میں یہ معنی بھی قطعاً نہیں پایا جاتا کہ وہ داخل الى الجوف نہیں ہوتے لہذا ایسے ٹیکے حقیقت یا صورت یا معنی کسی لحاظ سے بھی مفسد صوم نہیں البتہ اگر کوئی ٹیکہ جوف میں کیا جائے یعنی سوئی جوف تک پہنچا کہ دوائی جوف میں ڈالی جائے تو ایسا ٹیکہ ضرور مفسد صوم ہوگا، اس صورت میں گو حقیقت یا صورت اکل و شرب نہیں مگر معنی (وصول ما فیہ صلاح البدن الى الجوف) ضرور پایا جاتا ہے اور یونہی جوف تک پہنچنے والے کسی اصلی راستے (علق، کان، ناک، مبرز، مبال المرأة) کے اندرونی حصہ میں یا دماغ میں حسب دستور سوئی کے خود ساختہ راستے سے دوائی پہنچانا بھی مفسد ہے کیونکہ دماغ اور اصلی راستوں کے

صہ یعنی صورت کا نہیں ہاں اگر خود کرے یا اپنے اقتدار سے کرائے تو صورت ناقصہ پائی جائیگی ۱۲ منہ مغفرہ

کہ ٹیکہ ہوتا ہی یوں ہے خود ساختہ راستے سے ہاں کبھی سوئی کے بجائے نثر ہوتی ہے ۱۲ منہ مغفرہ



اندرونی حصے بھی جوف ہی کے حکم میں ہیں اس لئے کہ ان راستوں کے غلاء، غلاء سپیٹ سے ملے ہوئے ہیں اور دماغ و جوف کے مابین بھی چونکہ قدرتی راستہ ہے تو جو چیز دماغ میں پہنچے وہ جوف میں پہنچ جاتی ہے لہذا دماغ اور اصلی راستوں کے اندرونی حصے جوف کے کونوں کی طرح ہیں، سحر الراقی ج ۲ ص ۲۷۹، طحاوی علی الد ج ۱ ص ۴۵، طحاوی علی الرازی ص ۴۰۶، شامی ج ۲ ص ۴۰ میں ہے والنظم له والتحقیق ان بین جوف الرأس وجوف المعدة منفذاً اصلياً فمما وصل الى جوف الرأس يصل الى جوف البطن بدائع صنائع ج ۲ ص ۹۳ میں ہے وكذا اذا وصل الى الدماغ لانه له منفذ الى الجوف فكان بمنزلة زاوية من زوايا الجوف اقول ولما كان وجود المنفذ الاصلی بین الجوف والدماغ يجعل الدماغ بمنزلة زاوية من زوايا الجوف فكون المنفذ الاصلی كذا اولى فلهذا، لہذا کان یا مک میں تین وغیرہ ڈالنے اور رخصہ کرنے یا عورت کے گلے راستے میں دوائی وغیرہ ڈالنے سے روزہ فاسد ہو جاتا ہے کما



۵ لہذا نافع القدیر ج ۲ ص ۲۳۴ میں تعریف سوم میں فرمایا وعن ادخال شیء بطناً لحکم الباطن یعنی جسم کے کسب یا ایسے اندرونی حصے میں جس کو اس خاص نام (معدہ) کا حکم ہو اس پر کسی چیز کے داخل کرنے سے بچنا تو یہ تکلیفیں اور پیرو صفت د حکم الباطن ظاہر کر رہے ہیں کہ دماغ اور قدرتی راستوں کے اندرونی حصے کا اندرون حکم معدہ میں ہے اور نور الابيضاح اور مراقی الفلاح میں ہے بطناً من الغم او الانف او من جراحة في الباطن تسعی الجائفة او ادخله في ماله حکم الباطن وهو الدماغ کدوار الأمة۔ اور طحاوی علی الرازی میں یہ زیادہ کیا ادخله في دبره او اقطره في احبيله او اذنه، ص ۳۸۲۔ اقول ذکر الاقطار فی الاحلیل اتی علی قول ابی یوسف علیہ الرحمة علی وجه کمال لا یخفى علی العطن اللقن ۱۲ من غفل له

صرح بہ فی الکتب المعتمدة الكثيرة مثلاً ہدایہ ج ۱ ص ۲۰۰، کنز الدقائق ص ۷۰، قدوری ص ۵۲، وقایہ مع الشرح ص ۳۱۱، فتاویٰ عالمگیری ص ۱۰۴ میں ہے و
النظم من الهندیة ومن احتقن واستعط او اقطر فی اذن دھنا
افطر ولا کفارة علیہ نیز فتاویٰ عالمگیری وغیرہ میں ہے والنظم منها فی الاقطار
فی اقبال النساء یفسد بلا خلاف وهو الصحیح هكذا فی الظہیریۃ
بہر حال صرف ایسا ٹیکہ ہی حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک مفسد
صوم ہے اور کوئی اور ٹیکہ مفسد صوم نہیں اور اس تفصیل کا نہایت ہی واضح جزئیہ بفضلہ
وکریمہ تعالیٰ کتب کثیرہ فقہیہ میں موجود ہے۔ قدوری ص ۵۲، الجوهرة النيرة ج ۱ ص ۱۰۴،
کنز الدقائق ص ۷۰، یعنی علی الکفر ص ۷۰، تبیین الحقائق ج ۱ ص ۳۲۹، بحر الرائق ج ۲ ص ۲۶۹
وقایہ شرح الوقایہ ج ۱ ص ۳۱۱، ہدایہ، عنایہ، کنایہ ج ۲ ص ۲۶۶، فتح القدیر ج ۲ ص ۲۶۷،
تنویر الابصار، در المختار، تحریر المختار للشامی ج ۲ ص ۱۴۰، طحطاوی علی الدر ج ۱ ص ۴۵۳،
نور الایضاح، مراقی الفلاح حاشیہ طحطاوی ص ۴۰۶، ملتقى البحار ج ۱ ص ۲۴۱، درر ج ۱
ص ۲۰۳، بدائع صنائع ج ۲ ص ۹۳، فتاویٰ سرحدی ص ۲۹، خلاصة الفتاویٰ ج ۱ ص ۲۵،
فتاویٰ عالمگیری ج ۱ ص ۱۰۴، بیسوط امام بخاری ج ۳ ص ۶۸ وغیرہ میں بالفاظ متقارہ ہے
والنظم من الکنز داوی جائفة او امة بد و ا و وصل الدوار
الی جوف او د مساعہ افطر یعنی جائفة یا آمة میں کوئی دوائی ڈالی اور وہ جوف
یا دماغ تک پہنچ گئی تو روزہ فاسد ہو گیا۔

جائفة اس زخم کا نام ہے جو جوف تک گہرا ہوا اور آمة اس زخم کا نام ہے جو
دماغ تک ہو کما صرح بہ فی کثیر الکتب المذكورة وغیرہا تو جائفة

مبسوط وغیرہ میں ہے للجائفة اسم لما احتوصلت الى الجوف والائمة اسم لما حلت الى الدماغ وغیرہ



اور آہم جوف و دماغ تک اصلی اور پیدائشی راستے نہیں بلکہ عارضی ہیں جو کبھی قدرتی طور پر پھوٹے وغیرہ سے بن جاتے ہیں اور کبھی مصنوعی اور ان میں سے دوائی جب جوف یا دماغ میں پہنچ جائے تو روزہ فاسد ہو جاتا ہے۔ یہ اس جزئیہ مذکورہ کا صف اور مزاج مفاد ہے اور یہی صورت ہوتی ہے ان ٹیکوں میں جو جوف یا دماغ میں کئے جائیں کہ سوئی سے عارضی اور مصنوعی راستہ بن جاتا ہے اور اس میں سے دوائی جوف و دماغ تک پہنچ جاتی ہے، پھر اس جزئیہ سے باعتبار المفہوم المعبر فی التناہف معلوم ہوتا ہے کہ اگر ایسے زخم سے دوائی جوف و دماغ میں نہ پہنچے تو روزہ فاسد نہیں ہوتا اور یہ صرف مفہوم ہی نہیں بلکہ مشائخ کرام نے اس کی تشریح بھی فرمائی ہے کہ ایسے زخموں میں دوائی ڈالنے کی صورت میں اعتبار وصول الی الجوف والدماغ کا ہی ہے یعنی اگر ایسے زخموں سے دوائی جوف و دماغ میں یقیناً پہنچ جائے یا غالب گمان ہو تو روزہ فاسد ہو جاتا ہے اور اگر نہ پہنچے تو روزہ فاسد نہیں ہوتا تبیین الحقائق، بحر الرائق، عینی علی الکفر، فتح القدیر، نہایہ، کفایہ، جوہرہ نیرہ، سراجیہ، طحاوی علی الدر، مبسوط، شامی کے انہی صفحات میں بالفاظ متعارفہ ہے والنظم لہ فالمعتبر بحقیقة الوصول حتی لو علم وصول الیابس افسد او عدم



مس احکام القرآن ۲۲۵ میں ہے موار کان وصول من مجری الطعام والشراب او من مخارق البدن التي هي خلقة في بنية الانسان او من غيرها لان المعنى في الجمیع وصول الی الجوف واستقراره فیہ الخ بانیع منافع ج ۱ ص ۹۳ میں ہے وما وصل الی الجوف او الی الدماغ من المخارق الاصلیة (الی ان قال) وما ما وصل الی الجوف او الی الدماغ عن غیر المخارق الاصلیة بان داوی المجانیفة او الائمة الخ کفایہ علی السلاۃ ج ۲ ص ۲۶۶ میں ہے وما وصل الی الجوف او الی الدماغ من غیر المخارق المعتادة غرض ان یصل من جرأۃ الخ ۱۲ منہ غفرلہ

وصول الطری لریفسد اور یونہی حاشیۃ الدرر ج ۱ ص ۲۰۳ میں بھی ہے
اور یہ تو ظاہر ہی ہے کہ ظن غالب یقین کے حکم میں ہے کما صرح بہ فی الشای
وغیرہ۔

بہر حال روز روشن کی طرح اس جزئیہ سے واضح طور پر ثابت ہو گیا کہ ایسے
عام ٹیکے جن میں دوائی خوف و دماغ تک بذریعہ سوئی نہیں جاتی بلکہ سوئی رہتی ہی خوف
سے بالائی یا زیریں حصوں میں ہے، روزہ فاسد نہیں کرتے کما مر اولاً ایضاً
کہ اس صورت میں تو خوف و دماغ تک عارضی راستہ بنتا ہی نہیں تو دوائی پہنچنے
کا کوئی احتمال ہی نہیں حالانکہ عارضی راستہ اگر خوف و دماغ تک بھی ہو تو تب بھی
دوائی کے خوف و دماغ میں پہنچنے سے ہی روزہ فاسد ہوتا ہے خاتصہ الحقیقۃ
حصص۔

نیز ان تصریحات جلیلہ سے جو اول فتویٰ سے یہاں تک مذکور ہوئیں نہایت
ہی وضاحت سے ثابت ہوتا ہے کہ اس خوف یا باطن سے جو عبارات ائمہ کرام
میں مذکور ہے، مراد اندرونِ معدہ ہے اور یہ نہیں کہ جسم کا ہر اندرونِ حصہ مراد ہو
اگرچہ معدہ سے دور ہی ہو جیسا کہ آج کل کے بعض لوگوں کا زعم ہے اور اسی زعم کی
بنیاد پر وہ بیچارے دعویٰ کر بیٹھے کہ ہر ٹیکہ مفسد ہے، وہ کہتے ہیں کہ سوئی جسم میں داخل کر کے
ہی دوائی ڈالی جاتی ہے اور داخل جسم کا نام خوف یا باطن ہے لہذا روزہ فاسد ہو جاتا
ہے۔ ان کا یہ زعم بالکل غلط ہے۔ اگر خوف و باطن سے مراد یہ ہو تو جائفہ و آمنہ کی تخصیص
بالکل بے معنی ہو جاتی ہے کیونکہ ہر زخم ہی جسم میں ہوتا ہے، کوئی زیادہ گہرا اور کوئی کم،
نیز جائفہ اور آمنہ میں دوائی ڈالنے کی صورت میں وصول الی الجوف او الدماغ کی قید
بھی بالکل مہمل ہو جاتی ہے کہ جب ہر اندرونِ حصہ جوف بنا تو جو دوائی بھی کسی زخم میں
ڈالی جائے وہ اندرونِ جسم میں ضرور داخل ہو جاتی ہے تو عدم وصول کا کوئی احتمال



ہی نہیں رہتا نیز جب جوف کا معنی اندرونِ جسم کہ لیا حالانکہ دماغ بھی اندرونِ جسم ہوتا ہے تو ہر زخم ہی جائزہ ہوتا اداۃ کتنے کی کیا ضرورت تھی؟ پھر شامی اور طحاوی سے تصریح بھی گزر چکی جس سے واضح ہوتا ہے کہ جوف سے مراد معدہ ہے نیز اول فتویٰ میں گزر چکا کہ رکنِ وزم ہے ہی اکل و شرب و جوارح سے بچنا جو قرآنِ کریم سے ہی ثابت ہے تو یہ مدعی صاحب ہی فرمائیں کہ اکل و شرب میں ماکول و مشروب جسم کے کس حصے میں پہنچائے جاتے ہیں معدہ میں یا معدہ سے باہر گوشت میں؟ اور جب ٹیکہ جوارح کے ماتحت ہے ہی نہیں تو اگر مفسد ہو تو اکل و شرب بن کہ ہی مفسد بنے گا تو اس کے لئے بھی جوف وہی ہونا چاہئے جو اکل و شرب کے لئے ہوتا ہے اور جیسے اکل و شرب حقیقی ہو یا صورتی یا معنوی سب اسی وقت مفسد بنتے ہیں جب کہ معدہ میں وارد ہوں یا معدہ کے اصلی کسی راستہ میں یا دماغ میں تو ٹیکہ بھی اکل و شرب کا فرد بن کر اسی جگہ وارد ہو کر مفسد ہو سکتا ہے نہ کہ دور رہ کر ہر چند یہ حقیقت واضح ہو چکی ہے کہ اس جوف سے مراد معدہ ہی ہے اور جسم کا ہر اندرون حصہ من اللحم وغیرہ مراد نہیں مگر پھر بھی مزید وضاحت کے لئے وہ جزئیہ صریح ذکر کیا جاتا ہے جو نور الایضاح، مراقی الفلاح، طحاوی علی المراقی ص ۲۹۹، مجمع الانہر ج ۱ ص ۲۴۵، خلاصۃ الفتاویٰ ج ۱ ص ۲۵۳، جوہرہ نیرہ ج ۱ ص ۱۷۴، فتاویٰ قاضیخان ج ۱ ص ۱۰۰، فتاویٰ عالمگیری ج ۱ ص ۱۰۴، بحر الرائق ج ۲ ص ۲۷۹، تبیین الحقائق ج ۱ ص ۳۳، در المختار، شامی ج ۲ ص ۱۳۷، طحاوی علی الدرد ج ۱ ص ۴۵۲، احکام القرآن ج ۱ ص ۲۲۵ میں بالفاظ متعارف ہے کہ اعلیٰ و درو کی پیشاب کی نالی سے مشابہت میں کوئی چیز زیل وغیرہ داخل



کی جگہ تھیں تو حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک روزہ فاسد نہیں ہوتا اور حضرت امام ابو یوسف علیہ الرحمۃ کے نزدیک روزہ فاسد ہو جاتا ہے اور اس اختلاف کی بنا پر اس پر ہے کہ امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک مثانہ اور جوف کے درمیان منفذ (در اسنہ) نہیں ہے تو جو چیز مثانہ میں داخل کی گئی وہ جوف میں داخل نہ ہوئی لہذا مفسد روزہ نہیں اور امام ابو یوسف علیہ الرحمۃ کے نزدیک راستہ ہے تو مثانہ میں چیز کا داخل ہونا جوف میں داخل ہونا بن گیا۔ شامی کے لفظ یہ ہیں و الاختلاف مبنی علیٰ انہ ہل بین المثانۃ والجوف منفذ او لا ینز فرماتے ہیں ان العلة من الجانبین الوصول الى الجوف وعدمہ تو ہمارے ائمہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا یہ اختلاف بڑی صاف دلیل ہے کہ ان حضرات کی نظر میں خود مثانہ جوف نہیں حالانکہ مثانہ ہے ہی اندرونِ جسم میں اور اس کی گہرائی عام ٹیکوں سے کئی گنا زائد ہے تو معلوم ہوا کہ وہ جوف یا باطن بمعنی اندرونِ جسم نہیں ورنہ مثانہ ضرور جوف بنتا اور یہ بھی واضح ہوا کہ ہمارے سب ائمہ کرام کے نزدیک بالاتفاق وہ چیز جو جسم کی گہرائی میں داخل کی جائے، مفسد نہیں بن سکتی جب تک کہ اس گہرائی سے جوف یا داغ

۳۶۴ ہدایہ میں ہے وقول محمد علیہ الرحمۃ مضطرب فیہ۔ غایہ شرح ہدایہ ج ۲ ص ۲۶۴ میں ہے وانما توقف محمد لانہ شک فی وجود المنفذ من التحلیل الى الجوف در المختار میں ہے وان وصل الى المثانۃ علی المذهب۔ شامی ج ۱ ص ۱۳۷ میں ہے قوله علی المذهب ای قول ابی حنیفہ و محمد معنی الاظهر، زیلعی ج ۱ ص ۳۳۰ میں ہے و محمد توقف فیہ وقیل ہو مع ابی یوسف والظاهر انہ مع ابی حنیفہ علیہم السلام ۱۲ ۳۶۵ طحاوی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں لانہ لیس بین المثانۃ والجوف منفذ ووصول البول من المعدة الى المثانۃ الم ۱۲ منہ غفرلہ



تک اصل راستہ نہ ہو، پھر یہ عام ٹیکے (جو مثانہ سے کسی گناہم گم گرائی تک ہی ہوتے ہیں اور وہ بھی مصنوعی راستہ سے) کس طرح مفسد بن سکتے ہیں جبکہ مثانہ میں بیرون جسم سے اصلی راستہ کے ذریعہ تیل وغیرہ کا پہنچنا مفسد نہیں کیونکہ مثانہ و معدہ کے درمیان مسامات کے علاوہ قدرتی راستہ نہیں ہاں حقیقتہ یوں ہوتا تو بالافتاق مفسد ہے۔

فائدہ

اصل اور مصنوعی راستوں کا فطری فرق تو واضح ہے ہی مگر شرعاً بھی حسب تصریحات ائمہ کرام کافی فرق ہے، وہ یہ کہ اصلی راستہ کے صرف اندر ہی چیز کا بالاستقرار پہنچ جانا مفسد ہے کیونکہ یہ حکماً جو فیک پہنچا ہی ہے مگر مصنوعی راستہ میں یوں نہیں بلکہ جب تک یقین یا ظن غالب نہ ہو جائے کہ چیز خود جو فیک یا دماغ تک پہنچ گئی ہے اس وقت تک روزہ فاسد نہیں ہوتا کما تبین من مسئلۃ الجائفة و الائمة وغیرہا بلکہ کسی جلیل القدر اہل تحقیق مشائخ عظام تو فرماتے ہیں کہ حضرت امام ابو یوسف و امام محمد علیہما الرحمۃ کے نزدیک مصنوعی راستہ سے چیز کا جسم میں داخل کرنا مفسد ہے ہی نہیں اگرچہ جو فیک میں بھی پہنچ جائے۔ احکام القرآن ج ۱ ص ۲۲۵، یعنی علی الکفر ص ۶۰، مجمع الانہر ج ۱ ص ۲۴۱، بسوط امام شری ج ۳ ص ۶۸ میں بالفاظ متقاریر ہے والنظم من المیسوط فہما (ای صاحبان) یعتبران الوصول الی الباطن من مسلك هو خلقه فی البدن لان المفسد للمصوم ما یعدم بہ الامساك المامور بہ وانما یومر بالامساك لاجل المصوم من مسلك هو خلقه دون الجراحة العارضة الخ نیز احکام القرآن ج ۱ ص ۲۲۳ میں ہے واختلفوا فیما وصل الی الجوف من جراحة جائفة و ائمتہ فقال ابو حنیفہ و الشافعی علیہ القصار و قال ابو یوسف و محمد لا قضاء علیہ و هو قول الحسن بن صالح ثواس قول کی بنا پر کوئی بھی ٹیکہ مفسد نہیں اگرچہ کوئی جو فیک



یاد داغ میں داخل کر کے کیا جائے چہ بائیکہ سوئی جوف یاد داغ سے جوہی دور، اور کبھی شائع
یہ فرماتے ہیں کہ صاحبین کے نزدیک چونکہ مصنوعی راستہ سے جوف میں داخل ہونا مشکوک
رہتا ہے اور یقین نہیں ہوتا لہذا ہمسفہ نہیں، بدائع ج ۲ ص ۹۳، ہدایہ ج ۱ ص ۲۰۰ فتح القذافی
ج ۲ ص ۲۶، ہندیہ ج ۱ ص ۱۰۶ میں بالفاظ متقارہ ہے والنظم من البدائع و
عندھما لا یفسدھما اعتبارا بالمخارق الاصلیۃ لان الوصول الى
الجوف من المخارق الاصلیۃ متیقن بہ ومن غیرھا مشکوک فیہ
فلا یحکم بالفساد مع الشک۔ اور اس کا تقاضا یہ ہے کہ جوف یاد داغ میں
داخل ہو جانے کا یقین ہو جائے تو مفسد ہے۔ بہر حال اس پر سب ائمہ کا اتفاق ہے
کہ چیز جب تک مصنوعی راستہ میں رہے اور جوف و داغ تک پہنچے مفسد نہیں تو
ٹیکہ میں بھی یونہی ہو گا ہاں اصلی اور مصنوعی راستوں کے فرق سے ہی ثابت ہو رہا ہے
کہ جوف سے مراد معدہ ہے اور ہر اندرونی خضمہ مراد نہیں رہا بعض لوگوں کا یہ شبہ کہ
بعض ٹیکے طاقتور ہوتے ہیں کہ باوجود یکہ بالائی جسم یا زیریں میں کئے جاتے ہیں مگر ان کا
اثر مسامات کے ذریعہ سارے جسم میں پہنچ جاتا ہے لہذا جوف و داغ میں بھی پہنچ جاتا
ہے تو روزہ ٹوٹ جاتا ہے تو یہ شبہ بھی بالکل لغو اور غلط ہے۔ فقہائے کرام نے
صاف صاف تصریح فرمادی ہے کہ منافذ و مسالک (جوف تک راستوں) سے
داخل ہونے والی چیز ہی روزہ فاسد کرتی ہے اور مسامات سے داخل ہونا روزہ کے
منافی نہیں ہے۔ فتح القذیریہ ج ۲ ص ۲۵۷ میں ہے المقطر الداخل من المنافذ
کالمدخل والمخرج لا من المسام۔ شامی ج ۲ ص ۱۳۲ میں نہر الفائق سے ہے
المنظر انما هو الداخل من المنافذ۔ ہندیہ عن شرح الجمع ص ۱۰۴، طحاوی
علی الدر ج ۱ ص ۵۰، طحاوی علی المرقی ص ۳۹۸، ہدایہ عنایہ ج ۱ ص ۲۵، مجمع الانہر ج ۱
ص ۲۴، بحر الرائق ج ۲ ص ۳۷، تبیین الحقائق ج ۱ ص ۳۲۳ میں ہے والنظم





للامم الزیلعی علیہ الرحمۃ والد اخل من المسام لامن المسالك
 لا ینافیہ۔ مبسوط ج ۳ ص ۶۷ میں ہے وان وصل عین الکحل الی باطنہ
 فذلک من قبل المسام لامن قبل المسالك الخ اور مسئلہ مثانہ وغیرہ
 بھی اس کی روشن دلیل ہے کما لا یغنی علی من لہ فہم تاملہذا فہم لکے کرام
 تصریح فرماتے ہیں کہ آنکھوں میں سرمہ یا دوائی ڈالنے سے روزہ فاسد نہیں ہوتا اگرچہ سرمہ
 کا اثر یا رنگت خلق یا تنوک میں پائی جائے اور نہانے سے بھی روزہ نہیں ٹوٹتا اگرچہ
 پیاس ازجائے اور ٹھنڈک محسوس ہو کہ سرمہ یا غسل کے پانی کا اثر مسامات سے داخل ہوتا
 ہے تو مفسد روزہ نہیں تو ثابت ہو کہ ٹیکہ بھی یونہی غیر مفسد ہے پھر وہ ٹیکہ جو اندرون چشم
 میں کیا جائے تو گو اس سے روزہ فاسد ہو جاتا ہے مگر برگزہرگز نہ کفارہ لازم نہیں اس
 لئے کہ کفارہ صرف افطار کامل (اپنے منہ سے پیٹ تک ایسی چیز کا پہنچانا جو غذا و دوا
 کے طور پر مقصود ہوتی ہو) پر ہی لازم ہوتا ہے۔ شامی ج ۲ ص ۸۸، بدائع صناع ج ۲ ص ۹۷
 ۹۸ میں ہے والنظم من البدائع واما وجوب الکفارة فیتعلق باخساد
 مخصوص وهو الافطار الکامل بوجود الاکل والشرب (الی ان قال) و
 نعنی بصورة الاکل والشرب و معناهما ایصال ما یقصد بالتغذی
 والتداوی الی جوفہ من الفم لان بہ یحصل قضاء شهوة البطن علی
 سبیل الکمال۔ ہدایہ ج ۱ ص ۹۷ میں ہے واما الکفارة فتقتل الی کمال
 الجنایة لانہا تندری بالشبهات کالحدود۔

اور یونہی فتح القدیر، غنایہ ج ۲ ص ۲۵۷ میں ہے بلکہ ان تمام کتب کثیرہ فقہیہ میں
 (جن سے مسئلہ جائزہ اور آئمہ لکھا جا چکا ہے) ہے کہ کان یا ناک میں تیل وغیرہ کے ڈالنے
 اور حقنہ کرنے سے صرف قضاء لازم ہوتی ہے اور کفارہ نہیں اور اس مسئلہ جائزہ سے
 پہلے اس کی عبارت بھی فتاویٰ عالمگیری سے گزر چکی ہے حالانکہ کان ناک وغیرہ اصلی راستے

ہیں تو ان میں دوائی وغیرہ ڈالنے سے کفارہ لازم نہیں آتا تو ٹیکہ میں کیسے لازم آئے
 کہ اس کا راستہ تو ہے ہی مصنوعی، بلکہ بحر الرائق ج ۲ ص ۲۹، نور الایضاح، مراقی الفلاح،
 حاشیۃ الطحاوی ص ۲۰۶ میں ہے کہ وجور یعنی دوائی حلق میں اندینا، روزہ فاسد
 کر دیتا ہے مگر کفارہ نہیں کہ اس میں کھانے کی صورت نہیں پائی گئی والنظم من البجر
 واما الوجور فی القم فانہ یفسد صومہ لانه وصل الی جوف البدن
 ما هو مصلح للبدن فکان اکلا معنی لکن لا تلزم الکفارة لانعدام
 الاکل صورة۔ اور بسوط ج ۳ ص ۶۷ میں ہے واما السعوط والوجور یفطرہ
 لوصلہ الی احد الجوفین اما الدماغ او الجوف واللفظ مما یدخل
 ولا کفارة علیہ لان معنی الجنایۃ لا یمت بہ فان اقتضاء الشہوة لا
 یحصل بہ تو واضح ہوا کہ ایسے ٹیکہ میں کفارہ ہرگز نہیں اور عام ٹیکے جو مفسد صوم نہیں
 ان میں کوئی حرج نہیں مگر ایسے سخت ٹیکے جن کے لگانے سے بخار یا کسی اور عارضہ کا خطرہ
 ہو اور اندیشہ ہو کہ اس کے زالہ کئے لئے شاید فوری دوائی ایسی استعمال کرنی پڑے جو
 مفسد روزہ ہو تو ایسی خاص صورت میں نہیں چاہئے اور مکر وہ ہو سکتا ہے جیسا کہ فقہاء
 کرام نے قبلہ (بوسہ) اور حجامت (سنگھی لگوانے) میں فرمایا ہے۔ فتاویٰ عالمگیری ج ۱
 ص ۱۰۲ میں ہے ولا بأس بالحجامة ان امن علی نفسه الضعف اما
 اذا خاف فانه یکرہ و یمینغی لہ ان یؤخر الی وقت الغروب و ذکر
 شیخ الاسلام شرط الکراہۃ ضعف یحتاج فیہ الی النظر والقصہ
 نظیر الحجامة ہکذا فی المحيط ولا بأس بالقبلة اذا امن علی نفسه
 من الحماہ والانزال و یکرہ ان لم یأمن والمس فی جمیع ذلك کالقبلة
 کذا فی التبیین۔

بفضلہ و کہہ رہا تھا اس دشمن کی طرح واضح و نمایاں ہو گیا کہ عام ٹیکے مفسد صوم نہیں



تعجب ہے کہ بعض علمائے آسان صاحبان جو کتب فقہیہ کا مطالعہ غور سے کرتے نہیں اور یونہی حکم فساد بلکہ لزوم کفارہ بھی لگا دیتے ہیں تو کتنے ہی ایسے سادہ لوح بندگانِ خدا ہیں کہ ایسے فتوے سن کر ضرورتِ ٹیکہ کے وقت صرف ٹیکہ لگوانے کی وجہ سے روزہ نہیں رکھتے اور کئی وہ ہیں جو واقعی مجبور و مریض ہیں جنہیں صالح اور پارہ سادہ اکثر بتاتے کہ اگر ٹیکہ نہ کیا جائے تو مرض بڑھ جائے گا یا دیر سے صحت ہوگی تو وہ بیچارے ایسے فتوے سن کر روزہ ترک کر دیتے ہیں اور برکاتِ خصوصِ وقت سے محروم رہ جاتے ہیں، ایسوں کی محرومی کا وبال بھی ایسے مفتیوں کے سر پہ ہے جن کے بال تحقیق فتوے سے وہ بیچارے محروم ہو رہے ہیں۔

۱۳۸۲ھ

(نوٹ) یہاں تک یہ فتوے مولانا الحاج ابوالیہ صاحب کے جواب میں ۲۵ رمضان ۱۳۸۲ھ کو لکھا گیا پھر کچھ عرصہ بعد مولانا الحاج ابوالرضا عبدالعزیز صاحب مہتمم مدرسہ غوثیہ حویلی لکھا کے سامنے کچھ شبہات پیش کئے گئے تو درج ذیل تنبیہ کا اضافہ کیا گیا۔

ضروری تنبیہ

بعض حضرات کہتے ہیں کہ ٹیکہ سے دوائی گوشت میں پہنچ کر خون سے مل کر جسم کے تمام حصوں میں پہنچ جاتی ہے تو لامحالہ معدہ میں بھی پہنچ جاتی ہے اور جس طرح معدہ کی ظاہری سطح پر رگیں ہوتی ہیں یونہی باطن میں بھی رگیں ہوتی ہیں تو ان رگوں کے ذریعہ باطن میں بھی دوائی پہنچ جاتی ہے اور وہ یہی ٹیکہ میں تو یہ بات اور واضح ہے لہذا روزہ ٹوٹ جاتا ہے، تو یہ کہنا بھی صحیح نہیں کیونکہ جب خون خود ہی معدہ کے اندر نہیں پہنچتا تو اس کے اندر ملی ہوئی دوائی کیسے پہنچے گی؟ اور یہ کہنا کہ باطن میں رگیں ہیں مفید نہیں کیونکہ یہ رگیں معدہ میں نہیں بلکہ معدہ کی اندرونی سطح میں ہوتی ہیں اور معدہ میں کھلتی بھی نہیں کہ خون براہِ راست معدہ میں گرے جیسے حوض میں نالی کے ذریعہ پانی گرتا ہے بلکہ دوائی



کا اثر صرف مسامات کے ذریعہ پہنچ سکتا ہے حالانکہ مسامات سے پہنچی ہوئی چیز کا مفسد نہ ہونا آفتاب و ماہتاب کی طرح واضح ہو چکا ہے۔

جانفہ اور آمہ میں ڈالی ہوئی دوائی بھی گوشت سے مل کر خون سے مل جاتی ہے مگر پھر بھی مفسد نہیں مگر جبکہ معدہ یا دماغ میں خود دوائی پہنچے حالانکہ ٹیکہ کا سواخ مبالغہ اور آمہ کی طرح معدہ اور دماغ تک نہیں پہنچتا تو اس کا مفسد نہ ہونا بطریق اولیٰ ثابت ہوا اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ روزہ ٹوٹنے کے لئے کسی دوا یا غذا کا جو فہ معدہ یا جو فہ دماغ میں پہنچنا لازمی نہیں بلکہ چند باتیں اور بھی ضروری ہیں : اولاد دوا یا غذا کا عین جو فہ میں پہنچ جانا ، دوم اصلاح بدن مقصود ہونا ، سوم اختیار اور ایجا و فعل کا پایا جانا بھی باعث فساد ہے۔ پھر کہا ہے کہ جب اصلاح بدن بھی مقصود ہوا اور ایجا و فعل بھی تو روزہ بالافتان ٹوٹ جانا چاہئے ، پھر اس سے نتیجہ نکالا ہے کہ شک اور عدم یقین وصول الی الجوف کی صورت میں اصلاح بدن اور ایجا و فعل دو شرطوں کا وجود مفسد کو ترجیح دینے کی وجہ سے روزہ (ٹیکہ سے) ٹوٹ جائے گا۔ یہ دعویٰ بھی بالکل غیر صحیح ہے کیونکہ قصد اصلاح بدن اور ایجا و فعل صرف اسی وقت ہی مفسد ہو سکتے ہیں ، جب کوئی چیز جو فہ معدہ میں پہنچے ورنہ نہیں۔ اگر صرف قصد اصلاح بدن اور ایجا و فعل ہی مفسد ہوتے تو نیل کی مالش اور غسل مرہم پٹی وغیرہ صدمہ افعال جو اصلاح بدن کے قصد سے کئے جاتے ہیں سب کے سب روزہ فاسد کر دیتے تو معلوم ہوا کہ قصد ایجا و اصلاح کا مفسد نہ صرف وصول الی الجوف ہی کی صورت میں ہے ورنہ نہیں چنانچہ تحریر سابق سے یہ بھی واضح نمایاں ہے اور لطف یہ کہ مدعی صاحب کلام اپنے کلام کا پہلا حصہ صراحتہً کئی وجوہ سے یہی ثابت کرتا ہے کہ لا ینفخ۔

بعض عوام یہ بھی کہتے ہیں کہ کچھ ٹیکے ایسے بھی ہیں جو بھوک اور پیاس کی تسکین کیتے ہیں لہذا روزہ میں کوئی ٹیکہ بھی جائز نہیں تو ان کا یہ دعویٰ بھی غلط ہے اگر بھوک



اور پیاس کی تسکین کے باعث ٹیکہ ناجائز ہوتا تو صرف وہی ٹیکہ ناجائز ہوتا جو تسکین کرتا ہو نہ کہ ہر ٹیکہ ناجائز ہو جانا اور یونہی اگر تسکین کے سبب ناجائز ہوتا تو سحری کے وقت بھی ناجائز ہوتا کہ اس سے بھی دن کو تسکین ہو سکتی ہے تو یوں کیوں نہیں کہتے کہ ماہ رمضان المبارک کی راتوں میں بھی ٹیکہ جائز نہیں پھر یہ بھی دیکھنا ہے کہ ٹیکے کمانے کون ہیں عموماً بیمار روزہ دار جو روزہ رکھتے ہیں اور بیماری کے لئے لگواتے ہیں اور یوں نہیں کہ تندرست اور طاقتور روزہ دار بھوک اور پیاس دور کرنے کے لئے ٹیکے لگوائیں ایسا آج تک دیکھا سنا بھی نہیں اور نہ ہی سرد موسم یا سرد مقام پر اس کی ضرورت ہوتی ہے، قابل برداشت بھوک پیاس کی لذت اور اشتیاق تو عموماً ہر ایک روزہ دار کو ہوتا ہے تو ایسا ٹیکہ بلا ضرورت لگواتا ہی کیوں ہے؟ اور اگر کوئی بد قسمت اس ذوق و چاشنی سے سراسر محروم ہو تو پھر ٹیکہ ہی کیا، ایسے سرے سے روزہ ہی نہیں رکھتے حتیٰ کہ اس موسم سرما میں بھی کئی ایسے بد بخت ہیں تو ان کا کیا اعتبار؟ کیا ان کی وجہ سے بیمار روزہ دار کو ہر ایک ٹیکہ ناجائز بنایا جائے، یہ سراسر انصاف سے دور ہے نیز یہ امر بھی قابل غور ہے کہ اگر کوئی صحیح الاعتقاد پر معمر یا مریض و کمزور سچے دل سے روزہ کی سعادت حاصل کرنا چاہے مگر بوجہ ضعف بھوک یا پیاس کی تکلیف برداشت نہیں کر سکتا البتہ اگر کوئی ایسا ٹیکہ جو تسکین کرے، لگوائے یا کسی سرد مقام کو ہر ٹی چلا جائے یا شرفاً یا خس کی ٹٹی کا انتظام کر لے یا رفانی پانی سے غسل یا تر کپڑے میں لپیٹ جائے تو روزہ پورا کر سکتا ہو تو کیا ایسے معذور اشخاص کے لئے یہ چیزیں بوجہ عذر جائز ہیں یا نہیں تو جہاں تک میری دانست کا تعلق ہے جہاں میں کوئی بھی ایسا عقلمند نہیں جسے دین اسلام سے قدرے واقفیت ہو اور کہے کہ کوہ مری کا سفر یا افغانستان جانا کسی دنیاوی جائز کام کے لئے ناجائز ہے چہ جائیکہ ادائیگی فرض کے لئے جائے اور یونہی یہ بھی نہیں کہا جاسکتا کہ کوئی معمر یا مریض سرد خانے یا خس کی ٹٹی میں آرام نہیں کر سکتا یا کوئی تندرست



اور جو ان ٹھنڈے پانی سے غسل یا نہ کر پڑا نہیں کہہ سکتا چہ جائیکہ معذور اور جبکہ ام و
آسائش کی غرض سے یہ چیزیں جائز ہیں تو دینی فریضہ پورا کرنے کے لئے کیوں ناجائز
ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ چیزیں معذروں کے لئے عون علی العبادۃ ہیں یعنی روزہ
کی عبادت پوری کرنے میں مدد دیتی ہیں تو ان کا کہنا عبادت میں داخل ہوگا اور جائز
ہوگا۔ شامی ج ۲ ص ۱۵۶ میں روزے دار کے غسل وغیرہ کے متعلق ہے لان ہلہ
الاشیاء جہا عون علی العبادۃ۔

بہر حال ان اشیاء کا عون علی العبادۃ ہونا تو ظاہری آنکھوں سے روزہ روشن
کی طرح واضح ہے حالانکہ عون علی العبادۃ ایسی بہترین چیز اور مطلوب شرعی ہے کہ
اللہ رب العالمین ارحم الراحمین اپنے لطف و کرم سے اپنے بندوں کو حکم دیتا ہے
کہ ایک دوسرے کے لئے نیک کاموں میں عون علی العبادۃ مہیا کریں جس کا عربی
نام 'تعاون' (ایک دوسرے کی مدد کرنا ہے) ارشاد فرمایا وتعاونوا علی البر
والتقویٰ (پت ۵۶) (ترجمہ) اور نیکی اور پرہیزگاری پر ایک دوسرے کی مدد کرو۔
جب نیک کاموں کے انجام دینے میں دوسروں کی مدد لازم ہے تو اپنی کیوں ناجائز ہوگی
لہذا سنن البوداؤد ج ۱ ص ۲۳۳ کی حدیث پاک سے ثابت ہے کہ خود حضور پر نور صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وسلم نے پیاس یا گرمی کے سبب اپنے سراقہ میں پر پانی بہایا اور شامی ج ۲ ص
۱۵۶ میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما روزہ میں کھڑا نہ کر کے اپنے اوپر لیٹ
لیا کہ تھکے اور تمام فقہائے کرام نے روزہ دار کے لئے غسل جائز قرار دیا بلکہ یہاں تک
ہے کہ روزہ دار غسل کرنے سے اپنے اندر ٹھنڈک محسوس کرے تب بھی روزہ فاسد
نہیں ہوتا۔ فتاویٰ عالمگیری ج ۱ ص ۱۰۴ میں ہے من اغتسل فی ماء وجد برده فی
باطنہ لا یفطرہ۔ اور ذرا غور کیا جائے تو صاف ظاہر ہوتا ہے کہ روزہ دار کا کھڑی
کا کھانا پینا بھی اس عون علی العبادت کے لئے مطلوب ہے، دیکھئے صحیح حدیث شریف



میں ہے استعینوا بطعام السحر علی صیام النهار بالقیلولة علی قیام اللیل (جامع صغیر ج ۱ ص ۱۲۹)۔ اس حدیث پاک میں حضور پُر نور صلی اللہ علیہ وسلم حکم دیتے ہیں کہ سحری کے کھانے سے دن کے روزے پر عون (مدد) حاصل کرو اور دوپہر کے قیلولہ سے رات کے نوافل پر اس سحری کے کھانے پینے سے دن بھر روزہ دار بھوک اور پیاس کی شدت سے بچ کر روزہ پورا کر لینا ہے تو معلوم ہوا کہ بھوک اور پیاس کی شدت کا ہونا روزہ کے لئے لازم نہیں اور اس کی تسکین ایسے طریقے سے جسے شرع اطہر نے حرام نہیں کیا حرام نہیں بلکہ جائز و مطلوب شرعی ہے خود اللہ رب العالمین اپنی رحمت و کرم سے روزہ ادا کرنے والوں سے روزہ کے بیان میں ہی فرماتا ہے یرید اللہ بکم الیسر ولا یرید بکم العسر (پید ع) (ترجمہ) اللہ تمہارے ساتھ آسانی چاہتا ہے اور تمہارے ساتھ دشواری نہیں چاہتا۔ تو واضح ہوا کہ بندوں کا بھوک اور پیاس کی شدت سے جان بلب ہونا اللہ تعالیٰ کو پسند نہیں، اس نے ہماری آسانی کے لئے افطاری اور سحری کے کھانے پینے کی اجازت مرحمت فرمائی، ہمارے آرام و آسائش کے لئے ٹھنڈے پانی سے غسل یا تھکے پرے سے ٹھنڈک حاصل کرنا حرام نہیں فرمایا، کسی سرد مقام یا سایہ میں سونا منع نہیں فرمایا اور اپنے کم سے سرد موسم کے روزوں کو بھی قبول فرماتا ہے تو آفتاب و ماہتاب کی طرح واضح ہوا کہ غسل وغیرہ ایسی چیزیں جو روزہ دار کے لئے شریعت میں حرام نہیں، اگر ان چیزوں کو شدت بھوک یا شدت پیاس دور کرنے کے لئے معذور استعمال کرے تو بلاشبہ جائز ہیں، ان سے روزہ فاسد نہیں ہوتا تو ٹیکے بچاؤ کے کیا قصود کہ وہ اگرچہ چونہ معدہ اور دماغ میں بھی نہ کیا جائے تب بھی محض اس لئے کہ بھوک پیاس کی تسکین کرتا ہے معذوروں کے لئے بھی جائز نہ ہو بلکہ کوئی ٹیکہ بھی روزہ دار کے لئے اگرچہ صرف مرض دور کرنے کے لئے ہو جائز نہ ہو سکے، ایسا کہنت



صریح ظلم ہے بلکہ بعض لوگوں کے لئے تعاون علی الاثم یعنی گناہ کرنے میں مدد دینا ہے کہ ایسی باتیں سن کر ایسے لوگ جو کمزور ایمان والے ہیں باوجودیکہ روزہ رکھ سکتے ہیں مگر چونکہ انہیں معمولی مرض کے لئے ٹیکہ لگوانا ہے لہذا روزہ نہیں رکھتے حالانکہ اللہ رب العالمین نے تعاون علی الاثم کو حرام کیا ہے، دیکھو پھر ۵۔

انتباہ

ٹیکہ، مرہم، مالش وغیرہ جن سے روزہ فاسد نہیں ہوتا ان کا استعمال تب ہی جائز ہے جبکہ حرام نہ ہوں ورنہ استعمال حلال نہیں مگر جبکہ حاذق طبیب یا ماہر ڈاکٹر جو مسلمان، متذقین، پابندِ مشرع متین اور غذائے کس ہوں اپنے پختہ علم و صحیح تجربہ کی بنا پر فیصلہ دیں کہ اگر یہ دوائی استعمال نہ کی گئی تو مریض جانبر نہیں ہو سکتا تو صرف ایسی صورت میں علمائے کرام فرماتے ہیں کہ اجازت ہے اور یہی حکم ان تمام دواؤں کا ہے جو بغیر روزہ بھی استعمال کئے جلتے ہیں، اس کا لحاظ ضروری ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم وصلى الله تعالى على سيدنا ومولانا محمد وآلہ وصحبہ والی الصلوٰۃ والسلام۔

قرۃ العقیقۃ ابو الخیر محمد نور اللہ انجمی غفرلہ

۱۷ رمضان المبارک ۱۳۸۶ھ ۲۹/۱۲/۲۰۶۵

الاستفتاء

فاضلِ اجل عالم بے بدل مجمعِ مکارمِ اخلاق حسنہ برادرِ مولوی صاحب السلام علیکم ورحمۃ وبرکاتہ، طالبِ خیریت بخیریت! آپ کا رسالہ روزہ و ٹیکہ کے عنوان سے میری نظر سے گزرا اس میں سے چند باتیں بطورِ تعلیم و استفادہ دریافت

کرتا ہوں، تکلیف فرما کر اگر تحریر فرمائیں تو لطف سے بعید نہ ہوگا، نیز یہ بھی خیال نہ فرمائیں کہ کوئی ذاتی معاملہ ہے بلکہ دین کا معاملہ ہے اس لئے پورے طور پر اطمینان ہو جانے کے بعد کہ ٹیکہ سے روزہ نہیں ٹوٹتا تو پھر انشاء اللہ العزیز ہم سب بھی اس چیز کے قائل ہو سکتے ہیں کہ ٹیکہ سے روزہ نہیں ٹوٹتا، بصورت ثانی یہ دینی معاملہ ہونے کی صورت میں آپ سے بھی مکمل توقع ہے کہ اگر ٹوٹ جانے کے وجوہات قبول جائیں تو بھی ہمارا اعانت فرما کر مشکور فرمائیں گے کسی چیز کے افہام و تفہیم میں رسالہ بازی ٹھیک نہیں ہوتی اس لئے مکتوب ہذا تحریر کر رہا ہوں، امید ہے کہ آپ جواب باصواب دے۔ مستغید و مستفیض فرما کر عند اللہ ماجور و عند الناس مشکور ہوں گے۔

سوال نمبر ۱ : آپ نے طے یقین فرمایا ہے کہ اکل و شرب و جماع تینوں چیزیں روزہ کو توڑنے والی ہیں اور کوئی چیز نہیں حالانکہ کتب فقہ میں بہت سے جزئیات موجود ہیں جو آپ کی نظر سے گزرے ہوں گے کہ اکل و شرب ہے مگر اس سے روزہ نہیں ٹوٹتا، انسان کے علاوہ بھی دوسرے جزئیات پائے جاتے ہیں اور یہ جزئیات بھی موجود ہیں کہ اکل و شرب نہ ہوں تو بھی روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔ اس پر جزئیات اگر طلب فرمائیں گے تو ضرور تحریر کروں گا اگرچہ لغتان را حکمت آموختن والا معاملہ ہوگا مگر تعمیل ارشاد ضرور ہوگی۔ اسی طرح جماع کے علاوہ بھی اگر خواہشات نفسانیہ کو روزے دار پورا کر لیتا ہے تو اس سے بھی روزہ ٹوٹ جاتا ہے، بالتفصیل تحریر فرمائیں اس کا کیا حل ہے۔

۲۔ آپ نے تحریر فرمایا ہے کہ جو ف سے مراد معدہ ہے ہم نے اپنے طور پر قانون صراح، منجد، نغیث اللغات، منتخب اللغات وغیرہ کتابیں دیکھی ہیں، جو ف کا معنی معدہ نظر نہیں آیا، آپ کے پاس اگر کسی لغت کی کتاب کا حوالہ موجود ہو تو تحریر فرمائیں۔ ثانیاً اگر جو ف کا معنی معدہ لیا جائے تو بہت سی چیزیں ایسی ہیں جو معدہ میں نہیں پہنچتیں مگر وہ روزہ کو توڑ دیتی ہیں غالباً کچھ اشیاء ایسی بھی مل جائیں گی جو معدہ میں پہنچ جائیں مگر روزہ



نہ تو طریس ایسے جزئیات بھی کتب فقہ میں موجود ہیں۔

۳۔ آپ نے عبارت نقل فرمائی ہے جس میں جوف البدن تحریر فرمایا ہے اور بعض عبارات میں جوف الراس بھی تحریر فرمایا ہے۔ کیا ان عبارات میں بھی جوف سے مراد معدہ ہے، اگر نہیں تو پھر جوف سے مراد معنی یہاں کیا لئے جائیں گے۔ اختصار کو مد نظر رکھتے ہوئے یہ خط تحریر کیا گیا ہے، نیز آپ کے پاس کتب فقہ کے ذخائر موجود ہیں جس طرح کہ نگہبر الصوت کے حوالہ جات سے نیز 'روزہ و ٹیکہ' کے رسالہ سے صاف واضح ہے اس لئے آپ بالتفصیل تحریر فرما کہ عند اللہ ما جود عند الناس مشکوہ ہوں۔ میرے ان چند الفاظ کے متعلق آپ جو وضاحت طلب فرمائیں گے یا اور بھی آپ جو کچھ تحریر فرمائیں گے میں جواب دیتا رہوں گا، آپ بھی جواب باضواب سے مستفیض فرماتے رہیں، باقی ہر طرح سے غیریت ہے۔ سب پرسان حال کو السلام علیکم، نیز اگر دور رسالے آپ ارسال فرمائیں تو لطف سے بعید نہ ہوگا۔

سید اختر حسین جماعتی از علی پور سیداں

ڈاک خانہ خاص براستہ قلعہ سوہا رام ضلع سیالکوٹ ۸۳۷



مخدومی و مخدوم زادہ حضرت قبلہ شاہ زادہ صاحب زید مجدہم
وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ : مزاج سامی ! حضرت کا کہ نامہ باعث اعتزاز و
اعزاز بنا، بڑا کہم فرمایا کہ یاد فرمایا اور یہ تو حضرت کا شخص حسن ظن ہے کہ فاضل وغیرہ انقباب

لکھے ہیں، میں کیا اور میری قابلیت کیا اور یہ حقیقت واقعہ ہے کہ یہ دینی معاملہ ہے اس میں مند و عناد محض فساد و فساد ہے۔ اگر ثابت ہو جائے کہ ٹیکہ مقصد ہے تو انکار کے کیا معنی؟

حضرت نے بالتفصیل لکھنے کا ارشاد فرمایا ہے، مجھے بفضلہ تعالیٰ اس سے انکار نہیں مگر ان ایام میں مصروفیت بہت زیادہ ہے، دورہ حدیث شریف کے علاوہ بعض اسباق اور امور دارالعلوم میں انہماک وغیرہ عوائق ہیں اور پھر یہ خیال آ رہا ہے کہ حضرت نے فقیر کا رسالہ ملاحظہ نہیں فرمایا لہذا دور سالے حسب احکم ماضر ہیں، ذرا توجہ سے مطالعہ فرمائیں تو میرا خیال ہے کہ سوالات کے جوابات خود بخود سامنے آجائیں گے جو فک سے مراد کے متعلق بڑی تفصیل ہے اور یہ نہیں لکھا کہ محدہ لغوی معنی ہے کہ قاموس وغیرہ سے نہ ملنا خلافت ثابت کرے۔

نیز حضرت نے بار بار تحریر فرمایا ہے کہ فقیر جو استفسار کرے اس کا جواب عطا فرمائیں گے، یہ کرم ہے اور ردِ کرم چونکہ نامناسب ہے لہذا معروض کہ حضرت ہماری مستعدہ اشیاء میں سے وہ کونسی چیزیں ہیں کہ نسیان کے علاوہ بھی ان کا اکل و شرب روزہ فاسد نہیں کرتا جیسے حضرت نے تحریر فرمایا ہے۔ رہے یہ جہزیات کہ اکل و شرب نہ ہوں تو بھی روزہ ٹوٹ جاتا ہے شاید ان کا تذکرہ کیوں فرمایا وہ تو حضرت کی نقل 'اکل و شرب و جماع تینوں روزہ کو توڑنے والی ہیں' سے ہی ظاہر ہیں اور یونہی جماع کے علاوہ خواہشات نفسانیہ کے وہ فرد جو اکل و شرب کے تحت داخل ہیں، مفسد ہیں اور وہ بھی مفسد ہیں جو جماع نہیں مگر جماع کے حکم میں ہیں تو حضرت نے خواہشات نفسانیہ پورے کر کے نہ کو کلیہ کی طرح شاید کس خیال سے مفسد تحریر فرمایا جبکہ مفسد افراد کا افساد اور بات کا عدم افساد واضح ہے۔

بہر حال رسالے حاضر ہیں، میرا طریقہ بھی رسالہ بازی نہیں اور نہ ہی کسی سے



پسند ہے، پھر آپ تو ماشاء اللہ ساداتِ کرام سے ہیں، آپ سے تو اتنا لکھتے ہوئے
بھی خوف طاری ہوتا ہے۔ امید ہے کہ ان چند معروفات کو اپنے اخلاقِ عظیمہ کی
بنا پر نیک محل پر ہی محمول فرمائیں گے، لفافہ کی تکلیف نہ فرمائی جائے، یہاں بھی کافی
سلتے ہیں۔ والسلام مع الاکرام

ہاں ایک نہایت ضروری معاملہ درپیش ہے جو ہے شرعاً خیر، اگر دقتِ عالیہ
میں دعا کے لئے سفارش فرمادیں تو کرم بہ کرم ہوگا۔ والسلام

عزہ الغفر الہامی محمد نور الشافعی غفرلہ

۴ ردی الحجۃ المبارکہ ۱۳۸۶ھ

۱۵/۳



رویت ہلال

تعارف باب رؤیۃ الهلال

رؤیت ہلال سے مراد ہے پہلی تاریخ کا چاند دیکھنا۔ اس مسئلہ کی اہمیت کا اندازہ اس امر سے لگایا جاسکتا ہے کہ متعدد احکام شرعیہ کا دار و مدار قمری مہینوں اور تاریخوں پر ہے۔ ارکان اسلام میں سے رمضان المبارک اور حج کا دار و مدار رؤیت ہلال پر ہے۔ اسی طرح ادائیگی زکوٰۃ کے لئے قمری سال کا اعتبار ہے، جو شمسی تقویم کے لحاظ سے دس دن کم ہوتا ہے۔ یونہی عید الفطر، عید الاضحیٰ، عدت وقات چار ماہ دس دن ایلاء کے لئے چار ماہ کی مدت ایسے کتنے ہی شرعی امور میں مدت کا تعین چاند کے طلوع سے ہوتا ہے۔ اسی لئے علمائے کرام اور مفتیان اسلام اپنے اپنے علاقوں میں ہمیشہ چاند دیکھنے کا اہتمام کرتے رہے۔-----

فقہائے کرام نے خاص طور پر ان پانچ مہینوں کا چاند دیکھنا واجب کفایہ قرار دیا ہے۔ یعنی اگر کوئی مسلمان بھی چاند دیکھنے کی کوشش نہ کرے تو سب گناہ گار ہوں گے :

(۱) ۲۹ / رجب کو شعبان المعظم کا چاند-----

(۲) ۲۹ / شعبان کو رمضان الکرم کا چاند-----

(۳) ۲۹ / رمضان کو شوال المعظم کا چاند-----

(۴) ۲۹ / شوال کو ذوالقعدہ کا چاند-----



(۵) ۲۹ / ذیقعد کو ذوالحجۃ المبارک کا چاند -----

رویت ہلال کے لئے کم از کم دو مرد عادل یا ایک مرد عادل اور دو عادلہ عورتیں چاند دیکھنے کی شہادت دیں البتہ رمضان المبارک اور عید کے چاند میں تفصیل ہے :

ہلال رمضان میں اگر مطلع ابر آکود ہو تو ایک عادل شخص (خواہ مرد ہو یا عورت) کی شہادت معتبر ہے اور اگر مطلع ابر آکود نہ ہو تو جم غفیر کی خبر ضروری ہے۔ ہلال عید میں مطلع ابر آکود ہو تو دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتوں سے کم کی شہادت قبول نہیں کی جائے گی۔-----

قدیم عہد میں اسلامی حکومتوں کا یہ دستور رہا ہے کہ شرعی شہادتوں سے ثبوت رویت ہلال کے بعد چاند کا اعلان ڈھنڈورہ یا توپوں کے فائر کے ذریعے کیا جاتا تھا جسے فقہاء اسلامی نے معتبر قرار دیا۔ پھر جب جدید سائنسی ایجادات میں تار، ٹیلی فون، وائر لیس، ریڈیو اور ٹیلی ویژن کے ذرائع معرض وجود میں آئے، جدید سولتوں سے استفادہ کیا جانے لگا تو یہ مسئلہ سامنے آیا کہ ریڈیو کے ذریعے رویت ہلال معتبر ہے یا نہیں؟-----

برصغیر میں انگریزوں کی غیر اسلامی حکومت کے زیر انتظام چاند کا اعلان غیر معتبر سمجھا گیا، چنانچہ علمائے کرام اور محققان عظام از خود لوگوں سے شرعی شہادت لینے کا اہتمام کرتے اور ان کے فتویٰ پر اعتماد کر کے لوگ روزہ، عید الفطر اور قربانی وغیرہ کے احکام چلاتے، قیام پاکستان میں یہی صورت حال رہی، غالباً ۱۹۵۵ء میں پہلی مرتبہ رویت ہلال کمیٹی کا قیام عمل میں آیا مگر بیشتر علماء عدم جواز کے قائل رہے۔ ۱۹۷۰ء کے انتخابات کے نتیجے میں برسر اقتدار آنے والی حکومت کے دور میں رویت ہلال کمیٹی کی تشکیل کے سلسلے میں قومی اسمبلی میں بل پیش ہوا تو وزارت مذہبی امور کی طرف سے علماء کرام کی سرپرستی میں کمیٹی قائم ہوئی تو علماء کا اعتماد بحال ہونے لگا۔ اب کئی سالوں سے تمام مکاتب فکر کے علماء (الامشاء اللہ) عملاً اس موقف کے قائل ہیں۔-----

سیدی فقیہ اعظم کافوتی

حضرت فقیہ اعظم قدس سرہ العزیز نے ابتداء ہی سے اس مسئلہ پر مثبت نظریہ اپنایا تھا، آپ



نے ۱۳۵۰ھ / ۱۹۵۰ء میں اس موضوع پر ایک تحقیقی رسالہ مسی باسم تاریخ "الحادۃ النشور اوکد الامر" تحریر فرمایا جس میں دلائل و جزئیات فقہیہ سے ثابت کیا کہ شری ثوت کے ہندو یو سے نشر ہونے والی رویت ہلال کی خبر قابل اعتماد ہے۔ آپ کا یہ فتویٰ حضرت سیدی ابو البرکات علیہ الرحمۃ نے اپنے فاضل صاحبزادے علامہ سید محمود احمد رضوی کی زیر ادا رت نکلنے والے اہل روزہ رضوان لاہور (جلد ۳، شمارہ ۱۲، ۲۸ / مارچ ۱۹۵۲ء، صفحہ ۵) میں "فتویٰ دربارہ رویت ہلال" کے عنوان سے شائع کروایا۔ ابتداء میں خود سید صاحب قبلہ نے ایک تفصیلی نوٹ تحریر فرمایا اور پاک و ہند کے مرکزی علمی مقامات اور جلیل القدر مفتی صاحبان کے اسماء گرامی درج کر کے انہیں دعوت غورو فکر دی۔ یہ نوٹ بجائے خود ایک علمی یادگار اور حضرت فقیہ اعظم پر آپ کے اعتماد کا آئینہ دار ہے۔ سید صاحب قبلہ کے اس نوٹ سے قبل مدیر رضوان علامہ سید محمود احمد رضوی نے توضیحی نوٹ میں لکھا:

"یہ نوٹ حضرت قبلہ سیدی ابو البرکات صاحب مدظلہ العالی نے مضمون ذیل کے لئے تحریر فرمایا ہے اس کی اہمیت کے پیش نظر اسے مضمون سے قبل درج کیا جاتا ہے۔ علماء کرام توجہ فرمائیں"۔۔۔۔۔

اس کے بعد حضرت سید صاحب قبلہ نے ارقام فرمایا:

"یہ فتویٰ حضرت فاضل جلیل عالم نبیل مولانا ابو الخیر محمد نور اللہ نعیمی فاضل حزب الاحناف و مہتمم دارالعلوم حنفیہ فریدیہ بھرپور پاک پنجاب نے بغرض استصواب آراء علمائے اہل سنت بذریعہ رضوان شائع فرمایا ہے۔ ناظرین کرام سے التجا ہے کہ جن علماء کرام کے پاس رضوان نہیں پہنچتا ان کی خدمت میں یہ فتویٰ پیش کیا جاوے اور ان کو بنظر اتفق ملاحظہ فرما کر کتب معتمدہ فقہ سے تائید فرمائیں یا رد فرمائیں اور صواب و خطا پر دلائل ارقام فرمادیں۔ اہل علم و صاحب قلم حضرات کے مضامین رضوان میں شائع کئے جائیں گے اور جب تک علمائے اہل سنت کا اس مسئلہ میں اتفاق نہ ہو گا اس پر عمل نہ کیا جائے گا۔ علمائے کرام سے گزارش ہے کہ وہ اس مسئلہ میں کافی روشنی ڈالیں۔ اگر کسی ایک جگہ رویت ہلال بطریق معتبرہ ثابت ہو جائے تو ہلال کیمٹی کا بذریعہ ریڈیو اعلان تمام پاکستان و



ہندوستان و ایران و توران و افغانستان و بلوچستان غرضیکہ تمام وہ شر و قری جہاں جہاں اس وقت میں ہلالِ کمیٹی کے اعلان کو بذریعہ ریڈیو سنیس تو اس اعلان پر مشرق و مغرب و جنوب و شمال کے باشندوں کو عمل کرنا یعنی عید الفطر، عید الاضحیٰ اور قیام رمضان ادا کرنا جائز ہو گیا نہیں؟ اور ان تصریحات کے باوجود عدم جواز پر کون سی دلیل ہے۔ بیہنوا و توجروا

تمام اہل السنۃ بالعموم اور حضرت مولانا مفتی احمد یار خاں صاحب نعیمی و حضرت مولانا الحاج سردار احمد صاحب لاکل پوری و حضرت مفتی اعظم ہند مولانا الحاج مصطفیٰ رضا خان بریلوی و مولانا الحاج ملک العلماء مفتی محمد ظفر الدین صاحب بہاری و حضرت مولانا الحاج مفتی احمد سعید شاہ صاحب ملتانی و علمائے بدایون و علمائے رام پور و حضرت مولانا الحاج مفتی محمد اجمل شاہ صاحب سنبھلی وغیرہم بالخصوص توجہ مبذول فرما کر اہل سنت کی عقدہ کشائی فرمائیں۔۔۔۔۔ ابو البرکات سید احمد غفرلہ۔۔۔۔۔



سید صاحب قبلہ کے اس نوٹ سے سیدی فقیہ اعظم قدس سرہ العزیز کے فتویٰ کی اہمیت اور واضح ہو جاتی ہے۔ مزید برآں رضوان کی دستیاب فائلوں میں اس فتویٰ کے جواب میں کوئی تردید کی تحریر نہیں ملتی اور نہ ہی علمی انداز میں کسی اور ذمہ دار عالم کی طرف سے کوئی جواب لکھا گیا۔۔۔۔۔ چنانچہ ایک سائل کے جواب میں سیدی فقیہ اعظم نے ارقام فرمایا:

”یہ اعلان معتبر اور مستند ہے“ اس کے ناجائز ہونے پر کوئی دلیل قائم نہیں کئی سالوں سے ہمارا تفصیلی فتویٰ شائع ہو چکا ہے جس میں آیات و احادیث و کتب مذہبیہ سے جواز آفتاب کی طرح واضح و بیدار کیا ہے جو بفضلہ تعالیٰ آج تک لا جواب ہے۔۔۔۔۔

(فتاویٰ نوریہ، جلد ۲، صفحہ ۱۰۰، پہلا ایڈیشن)

ایک اور سائل کو بایں الفاظ جواب دیا:

”رہی سائل کی سنی سنائی، بے محل، طویل لا طائل تقریر تو وہ شرعی اعلانوں کو غیر معتبر قطعاً ثابت نہیں کر سکتی، جسے دعویٰ ہو سامنے آئے۔۔۔۔۔

(ایضاً، صفحہ ۱۳۸، پہلا ایڈیشن)

مزید تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو پروفیسر مولانا خلیل احمد نوری کا مقالہ ”رؤیت ہلال۔۔۔ ایک جائزہ“ اور احقر کی کتاب ”حضرت فقیہ اعظم کے استاد سیدی ابوالبرکات اپنے مکاتیب کے آئینے میں۔۔۔۔۔“

اس تمہید کے بعد آئندہ صفحات میں رؤیت ہلال سے متعلق سیدی فقیہ اعظم کے فتاویٰ خصوصاً رسالہ ”افادۃ النضر او کد الامر“ پر مولانا پروفیسر خلیل احمد نوری صاحب کا تعارفی مقالہ پیش کیا جا رہا ہے:

مختصر تعارف

رؤیت ہلال کے موضوع پر حضرت فقیہ اعظم قدس سرہ العزیز سے پوچھے گئے استفتاءات کی تعداد آٹھ ہے۔۔۔۔۔ (۱)

چھ استفتاء جلد دوم میں ہیں اور ایک ایک جلد سوم اور ششم میں شامل اشاعت ہے۔ ان فتاویٰ میں چار آیات کریمہ، چار احادیث مبارکہ اور کتب شروح حدیث و فقہ اور اصول فقہ سے چوبیس عبارتیں نقل کی گئی ہیں۔ دو مقامات پر خارجی آثار و قرائن اور ذاتی مشاہدے سے استشہاد کیا گیا ہے۔۔۔۔۔

جلد دوم میں دیے گئے فتاویٰ میں پہلے فتوے کے (۲) آخر میں ”۶ / رمضان شریف ۱۳۶۶ھ“ درج ہے، سائل کا نام اصغر علی زرگر ہے، عبارت سوال مختصر اور سلیجی ہوئی ہے۔ (۳)

دوسرے فتوے کے آخر میں نہ تو تاریخ درج ہے اور نہ ہی سائل کا نام ہے۔ چونکہ یہ فتویٰ باقاعدہ رسالے کی شکل میں لکھا گیا تھا لہذا اس رسالے کے تاریخی نام ”افادۃ النضر او کد الامر“ سے ۱۳۶۰ھ کا سن اخذ کیا گیا ہے (۴) جب کہ ہفت روزہ رضوان نے اسے ۲۸ / مارچ ۱۹۵۲ء (۱۳۷۱ھ) کی اشاعت میں شائع کیا ہے۔۔۔۔۔

جلد دوم میں شامل تیسرے فتوے کی عبارت استفتاء اور اس کے سائل کا نام کاتب دارالافتاء تحریر کرنا بھول گئے تھے (۵) تاہم قرائن بتاتے ہیں کہ مستفتی کوئی عالم دین ہیں۔۔۔۔۔ (۶)

چوتھے استفتاء کے سائل کا نام حافظ محمد الہی (ضلع شیخوپورہ) ہے، تاریخ کے کالم میں ۱۳ /



رمضان المبارک ۱۳۸۸ھ / ۷ / دسمبر ۱۹۶۸ء درج ہے۔۔۔۔۔ (۷)

جلد دوم کے پانچویں فتوے کا سوال محمد اکرم نقشبندی مجددی (ضلع سیالکوٹ) کی طرف سے موصول ہوا، جواب فتویٰ کی تاریخ ۱۸ / رمضان المبارک ۱۳۸۸ھ / ۱۹ / دسمبر ۱۹۶۸ء مرقوم ہے۔۔۔۔۔ (۸)

چھٹے فتوے کے مستفتی محمد عنایت اللہ بخاری (مدرسہ مصباح العلوم میلس ضلع ملتان) ہیں، جواب کے آخر میں حضرت فقیہ اعظم ۲۹ / صفر المظفر ۱۳۸۹ھ / ۱۷ / مئی ۱۹۶۹ء کی تاریخ کے دستخط ثبت فرمائے ہیں۔۔۔۔۔ (۹)

جلد سوم میں دیا گیا استفتاء پورے والا ضلع وہاڑی کے نامور عالم دین اور مدرسہ احیاء العلوم کے مہتمم مولانا عبدالعزیز صاحب رحمہ اللہ کی طرف سے موصول ہوا ہے، تاریخ ۱۳ / ذی القعدة المبارک ۱۳۷۱ھ درج ہے۔۔۔۔۔ (۱۰)

جب کہ جلد ششم کا استفتاء مفسر قرآن حضرت علامہ پیر محمد کرم شاہ صاحب الازہری کی وساطت سے لندن سے موصول ہوا اور ۲۶ / مئی ۱۹۸۰ء کو جواب تحریر کیا گیا۔۔۔۔۔ (۱۱)

ان تمام فتاویٰ میں رسالہ ”افادۃ النشتر اوکد الامر“ کو کلیدی حیثیت حاصل ہے، باقی فتاویٰ اس کا عکس جمیل ہیں۔ چونکہ تمام فتاویٰ ایک ہی نوعیت کے ہیں اور تمام میں ایک جیسے سوال اٹھائے گئے ہیں، اس لئے دلائل میں تقریباً یکسانیت دکھائی دیتی ہے، اگرچہ بعض جگہ نئی جزئیات سے بھی استدلال ملتا ہے اور اضافی پہلو بھی شامل ہیں۔ مستفتی کی ذہنی اور علمی سطح کے مطابق ایجاز و اطناب اور تفصیل و اختصار کو اپنایا گیا ہے۔ سائل نے جس پس منظر میں سوال پوچھا ہے، اسے اسی انداز میں جواب دیا گیا ہے۔ قاری کی سہولت کے پیش نظر رسالہ ”افادۃ النشتر اوکد الامر“ میں موجود عربی عبارات کا ترجمہ مصنف کے ہاتھوں فٹ نوٹ میں دے دیا گیا ہے۔۔۔۔۔

جلد ششم میں شامل فتویٰ لندن سے موصول ہوا ہے اور پاکستانی حالات سے ذرا مختلف حالات کا عکاس ہے، لہذا جواب میں بھی اسی پس منظر کو سامنے رکھا گیا ہے۔۔۔۔۔



اجتہادی پہلو

حضرت فقیہ اعظم قدس سرہ نے یہ پیادی موقف قائم فرمایا :

”قول محقق و مفتی بہ یہ ہے کہ جب رویت ہلال شرعی طور پر ایک جگہ ثابت ہو جائے تو تمام مکانات میں عمل لازم ہو جاتا ہے، بشرط حصول یقین و ثبوت مذکور یا ثلث غالب اور یہ قطعاً ضروری نہیں کہ ہر ایک مکلف کو اس کا علم شہادت شرعیہ یا حاکم شرع سے بلا واسطہ یا واسطہ شاہدین یا خبر مستفیض حاصل ہو تو لزوم ہو ورنہ نہ ہو“-----

(فتاویٰ نوریہ، جلد ۲، صفحہ ۳۰-۱۲۹، پہلا ایڈیشن)

اس پر آپ نے جن جزئیات تہیہ کے ذریعے دلائل ارقام فرمائے، ان کی تلخیص اور مجمل جھلک ہم نے اپنے انداز اور اپنی ضرورت کے مطابق ذیل میں دی ہے، فتاویٰ کی زبان اور فقہی انداز بیان فتاویٰ نوریہ میں ملاحظہ فرمائیے :

1. فتاویٰ عالمگیری شامی، عثمان اور ہندیہ کے حوالہ جات اور نقل عبارت ہندیہ سے واضح فرمایا کہ تحری سے افطار جائز ہے۔ پھر فرمایا :

اقول و کذا الصیام لعموم-----

”میں کہتا ہوں بوجہ عموم علت روزے کا بھی یہی حکم ہے“-----

کیونکہ تحری غلبۃ الظن کا فائدہ دیتی ہے اور غلبۃ الظن سے واجبات کا وجوب ثابت ہو جاتا ہے لہذا ریڈیو کے ذریعے اعلان مفید غلبۃ الظن ہے اور اس کا اعتبار کرنا لازمی ہے-----

2 غلبۃ الظن ہی کی بنا پر علامہ شامی علیہ الرحمہ نے توپوں کے فائر وغیرہ کو علامات پیہ

قرار دیا اور ان سے حاصل ہونے والے علم کی بنا پر عمل لازم قرار دیا-----

3 رد المحتار کے حوالے اور نقل عبارت سے ثابت فرمایا کہ ان کے زمانے میں توپوں

کے فائر کو مفید غلبۃ الظن ہونے کی بنا پر معتبر سمجھا جاتا رہا ہے، اگرچہ فائر کنندہ فاسق ہی کیوں نہ ہو اور امام اہل سنت احمد رضا خاں بریلوی علیہ الرحمہ نے اس مذکورہ تحقیق کو برقرار رکھتے ہوئے اپنے رسالے



”طریق اثبات الهلال“ میں توپوں کے فار اور ڈھنڈورہ وغیرہ کو علامت معتمدہ معروفہ کہہ کر معتمد سمجھا ہے۔ ”اور نشر ریڈیو تو صرف علامت نہیں بلکہ صریح اعلان و منادی حکم حاکم اسلام ہے، جو مطلق مقبول ہے، اگرچہ فاسق ہی کرے۔“-----

4 مشاہدات و حقائق سے استدلال فرماتے ہوئے فرمایا:

”اخبارات وغیرہ بذرائع سے قیام رویت ہلال کمیشن کا اعلام جس کے ارکان علمائے کرام ہیں اور حکام اسلام کا اہتمام و انتظام کہ بعد از ثبوت شرعی بذریعہ ریڈیو اعلان عام کر دیا جائے گا“ پہلے سے ہی مشہور ہو جانا اور بالعموم نشریات کا اجازت خاصہ پر ابتداء اور عوام و حکام سے عدم اختفاء ایسے قرائن و مقدمات ہیں جن سے اعلان تو اعلان خبر واحد بھی مفید یقین و ایتقان بن جاتی ہے بلکہ ایسی خبر واحد اتنی قوی ہو جاتی ہے کہ باوجودیکہ ائمہ اصول نے صاف صاف تصریح فرمادی کہ خبر واحد اگرچہ مخبر متعدد ہوں ناسخ حکم قطعی نہیں ہو سکتی مگر یہ خبر مخبر عنہ کا حکم قطعی بوجہ قرائن نسخ کر دیتی ہے..... الی آخرہ“-----

5 شرع مطہر میں عرف و عادات کا بہت اعتبار ہے، کتب معتمدہ سے صرف اس بنا پر یہ استدلال ہو رہے ہیں کہ وہ عرف عام میں اپنے مصنفین کی طرف منسوب ہیں۔ حالانکہ ان مصنفین کی طرف ان کتب کی نسبت قطعی دلائل قائم نہیں۔ یوں ہی خطوط کی نسبت صاحب مکتوب کی طرف قطعی نہیں ہوتی مگر یہ جو عرف و عادات بعض خطوط کی نسبت علماء و فقہاء نے تسلیم کی ہے۔ اسی طرح عرف میں چونکہ ریڈیو کی خبر کو معتبر سمجھا جاتا ہے اور اس کی خبر میں تشکیک و شبہ واقع نہیں کیا جاتا لہذا اس اعتبار عرف و عادات کی بنا پر روایت ہلال کی خبر کو بھی معتبر سمجھا جائے گا۔۔۔۔۔

6 ایک شبہ یہ کیا گیا تھا کہ علامہ شامی اور اعلیٰ حضرت نے توپوں کے فائر وغیرہ کو حجت قرار دیا ہے مگر ان علامات کا دائرہ اس قدر وسیع نہ تھا، جس قدر ریڈیو کی نشریات کا ہے، لہذا اس پر قیاس کرنا درست نہیں۔ حضرت فقیہ اعظم نے لکھا:

”بدامت عقل شاہد عدل کہ نزدیک و دور والے دونوں اعلان ریڈیو بلا واسطہ روابط بلا شک و شبہ برابر سنا کرتے ہیں تو نزدیک و دور کا تفرقہ محض تحکم اور انکار ضروریات کے سوا کوئی حیثیت نہیں



رکتا“-----

پھر آپ نے دو لیلیں قائم فرمائیں :

(۱) حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مدینہ طیبہ میں ”یا ساریۃ الجبیل“ فرمایا اور اس پر نمائند کے دور افتادہ مقام پر حضرت ساریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سن کر عمل فرمایا۔-----

(۲) جد الانبیاء حضرت سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے ایک مقام پر کھڑے ہو کر رکن اسلام (حج) کی ادائی کے لئے منادی فرمائی جس پر آج تک شرقاً، غرباً، شمالاً، جنوباً عمل ہو رہا ہے۔-----
7 اس شک کے ازالہ کے لئے کہ ریڈیو سے نشر ہونے والی خبر واحد سے روزے چھوڑ کر اعلان عید کا اعتبار کیسے درست ہے، آپ نے لکھا : ۶

”فقہائے کرام نے تصریح فرمائی ہے کہ متواتر و مستفیض یوجز افتادہ یقین معتبر ہے حالانکہ تواتر و استفاضہ احادیث کا فرق صرف اسناد و رواۃ کے لحاظ سے ہی ہے، حتیٰ کہ ایسی خبر واحد جو بلا واسطہ رواۃ موصول ہو وہ متواتر و مستفیض سے افتادہ یقین میں قطعاً کم نہیں۔“----- (۱۲)
اس تعارف کے بعد اب آپ آئندہ صفحات پر سیدی فقیہ اعظم قدس سرہ العزیز کے تفصیلی فتوؤں کا مطالعہ فرمائیں۔-----

فتاویٰ نوریہ کی اس جلد میں رویت ہلال سے متعلق چھ استفتاءات کے جوابات شامل ہیں۔-----

(صاحبزادہ) محمد محبت اللہ نوری

حواشی

(۱).....چھ مکمل استفتاءات ہیں جب کہ دو استفتاء کسی دوسرے سوال کے ساتھ کئے گئے ہیں۔
(۲)..... استفتاءات کی توارخ اور مستفتین کے اسماء کی تفصیل کے ضمن میں صفحات اور مجلدات کی ترتیب کو پیش نظر رکھا گیا ہے۔

(۳)..... فتاویٰ نوریہ، جلد ۲، صفحہ ۹۹

(۴).....ایضاً، صفحہ ۱۳۷

(۵)....."الاستفتاء" کے نیچے یہ لکھا ہے --- "نوٹ: کاتب دارالافتاء کی عدم موجودگی میں مولوی محمد صدیق نیر النوری ارقام فتویٰ کے وقت استفتاء تحریر کرنا بھول گئے لہذا صرف جواب ہی پر دقلم ہے، صفحہ ۱۵۴"

(۶).....جواب فتویٰ میں مستفتی کے استدلال کا ذکر ہے، جس سے ظاہر ہے کہ سائل

عالم دین تھے

(۷).....فتاویٰ نوریہ، جلد ۲، صفحہ ۱۵۷

(۸)ایضاً، صفحہ ۱۵۸

(۹).....ایضاً، صفحہ ۱۶۰

(۱۰).....ایضاً، جلد ۳، صفحہ ۵-۴۵۴

(۱۱).....ایضاً، جلد ۶، صفحہ ۲۲۶-۲۲۹

(۱۲).....رویت ہلال --- ایک جائزہ



افادة النشر اوكد الامر

٥١٣٤٠

باب رُویۃ الہلال

رسالہ مسیحی باسٹم تاریخی
”افادۃ النشر او کد الامر“
۱۳

تنبیہ :- یہ فتنے صرف ان اعلانوں کے متعلق ہے جو باقاعدہ شرعی تحقیق و ثبوت کے بعد حکیم حاکم اسلام ہوں۔

الاستفتاء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کیا فرماتے ہیں علمائے ملت غرار و زکات شرعیات زہرا راندریں مسئلہ کہ اب جبکہ رویت ہلال کمیٹی کی باقاعدہ تحقیق و ثبوت شرعی کے بعد بانتظام حکومت پاکستان ریڈیو کے ذریعہ اعلان رویت کیا جانا ہے، آیا اس اعلان پر اعتماد کرتے ہوئے تقریبات شرعیہ عیدین وغیرہ مناسکتے ہیں؟ بر تقدیر نعم ریڈیو اسٹیشن والے شرار و دوسرے مقامات اندرون صوبہ یا بیرون صوبہ کا ایک ہی حکم ہے یا متفرق؟ بر تقدیر تفریق ما بہ الفرق کیا ہے؟ بینوا

ماہورین من رب العلمین۔



الحمد لله الذي اعلان مواقيت الالهة ثم اميدان
 يواقيت عطائے صيور ورتھا بدورا اجلہ والصلوۃ والسلام علی
 من رغب فی اہتمام امراہلال وعلی الہ وصحب فی المبدأ و
 المال علی قدر الجمال والکمال والنوال اما بعد قول محقق ومفتی بریلوی
 کہ جب رویت ہلال شرعی طور ایک جگہ ثابت ہو جائے تو تمام مکافوں میں عمل لازم ہو جاتا ہے
 بشرط حصول یقین ثبوت مذکور یا ظن غالب اور یہ قطعاً ضروری نہیں کہ ہر ایک مکلف کو اس
 کا علم شہادت شرعیہ یا حاکم شرع سے بلا واسطہ یا با واسطہ شاہدین یا خبر مستفیض حاصل ہو
 تو لزوم ہو ورنہ ہو، فتاویٰ عالمگیری ج ۱ ص ۱۰۰، شامی ج ۲ ص ۴۵، مشکوٰۃ ج ۱ ص ۲۴۷
 میں ہے والنظم من الہندیۃ وذكر شمس الاسماء الحلوانی ان
 ظاہر مذهب اصحابنا رحمہم اللہ تعالیٰ فی ظاہر الروایۃ انہ
 یجوز الافطار بالتحری کذا فی المحيط اقول وكذا الصیام للعموم

مع شمس الاسماء الحلوانی نے ذکر فرمایا کہ بلا شک ہمارے اماموں کا ظاہر مذہب ظاہر الروایۃ میں یہ ہے کہ کثیر

افطار تحریری سے جائز ہے، اسی طرح محیط میں ہے ۱۲

للعلم میں کہتا ہوں جو عموم علت روزے کا بھی یہی حکم ہے ۱۲

اور یہ جو از وجوب پر بھی صادق کہ تحریری سے غلبۃ الظن اور غلبۃ الظن سے وجوب واجبات ثابت ہو جایا کرتا ہے۔ شامی نے فرمایا لآن التحریی یفید غلبۃ الظن وہی کالیقین کما تقدم۔ بدائع صنائع ج ۲ ص ۱۰۵، ۱۰۶ میں ہے ان غالب الرأی حجة موجبة للعمل وان في الاحکام بمنزلة الیقین۔ اور ایسے ہی ہدایہ وغیرہا معتدات میں ہے بناءً علیہ شامی علیہ الرحمہ نے توپوں کے فائر وغیرہا علامات بینہ کو باعث لزوم قرار دیا۔ مختہ الخالق ج ۲ ص ۲۵، ردالمحتار ج ۲ ص ۱۲۵ میں ہے لآنہ علامۃ ظاهرة تفید غلبۃ الظن وغلبۃ الظن حجة موجبة للعمل کما صرح جواب حتی کفار کندیہ وغیرہ کی عدالت بھی شرط نہیں۔

ردالمحتار ج ۲ ص ۱۴۵ میں فرماتے ہیں قد یقال ان المدفع فی زماننا یفید غلبۃ الظن وان کان ضارب فاسقاً۔ امام اہل سنت اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ نے تحقیق مذکور کو برقرار رکھتے ہوئے رسالہ طریق اثبات الملل مصنف جامع الاقوال کے ص ۲۲ میں فرمایا۔ حاکم شرع کے حضور شہادتیں گزرنے، ان پر حکم نافذ کرنا، ہر شخص کساں دیکھتا سنتا ہے، حکم حاکم اسلام اعلان کے لئے ایسی ہی کوئی علامت معروضہ معروفہ قائم کی جاتی ہے جیسے توپوں کے فائر یا دھندلہ ورہ وغیرہ اور نشر ریڈیو تو صرف علامت نہیں

۱۵۔ اس لئے کہ بدشہر تحریری منیہ غلبۃ الظن ہے اور غلبۃ الظن مانند یقین ہے، جیسے گزرا ۱۲

۱۶۔ جہاں تک ان غالب دلیل موجب عمل ہے اور تنبیہ وہ احکام میں برتر یقین ہے ۱۲

۱۷۔ اس لئے کہ وہ علامت ظاہرہ منیہ غلبۃ الظن ہے اور غلبۃ الظن دلیل موجب عمل ہے جیسے اس کی تصریح مفتاح کرام نے فرمائی ۱۲

۱۸۔ ضرور کہ جہاں تک تنبیہ کہ بیشک توپ ہمارے نالے میں منیہ غلبۃ الظن ہے اگرچہ جہاں تک وہاں فاسق ہو ۱۲



بلکہ مزین اعلان و منادی حکیم ماکم اسلام ہے جو مطلقاً مقبول ہے اگرچہ فاسق ہی کرے۔
فتاویٰ عالمگیری ج ۳ ص ۸۶ میں ہے خبر منادی السلطان مقبول عدلا
کان او فاسقا، بلکہ اخبارات وغیرہ ذرائع سے قیام رویت ہلال کیٹی کا اعلام جس کے
ارکان علماء کرام ہیں اور حکام اسلام کا اہتمام و انتظام کہ بعد از ثبوت شرعی بذریعہ ریڈیو
اعلان عام کر دیا جائے گا، پہلے ہی سے مشہور ہو جانا اور بالعموم نشریات کا اجازت خاصہ
پراپتار اور عوام و حکام سے عدم احتقار ایسے قرآن و مقدمات ہیں جن سے اعلان تو
اعلان خبر واحد بھی مفید یقین و یقان بن جاتی ہے بلکہ ایسی خبر واحد اتنی قوی ہو جاتی
ہے کہ باوجود کچھ ائمہ اصول نے صاف صاف تصریح فرمادی کہ خبر واحد اگرچہ غیر معتد
ہوں تاہم حکم قطعی نہیں ہو سکتی مگر یہ خبر غیر معتد کا حکم قطعی بوجہ قرآن نسخ کر دیتی ہے چنانچہ
کتب معتدہ احادیث سے آفتاب و مہتاب کی طرح عیاں ہے کہ تحویل قبلہ کے بعد
وہ صحابہ کرام جنہیں علم نہیں ہوا تھا، بیت المقدس کی طرف نماز پڑھ رہے تھے تو ایک صحابی
نے تحویل قبلہ کی خبر دی اور وہ اسی وقت عین نماز میں بیت المقدس سے منہ موڑ کر
کعبہ شریف کی طرف متوجہ ہو گئے حالانکہ بیت المقدس کا قبلہ ہونا ان کی نظر میں اس
وقت تک حکم قطعی تھا اور پھر حضور پرنورؐ سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے انکار
ثابت نہیں بلکہ ہدایہ وغیرہ میں ہے کہ تقریر فرمائی تو شراح و علماء نے اس کی بھی توجیہ
فرمائی کہ یہ خبر واحد بوجہ قرآن محض خبر واحد نہ رہی لہذا مفید یقین و ناسخ قطعی ہو گئی فتح الباری
علی البخاری ج ۱ ص ۲۰۳، شرح مسلم للنووی ج ۱ ص ۲۰۰، مسلم الثبوت اور شرح بحر العلوم
ص ۲۶۹، مختصر المنتہی الاصول لابن الحاجب اور شرح القاضی العسکری ج ۲ ص ۱۹۵، ۱۹۶
میں ہے والنظم للنووی اللہ احتفت بہ قرآن و مقدمات افادت

للعلم شامی دھندورجی کی خبر مقبول ہے امداد ہوا فاسق ۱۲

۱۲ بلاشبہ اس خبر کا قرآن و مقدمات مفید یقین نے احاطہ کیا اور یہ محض خبر ہونے سے خارج ہو گئی ۱۲



العلم وخرج عن كون خبرا واحدا مجردا - عمدة القاری شرح البحاری ج ۱ ص ۲۴۸ میں فرماتے ہیں وهو مجمع حلیہ من السلف معلوم بالتواتر من عادة النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فی توجیہہ ولاتہ ورسولہ احاد الی الافاق لیعلموا الناس دینہم ویبلغوہم سنتہ رسولہم - محقق المثنیٰ وشرح العصد ج ۲ ص ۵۵، ۵۶، شرح مسلم بحوالہ العلم ص ۴۱۰ میں ہے والنظم للقاضی والمختار انہ یفید العلم بانضمام القرائن قاضی معتد مزینا وخرایا واعلم ان العدالۃ لیست شرطاً فی افادۃ مثله للعلم علی ما لا یخفی تغافل فی علیہ الرحمۃ نے ماثیہ میں فرمایا لان التحویل فیہ علی القرائن ثلثین ج ۲ ص ۱۲۸ میں ان من جملة طرق القضاء القرائن نیز شرع مطہر نے عرف وعات کا بڑا اعتبار فرمایا ہے، علمائے کرام خط کا اعتبار نہیں فرماتے کہ الخط یشبہ الخط مگر بعض خطوط کا استثناء فرمادیا کہ بوجہ عرف وعات معتبر ہیں عقود الدریہ ج ۲ ص ۲۰، رد المحتار ج ۲ ص ۴۹۰ میں معتدات کثیرہ سے ہے ان خط السمسار



عہ اور ہے یہ سلف صالحین سے مجمع علیہ بسبب ثبوت متواتر نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عادت شریفہ کے اکیلے اکیلے افسروں اور ایچمیوں کے روانہ کرے میں مختلف ملاقات کے لوگوں کو دین اور سنت سکھانے کے لئے ۱۲

عہ اور مختار یہ ہے کہ بے شک وہ خبر مفید علم ہے انعام قرائن کے سبب ۱۳
عہ اور بلاشبہ ایسی خبر کے افادہ علم میں عدالت مشروط نہیں چنانچہ یہ نہاں نہیں ۱۴
للعہ اس لئے کہ اس میں قرائن پر اعتماد ہوتا ہے ۱۵
عہ قرینہ اسباب قضا سے میں ۱۶

لے بے شک تاجدار و مرآت کا خط دلیل ہے کہ عرف اس پر مبادی ہے ۱۷

و الصراف حجة للعرف الجاری ب۔ انہیں میں ہے قد جرت العادة
 بین الناس بمثلہ حجة نیز فرماتے ہیں قال العلامة العینی والبناء
 علی العادة الظاہرة واجب نیز متنبہ فرمایا کہ ان العمل فی الحقیقة انما
 هو لموجب العرف لا بسجرد الخط، یہ بھی افادہ فرمایا وهو ما جرت بہ
 العادة فہذا کا لفظ فلزم حجة کما فی الملتقی والن یلغی من مسائل
 شتی الخرا کتاب ومثلہ فی الہدایة والخانیة اور چونکہ مدار کار عرف
 عادت ہے لہذا ص ۹۱ میں تعلیم فرمادی کہ مسئلہ کل ما جرت العادة بہ بلکہ کثرت
 ایسی کتب معتدہ ہیں کہ بلا تکثیر صرف غلطی و عادت کی بنا پر آج ان سے استدلال
 ہو رہے ہیں کما یدل علیہ تحقیق العلامة الشامی فی ج ۴ ص ۴۲۵۔ رہا
 علی وخطاوی و شامی علیم الرحمن کا طریق موجب کے تین فرد بیان فرمانا تو وہ مضر نہیں کہ
 بطریق تشیل کاف تشبیہ سے بیان فرماتے ہوئے افادہ فرمایا کہ ایسے معنی ظن و یقین
 اور فرد بھی ہیں البتہ یہ ضروری ہے کہ فائدہ اعلان صرف بحالت ثبوت شرعی و وثیہ ہلال
 ہی ہو کریں کما حقیقہ امامنا فی طریق اثبات الہلال اور چونکہ
 انگریزی دور اور پاکستان کے ابتدائی ایام میں یہ حالت اعتماد نہ تھی لہذا مجبوراً عدم اعتماد کا



عہ ضرور جاری ہوئی لوگوں میں ایسے کے دلیل ہونے کی عادت ۱۲

عہ علامہ عینی نے فرمایا عادت ظاہرہ پر بناء واجب ہے ۱۲

للعہ بے شک حقیقہ علی عرف کی وجہ سے ہے نہ زرعے خط سے ۱۲

عہ اور وہ ہے جو جاری ہوئی ہے اس کی عادت پس وہ مثل بورے کی ہے تو دلیل لازم ہو گیا جیسے ملتقی اور

ذمعی میں آخر کتاب کے مابقی نشتی سے ہے اور ایسے ہی ہدایہ اور فتاویٰ قاضیان میں ہے ۱۲

عہ یہی حکم ہے ہر اس چیز کا جو جاری ہوئی عادت اس کی ۱۲

فتویٰ رہا گراب جبکہ بانتظام حکومت پاکستان رویت ہلال کیٹی کے حکم سے معنی علمائے کرام کے حکم سے کہ کیٹی کے ارکان میں رویت ہلال کے ثبوت شرعی کا بذریعہ ریڈیو اعلان کیا جاتا ہے تو اعتبار ضروری و لازم ہو گیا اور دلائل مذکورہ میں مقامات دور و نزدیک کو شامل میں کما لا یخفی علیٰ اولیٰ النہی لہذا منۃ الخاق ج ۲ ص ۲۷۰ میں فرمایا و الظاہر وجوب العمل بہا علیٰ من سمعہا من کان غائباً عن المصر کاہل القری ونحوہا کما یجب العمل بہا علیٰ اہل المصر الذین لہم وراہا کم قبل شہادۃ الشہود۔

رہا ریڈیو میں تبلیغ صوت کا کوئی عمومی ذریعہ زمان قدیم میں نہ پایا جاتا تو یہ بھی قطعاً مضر نہیں کہ حکم کلی بعض جزئیات کے محدود زمانے تک نہ پائے جانے سے مخصوص و مفید جزئیات موجودہ نہیں ہو جاتا وذا البین من ان یبین ثلاثین ج ۱ ص ۱۲۹ میں علامہ سیدی عبدالغنی نابلسی قدس سرہ السامی سے ہے فکلا یقال فی الجزئیات التي انطبق علیہا احکام الکلیات انہا غیر منقولۃ ولا مصرح بہا بلکہ ہدایت عقل شاہد ہے کہ نزدیک و دور والے دونوں اعلان ریڈیو بلا واسطہ رواۃ بلا شک و شبہ برابر بنا کرتے ہیں تو نزدیک و دور کا تفرقہ محض حکم اور انکار ضروریات کے سوا کوئی حیثیت نہیں رکھتا بلکہ بغض و کرمہ تعالیٰ دلائل شرعیہ قاہرہ باہرہ سے روز روشن کی طرح ثابت کیا جاسکتا ہے کہ ایسی منادی جو نزدیک والوں کے لئے قابل قبول و معتد ہو اگر دور والے بھی سن لیں تو ان کے حق میں بھی قابل قبول و معتد ہی رہتی ہے، تاریخ اسلام پر زور

عہ اور ظاہر و خوب معل ہے ان فائروں پہلے لوگوں کے حق میں جو شر سے ماہر ہوں اور سن لیں جیسے دیات والے اور ان جیسے طرح ان فائروں پہل ان شریوں پر لازم ہے جنہوں نے گواہوں کی شہادت سے پہلے حاکم کو نہیں دیکھا ۱۲ عہ تو ان جزئیات کے متعلق جو قواعد کلیہ کے تحت داخل ہوں یہ نہ کہا جائے کہ وہ غیر منقولہ اور غیر مصرح بہا ہیں ۱۳



منادی فرما رہی ہے کہ سیدنا فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ مدینہ طیبہ سے دورانِ خطبہ
 جمعۃ المبارکہ میں یاساریۃ الجبل فرما رہے ہیں اور منادوں کے دورِ افتادہ
 پیادوں میں حضرت ساریہؓ کا بل قبول مانتے ہوئے جہاد اور اس کی بھی نازک کنین گھڑی
 میں ہزار ہا بہادریاں اسلام کی حیات و موت کا مسئلہ اسی نثار سے حل فرما رہے ہیں اور حضرت
 ذوالنورین و شیر خدا جمیع اصحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم جمعین اس کے جواز پر مجمع دکھائی دے
 رہے ہیں اور خود قرآن کریم اعلان فرما رہا ہے کہ حضرت عبدالانبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام
 نے باذنہ تعالیٰ ایک مقام پر کھڑے ہو کر ایک رکنِ اسلام کی ادائیگی کی منادی فرمائی جس پر
 شرقاً غرباً شاہانِ جنوباً اس وقت سے لے کر آج تک ہزار ہا برس سے برابر بل بوتہا جلا آ رہا
 ہے اور ہوتا چلا جائے گا، اللہ رب العالمین نے حکم دیا وَاَذِّنْ فِي النَّاسِ بِالْحَجِّ
 يَا تَوَكُّلْ الْاَيَّةِ كَمَا صَرَحَ بِهِ جَمَاهُورُ الْمُفَسِّرِينَ وَيَدُلُّ عَلَيْهِ الْمَضَامِعُ الْمُجْزُؤُ
 الْوَاقِعُ جَوَابُ الْاُمُورِ الْمُتَقَيِّدِ بِضَمِيرِ الْخُطَابِ يَا تَوَكُّلْ

نیز فقہائے کرام نے تصریح فرمائی کہ متواتر و مستفیض بوجہ افتادہ یقین معتبر ہے حالانکہ
 تواتر و استفاضہ امادیت کا فرق صرف اسناد و رواۃ کے لحاظ سے ہی ہے حتیٰ کہ ایسی
 خبر جو بلا واسطہ رواۃ موصول ہو وہ متواتر و مستفیض سے افتادہ یقین میں قطعاً کم نہیں کما
 بین فی مظان۔ وذا اوضح جدا۔

بفضلہ ذکرہ تعالیٰ فقیر کی نظرِ حال میں متعدد آیات، بکثرت احادیث، صدہا
 جزئیات و قواعد فقہیہ سے مدعا کے معمود پر دلائل قائم کئے جاسکتے ہیں مگر نظرِ اختصار
 انہیں چند دلائلِ مذکورہ پر اقتصار کیا جاتا ہے کہ تلاشی حق کے حق میں باذنہ تعالیٰ ہی کافی
 اور ضرر و عناد کی صورت میں صد ہا دفتربھی ناوافی۔ واللہ تعالیٰ اعلم وعلیہ جل مجدہ

تعالیٰ انہما حکم و صلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ و آلہ و صحبہ و
بارک و سلم۔

عزہ الفقیر الی الخیر محمد زور الشامی غفرلہ

الاستفتاء

(نوٹ) کاتب دار الافتاء کی عدم موجودگی میں مولوی محمد صدیق صاحب نیر النوری
ارقام فتویٰ کے وقت استفتاء تحریر کر کے نام بھول گئے۔



اخبار، ٹیلیفون اور نامہ محض اخبار اور اثبات ردیہ ہلال کے متعلق بیکار اور بلا اعتبار
میں اور سائل نے وغیرہ کی توضیح نہیں کی، اس کا دائرہ بڑا وسیع ہے، بعض معتبر ہے
جیسے خبر متفیض اور بعض مردود جیسے افواہ ہا زار اور ریڈیو کی خبر منادی و اعلان عام ہے
اور شہادت کی طرح خبر میں داخل ہے اور وہ قیہ شہادت ہے جیسے اعتبار شہادت کے
لئے شرائط ہیں کہ ان کے بغیر معتبر نہیں، یونہی اعلان کے لئے بھی شرائط ہیں، پائے
جائیں تو معتبر ہے ورنہ نہیں بنا، علیہ حاکم اسلام کا ایسا اعلان جو باقاعدہ شرعی ثبوت



پر مبنی ہو یقیناً معتبر ہے عام اذین کہ خود کرے یا کسی کو حکم دے۔ ہمارے پیارے محبوب
 صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بعد از ثبوت ہلال اعلان کرنا روزِ روشن کی طرح ثابت ہے
 سنن ابی داؤد ج ۱ ص ۳۲۰، ترمذی ج ۱ ص ۹۹، نسائی ج ۱ ص ۳۰۰، ابن ماجہ ص ۱۲۰،
 بیہقی ج ۲ ص ۲۱۱، ۲۱۲، دارقطنی ص ۲۲۸، مستدرک ج ۱ ص ۲۲۲، مشکل الآثار ج ۱ ص ۲۲
 وغیرہ کتب کی احادیث کثیرہ شہیرہ میں باسانید و تبحر و الفاظ متعارفہ ہے والنظم
 من ابی داؤد قال (صلی اللہ علیہ وسلم) یا بلال اذن فی الناس
 فلیصوموا غدا۔ یعنی حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ اے بلال لوگوں میں
 اعلان کر دو کہ کل روزہ رکھیں، اور بخاری ج ۱ ص ۲۵۷، مسلم ج ۱ ص ۳۵۹، سویم یوم عاشوراء
 کے اعلان کرانے کا بیان ہے، فتاویٰ عالمگیری ج ۲ ص ۸۶ میں ہے خبر منادی
 السلطان مقبول عدلا کان او فاسقا یعنی سلطان اسلام کے اعلان کی خبر
 معتبر ہے عادل ہو یا فاسق اور جب ثابت ہو کہ شرعی اعلان معتبر ہے تو اس کا بذریعہ ریڈیو
 ہونا بے اعتبار نہیں بنا سکتا کہ وہ وہی اعلان تو رہتا ہے جو نہایت واضح اور صریح طور پر
 وسیع ہو جاتا ہے۔ علامہ شامی علیہ الرحمۃ نے تو توپوں کے فارغیہ دھماکوں کا بھی اعتبار
 فرماتے ہوئے موجب للعقل قرار دیا ہے، شامی ج ۲ ص ۱۲۵ میں ہے قلت والظاهر
 انه یلزم اهل القرى الصوم بسماع المدافع او رؤية القناديل
 من المصر لان علامته ظاهرة تفيد غلبة الظن وغلبة الظن
 حجة موجبة للعمل كما صرح حواہ واحتمال كون ذلك
 بغیر رمضان بعيد اذ لا یفعل مثل ذلك عادة فی لیلة
 الشک الا لثبوت رمضان۔ مفت الخاق علی البحر الرائق ج ۲ ص ۲۰ میں فرماتے
 ہیں لم یذکرنا عندنا العمل بالامارات الظاهرة الدالة علی
 ثبوت الشهر کضرب المدافع فی زماننا والظاهر وجوب العمل

بہا علی من سمعہا من کان غائباً عن المصر کا اہل القرعہ و نحوہا
کما یجب العمل بہا علی اہل المصر الذین لم یروا الحاکم
قبل شہادۃ الشہود۔

اس کا ملخص یہ کہ ایسی علامتیں ظاہرہ جو چاند کے ثبوت شرعی کا پتہ دیتی ہیں جیسے
ہمارے زمانے میں توپوں کے فائر یا چراغاں کو دیکھنا تو ظاہر یہ ہے کہ اہل قرعہ یا ان
پر جو شہر سے غائب ہیں اور سن رہے ہیں ان کے موافق عمل کرنا لازم ہے کہ یہ ایسے
نشانات ظاہرہ ہیں کہ غلبہ ظن کے مفید ہیں اور غلبہ نظر عمل کو واجب کر دینے والا ہے
جیسے فقہائے کرام نے تصریح فرمائی، اور یہ احتمال کہ یہ فائر یا چراغاں کسی اور سبب سے
ہوں بعید ہے۔

امام اہل السنۃ والجماعت مجدد مائتہ حاضرہ علی حضرت مولانا احمد رضا خاں صاحب
رضی اللہ تعالیٰ عنہ علامہ شامی کی اس تحقیق کو برقرار رکھتے ہوئے فرماتے ہیں "بحکم
حاکم اسلام اعلان عام کے لئے ایسی کوئی علامت معمودہ معروف قائم کی جاتی ہے جیسے
توپوں کے فائر یا ڈھنڈور وغیرہ" (طریق اثبات ہلال ص ۲۲)

ہاں ریڈیو کا وہ اعلان جو بلا ثبوت شرعی ہو وہ معتبر نہیں اور یونہی وہ شہادت
بھی جو شرعی نہ ہو قابل اعتبار ہی نہیں، یہی سائل کی سنی سنائی بے محل طویل لاطائل تقریر
تو وہ شرعی اعلانوں کو غیر معتبر قطعاً ثابت نہیں کر سکتی جسے دعویٰ ہو وہ سامنے آئے۔
امام اہل السنۃ والجماعت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اعلان ریڈیو کے متعلق جو شرعی طور پر
مبنی ہو، قطعاً یہ نہیں فرمایا کہ غیر معتبر ہے ہاں ایسی عبارات اخبارات کے رد میں ذکر
فرمائیں جو اعلان نہیں وہ تو صرف شرعی اعلان نہیں بلکہ توپوں کے فائر تک کو مانتے
ہیں جیسے ابھی گزرا تھا تو ایسے اعلان ریڈیو کو کیسے غیر معتبر فرمائیں، ان کی کسی کتاب میں قطعاً
یہ نہیں، اگر دلائل سائل سے اعلان ریڈیو کا غیر معتبر ہونا ثابت ہو جیسے سائل کا خیال ہے



تو پھر کوئی اعلان بھی معتبر نہیں رہے گا چہ جائیکہ توپوں کے فار یا ڈھنڈور سے جیسے علاماتِ محضہ کہ ان میں سے کوئی چیز بھی قطعاً شہادت نہیں۔

تعجب ہے کہ طریقِ موجب کو یوں بند کیا جاتا ہے حالانکہ علامہ شامی و طحاوی وغیرہا نے کافِ تشلیب سے وسعت پر تنبیہ فرمایا بلکہ علامہ شامی نے اماراتِ ظاہرہ توپوں کے فار وغیرہ کو صراحتاً موجب فرمایا کما مر فافہر ان کنت ممن یفہم؛ پھر سائل کا و ما انا کما الرسول فخذوه و ما ذہا کما عنہ فانتہوا لکھن بھی لکیر کا فقیر بننا ہے۔ ہم نے روزِ روشن کی طرح ثابت کر دیا کہ پیارے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی لائی ہوئی شرعِ اطہر سے اعتبار اعلان ثابت ہے تو ما انا کما الرسول کے خلاف کیسے ہے؛ پھر سائل کا صوموا الرویت لکھنا تعجب خیز ہی ہے۔ کیا سائل یہ سمجھتا ہے کہ ایک ایک مکلف مرد وزن چاند دیکھیں تو روزہ و عید لازم ورنہ نہیں اگر یوں ہوتا تو اعلان کیا شہادت بھی نہ رہتی اور عبارتِ ہدایہ سے استدلال بھی عدمِ اہتدار الی المدعی کی دلیل ہے، اس عبارت سے یہ کیسے ثابت ہو سکتا ہے کہ ثبوت شرعی پر مبنی شرعی اعلان غیر معتبر ہے والتفصیل فی الفتاویٰ النوریۃ۔ واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ جل مجدہ اتموا حکم و صلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ والوا صحابہ وبارک وسلم۔

حقرہ الفقیر الی الخیر محمد زکریا الشامی غفرلہ

۳۲ سوال المکرم

۱۳۷۸ھ

الاستفتاء

کیا فہمائے ہیں علمائے کرام و مفتیانِ عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ رویتِ بلال میں ریڈیو کی خبر معتبر ہے یا نہیں؟ نیز ظاہر ہے کہ ہمارے پنجاب کے کسی علاقے میں جمعرات اور جمعہ کی درمیانی رات کو چاند نظر نہیں آیا ریڈیو کی خبر پر روزہ رکھنے والوں کا روزہ توڑنا شرعاً کیسا ہے؟ توڑنے والے کی تعزیر مقرر فرمائیے اگر روزہ توڑنا درست ہے تو اس کو بُرا بھلا کہنے والوں کی سزا شرعاً کیسا ہے؟ بینوا تو جروا۔

سائل: حافظ محمد الدلی بمقام یک نمبرہ رقی راہیاں ڈاکخانہ خاص تحصیل و ضلع شیخوپورہ



اعلان جو حکومت کی طرف سے ہو معتبر ہے، فتاویٰ عالمگیری ج ۴ ص ۸۶ میں ہے، خبر منادی السلطان مقبول عدلا کاں او فاسقاء، اعلان تو نفاہہ توپ وغیرہ کا ہر زمانے میں معتبر مانا گیا ہے جبکہ صرف ایک مخصوص کھڑکے کے سوا اور کچھ نہیں ہوتا تو ریڈیو کا اعلان کیوں معتبر نہ ہو جبکہ صاف صاف انسانی الفاظ سے جاتے ہیں البتہ یہ امر قابلِ غور ہے کہ حاکمِ شرع نے شرعی احکام کے مطابق اعلان کا حکم دیا ہے یا دیے کسی نے اپنی طرف سے کر دیا یا۔ یہ کہنا کہ پنجاب کے کسی علاقے میں چاند نظر نہیں آیا غلط ہے، اعلان ریڈیو میں یہ بات نہیں کہی گئی مگر اس کو نیز معتبر کہنے والوں نے اسی اعلان سے اپنی غلط سمجھی ہوئی بات کا اعتبار کر لیا ہے۔ یہاں بصیر لوہر میں شرعی رویت



کے لحاظ سے پہلا روزہ جمعہ کا ہے، روزہ توڑنے والے نے شرعی دلیل سے توڑا ہے تو اس کو ہرگز برا نہ کہا جائے، تعزیر و سزا کا مقرر کرنا یا حکم دینا حاکم اسلام کا کام ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم و صلی اللہ تعالیٰ علی سیدنا و مولا نا محمد و آلہ و اصحابہ و بارک و سلم۔

عزہ الفقیر ابو الخیر محمد زور اللہ النعمی غفرلہ

البانی دامت لہم لدار العلوم خفیہ فریدیہ بصیرت

۳۱ رمضان المبارک ۱۳۸۸ھ ۱۲/۴

الاستفتاء

بخدمت جناب مفتی زمان علامہ دوران شمس العلماء فضل الفضلار،

حاجی شریعت ماحی بدعت مولانا صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ کے بعد عرض ہے کہ مندرجہ ذیل سوالات کے متعلق براہ کرم ہمیشہ شرع جواب فرما کر ہمیں اپنے فیوضات سے مستفیض فرمائیں فاجروا۔

۱۔ رویت ہلال کے بارہ میں ریڈیو کی خبر معتبر ہے یا نہیں؟

۲۔ جو ہلال کیٹی بنائی گئی ہے اس کی شریعت میں کیا حیثیت ہے؟ اگر ان کی طرف سے رویت ہلال کی خبر ملے تو کیا حکم ہے؟

۳۔ ماہ رمضان المبارک ۱۳۶۸ھ کے چاند کے بارہ میں جو ریڈیو کی خبر نشر ہونے



کے علاوہ اور ملک میں عدم رویت ہلال کا ثبوت مل رہا ہے، اس میں فیصلہ فرمائیں کیا واقعی چاند نظر آیا ہے یا نہیں؟ جمعہ کے روزہ کے متعلق شرعی حکم کیا ہے؟

السائل: محمد اکرم نقشبندی مجددی عفی عنہ مرض سعلیل اعوان تحصیل ڈسکہ ضلع سیالکوٹ



وعلیکم السلام ورحمۃ وبرکاتہ :- فقیر بہت زیادہ مصروف ہے مگر آپ کی فوری طلب کے پیش نظر نہایت مختصر جواب حاضر ہے :

۱۔ ریڈیو کی خبر جس اصل نام اعلان ہے کیوں غیر معتبر ہے جبکہ تقاریر توپ وغیرہ کے فقط کھڑکے ہی اعلان میں معتبر ہو سکتے ہیں۔

۲۔ اگر ہلال کیٹی میں کشتی عالم کامل ہے جو شرعی دلیل سے حکم کرتا ہے تو معتبر ہے۔

۳۔ آپ نے سن بالکل غلط لکھا ہے، سن حال ۱۳۸۸ھ ہے اور ۱۳۶۸ھ نہیں،

البتہ سن عیسوی ۱۹۶۸ء ہے، آپ نے کال مجلت سے دوسرے سن کا ۶۸ء اور پہلے

کا ۱۳ سو لیکر بنیاد بنا دیا، بہر حال اسال یکم رمضان المبارک یوم الجمعہ ہے یہاں

بصیرہ پور سے مجھے شہادت شرعیہ ملی ہے لہذا جمعہ کا روزہ صحیح اور فرض ہے۔ واللہ

تعالیٰ اعلم و صلی اللہ تعالیٰ علی سیدنا محمد والہ و اہلہ

و بارک وسلم۔

عزہ الفقیر الی الخیر محمد نور اللہ انعمی غفرلہ

۱۸ رمضان المبارک ۱۳۸۸ھ ۶۸-۱۲-۹



الاستفتاء

بخدمت جناب فیض درجہ فیض راحت فیض آداب حضرت قبلہ

فقیر غلام محمد نور اللہ صاحب مدظلہم العالی

بعد از ہدیہ تبریک سلام سنون عرض ہے مندرجہ ذیل مسئلہ کا جواب تحریر فرما کر
مشکور فرمائیں، عین نوازش ہوگی:-

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین دریں مسئلہ چاند دیکھنے کا
ثبوت ریڈیو یا ہلال کیٹی یا ٹیلی فون یا وغیرہ کے اعلان سے از روئے شرع کے معتبر
ہے یا نہیں؟ ہلال کیٹی یا ریڈیو کے اعلان سے روزہ رمضان شریف رکھ سکتا ہے
عید پڑھ سکتا ہے؟ بینیہ انجروا۔

نیازمند: نجمہ عنایت اللہ بخاری، میسری سدر مصلح العلوم پبل بازار، مسیعی ضلع ملتان ۱۷۴۹



شرعاً اعلان کے لئے کوئی ایک صورت متعین نہیں حتیٰ کہ تقاریر بجانا، توپ کا فائر یا
چراغاں کرنا بھی اعلان بن سکتا ہے تو ریڈیو کا اعلان بھی معتبر ہو سکتا ہے۔

سائل کا سوال کوئی واضح نہیں لہذا اسی اصولی جواب پر اکتفا ہے، اگر باقاعدہ شرعی
ثبوت ہو جائے تو شرعی اعلان اگرچہ ریڈیو کے ذریعہ ہی ہو اس پر رمضان شریف کے
روزے اور عید مرتب ہو سکتے ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم و صلی اللہ تعالیٰ علی

طرز الفقیر الی الخیر محمد زوالہ اللہ تعالیٰ عنہ

۲۹ صفر ۱۳۸۹ھ ۱۶/۹

الاستفتاء

(نوٹ) مدینہ منورہ سے ۲۵ رمضان المبارک ۱۳۹۳ھ کے تحریر کردہ خط میں مولانا ابوالفضل محمد نصر اللہ نوری نے بطور استفتاء یہ مسئلہ لکھا ہے :-

ایک شخص جبرہ سے چاند عید کا دیکھ کر جلے، کراچی روزہ نہ رکھے لیکن احتراماً کھائے بھی نہ کیا یہ درست ہے؟ یعنی عرب شریف میں شام کو چاند دیکھ کر بذریعہ طیارہ رات ہی کراچی آگیا اور یہاں چاند نظر نہیں آیا تھا بلکہ رمضان المبارک کی ۲۸ ویں رات تھی رکما فی ہذا العام) یا ۲۹ ویں یا ۳۰ ویں شب یا یوم تھا اور یہاں کے لوگوں پر حسب دستور روزہ لازم تھا تو وہ کیا کرے جبکہ عید الفطر کا چاند دیکھ کر آیا ہے تو اس سوال کا یہ جواب کہ کراچی روزہ نہ رکھے کیونکہ وہ خود چاند دیکھ چکا ہے مگر احتراماً کھائے بھی نہ کیونکہ کراچی میں ابھی رمضان المبارک منایا جا رہا ہے، کیا یہ جواب صحیح ہے یا یہ کہ یہاں کے روزہ داروں کی موافقت کرتے ہوئے باقاعدہ روزہ رکھے؟



صحیح ہے کہ موافقت و روزہ لازم ہے کیونکہ جامعۃ مسلمین جبکہ وہ اکثریت میں ہوں اور



اپنے طور حسب دستور شرع رمضان پاک یا عید قربانی منار ہے ہوں یا حج کے لئے
عرفات کی ماضی دیں تو ان کی موافقت ضروری ہے کیونکہ عند اللہ تعالیٰ وہ ایام رمضان یا
عید اور یوم عرفہ ہی شمار ہوں گے حضرت ام المؤمنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی
حدیث مرفوع صحیح ترمذی ص ۱۱۱ میں ہے الفطر یوم یفطر الناس والاھنحی
یوم یضعی الناس ۱۰ اور سنن بیہقی ج ۲ ص ۵۲ میں موقوفاً ہے النحر یوم
ینحر الناس والفطر یوم یفطر الناس۔ اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ
تعالیٰ عنہ کی حدیث مرفوع سنن ابی داؤد ج ۱ ص ۳۱۸، سنن بیہقی ج ۲ ص ۵۲ میں ہے
فطرکم یوم تفتطرون واضحاکم یوم تضحون، ترمذی ص ۱۰۰ کے کلمات
طببات الصوم یوم تصومون والفطر یوم تفتطرون والاھنحی یوم
تضحون ہیں، سنن بیہقی میں بایں کلمات مبارکہ بھی ہے صومکم یوم تصومون
واضحاکم یوم تضحون، ابن ماجہ ص ۱۲۱ میں ہے الفطر یوم تفتطرون
والاھنحی یوم تضحون، مسوط ج ۲ ص ۵۴، بدائع صائغ ج ۲ ص ۱۲۶، زیلعی ج ۲
ص ۹۳، فتح القدیر ج ۳ ص ۸۶، بحر الرائق ج ۳ ص ۴۷، لمططاوی علی الدر ج ۱ ص ۵۵۸
میں مرفوع حدیث شریف میں یہ اضافہ بھی ہے عرفتکم یوم تعرفون اور مسوط
وبدائع میں ہے فی روایۃ حجکم یوم تحجون۔

ان سب احادیث کا مفاد یہی ہے چنانچہ ترمذی شریف ص ۱۰۰ میں ہے انما
معنی هذا الصوم والفطر مع الجماعة وعظم الناس
فتح القدیر ج ۳ ص ۸۶، تبیین الحقائق ج ۲ ص ۹۳، بحر الرائق ج ۳ ص ۴۷، لمططاوی علی
الدر ج ۱ ص ۵۵۸ میں ہے والنظم لمن سوى الذی یلیٰ اى وقت
الوقوف بعرفت عند الله تعالى الیوم الذی یقف فیہ الناس عن
اجتهاد و رأى انه یوم عرفۃ۔ اور فتح القدیر ج ۲ ص ۲۴۹ میں ہے ان

المعنى الذى به تستقيم الاخبار ان الصوم المفروض يوم يصوم
الناس والفطر المفروض يوم يفطر الناس اعنى بقيد العموم
اور صوم و حج میں فقہائے کرام کے نزدیک بھی ان احادیث کا یہی معنی متعین ہے بناً علیہ
فقہائے کرام نے فرمایا کہ اکیلا ہلال فطر دیکھنے والا لزوماً روزہ رکھے، کنز الدقائق، بحر الرائق
ج ۲ ص ۲۶۵، تبیین الحقائق ج ۱ ص ۳۱۸، تنویر الابصار، المختار، شامی ج ۲ ص ۱۲۳
طحاوی علی الدر ج ۱ ص ۴۴۵، ہدایہ، فتح القدیر ج ۲ ص ۲۵۲، فتاویٰ عالمگیری ج ۱ ص ۱۰۱ میں
ہے والنظم منها من راہ وحدہ لا یفطر اخذاً بالاحتیاط فی العبادۃ
بلکہ اگر خود غلیض یا قاضی اکیلا دیکھ لے تب بھی اس پر روزہ لازم ہے، ہندیہ میں ہے
لورأی الامام وحده او القاضی وحده هلال شوال لا یخرج
الی المصلی ولا یأمر الناس بالخرج لا سراً ولا جهرًا اور یونی اکیلا
رمضان کا چاند دیکھے اور اس کا قول نہ مانا جائے تو وہ بھی لوگوں کے ساتھ عید
کرے حتیٰ کہ اگر اس کے تیس پورے ہو گئے اور عید الفطر کا چاند ثابت نہ ہوا تو لوگوں
کے تیسویں روزے کے ساتھ یہ اکتیسواں روزہ رکھے تبیین الحقائق ج ۱ ص ۳۱۹
بحر الرائق ج ۲ ص ۲۶۶ میں بالفاظ متقاربہ ہے ان المنصرہ برویۃ ہلال
رمضان اذا صاموا کمل ثلاثین یوماً لم یفطروا لامع الامام
رہ مسئلہ اختلاف مطالع تو اس کا عدم اعتبار ظاہر الروایہ سے ثابت
ہے، اس بنا پر اگر شہادت شرعیہ سے کراچی بھی چاند ثابت ہو گیا اور عید منائی جائے
تو وہ شخص بھی لزوماً عید منائے گا مگر پاکستان میں عملاً اختلاف مطالع معتبر ہے یعنی عرب

صحیح فی البدائم وتبیین الحقائق وغیرہما وهو المستفاد من قوله تعالى فمن شهد منكم الشهر فليصمه وهو الظاهر عندی وما تشبهوا به من ان الحكم على الرویۃ لا یقوم حجة کما فی الرافعی و
قد فهمت قبل رویتہ وکتبت علی حاشیتہ ما یوضح المراد ویحقق والله تعالیٰ اعلم من غیرہ
وما فی ظاهر الروایۃ فهو ما اول عندی والله تعالیٰ اعلم ۱۲ منہ غفرلہ



شریعت میں چاند ہونا اگر پاکستان میں شہادت شرعیہ سے ثابت ہو جائے تب بھی عید نہیں
منائی جاتی تو کراچی والوں کے ساتھ اس شخص پر بھی روزہ لازم ہوگا اور اگر عیدہ سے دیکھ کر
آنے والے متعدد ہوں تو پھر بھی یہی حکم ہے بحکم الحدیث المبارک اکثریت و جماعت کا ہی
اعتبار ہے چنانچہ منحة المائق ج ۲ ص ۶۶ میں ہے وافاد الخیر الہی انہ
لو کانوا جماعۃ وردت شہادۃ قہر لعدم تکامل الجمع العظیم
فالحکم کذلک اقول وکذلک اذا جاء وامن البلد البعید الذی
مختلف مطلعہ واعتبراختلاف الحاضرون فی البلد المجی الیہ
لان العلة موجودة ہہنا ای الاعتبار للجمہود والا کثرین بحکم
الاحادیث الشریفۃ۔

واللہ تعالیٰ اعلم وصلى الله تعالى على المحبوب الاعظم وعلى
الواصحاب وبارک وسلم۔

حقہ الفقیر الراحیر محمد نور اللہ انیمی غفرلہ

۴ شوال المکرم یوم الاربعاء ۱۳۹۳ھ

بطنابق سہ ۳۱ بعد الظہر



اعتكاف

باب الاعتکاف

اعتکاف معکوف سے ہے۔ جس کا معنی ہے، ٹھہرنا۔۔۔۔۔

علامہ راغب اصفہانی لکھتے ہیں:

العکوف الاقبال علی الشئ و ملازمته علی سبیل

التعظیم له۔۔۔۔۔ (الفردات، جلد ۳، صفحہ ۱۳۶)

”عکوف کے معنی ہیں کسی جگہ رہنے کو تعظیماً لازم کر لینا“۔۔۔۔۔

اصطلاح شریعت میں اس سے مراد ہے، مسجد میں بہ نیت عبادت کسی معین مدت کے لئے

مقید ہونا کہ جز، مغری ضرورتوں کے مسجد سے باہر نہ نکلا جائے:

هو الاحتباس فی المسجد علی سبیل

القربة۔۔۔۔۔ (الفردات، جلد ۳، صفحہ ۱۳۶)

اعتکاف ایک قدیم عبادت ہے، اللہ رب العزت جل و علانے سیدنا ابراہیم علیہ السلام اور

سیدنا اسماعیل علیہ السلام کو حکم فرمایا:

ان طهرا بیٹی للظائفین و العاکفین و الركع

السجود۔۔۔۔۔ (البقرہ: ۱۲۵)



”تم دونوں میرے گھر کو طواف کرنے والوں‘ اعتکاف بیٹھنے والوں اور رکوع و سجود

کرنے والوں کے لئے پاک و صاف رکھو“-----

آغاز وحی سے پہلے رسول اللہ ﷺ کی غار حرا میں خلوت گزینی ایک گونہ اعتکاف کی صورت تھی۔-----

اعتکاف ایک کریم اور جواد کے دروازے پر جم کر بیٹھ جانے کا نام ہے۔ دروازے والے کو اپنے دروازے کی لاج ہوتی ہے۔ وہ کریم‘ گھر (مسجد) میں آنے والے کو محروم نہیں رکھے گا۔ اعتکاف کے ذریعے دنیا سے کٹ کر اللہ تعالیٰ کے حضور متوجہ ہونے کا موقع میسر آتا ہے۔ خاص طور پر رمضان المبارک میں بیس دن اور راتیں انعامات الہیہ کی برکھا سے متمتع ہونے کے بعد روح نکھر نکھر جاتی ہے‘ دلوں کے زنگ اترنے لگتے ہیں تو آخری عشرہ یکسوئی کے ساتھ مسجد میں گزارنے سے دل صیقل ہو جاتے ہیں اور انوار و تجلیات ربانیہ کا حقیقی رنگ چٹھ جاتا ہے۔-----

رسول اللہ ﷺ کا معمول مبارک یہ تھا کہ آپ ہر سال اعتکاف فرماتے‘ بلکہ ایک سال کسی وجہ سے رہ گیا تو اگلے سال بیس دن کا اعتکاف فرمایا۔-----
اعتکاف تین قسم کا ہے:

(۱)..... واجب (۲)..... سنت مؤکدہ (۳)..... نفل

واجب

وہ اعتکاف ہے‘ جس کی نذر مانی جائے‘ اس کی کم از کم مدت ایک دن اور ایک رات

ہے۔-----

سنت مؤکدہ

رمضان المبارک کے آخری عشرہ کا اعتکاف۔ یہ سنت مؤکدہ کفایہ ہے‘ یعنی محلہ یا شہر میں سے اگر کوئی اعتکاف کر لے تو سنت ادا ہو جاتی ہے اور اگر کسی کو بھی یہ توفیق نہ ہوئی تو سب ترک سنت کے مرتکب ہوں گے۔-----



نفل

اس اعتکاف کی کوئی مدت مقرر نہیں ہے، آدمی جب بھی مسجد میں داخل ہو اور یہ نیت کر لے کہ جب تک میں مسجد میں رہا اعتکاف سے رہوں گا۔ اسے اعتکاف حکمی بھی کہتے ہیں اور اس کا اجر یہ ہے کہ جب تک مسجد میں رہا، معتکف کا اجر و ثواب پاتا رہے گا۔-----

اعتکاف واجب کے لئے روزہ شرط ہے جب کہ نفلی اعتکاف میں روزہ کی شرط نہیں

ہے۔-----

☆ رمضان کے آخری دس روزہ اعتکاف کی نیت شرط ہے۔-----

☆ اعتکاف ایسی مسجد میں کیا جائے، جہاں پانچ وقت اذان، اقامت اور جماعت ہوتی

ہو۔-----

☆ اعتکاف کے لئے اسلام، عقل اور جنابت، حیض و نفاس سے پاک ہونا شرط

ہے۔-----

☆ صحت اعتکاف کے لئے بلوغ شرط نہیں ہے بلکہ سمجھ دار نابالغ چھ بھی اعتکاف بیٹھ

سکتا ہے۔ عورتیں گھر میں کوئی جگہ مخصوص کر کے اعتکاف کریں اور سوائے حاجت انسانی کے اس جگہ

سے باہر نہ نکلیں۔ عورت کے لئے مسجد میں اعتکاف مکروہ ہے۔-----

☆ معتکف انسانی حوائج ضروریہ (قضائے حاجت، استنجاء اور غسل فرض) اور وضو کے

لئے باہر جاسکتا ہے۔-----

☆ شرعی عذر کے بغیر مسجد سے نکلنے کی وجہ سے اعتکاف فاسد ہو جاتا ہے، مریض کی

عیادت، جنازہ، ٹھنڈک حاصل کرنے کے لئے غسل کی غرض سے مسجد سے باہر نہ نکلے ورنہ اعتکاف

نوٹ جائے گا۔ مجامعت، بوسہ دینے، معانقہ کرنے سے اعتکاف فاسد ہو جاتا ہے۔-----

☆ اگر گھر سے کھانا لانے والا کوئی نہ ہو تو گھر سے کھانا خود لاسکتا ہے۔-----

☆ معتکف کے لئے مسجد میں کھانا، پینا، سونا، دینی کتب کا مطالعہ کرنا، دینی مسائل بیان

کرنا، گفتگو کرنا، ہنر، طہیکہ، وہ آداب مسجد کے منافی نہ ہو، جائز ہے۔-----



☆ حالت اعتکاف عبادت سمجھ کر خاموش رہنا منع ہے 'ہاں گناہوں سے بچنے کے لئے خاموشی اختیار کرنا بہتر ہے۔۔۔۔۔

آداب

☆ معتکف کو چاہئے کہ وہ مسجد میں غیر ضروری گفتگو سے بچے۔۔۔۔۔

☆ ہمہ وقت یاد الہی میں مشغول رہے۔۔۔۔۔

☆ قرآن کریم کی تلاوت 'احادیث اور فقہ کی کتابوں کا مطالعہ کرے 'انبیائے کرام اور صالحین کی سیرت و سوانح کا مطالعہ کرے۔۔۔۔۔

☆ ذکر الہی 'استغفار' درود شریف اور نوافل کی کثرت رکھے 'تھا ہونے والی نمازیں زیادہ سے زیادہ پڑھنے کی کوشش کرے۔۔۔۔۔

☆ نماز باجماعت اور تکبیر اولی فوت نہ ہونے دے۔ اپنے اوقات کو حقیقتاً صحیحاً نماز میں مصروف رکھے کیوں کہ معتکف مسجد میں رہ کر نماز باجماعت کا منتظر رہتا ہے اور نماز کے انتظار کرنے والے کو اللہ جل شانہ نماز ہی کا ثواب دیتا ہے۔ گویا نیت صالح ہو تو معتکف کو ہمہ وقت نماز کا ثواب ملتا رہے گا۔۔۔۔۔

☆ افضل مسجد میں اعتکاف کرے، مثلاً:

مسجد حرام، مسجد نبوی شریف، بیت المقدس، جامع مسجد یا جن مساجد میں نمازی زیادہ ہوں۔۔۔۔۔

☆ رمضان المبارک کے آخری عشرہ میں اعتکاف کرنے والے کو چاہئے کہ وہ بحسب : رمضان المبارک کو غروب آفتاب سے پہلے پہلے نیت کر کے مسجد میں معتکف ہو جائے اور عید کا چاند نظر آنے تک (۳۰ یا ۲۹ رمضان کو غروب آفتاب تک) معتکف رہے۔۔۔۔۔

☆ اعتکاف کی حدیث پاک میں بڑی فضیلت آئی ہے۔ حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے 'رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

من اعتکف عشرأ فی رمضان کان کحجتین و عمرتین۔۔۔۔۔



(شعب الایمان، للبیہقی، جلد ۳، صفحہ ۳۲۵، حدیث ۳۹۶۶)

”جس شخص نے رمضان کے دس دن کا اعتکاف کیا گویا کہ اس نے دو حج اور دو

عمرے کر لئے“-----

امام حسن بصری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں، ہمیں حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہ روایت پہنچی ہے، آپ نے فرمایا:

للمعتکف کل یوم حجة----- (شعب الایمان، حدیث ۳۹۶۸)

”معتکف کے لئے روزانہ ایک حج کا ثواب ہے“-----

فتاویٰ نوریہ کے باب الاعتکاف میں صرف ایک استفتاء ہے، جس میں اس امر کی وضاحت کی گئی ہے کہ دوران اعتکاف دینی مسائل بیان کرنے اور جائز گفتگو کی اجازت ہے-----

(صاحبزادہ) محمد محبت اللہ نوری



باب الاعتکاف

الاستفتاء



کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ہماری مسجد میں ہمارے
پیش امام صاحب اعتکاف بیٹھے ہیں مگر ان کا اعتکاف نرالا ہی ہے کہ نہ تو وہ عام متکفین
کی طرح ہر وقت اور جگہ رہتے ہیں بلکہ ننگے منہ جماعت بھی کھاتے ہیں، باہر پیشاب پاجامہ
جالتے وقت بھی ننگے منہ جاتے ہیں اور نہ ہی مطلقاً خاموشی دائمی اختیار کی ہے بلکہ نماز
کے بعد درس بھی دیتے ہیں، بچوں کو سبق بھی پڑھاتے ہیں، جمعہ میں تقریر بھی کرتے
ہیں اور محترنین کے اعتراضوں کا جواب بھی دیتے ہیں بلکہ لوگوں کے پاس جا کر مسائل
پوچھیں تو ان سے بھی باتیں کرتے ہیں اور جواب مسائل بھی دیتے ہیں، ہم نے خود دیکھا
ہے کہ جمعہ کے دن چند باہر کے لوگ بعد از جمعہ مولوی صاحب کے پاس گئے اور
مولوی صاحب سے کہا کہ ہم اس لئے سفر کر کے آئے ہیں کہ جمعہ پڑھیں گے اور چند
مسائل دریافت کریں (وہ لوگ مختلف گاؤں کے امام تھے) تو مولوی صاحب ان
سے ہمکلام ہوئے اور ان کے سوالوں کا جواب دیتے رہے اور ایک دن ایک
مولوی صاحب سے یوں بھی کہہ دیا کہ آئیے نعت سنائیے، بلکہ جب کوئی ان کا دست

علماء آج کے تو اس سے ملتے بھی اور باتیں بھی کر لیتے ہیں اور ان کے ساتھ کھانا بھی کھا لیتے ہیں، تو کیا یہ سب مندرجہ بالا کام معتکف کے لئے جائز ہیں؟

ہمارے ایک شاہ صاحب ہیں، فرماتے ہیں کہ اعتکاف فرض کفایہ ہے اور معتکف کے لئے بات وغیرہ کرنا قطعاً جائز نہیں ہے بلکہ جماعت بھی نہ کرانی چاہئے وہیں گوشے میں بیٹھ رہنا ضروری ہے، جماعت کے لئے خادم مسجد کو کہہ دیں اور جب جماعت میں آویں تو پردہ ضروری ہے بلکہ پانچ ساڑھے پانچ گز چادر اوپر اوڑھ کر گوشہ سے نکلیں، اب یہ امام صاحب ان باتوں سے منافی ثابت ہو گئے ہیں ان کے پیچھے تو نماز بھی جائز نہیں، ہم تو محبوباً پڑھتے ہیں، کل ان شاہ صاحب کو انواع بارگاہ اللہ سے ان باتوں کا جائز ہونا اور بخاری شریف کی وہ روایت سنائی جس میں مائی عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا حضور علیہ السلام کا حالت اعتکاف میں سر دھونا اور کنگھی کرنا ہے تو شاہ صاحب نے فرمایا کہ انواع کو کی معتبر کتاب نہیں اور بخاری تو مسکوں کی بھی چھپی ہوئی ہے اس کا کیا اعتبار ہے، لہذا آپ کی خدمت میں گزارش ہے کہ آپ شریعت کی رو سے فیصلہ فرمادیں کہ شاہ صاحب کی باتیں کہاں تک صحیح ہیں، نیز اعتکاف سنت ہے یا فرض، اور کفایہ کا کیا مطلب ہے، مولوی صاحب کہتے ہیں کہ اگر حملہ یا بستی سے کوئی بھی اعتکاف نہ بیٹھے تو سب گنہگار ہیں، شاہ صاحب اس کو بھی غلط کہتے ہیں۔ بینوا توجرو

من رب الظالمین۔

۲۵ رمضان المبارک ۱۴۰۵ھ



امور مذکورہ سوال شرعاً معتکف کے لئے سب جائز ہیں، قرآن کریم اور احادیث

شریعتِ قولیہ و فعلیہ و تقریریہ سے، قرآنِ کریم فرماتا ہے کہ تم خیرامت اخراجت
للناس تأمرون بالمعروف وتنہون عن المنکر و فاسئلوا اهل
الذکر ان کنتم لا تعلمون، ارشاد ہے، لیکن کونوار بانیین بما
کنتم تعلمون الكتاب و بما کنتم تدرسون، اور یہ بھی حکم فرمایا و تعاونوا
على البر والتقویٰ نیز یہ بھی حکم فرمایا و ان استنصروکم فی الدین فعلیکم
النصر نیز فرمایا الا الذین امنوا و عملوا الصلحت و تراصروا بالحق
و تراصوا بالصبر، نیز ارشاد فرمایا لیس علیکم جناح ان تاكلوا جمیعا
اواشتاتاً و غیر ہمد ہا آیات ہیں جن سے جواز بلکہ بہت سی چیزوں کا فرض ہونا مطلقاً
ثابت ہے۔

ان آیات کا ترجمہ کسی حافظ صاحب سے نکلوا کر خود پڑھ لیں، اور قرآنِ کریم میں توصیٰ
فرمایا ولا تباشروہن وانتم عاکفون فی المساجد یعنی اعتکاف کی مانت میں
بیویوں سے مباشرت کو منع فرمایا ہے، نہ کہ سب چیزیں ہی حرام ہو گئیں۔ اگر آپ کا یہ بیان
درست ہے کہ شاہ صاحب نے واقعی یہ سب کچھ کہا ہے تو اگر لوگوں کو ان سے ہمہ دلی
ہے تو ان کے دل و دماغ کا کسی حاذق حکیم یا ڈاکٹر سے علاج کرائیں، بخیر و محاسن کے کوالیے
بے تکے اور بے ماعتراض کوئی کہہ ہی نہیں سکتا ہاں اگر کوئی مغتری معاندانہ شرارت
کرے تو وہ اور بات ہے، قرآنِ کریم نے فرمایا ہے ولا تقولوا لما تصف لسنکم
الکذب هذا حلال و هذا حرام لتفتروا علی اللہ الکذب ان الذین
یفترون علی اللہ الکذب لا یفلحون، متاع قلیل و لہم عذاب
الیم۔

آپ حضرات بھی بہت ہی عجیب مذاق کے واقع ہوئے ہیں، کوئی کچھ کہہ دے
خواہ عقل و انصاف سے کتنا ہی دور اور صاف صاف غلط ہو آپ فتوے پوچھنے



م شروع کر دیتے ہیں، کیا آپ اتنا بھی نہیں جانتے کہ جو صحیح بخاری کو صرف اس وجہ سے نہیں ماننا کہ کبھی سکھوں نے بھی اس کو چھاپ لیا تو وہ قرآن کریم کو کیسے ماننے لگا کہ قرآن کریم کو کبھی سکھ چھاپتے رہتے ہیں۔ ع جواب جاہلان باشند خموشی، پر ہی عمل بہتر ہے، مجھ زیادہ فرصت نہیں لہذا اسی پر اکتفا کرتا ہوں کہ طالبِ حق کیلئے ایک حرف بھی کافی ہے اور ہٹ دھرمی ہو تو دفتر بھی ناکافی۔ احکامات فرض مطلقاً نہیں اور سنت سے واجب ہو جاتا، اور ماہِ رمضان کے عشرۂ آخر کا سنت کفایہ ورنہ مستحب ہے اور سنت کفایہ کا یہ مطلب ہے کہ ایک داکر سے تو ترکِ سنت کا بوجھ اہلِ محلہ پر نہیں رہے گا اور اگر سب ترک کر دیں تو سب زیرِ بار رہیں گے۔ واللہ تعالیٰ اعلم و صلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبِ والہ واصحابہ وبارک وسلم۔

مترہ الغفران ابو الجحیم محمد نور الشانسی غفرلہ

۲۶ رمضان المبارک ۱۴۰۵ھ



ج

وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ
 مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا (آل عمران: ۹۷)
 ”اور اللہ کے لئے لوگوں پر اس گھر کا حج کرنا فرض ہے جو
 طاقت رکھتا ہے وہاں تک پہنچنے کی۔“

الْحَجُّ الْمَبْرُورُ لَيْسَ لَهُ جَزَاءٌ إِلَّا الْجَنَّةُ اسْمُ
پُج مبرور کی جزا جنت ہی ہے

تعارف کتاب الحج

حج کا شرعی اور اصطلاحی مفہوم بیان کرتے ہوئے امام ابن اثیر لکھتے ہیں :

الحج في اللغة القصد الى كل شيء فخصه الشرع بقصد

معين ذي شروط معلومة-----

(النہایہ فی غریب الحدیث والاثر، جلد ۱، صفحہ ۲۳۴، مطبوعہ مصر)

”حج کا لغوی معنی ہے کسی چیز کی طرف قصد و ارادہ کرنا، جبکہ اصطلاح شریعت میں

شرائط معلومہ کے ساتھ معین قصد کو حج کہتے ہیں“-----

علامہ اصفہانی کہتے ہیں :

اصل الحج القصد للزيارة و خص في تعارف الشرع

بقصد بيت الله تعالى اقامة النسك-----

(المفردات فی غریب القرآن، جلد ۱، صفحہ ۳۰-۲۲۹)

”حج کا اصل معنی قصد زیارت ہے، شرعی اصطلاح میں اسے عبادت کی نیت سے

بيت الله شریف کی زیارت کے لئے مخصوص کر لیا گیا ہے“-----

حج، اسلام کا پانچواں اور عبادات میں چوتھا اہم رکن ہے، جو مالی اور بدنی عبادت کا مجموعہ ہے۔ یہ



۹ھ میں فرض ہوا۔۔۔۔۔ رسول اللہ ﷺ نے اپنے وصال سے صرف تین ماہ پہلے ۱۰ھ میں حج ادا فرمایا،

اسے حجہ الوداع کہا جاتا ہے۔ حج ہر صاحب استطاعت مسلمان پر عمر میں ایک بار فرض ہے۔۔۔۔۔

حج، قرب الہی اور عشق و محبت کی داستان ہے۔ بندہ مومن عشق الہی میں بے خود ہو کر کفنِ نمالِ لباس زیب تن کئے، ننگے سر، پتھرے ہوئے بالوں اور میلے کچیلے جسم کے ساتھ لبیک لبیک کی صدا آئیں بلند کرتا صحنِ حرم میں داخل ہوتا ہے، اور دیوانہ وار کعبۃ اللہ کے گرد چکر لگاتا ہے۔ کبھی صفاء مردہ کے درمیان دوڑتا ہے، پھر تلاشِ محبوب میں سرگرداں شہر مکہ چھوڑ کر منیٰ، عرفات اور مزدلفہ کی وادیوں میں صحرا نور دی کرتا ہے۔ غرض مختلف اطوار و انداز سے محبت الہی میں سرگرداں ہو کر اسی رسم عاشقی کو تازہ کرتا ہے، جس کے بانی اللہ تعالیٰ کے خلیل حضرت ابراہیم علیہ السلام ہیں۔۔۔۔۔

حج کو اسلام کی سالانہ کاغذِ کفر نس کا درجہ حاصل ہے۔ جہاں مختلف رنگ، نسل، زبان اور وطن کے افراد وحدتِ اسلامی کے رنگ میں رنگے نظر آتے ہیں، اسلامی وحدت و یگانگت کے اس عالم گیر اور روح پرور اجتماع کی نظیر دنیا کی کسی قوم اور کسی مذہب میں نہیں ملتی۔۔۔۔۔

حج، نفسِ انسانی کی تطہیر و تہذیب کے لئے اکسیر کا درجہ رکھتا ہے، الغرض حج ایک جامع عبادت اور گونا گوں دینی و دنیوی فوائد اور اجر و ثواب کا ذریعہ ہے

شرائط

فرضیت حج کے لئے چند شرائط ہیں، یہ پائی جائیں تو حج فرض ہو جاتا ہے:

۱۔۔۔۔۔ اسلام

۲۔۔۔۔۔ عقل

۳۔۔۔۔۔ بلوغ (بچہ اگر حج کرے تو نفلی ہوگا)

۴۔۔۔۔۔ حریت

۵۔۔۔۔۔ زانو سفر یعنی ضروریات سفر اور واپسی تک اہل خانہ کی کفالت کے لئے اخراجات کا

انتظام ہو

۶۔۔۔۔۔ صحت و سلامتی۔۔۔۔۔ مفلوج، پاچ، نابینا، بیمار، انتہائی کمزور اور بوڑھا نہ ہو

۷۔۔۔۔۔ راستہ بُد امن ہو



عورت پر حج فرض ہونے کے لئے مزید دو شرطیں ہیں :
۱..... شوہر یا ایسے محرم کی رفاقت جس سے ہمیشہ نکاح حرام ہو

۲..... عدت میں نہ ہو

فرائض

حج کے تین فرض ہیں :

(۱) احرام (یہ شرط ہے) میقات (معینہ حدود) سے پہلے عام لباس اتار کر ان سلی چادریں پہننا (عورت کے لئے عام لباس ہی احرام ہے) احرام کے کپڑے پہن کر دو رکعت نماز پڑھی جائے اس کے بعد حج کی نیت سے تلبیہ پڑھے :

لبیک اللہم لبیک لبیک لا شریک لک لبیک ان

الحمد و النعمة لک و الملک لا شریک لک-----

تلبیہ پڑھنے کے بعد آدمی محرم ہو جاتا ہے-----

(۲) ۹/ ذی الحجہ کو میدان عرفات میں حاضری شرعی اصطلاح میں اسے وقوف

عرفات کہتے ہیں-----

(۳) طواف زیارت----- وقوف عرفات اور رمی و قربانی کے بعد طواف جسے طواف

زیارت کہا جاتا ہے (وقوف عرفات اور طواف زیارت یہ دونوں حج کے رکن ہیں)-----

حج کے واجبات

غروب آفتاب تک میدان عرفات میں وقوف مزدلفہ میں نماز فجر کے بعد طلوع آفتاب سے

قبل تک وقوف صفا و رواہ کی سعی ہجروں کی رمی (منیٰ میں شیطان کو کنکریاں مارتا) قارن و متمتع کا قربانی کرنا طلق (سر منڈانا) یا قصر (بال کٹانا) افعال حج میں ترتیب اور طواف و اداع وغیرہ-----

حج کی اقسام

حج کی تین قسمیں ہیں :



۱ حج افراد

۲ حج تمتع

۳ حج قرآن

حج افراد

صرف حج کی نیت سے احرام باندھا جائے، اور اس کے ساتھ حج کے مہینوں میں عمرہ نہ ملائے (حج کے مہینوں سے مراد شوال، ذیقعد اور ذوالحجہ کے پہلے دس دن ہیں) یکم شوال سے پہلے حج کے لئے احرام باندھنا مکروہ ہے۔۔۔۔۔ اہل مکہ کو صرف حج افراد کی اجازت ہے۔۔۔۔۔

حج تمتع

حج اور عمرہ کو اکٹھا کرنا، اس طرح کہ حج کے مہینوں میں پہلے عمرہ ادا کیا جائے، عمرہ کا احرام کھولنے کے بعد حج کا احرام باندھا جائے۔۔۔۔۔ تمتع کی دوسری صورت بھی ہے کہ عمرہ کا احرام باندھنے والا اپنے ساتھ ہدی (قربانی کا جانور) لے جائے، اس صورت میں عمرہ سے فارغ ہو کر احرام عمرہ کھولے بغیر اس پر احرام حج باندھا جاتا ہے۔ موجودہ دور میں تمتع کی اس صورت پر عمل نہایت مشکل ہے۔۔۔۔۔

حج قرآن

حج اور عمرہ دونوں کی نیت سے احرام باندھا جائے، پہلے عمرہ کرے، عمرہ سے فراغت کے بعد احرام نہ کھولے، بلکہ اسی احرام کو قائم رکھتے ہوئے افعال حج ادا کرے۔ افراد سے تمتع اور تمتع سے قرآن افضل ہے۔۔۔۔۔

ممنوعات حج

حج میں بعض امور ممنوع ہیں :

سلے ہوئے کپڑے پہننا، سریا چہرہ ڈھانپنا، خوشبو لگانا، بال کاٹنا، ناخن تراشنا، عمل زوجیت، شکار



کرنا حرم کے خود درخت یا گھاس کا ٹھاؤ غیرہ۔۔۔۔۔

مسائل حج کی تفصیل کے لئے حضرت فقیہ اعظم قدس سرہ العزیز کے شیخ طریقت مفسر قرآن حضرت صدر الافاضل مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی نور اللہ مرقدہ کے مختصر مگر جامع رسالہ ”زاد المحرمین“ (مطبوعہ انجمن حزب الرحمن بھیر پور) کا مطالعہ مفید رہے گا۔۔۔۔۔

عمرہ

حج کی طرح عمرہ بھی وہ اعلیٰ عبادت ہے جو اللہ تعالیٰ کے گھر کعبہ اللہ اور مکہ مکرمہ کے ساتھ مختص ہے۔ اس کا حج سے اسی طرح کا تعلق ہے جیسے فرض نماز کے ساتھ نوافل کا۔۔۔۔۔

عمرہ کا معنی ہے زیارت۔ بعض کہتے ہیں کہ یہ عمارت (آبادی) سے مشتق ہے۔۔۔۔۔

عمرہ پر دونوں معنی صادق آتے ہیں کہ عمرہ کرنے والوں کے ذریعے مسجد حرام کی آبادی اور رونق برقرار رہتی ہے اور بیت اللہ کی زیارت کا موقع میسر آتا ہے اور ان کیفیات سے سرشار ہونے والے کی اپنی روحانی دنیا آباد ہوتی ہے۔ یہ بھی ممکن ہے کہ عمرہ عمر (زندگی) سے مشتق ہو۔ کیوں کہ یہ عبادت عمر بھر کی جاسکتی ہے۔ اس میں حج کی طرح مہینے اور تاریخ کی قید نہیں، عمرہ کی نیت سے احرام باندھ کر طواف اور سعی کر کے حلق یا قصر کر لینے سے عمرہ مکمل ہو جاتا ہے۔ ایک ہی سال میں متعدد عمروں کی اجازت ہے۔ رمضان المبارک میں عمروں کی بڑی فضیلت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

ان عمرة في رمضان تقضى حجة او حجة معي۔۔۔۔۔

(صحیح بخاری کتاب جزاء الصيد باب فضل العمرة في رمضان)

”رمضان المبارک میں عمرہ کرنا تقیئاً حج کے برابر ہے یا فرمایا کہ میری معیت میں حج

کرنے کے برابر ہے“۔۔۔۔۔

حاضری مدینہ منورہ

مدینہ منورہ کی حاضری ارکان حج میں داخل نہیں مگر بلاشبہ افضل ترین طاعات، سرچشمہ حسنات و برکات اور اعلیٰ درجات قرب پر فائز ہونے کا بہترین ذریعہ ہے۔ علماء نے اسے واجب کے



قریب بتایا ہے۔ حق یہ ہے کہ حاضری بارگاہ قدس، محبت کا معاملہ ہے۔ آقائے دو عالم ﷺ کی ذات اقدس و اطہر سے محبت کا تقاضا یہ ہے کہ آپ ﷺ کی بارگاہ میں حاضری کو اصل الاصول اور فرض عین تصور کرے۔ یہاں کی حاضری باعث مغفرت، موجب رحمت اور قرب الہی کا ذریعہ ہے، ارشاد ربانی ہے:

و لو انهم اذ ظلموا انفسهم جاؤك فاستغفروا الله و استغفر لهم الرسول لوجدوا الله توابا رحيمًا----- (النساء: ۳، ۶۴)

”اور اگر جب وہ اپنی جانوں پر ظلم کریں تو اے محبوب! تمہارے حضور حاضر ہوں اور پھر اللہ تعالیٰ سے معافی چاہیں اور رسول (کریم ﷺ) ان کی شفاعت فرمائیں تو ضرور اللہ تعالیٰ کو بہت توبہ قبول کرنے والا مہربان پائیں“-----

و اذا جاءك الذين يؤمنون بآياتنا فقل سلام عليكم كتب ربكم على نفسه الرحمة انه من عمل منكم سوء بجهالة ثم تاب من بعده و اصلح فانه غفور رحيم----- (الانعام: ۶، ۵۳)

”اور جب آپ کی خدمت میں حاضر ہوں وہ لوگ جو ہماری آیتوں پر ایمان رکھتے ہیں تو ان سے فرما دیجئے تم پر سلام ہو، تمہارے رب نے (محض اپنے کرم سے) اپنے اوپر رحمت کو لازم کر لیا ہے تو جو کوئی کر بیٹھے تم میں سے کچھ برائی، نادانی کی وجہ سے، پھر اس کے بعد توبہ کرے اور اصلاح پذیر ہو جائے توبہ شک اللہ تعالیٰ بہت بخشنے والا بے حد رحم فرمانے والا ہے“-----

سرکارِ لبّ قرار ﷺ کی بارگاہ میں حاضری کی فضیلت پر متعدد احادیث مبارکہ شاہد ہیں----- حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے، حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا:

من زار قبري وجبت له شفاعتي-----

(الشفاء (طبع بیروت) جلد ۲، صفحہ ۸۳ / مجمع الزوائد، جلد ۴، صفحہ ۲ /

وفاء الوفاء، جلد ۴، صفحہ ۱۳۳۶)

”جس شخص نے میری قبر کی زیارت کی، اس کے لئے میری شفاعت واجب ہو

گئی“-----



حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما ہی سے روایت ہے 'رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

من زار قبری بعد موتی کان کمن زارنی فی حیاتی ----

(مجمع الزوائد، جلد ۴، صفحہ ۲ / وفاء الوفاء، جلد ۴، صفحہ ۱۳۴۰ /

شعب الایمان، جلد ۳، صفحہ ۴۸۹)

”جس شخص نے میری وفات کے بعد میری قبر کی زیارت کی وہ ایسے ہی ہے جیسے

اس نے میری زندگی میں میری زیارت کی“ ----

عازم مدینہ کو چاہیے کہ وہ خالص سرکار ابد قرار علیہ السلام کی حاضری اور زیارت کا قصد

کرے ---- (فتح القدیر، جلد ۲، صفحہ ۳۳۶)

قیام مدینہ کے دوران سرایا ادب و نیاز حاضر رہے ---- ع

سرایا جا، سجدہ ایں جا، بندگی ایں جا، قرار ایں جا

مواجهہ عالیہ پر نہایت ادب سے حاضری دے، حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ

عنه، حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں:

من السنة ان تأتي قبر النبی ﷺ من قبل القبلة و تجعل

ظهرک الى القبلة و تستقبل القبر بوجهک ثم تقول السلام

علیک ایہا النبی ورحمة الله وبرکاته ----

(فتح القدیر، جلد ۲، صفحہ ۳۳۶)

” (صحابہ و تابعین کا طریقہ اور) سنت یہ ہے کہ جب تم نبی کریم ﷺ کی قبر انور پر

حاضری دو تو اپنی پشت قبلہ کی طرف اور منہ قبر اطہر کی طرف کرو، پھر سلام عرض کرو ----

قاضی حیاض رحمہ اللہ، امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ مواجهہ عالیہ پر

سرکار ﷺ کی بارگاہ میں سلام اور دعا مانگتے ہوئے قبلہ کی جانب منہ نہ کرے بلکہ اپنا رخ قبر انور کی

طرف رکھے ---- (الشفاء، جلد ۲، صفحہ ۸۵)

غیب بن عبد اللہ بیان کرتے ہیں:



رأيت انس بن مالك اتى قبر النبي ﷺ فوقف فرفع يديه
حتى ظننت انه افتتح الصلوة فسلم على النبي ﷺ ثم
انصرف----- (شعب الايمان، جلد ۳، صفحہ ۴۹۱)

”میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ کی
قبر اطہر پر آکر کھڑے ہوئے اور بڑی دیر تک ہاتھ بلند کیے رہے، حتیٰ کہ میں نے گمان کیا کہ
وہ نماز کی نیت کر رہے ہیں، پھر انہوں نے سلام عرض کیا اور چلے گئے۔“-----

فتاویٰ نوریہ کی کتاب الحج میں پانچ استفتاءات ہیں، پہلا فتویٰ اس بارے میں ہے کہ عورت
خاوند یا محرم کے بغیر حج نہیں کر سکتی۔-----
دوسرا فتویٰ حج بدل سے متعلق ہے۔-----

تیسرا اہم فتویٰ حج کے لئے تصویر کے جواز کے بارے میں ہے۔ دور حاضر میں شافعی کارڈ،
پاسپورٹ، حج اور دیگر متعدد معاملات میں تصویر کی ضرورت پڑتی ہے، اس فتویٰ میں اس ضرورت کا حل
پیش کیا گیا ہے۔-----

چوتھا فتویٰ کاروباری شخص (مثلاً ٹیکسی ڈرائیور) کے سلسلے میں ہے کہ آیا وہ احرام باندھے بغیر
مکہ مکرمہ میں داخل ہو سکتا ہے؟-----

جب کہ پانچواں استفتاء حج کے حوالے سے متفرق سوالات پر مبنی ہے۔-----
حج کے بارے میں ایک فتویٰ، فتاویٰ نوریہ کے جلد ششم میں بھی ہے۔-----

(صاحبزادہ) محمد محبت اللہ نوری



کتاب الحج

الاستفتاء

سائل منظر کہ ایک عورت بیوہ پیر سال بلا محرم کسی رشتہ دار اور عورتوں کے ساتھ حج کر سکتی ہے یا نہیں؟

السائل فظ محمد الدین صاحب



عورت بیوہ یا شادی شدہ یا کنواری بلا محرم یا خاوند کے حج کا سفر نہیں کر سکتی، اگرچہ غیر محرم رشتہ دار ہو یا عورتوں کے ساتھ جائے، بدائع صناعۃ ج ۲ ص ۱۲۳، اور محرم وہ ہے جس کے ساتھ کبھی نکاح نہ ہو سکے، بدائع صناعۃ ج ۲ ص ۱۲۴ و کذا فی غیرہا من اسفار المذهب المہذب۔ واللہ تعالیٰ اعلم و



علیہ السلام رحمہ اللہ وحکمہ و صلی اللہ تعالیٰ علی حبیب و
الہ واصحابہ وبارک وسلم۔

مقرہ الفقیر الراجح محمد نور اللہ شامی غفرلہ

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مشرع متین اندر اس مسئلہ کہ زید کی سالانہ رخصت
دینا رہا ہے لیکن قرعہ اندازی میں نام نہیں نکلا، اب زید ضعیف العمر ہونے اور بیمار
ہونے کی وجہ سے کمزور ہو گیا ہے، اگر درخواست دے اور قرعہ اندازی میں نام نکل بھی
آئے تو زید سفر نہیں کر سکتا، اب وہ حج کی رقم کسی یتیم خانے یا کسی دینے مدرسے میں
دیدے تو جائز ہے یا نہیں؟ یا کسی غریب اور جوان آدمی کو حج کرائے، سابق حاجی
جس نے پہلے حج کیا ہوا ہو اس کو تو حج بدل کے لئے بھیجنے کی حکومت کی طرف سے
اجازت نہیں تو کسی ایسے شخص کو جس نے پہلے حج نہ کیا ہوا ہو اور شوق حج رکھتا ہو تو اسکو
حج کرا سکتا ہے یا نہیں؟ بینوا تو جبروا۔

سائل: حاجی جہان داد خاں از چیک E. 8/235 ڈاک خانہ چیک E. 8/229

تحصیل پاکستان ضلع ساہیوال



ہاں ایسی صورت میں اس غریب و جوان آدمی کو اپنی حج بدل کے لئے بھی بھیجا جاسکتا ہے جس نے پہلے حج نہ کیا ہو فتاویٰ عالمگیری ج ۱ ص ۱۳۱ میں ہے و
الافضل للانسان اذا اراد ان يحج رجلا عن نفسه ان يحج
رجلا قد حج عن نفسه ومع هذا الواجب رجلا لم يحج
عن نفسه حجة الاسلام يجوز عندنا وسقط الحجة عن الله
كذا في المحيط - والله تعالى اعلم وصلى الله تعالى على سيدنا
محمد وآله واصحابه اجمعين وبارك وسلم

طرح الفتاویٰ الراجحہ نور الشیخ محمد نعیمی غفرلہ

۵ ربیع الثانی ۱۳۸۹ھ ۶-۶-۲۱

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و شرع متین اس مسئلہ میں کہ آیا فوطہ کھینچنا جائز ہے یا نہیں؟ اگر ناجائز ہو تو حج کے لئے فوطہ کھینچوانے میں بھی مانعت ہے یا نہیں؟

نیز حج فرض اور حج نفل کی صورتوں میں کیا حکم ہے؛ اور حج بدل کے لئے فوطہ کا کیا حکم ہے؛
مبینا توجروا۔

سائل: محمد سعید احمد، مدرسہ امینیہ رضویہ، محمد پورہ لائل پور



حج کے لئے عازم حج کے پورے حکم کا فوطہ ضروری نہیں بلکہ چہرہ یا قدر سے زائد کا
فوطہ حکومت نے بعض مصالح انتظامیہ کے لئے ضروری قرار دیا ہے چنانچہ عموماً پاسپورٹوں
پر ایسے ہی فوطے چسپاں کئے جاتے ہیں جو نصف سینہ تک ہوتے ہیں حالانکہ انسان نصف
سینہ یا سینہ کے نیچے سے کاٹ دیا جائے تو زندہ نہیں رہ سکتا لہذا یہ فوطہ ایسے جسم
کا فوطہ ہوگا جو شجر و حجر کی طرح بے جان ہے تو جائز ہوگا۔ جبرالامہ سیدنا ابن عباس رضی اللہ
تعالیٰ عنہما کا فتوے مبارکہ ہے فاصنع الشجر وما لا نفس له۔ (مسلم شریف ج ۲
ص ۲۰۲) اور بخاری شریف ج ۱ ص ۲۹۶ میں ہے کل شیء لیس فیہ روح،
اور اس کا ماخذ بھی وہی حدیث صحیح ہے جو تحریر تصویر ہے۔ عینی ج ۱۲ ص ۳۹، قسطلانی
ج ۴ ص ۱۲۱ میں ہے والنظم۔ واستنبط۔ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ
عنہما من قوله۔ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فان اللہ معذب
حتى ینفخ لہما مذہب جہوہ جواز ہے۔ انہیں میں سے والنظم للعینی وهو



مع وبمعناہ فی شرح معانی الآثار ج ۲ ص ۳۰۵ ۱۲ منہ غفرلہ

مع منظر اسلام مولانا محمد سعید احمد سعد فیصل آباد

قول جمهور الفقہاء و اهل الحديث فانهم استدلوا على ذلك بقول ابن عباس فعليك بهذا الشجر الخ.

اس مال النفس لہ اور کل شیئی لیس فیہ روح کا دائرہ بڑا کسین ہے۔ اس علیک بهذا الشجر الخ میں مذکورہ فوٹو (جو جسم کے اتنے حصے کے ہوتے ہیں جو زندہ نہیں رہ سکتا اور لیس فیہ روح کا مصداق ہے) کی بھی اجازت ہے لہذا ہمارے ائمہ کرام نے یہ تصریح بھی فرمائی کہ ایسا فوٹو جو ناجائز بنا ہوا ہے اگر اس کا سر یا چہرہ یا کوئی ایسا حصہ مٹا دیا جائے جس کے بغیر یا نذر زندہ نہیں رہ سکتا تو کراہت مٹ جاتی ہے۔ تنزیل البصار، در الخمار میں ہے (او مقطوعة الرأس والوجه او موحوة عضولا تعیش بدونہ شامی نے فرمایا تعمیم بعد تخصیص و هل مثل ذلك ما لو كانت مثقوبة البطن مثلاً والظاهر ان لو كان الثقب كبيراً يظهر نقصها فنعمر والا فلا رثا ج ۱ ص ۴۰ طحاوی علی المرقی ص ۲۱۸ میں ہے و محو الوجه كمحو الرأس بخلاف قطع اليدين والرجلين فان الكراهة لاتزول بذلك لان الانسان قد تقطع اطرافه وهو حي كما في الفتح (ج ۱ ص ۳۶۲) و افاد بهذا التعليل ان قطع الرأس ليس بقيد بل المراد جعلها على حالة لا تعیش معها مطلقاً انتهى ما علی المرقی۔

طحاوی علی الدر ج ۱ ص ۲۷۲ میں ہے لانها صورة ميت۔ ہایہ ج ۱ ص ۱۰۲ میں ہے و اذا كان التمثال مقطوع الرأس ای محو الرأس فليس بتمثال۔ مبوط ج ۱ ص ۲۱۰ میں ہے فبقطع الرأس يخرج من ان يكون تمثالاً اور مرقاة ج ۸ ص ۳۳۰ میں ہے الشجر ونحوه مما لا روح له فلا تحرم صنعت ولا التكسب به وهذا مذهب العلماء۔



بلکہ پیسندہ سیدنا جبریل امین علیہ السلام کے ارشاد سے بھی ثابت ہے جو حدیث میں فرماتا
 صحیح سنن ترمذی ج ۲ ص ۳۹۸ سنن ابو داؤد ج ۲ ص ۵۳، شرح معانی الآثار امام طحاوی
 ج ۲ ص ۳۰۵ میں بالفاظ متقارب ہے والنظم منہ فمر بالتمثال فلیقطع رأسہ
 حتی یكون کهيئة الشجرة۔ مجمع البحار ج ۳ ص ۲۹۵ میں ہے والهيئة صورة
 الشیء وشكله وحالته، درخت کی حالت یہ ہے کہ بے جان ہے اور صورت بھی
 بے جان کی ہے جو سر کاٹنے کے بعد انسانی جسم کی بھی ہے لہذا امام طحاوی نے اس حدیث
 سے ایسی صورت بنانے کی اباحت پر استدلال فرمایا، ج ۲ ص ۳۶۶ میں فرمایا فلما ابیحت
 التماثل بعد قطع رؤسها الذی لوقطع من ذی الروح لم یبق دل ذلك
 علی اباحتہ تصویر مال الروح له وعلی خروج مال الروح لمثلہ من الصور ما
 قد ذہی عند فی الآثار التي ذکرنا فی هذا الباب، یعنی علی البخاری ج ۱ ص ۲۲۴
 میں امام طحاوی کا یہ ارشاد بصورت استفادہ مذکور و مقرر ہے نیز فتح الباری ج ۱ ص ۳۲۱ میں ہے
 ان كانت الصورة باقية الهيئة قائمة الشكل حرم وان قطعت الرأس
 او تفرقت الاجزاء، نیز ج ۱ ص ۳۲۰ میں ہے لما قطعت الستر وقع
 القطع فی وسط الصورة مثلاً فخرجت عن هیئاتها اور یونہی قسطانی
 ج ۸ ص ۵۳۹ میں بھی ہے اور فتح الباری ج ۱ ص ۳۲۲ میں ہے غیرت عن هیئاتها
 لما یقطعها من نصفها او یقطع رأسها۔

بہر حال ان ارشادات کی روشنی میں حج فرض وغیرہ کے لئے ایسے فوٹو کی اجازت ہے
 جو جسم کے ایسے حصہ کا ہو جو صرف اتنا ہی زندہ نہ رہ سکتا ہو اور یہ جو از کئی اور دلائل سے بھی

عمر ققہ ج ۸ ص ۳۰۳ میں ہے ثم الشجر ونحوه مال الروح له فلا تقوم صنعت ولا التکسب به وهذا
 مذهب العلماء الا بما هذا فانه جعل الشجرة المثمرة من المکروه ۱۲ من غفرله



واضح ہو سکتا ہے مگر لغرض اختصار صرف اسی قدر پر اکتفا ہے۔

اس مسئلہ پر کافی شبہات پیش کئے جاتے ہیں جن کے ازالہ کے لئے کچھ اشارات
اسی تحریر میں ہیں اور بعض کا دفع تصریحات سے بھی ہو رہا ہے، ہاں یہ بھی ضروری ہے کہ
بلا ضرورت فوٹو نہ کھنچوائے جائیں اگرچہ شجر و حجر کے ہوں، علمائے کرام کم لہو و لعب پسند
نہیں، اشعة اللمعات ج ۳ ص ۵۹۳ میں ہے و نزد محققین جلد اس باب بے کر ایستہ نسبت
و داخل لہو و لعب و لا یعنی است۔ اور یونہی مرقاة شرح مشکوٰۃ ج ۸ ص ۳۳۰ میں ہے و
ان کان جملة هذا الباب مکروہا و داخل فیہا یلمی و یشغل بما
لا یعنی و مع هذا اقول ان کان الجواب صوابا فمن الله ربی لو هاب
و ان کان خطأ فمني و من الشیطن و لا حول و لا قوة الا بالله و حده
لا شریک له و هو اعلم و الیہ المرجع و المآب و صلی الله تعالیٰ علی حبیبہ
الاعظم و علی الہ و اصحابہ و بارک و سلم۔

مقرہ الفقیر الی الخیر محمد نور الشانسی غفرلہ

خادم دارالعلوم خفیف فریدیہ بصیر پور ضلع ساہیوال

۱۲ ربیع الثانی ۱۳۹۱ھ، ۱۱؎

فیض القدر الی المناوی شرح جامع صغیر ج ۲ ص ۲۳ میں المصنوعون کی شرح میں

فائدہ ہے لصورة حیوان تام اور ص ۲۴ میں ہے و خرج بال حیوان غیرہ

کشجر و بالتام مقطوع نحو رأس مما لا یعیش بدو نہ ۱۳ البوالخیر النعمی غفرلہ

الاستفتاء

کیا فراتے ہیں علمائے دین و مفتیان شریعتین اندرین مسئلہ کہ زید میقات سے باہر



رہنا ہے اور کسی کاروباری غرض سے مکہ مکرمہ جانا ہے جیسے ڈرائیور وغیرہ تو کیا اس پر عمرہ کرنا اور احرام باندھ کر مکہ مکرمہ جانا واجب ہے یا نہیں؟ اگر واجب ہے تو ایسا نہ کرنے پر اس پر کیا جرم ہے؟ ذرا تفصیل سے باحوالہ جواب عطا فرمادیں، عین کرم ہوگا۔

السائل محمد رحمت علی مدنی عفی عنہ مال آباد مدینہ منورہ سعودیہ عربیہ ۲۸/۱۱/۱۴۳۰ھ



ایسے شخص پر مکہ شریف میں داخل ہونے کے لئے احرام باندھنا ضروری ہے، مہسوط
مشرقی ج ۴ ص ۶۷ میں ہے لیس لاحد ینتہی الی المیقات اذا اراد دخول
مکة ان یجاوزها الا باحرام سواء کان من قصدہ الحج او القتال او
التجارة اور یونہی ہلایہ ج ۴ ص ۲۳۵ اور بدائع صناع ج ۲ ص ۱۶۴ میں ہے وفتح القدیر
ج ۳ ص ۴۱ میں ہے ان جمیع الکتب ناطقة بلزوم الاحرام علی من قصد
مکة سواء قصد النسک اولا، اور اگر ایسا نہ کرے یعنی بلا احرام داخل ہو جائے
تو اس پر حج یا عمرہ لازم ہو جاتا ہے، پھر اگر وہیں سے احرام باندھ لے تو اس پر دم لازم ہے
اور اگر میقات کی طرف لوٹ کر اس حج یا عمرہ کا احرام باندھے جو اس پر اس جرم کی وجہ سے
لازم ہو گیا ہے تو دم ساقط ہو جاتا ہے چنانچہ بدائع صناع وغیرہ کتب معتبرہ مذہب میں ہے
ولو جاوز المیقات یرید دخول مکة او الحرم من غیر احرام یلزم
اما حجة او عمرة لان مجاوزة المیقات علی قصد دخول مکة
او الحرم یدون الاحرام لسا کان حراما کانت المجاوزة التزاما
للاحرام والی ان قال، فان احرم بالحج او بالعمرة قصار لسا علیہ من

ذلك لمجاوزة الميقات ولعمري يرجع الى الميقات فعليه دم الخ۔
اس مسئلہ میں بہت زیادہ تفصیل ہے جو معتبرات مذہبیہ میں مذکور ہے، آپنا مک
ملا علی قاری اور بہار شریعت میں بیانِ مواقیت اور باب جنایات میں دیکھ لیں یہ دونوں
کتابیں مولانا ابو الفضل محمد نصر اللہ نوری تودہ ربہ و نصرہ کے پاس مدینہ منورہ میں ہیں۔
واللہ تعالیٰ اعلم وصلى الله تعالى على حبيب و آله واصحابه
وبارك وسلم۔

عزہ الغفر الراجح محمد نور اللہ انعمی غفرلہ

الاستفتاء

بخدمت جناب قبلہ و کعبہ سیدی و سندی غوثی و غیاثی پیر طریقت رہبر شریعت

عاشق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قبلہ ابامان صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ کے بعد عاجزانہ گزارش ہے کہ آپ کا خادم آپ کی
خیریت نیک چاہتا ہے، صورتِ احوال یہ ہے کہ ہم کو دو مسئلہ کی ضرورت ہے، آپ
حنو دہرانی فرما کر ان سوالوں کا جواب ہمیں تحریر کریں، آپ کی عین نوازش ہوگی :
سوال نمبر ۱ یہ ہے کہ مجھ کو ایک مولوی صاحب نے کہا ہے کہ رکنِ میانی کو بوسہ نہیں دینا چاہیے
تو پھر میں نے اس کو کہا اور محبت علی صاحب نے بھی کہا کہ رکنِ میانی کو بوسہ دینا جائز ہے، وہ
مولوی صاحب کہتے ہیں کہ ہم کو کسی کتاب سے یا حدیث سے ثابت کریں جو مولوی صاحب
میں حنفی مذہب کے ہیں اور وہ مولوی صاحب کو جراتوارہ کا ہے۔



سوال نمبر ۲ یہ ہے کہ ہم کسی وقت میں تین یا چار طواف کر لیں تو اس کے نفل ایک ہی وقت میں پڑھ سکتے ہیں یا نہیں؟

سوال نمبر ۳ یہ ہے کہ جس وقت ہم نے آٹھ تاریخ ذوالحجہ کو ٹی کی طرف جانا ہے تو ہم نے طواف اور صغام وہ کی سعی کرنی ضروری ہے کہ نہیں؟

باقی عرض یہ ہے کہ جو غلطی ہم سے ہو چکی ہے اس کی مجبہ کو معافی دے دیں آپ کی مہربانی ہوگی، جو غلطی ہوئی ہے وہ میں نے اپنی طرف سے نہیں کی، وہ معلم کی وجہ سے ہو چکی ہے، اس کو کماحقہ مجبہ کو جلدی کریں برائے مہربانی جواب جلدی سے ارسال کریں آنحضرت کی کرم نوازی ہوگی۔

فقیر قطب بن، ابو نصر محبت علی صابری در حرم شریف مکہ معظمہ



سزیز القدران الحاجان قطب الدین والحجتہ علی اجہما ربہما
وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ :

طواف میں رکن میا کی کو بوسہ دینا جائز ہے اور سنت ہے، در المختار ص ۶۳
میں ہے قال محمد رحمہ اللہ تعالیٰ ہو سنتہ ویقبلہ والدلائل
تؤیدہ۔ مستدرک حاکم ج ۱ ص ۴۵۶ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے صحیح
مرفوع حدیث میں ہے ان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قبل الرکن
الیمانی و وضع خدہ علیہ، اور فرمایا ہذا حدیث صحیح الاسناد اور علامہ فریبی
نے بھی فرمایا صحیح۔ رہا کسی کا استدراک تو وہ صحیح حدیث کے سامنے مضاعف ہے۔

۲۔ تین یا متعدد طواف اکٹھے کئے جائیں تو ہر طواف کے بعد دو رکعتیں طواف کی ادا کرے اور دو یا تین طواف کر کے نماز سب کی اکٹھی ادا کرنی حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک مکروہ ہے جبکہ وقت کراہت نہ ہو اور وقت کراہت میں بالاجماع مکروہ نہیں، شامی ج ۲ ص ۳۳۳ میں ہے بیکرہ عندہما الجمع بین اسبوعین او اکثر نیز اسی میں ہے وال خلاف فی غیر وقت الکراہۃ اما فیہ فلا یکرہ بالاجماع، تو نماز عصر اور نماز فجر کے بعد تین یا زیادہ طواف جمع کر سکتا ہے اور جب وقت کراہت ختم ہو تو سب طوافوں کی نماز ادا کر سکتا ہے۔

۳۔ آپ متمتع ہوں گے تو آپ پر طواف اور سعی احرام حج کے بعد ضروری نہیں ہاں اگر نقلی طواف کر کے سعی کر لیں تو جائز ہے اور اس کا یہ فائدہ ہے کہ طواف زیارت کے ساتھ دوبارہ سعی واجب نہیں ہوگی، شامی ج ۲ ص ۲۶۹ میں ہے لیس علی المتمتع طواف قدوم واللہ تعالیٰ اعلم و صلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ وال واصحابہ وبارک وسلم۔



قرۃ الغفران الابرار محمد زور الشانی غفرلہ

۲۶ رذی القعدۃ المبارک ۱۳۹۴ھ

نکاح

وَأَنْكِحُوا الْأَيَّامَ مِنْكُمْ وَالزَّوْجَ (۳۲)

”اور نکاح کرو جو تم میں سے بے نکاح ہیں۔“

النَّكَاحُ مِنْ سُنَّتِي فَمَنْ لَمْ يَعْمَلْ بِسُنَّتِي
فَلَيْسَ مِنِّي

(ابن ماجہ)

» نکاح میری سنت ہے، جس شخص نے میری سنت پر عمل نہ کیا

وہ میرے طریقہ پر نہیں ہے «

رہتا۔ اولاد کی شادیوں کی وجہ سے نئی نئی رشتہ داریاں پیدا ہوتی ہیں اور یوں معاشرتی اور تمدنی زندگی میں اس کا وقار بڑھ جاتا ہے۔۔۔۔۔

نکاح کے ذریعے خواہشات نفسانی کا زور ٹوٹتا ہے اور انسان شیطان کے شر سے محفوظ ہو جاتا ہے۔ اس کی نظر پاکیزہ ہو جاتی ہے اور وہ بد کاریوں سے بچا رہتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

یا معشر الشباب من استطاع منکم الباءة فلیتزوج فانہ اغض للبصر و احصن للفرج و من لم یستطع فعلیہ بالصوم فانہ له و جاء۔۔۔۔۔

(صحیح بخاری کتاب النکاح باب من لم یستطع الباءة فلیصم)

”اے نوجوانوں کے گروہ! تم میں سے جسے نکاح کی طاقت ہو وہ نکاح کرے کہ اس سے نگاہیں نیچی اور شرم گاہیں محفوظ رہیں گی اور جس کو نکاح کی استطاعت نہ ہو وہ روزہ رکھے کہ اس سے شہوت کا زور ٹوٹتا ہے۔۔۔۔۔

مرو نفقہ پر قدرت ہو تو نکاح کرنا حضور ﷺ کی سنت مؤکدہ ہے۔ ارشاد گرامی ہے:

النکاح من سنتی فمن لم یعمل بسنتی فلیس منی۔۔۔۔۔

(سنن ابن ماجہ باب ماجاء فی فضل النکاح)

”نکاح میری سنت ہے جس نے میری سنت پر عمل نہیں کیا وہ میرے طریقہ پر نہیں ہے۔۔۔۔۔

غلبہ شہوت اور اندیشہ گناہ کی حالت میں نکاح واجب ہے اور اگر گناہ میں ملوث ہونے کا یقینی خطرہ ہو تو نکاح فرض ہے۔۔۔۔۔

- بیوی کے نان و نفقہ اور دیگر حقوق کو پورا نہ کر سکنے کا خدشہ ہو تو نکاح مکروہ ہے۔۔۔۔۔

نکاح کا لغوی معنی: ضم، یعنی جمع ہونا اور ملنا ہے، پھر اسے جماع اور عقد نکاح کے لئے بھی استعمال کیا جاتا ہے کیوں کہ اس میں بھی ملنے کا مفہوم پایا جاتا ہے۔۔۔۔۔ (درایہ حاشیہ ہدایہ)

اصطلاح شریعت میں نکاح ایسا معاہدہ ہے جس کے ذریعہ مرد اور عورت کا باہمی جنسی تعلق جائز ہو جاتا ہے اور نتیجہ پیدا ہونے والی اولاد کا نسب صحیح قرار پائے گا۔۔۔۔۔

ایجاب و قبول نکاح کے رکن ہیں۔۔۔۔۔



شرائط نکاح

- ۱ بلوغ
- ۲ عقل ----- نابالغ اور مجنون کے نکاح کا اختیار ولی کو ہے -----
- ۳ گواہ ----- ایجاب و قبول دو مردوں یا ایک مرد اور دو عورتوں کی موجودگی میں ہو -----

مستحبات

- ۱ نکاح علانیہ ہو -----
 - ۲ مسجد میں ہو -----
 - ۳ جمعہ کے دن ہو -----
 - ۴ عادل گواہوں کے روبرو ہو -----
 - ۵ نکاح سے پہلے خطبہ مستنونہ پڑھا جائے -----
 - ۶ عورت کنواری اور مرد سے کم عمر ہو -----
 - ۷ عمر میں مناسبت ملحوظ رکھی جائے، جوان لڑکی کا بوڑھے شخص سے نکاح نامناسب ہے -----
 - ۸ جس سے نکاح کا ارادہ ہو اسے نکاح سے پہلے ایک نظر دیکھ لے یا کسی معتبر عورت کے ذریعے شکل و صورت اور اطوار و سلیقہ کے بارے میں تسلی کر لے تاکہ بعد میں کسی ناخوش گوار صورت حال کا سامنا نہ کرنا پڑے -----
- فتاویٰ نوریہ کی کتاب النکاح بہت مفصل ہے، یہ بارہ ابواب پر محیط ہے :

۱ باب الخطبہ

مکتفی اور پیام نکاح (اس باب میں نکاح فاسد، عاقلی قوانین، جبری نکاح، رجسٹر میں اندراج کے بغیر نکاح اور گونگے کے نکاح وغیرہ کے مسائل کا بیان ہے) -----



اس باب میں ۲۳/ استفتاءات کے تحقیقی جوابات دیے گئے ہیں۔۔۔۔۔

۲ باب المهر

نکاح کے باب میں ایک اہم چیز مہر ہے۔ تفصیلی تعارف باب المہر کے آغاز میں ملاحظہ کریں۔۔۔۔۔

باب المہر میں تین استفتاءات شامل ہیں۔۔۔۔۔

۳ باب الشغار

ایک عورت کے عوض دوسری عورت کا مالی طور پر مہر کے بغیر نکاح، یعنی ایک شخص نے اپنی لڑکی یا بہن کا نکاح دوسرے سے کر دیا اور دوسرے نے اپنی لڑکی یا بہن کا نکاح اس سے کر دیا اور ہر ایک کا مہر دوسرے کے نکاح کو قرار دیا اور اس تبادلہ کو ہی مہر کے قائم مقام سمجھا جائے، شرعاً اس کی ممانعت ہے (آج کل کے مرد جبہ سٹہ کا نکاح جائز ہے، کیوں کہ اس میں مہر مقرر کیا جاتا ہے، لہذا اسے شغار قرار نہیں دیا جاسکتا)۔۔۔۔۔

اس باب میں تین استفتاءات کے جوابات دیے گئے ہیں۔۔۔۔۔

۴ باب المحرمات

وہ عورتیں جو ہمیشہ ہمیشہ حرام ہیں اور حرمت کی بنا پر عقد نکاح میں نہیں آسکتیں۔۔۔۔۔

یہ باب ۲۸/ فتوؤں پر مشتمل ہے۔۔۔۔۔

۵ باب الجمع بین المحارم

ایسی دو قرابت دار عورتوں کا نکاح میں جمع ناجائز ہے کہ ان میں سے جس کسی کو بھی مرد تصور کیا جائے تو ان کا آپس میں نکاح حرام ہو۔ چنانچہ ایک شخص کے لئے دو بہنوں یا پھوپھی اور بھتیجی یا خالہ اور بھانجی کو اپنے نکاح میں جمع کرنا حرام ہے۔۔۔۔۔

اس باب میں ۱۳/ فتوے درج ہیں۔۔۔۔۔



۶ باب حرمة نکاح المحصنات

نکاح پر نکاح حرام ہے۔۔۔۔۔

اس باب میں سات افتاء ہیں۔۔۔۔۔

۷ باب نکاح المعتدرات والحوامل

حاملہ اور عدت گزارنے والی عورتوں کا نکاح منع ہے۔۔۔۔۔

اس باب میں ۲۶ / استفتاءات ہیں۔۔۔۔۔

۸ باب المصاہرہ

سرالی رشتے۔۔۔۔۔ نکاح کے علاوہ زنا کے سبب بھی بعض صورتوں میں دائمی حرمت لازم آجاتی ہے۔ اس باب میں ۲۴ / فتوے ہیں جن میں حضرت سیدی فقیہ اعظم قدس سرہ العزیز کا یہ رسالہ بھی شامل ہے:

”حرمة المصاهرة ترفع المناکحة“۔۔۔۔۔

۹ باب الرضاع

جو رشتے نسبی قرابت کی وجہ سے حرام ہیں، رضاعت (دودھ پینے) سے بھی حرام ہو جاتے ہیں (رضاعت کو اکثر کتب فقہ میں مستقل کتاب کی حیثیت دی گئی ہے البتہ صاحب در المختار نے اسے کتاب النکاح میں باب کے طور پر شامل کیا ہے، فتاویٰ نوریہ کے مرتب اول حضرت مولانا ابو الفضل محمد نصر اللہ نوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے بھی اسی کو اختیار فرمایا)۔۔۔۔۔

یہ باب تیس استفتاءات پر مشتمل ہے۔۔۔۔۔

۱۰ باب الکفو

کفو (ہم سری و ہم اہری) یعنی وہ شخص مذہب، نسب، آزادی، پیشہ، دیانت اور تمول میں ہم سر ہو۔ جو شخص ان امور میں عورت کے جوڑ کا نہ ہو، وہ ”غیر کفو“ کہلاتا ہے۔۔۔۔۔



اس باب میں سات فتوے درج ہیں۔۔۔۔۔

۱۱ باب الولی

وہ عاقل بالغ مسلمان جسے شرعی طور پر یہ حق حاصل ہے کہ وہ اپنی زیر نگرانی لڑکی کا نکاح کر سکے۔ (یعنی وہ عصبہ مضمرہ ہو، اگر عصبہ موجود نہ ہو تو پھر ذوی الارحام کو نابالغہ کے نکاح کا حق حاصل ہو گا)۔۔۔۔۔

اس باب میں ۳۸ / استفتاءات کے جوابات دیے گئے ہیں۔۔۔۔۔

۱۲ باب خیار البلوغ

باپ دادا کے علاوہ کوئی دوسرا ولی اگر نابالغ لڑکے یا لڑکی کا نکاح کر دے تو نابالغ یا نابالغہ کو بالغ ہوتے ہی یہ حق حاصل ہوتا ہے کہ وہ نکاح رد کر سکتے ہیں۔۔۔۔۔
یہ باب پانچ فتوؤں پر مشتمل ہے۔۔۔۔۔
مجموعی طور پر کتاب النکاح میں ۱۹۷ فتوے ہیں جن کے ضمن میں سینکڑوں مسائل کے تحقیقی جوابات آگئے ہیں۔۔۔۔۔

(صاحبزادہ) محمد محبت اللہ نوری



خطبہ
(پیغام نکاح)

کتاب النکاح

باب الخطبة

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اندر اس صورت کہ زید کے پاس بکر
ایک مولوی صاحب اور چند اشخاص بعد اپنے لڑکے کے لایا، زید نے یہی سمجھا کہ لڑکی کا رشتہ
طلب کرتے ہیں تو رسم منگنی ادا کرنے آئے ہیں اور نکاح کے متعلق زید مذکور نے اجازت
نہیں دی اور لڑکی اس وقت قریباً ۹ سال کی نابالغ تھی مگر مولوی صاحب مذکور نے
کھڑے ہو کر خطبہ پڑھ دیا اور کہا کہ نکاح ہو گیا اس لئے کہ جب زبانی کہہ دیا جائے اور
رسم منگنی کر لی جائے تو نکاح ہو جاتا ہے تو دریافت طلب یہ ہے کہ کیا ایسی صورت
میں بلا ایجاب قبول و بلا اجازت نکاح صرف منگنی سے ہو جاتا ہے؟ بینوا و جزوا۔

سائل: محمد دین ولد ابراہیم ساکن تپوکی





اگر حقیقتِ حال واقعی یہی ہے کہ زید والدِ لڑکی نابالغہ نے اجازتِ نکاح نہیں دی اور ایجاب و قبول نہیں ہوا تو نکاح قطعاً نہیں ہوا، فتاویٰ عالمگیری ج ۲ ص ۱ میں ہے واما رکنہ فالایجاب والقبول نیز ص ۳ میں ہے ولا ینعقد بالتعاطی کذا فی النہایۃ۔

واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ جل مجدہ اتر واحکم وصلى الله تعالى
على حبيب واله وصحب وبارک وسلم۔

مقرہ الفقیر ابو الخیر محمد زور اللہ النعمی غفرلہ
۸ جمادی الاخریٰ ۱۴۱۳ھ

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اندر یہ صورت کہ زید نے اپنی سات سالہ لڑکی عمر و کے اڑھائی سالہ لڑکے کے ساتھ حسبِ دستور زمانہ منگنی کر دی اہل مجلس بھی یہی سمجھتے رہے کہ منگنی ہے ایجاب و قبول بالکل نہیں ہوا، اب زید لڑکی بوجہ نزاع لڑکے کو نہیں دینا چاہتا اور عمر و کہتا ہے کہ میرے لڑکے کا نکاح ہے۔ کیا واقعی وہ منگنی نکاح بنے گی یا نہیں؟

سائل: محمد دین ولد صلا از چک ۱۵/۵۳۔ ایل ڈاک خانہ چک ۵۸/۵۱۔ ایل



منگنی اور ہے اور نکاح اور، لہذا عمر کا دعویٰ غلط ہے بشرطیکہ سوال صحیح ہو بحر الرائق
در المختار میں ہے والنظم من البحران کان المجلس للوعد فوعدا لانه بیان
تو ایجاب وقبول ہوا ہی نہیں تو نکاح کیسے ہوگا؟ واللہ تعالیٰ اعلم وصلى الله تعالى
على حبيب والوصحب وبارك وسلم۔

مترجم الفقیہ ابو الخیر محمد نور اللہ النعمی غفرلہ

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین متین کہ حاکم علی نمبر دار و مبروض جنگل پر پانندہ کا بیان ہے
کہ جو شخص فرما دیں صحیح درست ہے، برائے مہربانی فرما کہ فتنہ ہو تو دیں یوں کہ لڑکی کی عمر تقریباً
آٹھ نو سال کی تھی جس وقت دعا خیر کی تھی اس کے بعد لڑکے کو آج مرض ضیائی تس کی ہے
لڑکی آج ۲۴، ۲۳ سال کی عمر ہے اور آپ کے پاس مولوی غلام نبی بھی بھیجا جا رہا ہے، یہ بھی آپ



کے حاضر ہے۔ السلام علیکم

دستخط حاکم علی نمبر اردو ممبر صاحب گواہ شد محمد دین کھل، گواہ شد ولی محمد حصہ ار
آج مورخہ ۱۲/۴/۲۰ کو مولوی غلام نبی صاحب قریشی امام مسجد پرمانند نے علفیہ بیان کیا کہ
میرے سامنے سنی محمد دین قوم ہیں کے گھر اس کی لڑکی مسماہ شریفیاں کے رشتے کے متعلق محمد دین
نے وعدہ کے طور پر کہا تھا کہ میں نے لڑکی دی اور نکاح بالکل نہیں کیا گیا اور نہ ہی نکاح کرنے
کے متعلق کسی نے ذکر کیا حسب رواج اس وعدہ پر ہم نے دعائے خیر کر دی اور نہ ہی بعد ازاں
آج تک نکاح کیا گیا ہے تو کیا اس لڑکی کا نکاح شرعاً اور حکماً ہو سکتا ہے یا وہ پہلا وعدہ ہی
نکاح بن گیا؟ نیز چونکہ اس لڑکے کو ذیابیطس اور سودا ہو گیا ہے اور لڑکی بھی ۲۳، ۲۴ سال
کی ہو چکی ہے اور عاقلہ بالغہ ہے تو وہ اس بیمار لڑکے کے ساتھ نکاح کرنے پر رضامند نہیں
تو شرعاً کیا حکم ہے؟ یہ بیان میرے روبرو مسجد دارالعلوم میں اور پھر دوبارہ دارالعلوم میں
ابوالخیر محمد نور الدینی مہتمم دارالعلوم خفیفہ فریدیہ بصیر پور ضلع منٹگمری بنام خود ۱۲/۴/۲۰
دستخط امام مسجد غلام نبی بقلم خود، العباسی امام علی ولد جمال دین ساکن بابا بالاکے دستخط
نشان اگلوٹھا سنی محمد دین والد لڑکی مذکورہ



اگر صورت سوال واقعی یہی ہے کہ سنی محمد دین نے وعدہ کے طور پر کہا تھا اور اسی
وعدہ پر دعائے خیر بھی کی گئی تو وہ نکاح نہیں ہوا، شامی ج ۲ ص ۶۹ میں ہے فان
قامت القرینۃ علی عدمہ لا ینعقد نیز ص ۴۰ میں ہے لا بد فی
کنایات النکاح مع النیۃ من قرینۃ الزمان اس میں شک نہیں کہ وہ وعدہ
نکاح ہو گیا اور بلاشبہ وعدہ کا پورا کرنا بھی ضروری ہوتا ہے مگر چونکہ اب لڑکی عاقلہ بالغہ

ہو چکی ہے اور نہیں مانتی تو باپ شرعاً مجبور ہو گیا کہ عاقلہ بالغہ لڑکی پر باپ جبر نہیں کر سکتا، یہ شریعت پاک کا حکم ہے، فتاویٰ عالمگیری ج ۲ ص ۱۱ میں ہے لایمجزئ نکاح احد علی بالغہ صحیحۃ العقل من اب او سلطان بغیر اذنها بکرا کانت او ثیباً لہذا اس لڑکی کا نکاح حسب دستور شریعت جہاں مناسب سمجھیں کر سکتے ہیں، قرآن کریم میں ہے وانکحوا الایامی۔ واللہ تعالیٰ اعلم و صلی اللہ تعالیٰ علی حبیب والہ واصحابہ وبارک وسلم۔

مقرہ الفقیر الی الخیر محمد زور الشانی غفرلہ

۱۵ رجب المرجب ۱۳۸۱ھ

۲۴/۱۲

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ زید نے اپنی نابالغ لڑکی کا رشتہ دو گواہوں کے سامنے بکر کو دینے کا وعدہ کیا تھا، زید فوت ہو چکا ہے، اب اس کی لڑکی بالغ ہے بکر اس کا نکاح اپنے ساتھ سابقہ وعدہ کے مطابق کرنا چاہتا ہے مگر لڑکی نکاح کرنے سے انکار کرتی ہے، کیا لڑکی کا دوسری جگہ نکاح ہونے میں کوئی امر مانع ہے؟ جواب سے مشکور فرمایا جائے۔

العبد : امیر الدین ازچک نمبر ۶۲/د





اگر صورت سوال صحیح اور واقعی ہے کہ زید نے صرف وعدہ کیا اور نابالغ لڑکی کا نکاح بیکر کو نہیں دیا تھا اور فوت ہو گیا تو لڑکی بالغ ہونے کے بعد خود مختار ہے اپنی مرضی سے حسب دستور شرع مطہر بیکر کے سوانکاح کر سکتی ہے، زید کا وعدہ زید کے ساتھ کیا، قرآن کریم نے فرمایا لا تزدر وذر اخریٰ اور حدیث پاک میں ہے الایم احق بنفسہا۔ واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ جل مجدہ اتمہ واحکم وصلى الله تعالى على حبيب وال واصحابه وبارک وسلم۔

عزہ الفقیر الیہ الحاج محمد نور اللہ العثمینی رحمہ اللہ
۱۱ رد فی القعدۃ المبارکہ ۷۷۹ھ

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ ایک لڑکی اور لڑکا ہر دونوں بالغ ہیں، لڑکی کا والد اور اس کا چھوٹا برادر ذل کر جسٹرنکاح خوانی پر اندراج پورا کر لیا، گواہ بھی کوئی موجود نہیں اور نہ لڑکا، نہ اس کا باپ موجود ہے۔ وہ کام اندراج کا تو کر لیا اور ایجاب و قبول کسی نے خیال نہ کیا، وہ کتاب (یعنی کتاب نکاح) پنجویں یا ستویں (روز) لڑکے کا باپ سے لیا اور اپنے لڑکے کا دستخط بھی کر لیا، کیا وہ نکاح روا ہے یا نہیں؟
السائل: فخر الدین بقلہم خود



صورت مندرجہ سوال میں نکاح نہیں ہوا کہ ایجاب و قبول دکن نکاح ہیں اور کوئی شے ارکان کے سوا موجود نہیں ہو سکتی، فتاویٰ عالمگیری ص ۳ میں ہے واما رکنہ فلا ایجاب والقبول کذا فی الکافی۔ واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ جل مجدہ اتعوا حکم و صلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ والہ و صحبہ و بارک وسلم۔

عقود الغیر الی الخیر محمد زکریا الشافعی غفرلہ

۱۲ جمادی الاولیٰ ۱۳۷۰ھ

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک آدمی فوت ہوا حالانکہ اس کی عورت کو حمل تھا جو خشک ہو چکا تھا جواب تک اس کے پیٹ میں موجود ہے، متوفی کے وارثوں نے چار ماہ دس دن گزار کر اس عورت کا نکاح متوفی کے بھائی کے ساتھ کرنا چاہا تو عورت نے بالکل انکار کر دیا تو چند آدمیوں نے اس کو پھینا شروع کر دیا، جب تک اس عورت کو ہوش رہی تو اپنی زبان سے انکار ہی کرتی رہی اور وہ پیٹتے رہے۔ اس کے بعد اس کو کوئی خبر نہیں جب ہوش میں آئی تو پیٹنے والوں نے کہا کہ تیرا



نکاح کر دیا ہے اور انگوٹھے بھی لگا دئے ہیں۔ وہ عورت برابر انکار ہی پر ہے۔ کیا یہ نکاح شریعت کی رو سے درست ہے یا نہیں؟ بینوا تو جروا۔
سائل: محمد حسن ازمنگا بمبئی، التحفیل دیا پور ضلع، منگمری، مورخہ ۵ رمضان المبارک ۱۳۷۶ھ



اگر سوال صحیح و درست ہے کہ اس عورت کے پیٹ میں حمل موجود ہے کہ خشک ہو چکا ہے تو اس کی عدت وضع حمل ہے، چار ماہ دس دن سے پوری نہیں ہوتی، قرآن کریم میں ہے واولات الاحمال اجلھن ان یضعن حملھن اور جب عدت موجود ہے تو نکاح ہو ہی نہیں سکتا اور اگر بالفرض عدت پوری ہو چکی ہوتی تو اس صورت میں تب بھی یہ نکاح محض ظلم و ستم کے موافق نہ کوئی نکاح نہیں کہ بوجہ عورت جب تک زبان سے ایجاب یا قبول نہ کرے تو نکاح ہو ہی نہیں سکتا، ایسا پیغام نکاح اور پھر مارنا پیٹنا، جبراً انگوٹھے لگانا یہ سب ظلم ہی ظلم اور محض حرام ہے، جو لوگ اس ظلم میں شریک ہوئے وہ سب ستم کار سخت غضب جنار و قہار اور مستوجب عذاب نارہنے، ان پر فرض ہے کہ سچے دل سے توبہ کریں اور اس عورت کو راضی کریں اور معافی مانگیں۔ ان کے کئی زبردست گناہ ہیں جن سے توبہ فرض ہے۔ یہ کافروں کا طریقہ تھا کہ وارث مال کی طرح متوفی کی بیوی کے بھی وارث بن جاتے تھے اور جبراً نکاح کر لیتے یا جس طرح چاہتے کرتے، حضرت رب العالمین صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو سخت حرام کر دیا اور منع فرمادیا۔
واللہ تعالیٰ اعلم وعلیہ جل مجدہ اتم و احکم و صلی اللہ تعالیٰ

علی حبیب والہ وصحبہ وبارک وسلم

مقرہ الغفرانہ الخیر محمد نور الشاہ النعمی غفرلہ

۶ رمضان المبارک ۱۴۲۰ھ

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اندر میں مسئلہ کہ مسماۃ زینب جو کنواری لڑکی بالغ ہے اور اس کا حقیقی وارث بھی موجود ہے اور بغیر اطلاع وارث کے اور بغیر رضی لڑکی زینب کے دور کے رشتہ دار نے ڈرا دھمکا کر رعب دے کر مار پیٹ کر کلمات نکاح پر مجبور کیا اور لڑکی مسماۃ زینب کو بہت مار کر کلمات نکاح کہلائے پر کلمہ لڑکی کا سایہ دیکھ کر کہا تو کہہ کہ میں نکاح کرتی ہوں، اس نے کہا میں نہیں کہتی اور مکان میں قید کیا اور پھر مارا اور اس نے نہ مانا اور انہوں نے مشغول کیا کہ ہم نے نکاح کر لیا ہے اور وارث حقیقی کو پتہ چلا اور وہ گھر لے آیا۔ کیا یہ نکاح شرعاً ہو گیا ہے یا کہ نہیں؟ جواب دیجئے ثواب دارین حاصل کریں۔

السائل: احمد دین چک انائیں قوم بھدر در ضلع منٹگری ۱۳/۶



اگر سوال صحیح اور واقعی ہے تو یہ کوئی نکاح نہیں بلکہ محض ظلم اور زیادتی ہے، نکاح

کے رکن ایجاب و قبول ہیں اور جب لڑکی انکار کرتی رہی ہے تو رکن نہ پایا گیا تو نکاح کیونکر ہوا؟ فتاویٰ عالمگیری ج ۲ ص ۱۵۱ میں ہے واما رکنہ فالایجاب والقبول کذا فی الکافی۔ الحامل ایسے بناوٹی نکاح کا شرع پاک میں کوئی اعتبار نہیں بلکہ اس کو نکاح کہنا ہی جائز نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم وصلى الله تعالى على حبيبنا و آله واصحابه وبارک وسلم۔

عزوة الفقير الراح محمد نور الشماسي غفر له

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اندر میں مسئلہ کہ مسماۃ مریم عاقلہ بالغہ بیوہ صدر دین کا نکاح جبراً اس کے انکار کی صورت میں کیا گیا ہے مالا یکھ مسماۃ مذکورہ انکار کے سوا کوئی لفظ اپنے منہ سے نہیں نکالا، کیا یہ جائز ہے یا نہیں؟ اگر جائز نہیں تو مسماۃ مذکورہ اپنی رضا سے نکاح جدید کر سکتی ہے یا نہیں؟

السائل: نور محمد از کھڑیاں ۱۳/۱۱



اگر یہ سوال صبیح اور واقعی ہے تو یہ نکاح جبراً قطعاً نہیں ہوا کہ مسماۃ مریم عاقلہ بالغہ

بیوہ ہے تو اس کی صاف اجازت یا ایجاب و قبول کے سوا نکاح نہیں ہو سکتا بچہ جائیکہ وہ صاف انکار کرتی رہی ہے اور جب وہ نکاح نہیں ہوا تو اپنی رضا و رغبت سے حسب دستور شرع مطہر اب نکاح کر سکتی ہے، تمام کتب مذہبیہ میں یہ صاف مصرح ہے ومن اعمی الخلاف فعلیہ البیان بالبرہان۔ واللہ تعالیٰ اعلم وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیب والد واصحابہ وبارک وسلم۔

عزہ الفقیر الی الخیر محمد نور اللہ نبی غفرلہ

۴ ربیع الثانی ۱۳۷۲ھ

الاستفتاء

سائلہ مظہر کہ اس نے نکاح کی اجازت نہیں دی بلکہ صرف یہ کہہ دیا کہ یہ میرا لڑکا ہے میں اس کے ساتھ نکاح نہیں کرتی اور پھر انکو ٹھیک بھی نہیں لگایا، سنی امین وٹو کہتا ہے کہ ہم نے نکاح کر دیا ہے، کیا اس طرح نکاح ہو جاتا ہے حالانکہ سائلہ اب تک انکاری ہے اور نکاح پسند نہیں کرتی۔ سائلہ بمقامہ ستماراں بیوہ شاہ محمد وٹو امیر کے کا از کھوتی پو، ۲۹ شوال المکرم



اگر سائلہ کا بیان صحیح ہے تو یہ کوئی نکاح نہیں ہوا وذا ظاہر من جمیع



اسفار المذهب ومن ادعی الخلاف فعليه البیان - واللہ تعالیٰ اعلم وصلى اللہ تعالیٰ علی حبیب والہ واصحابہ وبارک وسلم۔

محرم النعمان الحکیم محمد نور الدین غفرلہ

۲۹ شوال ۱۴۰۷ھ

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و شرع متبیین اس مسئلہ کے بارہ میں 'سرور ان خیر کرم الہی' کا نکاح 'سرور ولد متعلی' سے رد و بدوگواہوں کرنے کی از حد کوشش کی گئی، لڑکی بالغ تھی اور اس کا والد فوت ہو چکا تھا، لڑکی اس نکاح میں ناخوش تھی، نکاح خواں نے نکاح پڑھانے کی از حد سعی کی مگر لڑکی انکار کرتی رہی اور روتی بھی رہی، بالآخر مجبوراً چند آدمیوں کے مشورہ سے میسرور کر دیا گیا کہ نکاح پڑھا دیا گیا ہے، کوئی ایجاب نہیں کرایا گیا، بعد نکاح لڑکی اپنے بھائی کے پاس ہی رہی، سرور کی ازواجیت میں بھی نہ گئی، اب بھی جانے سے انکار کرتی ہے کہ میں نے نکاح ہی نہیں پڑھا اس لئے میں اس کی ازواجیت میں جانے کے لئے قطعاً تیار نہیں ہوں۔ برائے مہربانی از روئے شریعت اسلام حزب الاحناف مسئلہ کی وضاحت فرمائی جاوے۔

العبد علی احمد سربراہ نمبر ۲۸/ فور ایل

تحصیل اوکاڑہ ضلع منٹگمری





اگر سوال صحیح ہے کہ لڑکی بالغ بالکل انکار کرتی رہی ہے اور نکاح قطعاً نہیں پڑھا اور صرف چند لوگوں نے بطور خود مشورہ کہہ دیا کہ نکاح ہو گیا تو واقع میں یہ نکاح نہیں ہوا اور نہ ہی وہ لڑکی شرعاً اس لڑکے کی بیوی ہے اور نہ ہی وہ لڑکا خاوند ہے وذا اظاہر جدا من ان یظہر۔ واللہ تعالیٰ اعلم وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیب والہ واصحابہ وبارک وسلم۔

مرو الغفران ابو یحییٰ محمد زور اللہ العیسیٰ غفرلہ

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے و مفتیان شرع متین اندر اس مسئلہ کہ ایک عورت کا زبردستی نکاح کیا گیا، وہ عورت انکار کرتی رہی کہ میں اس کے ساتھ نکاح نہیں کرتی، اس کے ساتھ میری کٹ نہیں جوتی مگر مرد کو کلے پڑھ کر زبردستی نکاح بنایا گیا تو اس پر عورت نے اس مرد سے کہا کہ آماں چلے، کہاں سونا بیٹھنا ہے اور پھر اسی رات اس مرد سے بھاگ کر ایک شخص کے پاس چلی گئی جس کے ساتھ نکاح کی خواہش مند تھی، کیا وہ زبردستی نکاح ہو گیا یا نہیں؟



اگر صورت سوال صحیح اور واقعی ہے تو یہ نکاح ہرگز ہرگز نہیں ہو کہ شرائط نکاح سے عورت کی رضا بھی ہے، اس صورت میں عورت نکاح سے پہلے اور بیچھے انکار ہی انکار کرتی رہی تو نکاح کیسے ہوا؟ والمسئلة مصرحة بها في جميع محترات المذاهب. والله تعالى اعلم وعلمه جل مجده اتم واحكم وصلى الله تعالى على حبيب واله وبارك وسلم۔

عزہ الغفر الابرار محمد نور اللہ انعمی غفرلہ

الاستفتاء

تصدیق کی جاتی ہے کہ بوقت خواندگی نکاح مسماة رحموں دختر فتح دین نرائن سکن اقبال پورہ دہلی مصطفیٰ آباد باجارت فتح الدین والد مسماة رحموں نکاح شروع کیا گیا۔ ایجاب قبول کے وقت لڑکی (مسماة رحموں) نے کلمہ نکاح پڑھنے سے صاف انکار کیا اور اس نے کوئی کلمہ نکاح نہیں پڑھا بلکہ وہ گڑبڑ برائے تقسیم مجلس تھا دو پھینک دیا تھا۔ لڑکی

سمجھ دار اور عاقل ہے علمائے دین جس طرح حکم فرمائیں۔ والسلام
 مولوی احمد الدین قاضی نکاح خواں
 عبد الرحمن شہر بہر ملک شاہ
 دستخط (احمد دین)
 حاضر مجلس نکاح مذکورہ بعلم خود
 گواہ شد فتح الدین ولد بہادر چٹاپی حاضر مجلس
 (نشان انگوٹھا)

۷ سائل نے زمانی بیان کیا کہ لڑکی بالغہ نفی اور عاقل سے مراد یہی ہے لہذا فتوے
 میں لفظ بالغہ زیادہ کیا گیا اور اس پر یہ حکم ہے ۱۲ البواخیر غفرلہ



نکاح مذکور صحیح و نافذ نہیں کہ عاقلہ بالغہ پر کوئی جبر نہیں کر سکتا، فتاویٰ عالمگیری ج ۲ ص ۱۱
 میں ہے لای يجوز نكاح احد علی بالغہ صحیحة العقل من اب او
 سلطان بغیراذ نہاب کراکانت اوشیا۔ واللہ تعالیٰ اعلم وصلی اللہ
 تعالیٰ علی حبیب والہ وصحبہ وبارک وسلم۔

عزہ الفقیر الی الخیر محمد نور اللہ انیسوی غفرلہ

۱۱ جہادی الآخرے ۶۹ ھ

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین شرعاً تین اس مسئلہ میں کہ جوان لڑکی کے نکاح کے وقت



اجازت طلب نہیں کی گئی اور قانون کے گھر پہنچ گئی، راضی ہو کر ایک مہینہ رہی، ایک مہینہ کے بعد اس لڑکی نے کہا کہ مجھ سے اجازت نہیں طلب کی گئی، کیا نکاح ہو گیا ہے یا نہیں؟ بیٹو! تو جبر روا۔

السائل: مولانا ابوالوفاء منظور احمد مدرس مدرسہ عربیہ اسلامیہ کائن ملتان سے لائن اور کاڑھ



اگر وہ جوان لڑکی عاقلہ غیر عاقدہ بنفسا ہے اور اس نے قبل از وقت نکاح بلا استیذان یا استیذان پر اذن نہیں دے رکھا تھا اور ایسے ہی وقت نکاح بلا استیذان بھی اذن نہ دیا ہو تو وہ نکاح کفارہ فضولی ہوا جو لڑکی کی اجازت پر موقوف تھا اور مذہب حنفی میں اسے باطل جانتا، محض جہالت باطلہ و فضول ہے، وقایہ، تنویر الالبصار، در المختار، کنز الدقائق، بحر الرائق، ہندیہ، خیر یہ میں ہے والنظم للہم علی والاھمل عندنا ان نکاح الفضولی موقوف لا باطل، تو اگر لڑکی نے بعد از علم نکاح جائز کر دیا کہ صراحت کر دیا کہ مجھے پسند ہے یا کوئی اور ایسا قول یا فعل کیا جو دال بر رضا ہو یا لڑکی کو نوازی ہے اور سکوت کیا تو جائز و نافذ و لازم ہو گیا اور شوہر کے گھر جانے پر راضی ہو کر ایک ماہ رہے پھر یہ رضا نمایاں ہو رہی ہے۔ بدائع صنائع اور فتاویٰ عالمگیری چھ ایسے ہیں والنظم من الہندیۃ لا یجوز نکاح احد علی بالغۃ صحیحۃ العقل من اب او سلطان بغیر اذنها بکرا کانت او شیا فان فعل ذلك فالنکاح موقوف علی اجازتها فان اجازتہ جائز وان ردتہ بطل کذا فی السراج الوھاج۔ نیز انہی میں ہے والنظم منها وثبتت الاجازۃ



لنکاح الفضولی بالقول والفعل کذا فی البحر الرائق، انہی میں ہے بنظمہا
 کما یتحقق رضاها بالقول کقولہا رضیت وقبلت واحسنت وامسبت
 بآرک اللہ للظاہر لسانا ونحوہ یتحقق بالدلالة کطلب مہرہا ونفقہا
 وتمکینہا من الوطن وقبول التہنئة والتهنئة ^{بالسور} بمن غیر استہزار کذا
 فی التبیین، نیز ان دونوں میں انظم لملك العلماء و ان كانت بکرا
 فان رضاها یعرف بہذین الطریقین وبثالث وهو السکوت، اور گو
 حکم یہ ہے کہ پہلے رد کردہ کو بعد کی اجازت معتبر نہیں، بحر الرائق میں ہے بخلاف ما
 لو بلغها العقد فحدث ثمة قالت رضیت حیث لا یجوز لان العقد
 بطل بالرد مگر زن وشوئی تعلقات کے باہمی ایک ماہ راضی رہنے کے بعد اب صرف
 لڑکی کا دعویٰ عدم طلب اجازت تو کیا دعویٰ انعدام نفس اجازت پر اگر شہادتیں بھی پیش کریں
 تو مقبول نہیں۔ ہمارے ائمہ کرام نے تو صرف ایک مرتبہ فعل بالرضا پر بھی یہی حکم لگایا ہے
 بسوط، فتاویٰ قاضیخان، فتح القدیر، بحر الرائق، فتاویٰ عالمگیری میں ہے والنظم
 للامام الحسن ان کان الزوج دخلها طوعا لم تصدق فی دعوی
 الرد۔ ہندیہ کی تعلیل یاس الفاظ ہے لان التمکین بمنزلة الاقرار بالرضا
 ولو اقرت بالرضا ثم ادعت الرد لا یصح دعویہا ولا تقبل بینتہا
 فکذا ہذا کذا فی المحيط انتہی ولا فرق بین البکر والبکر والشیب
 فی التمکین والدخول کما مر۔

ہاں اگر یہ جانا اور رہنا مجبوز ہو تو اور حکم ہے، امام قاضی خان وغیرہ کا ارشاد
 ہے وان کان دخل بہا کرہا صدقت فی دعوی الرد، اور اگر وہ نکاح
 لڑکی کے ایسے اذن سے ہوا جو بلا استیذان وقتی تھا یا لڑکی نے خود عقد کیا تو ابتداء ہی
 لازم و نافذ ہوا وذا اظهر من ان یظہر اور اگر مجبوز نہ تھی تو اس کے احکام بھی میری تھی۔



واللہ تعالیٰ اعلم وعلّمہ جل مجدہ اتم واحکم وصلى اللہ تعالیٰ علی حبیبہ الہ اصحابہ بارک وسلم

مقوہ الفقیر البواخیر محمد نور اللہ انیس غفرلہ

۱۱ جہادی الاخریٰ ۱۴۴۳ھ

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اندر میں مسئلہ کہ ہندو یتیم بایانج کا نکاح بلا اجازت ولی شرعی کے بایں صورت کیا گیا کہ فقط ہندو کی والدہ کا انکو خطہ بلا رضا لکھوایا، آیا یہ نکاح شرعاً مقبر ہے یا نہیں؟

سائل: سنما چھی از موضع اوان کلاں مورخہ ۱۶ شعبان المعظم ۱۴۲۶ھ



اگر صورت مسئلہ صحیح اور واقعی ہے تو ہندو کا نکاح قطعاً نہیں ہو کہ نابالغ و بالغہ کا نکاح بلا اجازت ولی نہیں ہو سکتا اور عصابات کے موجود ہونے کی صورت میں والدہ ولی نہیں بن سکتی وذا البین من ان یمین اور لطف تو یہ ہے کہ صورت مسئلہ کا محض نام ہی نام ہے حقیقتہً نکاح قطعاً ختم نہیں کہ نکاح شرعاً ایجاب قبول کے بغیر منعقد ہو ہی نہیں سکتا۔ فتاویٰ عالمگیری ج ۱ ص ۱۰ وغیرہ میں ہے اما رکنہ فالایجاب والقبول اور ایجاب و قبول تلفظ کا نام ہے۔ اسی فتاویٰ میں ہے والایجاب مایتلفظ



بہ اولاً من ای جانب کان ^{والقبول} جواب هكذا فی العناية تو مضمّن انکوٹھا اگرچہ
رضا و رغبت سے خود ولی شرعی لگا دے کسی صورت میں قابل اعتبار نہیں چہ جائیکہ والدہ
صورت مسئلہ ولی شرعی بھی نہیں اور وہ بھی بلا رضا لگا دیتی ہے واللہ ورسولہ اعلم جل
جلالہ و عظم نوالہ و صلی اللہ علیہ و آلہ و صحبہ و بارک و سلم۔

حررہ ابو الخیر محمد نور اللہ النعمی غفرلہ ببیدہ

۱۶ شعبان المعظم ۱۴۲۶ھ

الاستفتاءات

(سوالات من جمعیۃ العلماء پاکستان)

حضرات علمائے کرام و علماء دین ثلاث، السلام علیکم ورحمتہ وبرکاتہ!
آپ کے علم میں ہوگا کہ پنجاب اسمبلی میں سیکم سلی ایم ایل نے ایک بل بابت تھدی تعد وازد وراج
پیش کیا ہے، یہ بل ہماری نظریں مدافعت فی الدین کے مترادف اور اکثر خلاف شرع ہے بل کے
مسودہ کی نقل بھی حاضر ہے، بغور ملاحظہ فرمائیں، ہم نے اس بل سے چند سوالات اخذ کر کے
جمع کئے ہیں، براہ کرم اول فرصت میں مع حوالہ فتوے مرتب کر کے ایک کاپی سپیکر
پنجاب اسمبلی اور ایک کاپی مرکز جمعیۃ العلماء پاکستان کے دفتر میں ارسال کر کے
ممنون فرمائیں :-



۱۔ (ا) از روئے شرع چار عورتوں سے بیک وقت انعقادِ نکاح بغیر کسی قیدِ خارج کے صحیح ہو سکتا ہے ؟

(ب) اگر صحیح ہو سکتا ہے تو از روئے سیاست شرع کس حد تک قیود گوارا کی جا سکتی ہیں ؟

(ج) کیا کسی حج یا بھڑیٹ کو شریعتِ مطہرہ اس امر کی اجازت دیتی ہے کہ ایک سے زیادہ عورتوں سے نکاح کے لئے ڈگری دے سکے ؟

۲۔ (ا) بالفرض بعد حصولِ اجازت ایک سے زیادہ شادیاں کر لے تو منکوحہ اولِ محبانہ ہو سکتی ہے کہ طلاق یا افتراق کا مطالبہ کر سکے ؟

(ب) اگر طلاق یا افتراق کے لئے کسی عدالت میں مرافعہ کرے تو عدالت کے فیصلے نکاح کو دینے سے عورت خود مختار ہو سکتی ہے ؟

۳۔ بوقتِ نکاح ایسی شرط لگا کر دوسری شادی ہرگز نہ کرے جائز ہے ؟

۴۔ (ا) اگر شوہر نے طلاق الاحسن کے سوا کوئی اور طلاق دی تو کیا شرعاً کسی کو حق ہے کہ ان کو ناقابلِ قبول اور ناجائز سمجھے اور یہ کہ الاحسن کے سوا طلاق واقع ہو جاتی ہے یا نہیں ؟

(ب) طلاق کے جائز یا ناجائز تصور کرنے کے فیصلے کے لئے کسی قانونی عدالت سے ڈگری حاصل کرنا کہ طلاق بوجہ آسن دی گئی ہے اور اس کے لئے معقول وجوہ کار فرما تھیں نیز شوہر نے اپنی مطلقہ بیوی کو معجل یا غیر معجل ذمہ دار و عورت کے ایام کے لئے نان و نفقہ ادا کر دیا ہے اور اس کی تمام جائداد واپس کر دی ہے وغیرہ کی شرط لگانا صحیح ہو سکتا ہے ؟

(ج) بالفرض وجودِ مذکورہ ضمیمہ ب قانونی عدالت میں صحیح نہ ہو سکیں اور حقیقت میں شوہر نے طلاق دے دی ہو تو عدمِ ثبوتِ وجوہِ مذکورہ کی بنا پر طلاق کا عدمِ قرار دیا جاسکتا ہے ؟



(د) ایک ہی نشست میں طلاق کے تین بار اعلان کو جن کو بالائین طلاق البدعہ کہا جاتا ہے، اس سے طلاق واقع ہو جاتی ہے یا نہیں؟
 ۵۔ قانونی عدالت میں ثبوت دعویٰ کے سلسلہ میں اختراجات مقدمہ کی دگرہی مدعا علیہ سے وصول کرنا یا حج کا فیصلہ دینا صحیح ہے؟
 غلام معین الدین نعیمی غفرلہ نائب ناظم اعلیٰ مرکزی جمعیتہ العلماء پاکستان لاہور



۱۔ (د) ہاں یقیناً ہو سکتا ہے اجازت عامہ رہا نبیہ احل لکم ما وراء ذلکم (پ ۱ ع ۱) کا یہی تقاضا ہے اور مرد اس انتخاب اختیار میں قیود خارجہ سے آزاد ہے فاکھوا ما طاب لکم من النساء مثنیٰ وثلاث ورباع (پ ۱ ع ۱۲) کا یہی معنی ہے اور یہ بھی یہ حق فطری کہ جعل لکم من انفسکم ازواجاً (پ ۱ ع ۱۲) کا لام لکم افادۃ استحقاق میں خلق لکم ما فی الارض (پ ۱ ع ۳) کے لام لکم کے مائل و مضای سے ویری استحقاق نساء کہ حدث لکم (پ ۱ ع ۱۲) سے ناشی ہے پھر سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت قولیہ

للعہ اجازت نہایت سے انسانیت کو شرعی مواصلات کے زیر بار کہ نامعلوم نہیں بلکہ کتاب سنت کا مطالعہ و عقل سلیم کی روش سے نتیجہ آسانی افتد کیا جاسکتا ہے کہ اصل مقصود ابقاؤ و افزائش نوع بشر ہے اور مواصلات نہ کورہ و نہ لیسہ نفسیہ، اب اصل مقصود پر نظر کرنے سے یہ نتیجہ آسانی افتد کیا جاسکتا ہے نساء کہ حدث لکم مگر منہ و نظم کا تقاضا تھا کہ یہ تعدد مرد و ہر تودہ اسلام نہ حسن و نہ جو رکڑ یا عکڑ کا مذہب حرم ہے بلکہ مردوں کی بسا اوقات مجبور بنادیتی ہے کہ تعدد ازواج کو در نہ اسب غیر بھی اس ذریعہ صوابی اسلام کے چلنے کے در ۱۳ ص ۱۲

اور فعلیہ کا بھی فیصد یہی ہے، بیک وقت امہات المؤمنین کا ٹوہنا (بخاری ج ۲ ص ۹۷، وغیرہ)
جو ازار بصریح خصوصیت زائدہ کے اثبات میں کافی ہے اور چار سے زائد بیویوں کو الاسلام
لایا تو اسے اختر منہن اربعاً فرما رہی ہے (ج ۲ ص ۹۷ وغیرہ) بیان شافی ہے پھر اہل بیت
عظام اور صحابہ کرام کا بھی یہی دستور رہا، حضرت مولانا علی کے نکاح میں بیک وقت چار حرم تھے
دغزالی (احیاء العلوم ج ۲ ص ۲۴)۔ امام ابن نجفی نے دو صد سے زیادہ عورتوں سے شادی کی
دیو کہ، کئی مرتبہ چار عورتوں سے بیک وقت عقد فرمائے اور کئی مرتبہ ایک ہی وقت میں چار
کو طلاق دے دیتے، پھر ان کے عوض اوروں سے شادی فرمائے (احیاء ج ۲ ص ۲۴)۔
دیگر صحابہ میں بھی ایسے حضرات تھے جن کی تین اور چار بیویاں تھیں اور جن صحابہ کی دو تھیں وہ
تو بے شمار تھے (احیاء ج ۲ ص ۳۱)



ہمارے انہماک کرام بھی یہی فرماتے ہیں للحران یتزوج اربعاً من الحران
والاماء کذا فی الہدایۃ (فتاویٰ عالمگیری ج ۲ ص ۶) البتہ اگر یہ خطرہ ہو کہ خوراک لباس
وغیرہ امور اختیار میں برابری کا برتاؤ نہیں رکھ سکے گا تو اپنے طور تعدد ازواج سے
پرہیز کرے فان خفتم ان لا تعدلوا فواحدة (پ ۱۲) اسی امر کی ہدایت ہے
رہے غیر اختیاری امور محبت وغیرہ تو ان میں برابری کا برتاؤ محال ہے یقیناً کوئی کہہ ہی نہیں
سکتا ولن تستطیعوا ان تعدلوا بین النساء ولو حرصتم (پ ۱۶) تو یہ مانع
بھی نہیں بن سکتے، ان خفتم کے تحت داخل ہی نہیں کہ محال خطرہ انتفاع سے گزر کر منتفی ہوتا
ہے لہذا ان امور میں استطاعت عدل کی تاکید الٰہی فرماتے ہوئے بین النساء
سے جواز تعدد پر فہم فرمادی کہ النساء سے شرعی متعدد بیویاں ہی مراد ہیں پھر فلا
تمیلوا کل المیل فتذروہا کالمعلقة سے عدل مطلوب کو اختیاری امور
میں محدود فرمادیا اور ترمذی ص ۴۴ کی حدیث شریف اللہم ہذہ قسمتی فی
ما املك فلا تملنی فیما تملك ولا املك (ترمذی اس کی تفسیر میں ناقل

یعنی بہ الحب والمودة) صراحتاً بتا رہی ہے کہ محبت وغیرہ امور غیر اختیار میں برابری کا برتاؤ ضروری نہیں بلکہ ممکن ہی نہیں اور ایسے ہی وسعت ذرائع آمدنی بھی شرط نہیں کفیل رزق خود مولیٰ تعالیٰ سے نحن من ذقکم وایاھم (پ ۶۶) یعنی ہم نہیں اور انہیں (اولاد) سب کو رزق دیں گے، بلکہ نکاح کرنے پر خصوصی فضل کا وعدہ فرمایا وان یکونوا افتقرا یرغفہم اللہ من فضلہ (پ ۱۰۶)۔

حضرات ابن مسعود، عمر، ابوبکر بلکہ خود سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے نکاح کا سبب غنا ہونا مردی والنظم لہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم التمسوا الرزق بالنکاح (والنثور ج ۵ ص ۴۵)۔

(ب) رضا کارانہ مشورہ کی حد تک کہ امر ہم شعور عی بینہم (پ ۵۶)۔

(ج) جب ثابت ہو چکا کہ تعدد ادا و واج مرد کا جائز حق ہے تو اس کے لئے کسی کی دگر می ضروری نہیں اور اسے کوئی روک بھی نہیں، مرد تو مرد ہی ہے عورت باوجود یکہ نقصۃ العقل ہے اس کو بھی بلا مانع شرعی باپ بھائی، سلطان اسلام وغیرہ کوئی بھی شرعاً برگزیدہ گز نکاح سے روک نہیں سکتا اگرچہ پہلے تلخ تجربہ بھی کر چکے ہوں کہ جس مرد کے ساتھ نکاح پر رضامند ہوئی ہے، پہلے بھی اس سے نکاح کر چکی ہو اور اس نے طلاق دے کر عدت گزرنے تک رجوع بھی نہ کیا ہو اور اگرچہ اس مرد کے نکاح میں پہلے بھی ایک یا ایک سے زیادہ بیویاں ہوں کہ مطلقاً ارشاد ہوا و اذا طلقتم النساء فبلغن اجلھن فلا تنصلوھن ان ینکحن ازواجھن اذا تراضوا بینھم بالمعروف (پ ۱۴۶) پھر اس نہ روکنے کو اللہ تعالیٰ نے زیادہ سخت اور پاکیزہ قرار دیتے ہوئے فرمایا کہ اللہ بانسا ہے اور تم نہیں جانتے (ذلکم ازکی لکم واطھم و اللہ یعلم وانتم لا تعلمون)۔ حقائق اشیاء کے جاننے والے رحم الرحیم کے قوانین جو اغراض پر مبنی نہیں، وہی قابل عمل ہیں نہ انسان کے خود ساختہ کہ وہ بیچارہ



علم حقائق سے بے بہرہ اور پابند انراض ہے۔

۲- (۱) صرف اس وجہ سے کہ شوہر نے اور شادی کہ لی پہلی بیوی ایسے مطالبہ کی شرعاً مجاز نہیں کہ مرد نے اس پر ظلم نہیں کیا یہ اس کا جائز حق تھا جیسے ثابت ہوا۔

(ب) نکاح کی گہ شرعاً شوہر کے ہاتھ ہی ہے، صاف صاف ارشاد ہوا الذی بیدہ عقدہ النکاح۔ (پ ۵۶) تو طلاق و افران بھی اسی کا حق ہے پھر حدیث شریف میں کئی نہایت وضاحت سے ہے کہ طلاق اسی کا حق ہے جو بیڈلی پکڑ سکتا ہے یعنی مجامعت کر سکتا ہے ابن ماجہ ص ۵۲ میں ہے الطلاق لمن اخذ بالساق اور سنن بیہقی ج ۴ ص ۳۶۰ کی حدیث میں خاص تنبیہ موجود ہے الا انما یملك الطلاق من یأخذ بالساق تو بلا دلیل شرعی کسی اور کے فسخ کر دینے سے منکوحہ عورت خود مختار نہیں بن سکتی۔

۳- اختیاری طور پر وعدہ کی شکل میں جائز ہے مگر اس صورت میں دوسری شادی کرے تو نکاح ہو جائے گا کہ مولا تعالیٰ کا دیا ہوا حق نہایت قوی ہے حدیث شریف میں ہے ما کان من شرط لیس فی کتاب اللہ فلو یأطل وان کان مائة شرط۔ (صحیح بخاری ج ۱ ص ۳۷۷، صحیح مسلم ج ۱ ص ۴۹۴)

۴- (۱) طلاق الاحسن اس طلاق کا ایک نوع ہے جس کو حضرت رب العالمین جل و علا نے مشروع کیا اور قرآن کریم کی متعدد آیات میں صراحت ذکر فرمایا، پھر سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نہایت تفصیل و توضیح فرمادی اور جمہور صحابہ کرام اور ائمہ المسلمین و عامۃ المسلمین آج تک یہی سمجھتے آئے ہیں کہ طلاق مشروع ہے اور اس کے کئی نوع ہیں جو سب کے سب رافع نکاح ہیں۔ یہ سہ اتنا واضح ہے کہ محتاج وضاحت ہی نہیں تو اس شرعی طلاق کے ایک نوع کو قابل قبول قرار دینا اور باقی انواع کو محض اپنی رائے سے رد کر دینا افتی منون ببعض المکتب و تکفرون ببعض کے تحت داخل



ہونا ہے جو کسی مسلمان کی شان نہیں، ہمیں تو حکم ملا ہے ادخلوا فی السلم کافۃً ولا تتبعوا اخطوات الشیطان انہ لکم عدو مبین (پ ۹۶) بہر حال شرعی طلاق کے سب انواع رافع نکاح ہیں، ان سے طلاق واقع ہو جاتی ہے اور کسی کا بیچ نہیں کہ ایک کے ماسوا باقی سب انواع کو ناقابل قبول قرار دیدے۔

(ب) ہرگز بزرگ صحیح نہیں کہ قوانین قرآن یا دوسرا میں حدیث یقیناً ان امور کی شرط سے مشروط نہیں بلکہ مطلق ہیں تو کسی یا نادر مرد یا عورت کو یا غیاظ قطعاً حاصل نہیں کہ مشروط ہوتے ہوئے من مانی کا روائی کرے، مولیٰ تعالیٰ کا ارشاد ہے ما کان للمؤمن ولا المؤمنۃ اذا قضی الیہ ورسولہ امر ان یکون لہم الخیرۃ من امرہم ومن یعص اللہ ورسولہ فقد ضلّ ضللاً مبیناً (پ ۲۶) بلکہ خاص بیان طلاق میں ارشاد فرمایا تلک حدود اللہ فلا تغتدوا وامن یتعد حدود اللہ فاولئک اہم الظالمون (پ ۱۳۶) یعنی یہ احکام طلاق اللہ کی حدیں ہیں تو ان سے آگے نہ بڑھو اور جو اللہ کی حدوں سے آگے بڑھے تو وہی لوگ ظالم ہیں؛

(ج) جب وجوہ مذکورہ ضمیمہ ب کی شرط شرعی صحیح ہی نہیں تو اس کا عدالتی عدم ثبوت بھی طلاق صحیح اور واقعی پر اثر انداز نہیں ہو سکے گا، کیا شرعاً ارتفاع نکاح کے بعد بھی عورت حلال رہے گی؟ مولا تبارک و تعالیٰ نے فرمایا ولا تقولوا لہما تصف السنتکم الکذب ہذا احلال و ہذا احرام لتفتروا علی اللہ الکذب ان الذین یفترون علی اللہ الکذب لا یفلحون متاع قلیل ولہم عذاب الیم (پ ۲۱۶) یعنی نہ کہو اسے جو تمہاری زبانیں جھوٹ بیان کرتی ہیں یہ حلال ہے اور یہ حرام ہے کہ اللہ پر جھوٹ باندھو بے شک جو اللہ پر جھوٹ باندھتے ہیں ان کا مہل نہ ہوگا، مقررہ برتن ہے اور ان کے لئے دردناک عذاب ہے۔

طلاق کا معاملہ تو اتنا نازک ہے کہ سنی اور مٹھٹھ سے بھی کہہ دے تب بھی واقع



ہو جاتی ہے، حدیث شریف میں ہے ثلث جدھن جد وھزلہن جدالنکاح والطلاق والرجعة (پہق ج ۷ ص ۳۴۱)۔

۵۔ صرف ایک ہی نہیں بلکہ یقیناً تین طلاقیں واقع ہو جاتی ہیں اور عورت فوراً حرام ہو جاتی ہے کہ مولیٰ تبارک و تعالیٰ نے الطلاق مرتان فامساك بمعرفہ او تسریع باحسان کے بعد فرمایا فان طلقھا فلا عقل لہ من بعد حتی تشکھ زوجا غیرہ (پ ۱۳۶) مطلقاً تین طلاقیں کا حکم فرمایا تو قطعی طور پر ایک نشست میں تین بار اعلان طلاق کو بھی ضرور شامل اور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا بھی یہی فتوے ہے، ابن عمرؓ نے سوال کیا ارایت لو طلقھا ثلاثا کان محل لہ ان اراجعھا تزوجاً یا فرمایا لا کانت تبین منک (تفسیر ظہری ج ۱ ص ۳۰۱) واقطعی اور ابن ابی شیبہؒ

اور اسی پر جمہور صحابہ کرام اور ائمہ عظام کا اجماع ہے، شامی ج ۲ ص ۵۷۶ میں ہے ذہب جمہور الصحابة والتابعين من بعدہم من ائمة المسلمين الى ان یقع ثلث بکۃ یک ہی لفظ میں تین طلاقیں دیدے، تب بھی واقع ہوتی ہیں دلائل کا یہی قطعی تقاضا ہے، ہمارے محمدین ملت نے تو یہاں تک تفریح فرمادی کہ اگر اسلامی حج اس کے خلاف فیصلہ دیدے تو وہ فیصلہ باطل ہے۔ فتاویٰ عالمگیری ج ۳ ص ۱۶۵ میں ہے لو قضی بطلان طلاق من طلقھا ثلاثا بکلمۃ واحدة او فی طھر جامعھا فیہ ففضاوہ باطل۔

۵۔ جب اوپر ثابت ہو چکا کہ تعدد ازدواج مرد کا جائز اور فطری حق ہے تو دوسری شادی کی مدافعت کا حق پہلی بیوی کو کیونکر ہو سکتا ہے اور ایسے ہی ثابت ہو چکا کہ مطاہرہ طلاق و افتراق کی اہل بھی نہیں اور شرعاً شوہر کے لئے بالادستی اور سیادت بھی ثابت ہے للرجال علیہن درجت (پ ۱۲۶)، الرجال قوامون علی النساء (پ ۳۶)، الفیاسید ہالیدی الباب (پ ۱۳۶) اور بیوی اس کی رعیت ہے، حدیث



شریف میں ہے الرجل راع علی اہله (بخاری ج ۲ ص ۷۹) اور شوہر کی قید میں ہے حدیث شریف میں ہے انهن عوان فی ایدیکم یعنی اسرار (احیاء ج ۲ ص ۱۲۷) حجۃ اللہ البالغہ ج ۲ ص ۱۲۷ میں ہے السنة الفاشیة من قبل ضرورة جبلية ان يكون الرجال قوامین علی النساء ویکون بیدهم الحل والعقد وعلیهم النفقات وانما النساء عوان بایدیهن بلکہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے توہمیاں تک فرمایا کہ اگر میں کسی کو کسی کے لئے سجدے کا حکم دیتا تو عورت کو ضرور حکم دیتا کہ وہ اپنے شوہر کو سجدہ کرے لو کنت امرا احد ان یسجد لاحد لہرت المرأة ان تسجد لزوجها (ترمذی ج ۱ ص ۱۵۰ باب ما جاء فی حق الزوج علی المرأة) تو ماہ نیم ماہ اور مہر نیم روز کی طرح نمایاں ہو کہ ایسے فائق حقوق والے شوہر پر بلا استحقاق شرعی ایسے مقدمات دائر ہی نہیں کر سکتی بلکہ اگر ایسی غلطی کا ارتکاب کرے تو یہ نشوز و نافرمانی بنے گی جس پر شوہر بلا مداخلت حکام تعزیری بھی لگا سکتا ہے مولیٰ تعالیٰ کا ارشاد ہے والتی تخافون نشوزهن فعظوهن واهجروهن فی المضاجع واضربوهن (یوسف ۳۶)۔

شاہ ولی اللہ حجۃ اللہ کے ج ۲ ص ۱۲۹ میں فرماتے ہیں ولا جائز ان یجعل امرها الی الفضاة۔ تو عورت کے ایسے مقدمات کے اخراجات کے متعلق شوہر کی مداخلت کا سوال ہی قائم نہیں ہوتا اور جہاں اسلام نے منف نازک کو بہت سی سخت بندشوں سے رہائی عطا فرمائی وہاں چند پابندیاں بھی عائد فرمادی ہیں محض اس کی بہبودی کے لئے تو ان کا پاس اور بطیب خاطر برداشت کرنا اور شکریہ بھی اس پر ضروری ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم وعلیہ جل مجدہ اتم واحکم وصلى الله تعالى على حبيبہ رحمة للعالمین والہ واصحابہ اجمعین۔

عزہ الفقیر الیہ الحاج محمد نور اللہ النعمی غفرلہ

۲۳ جمادی الاولیٰ ۱۴۰۴ھ



الاستفتاء

بخدمت جناب حضرت مولانا مولوی محمد نور اللہ صاحب مدظلہ العالی
 السلام علیکم ورحمۃ وبرکاتہ :- بعد از صلاۃ نیکریم عرض خدمت ہے کہ بندہ کی لائی اور
 والدین کے اصرار سے طوعاً و کرہاً بندہ ایک ایسی لڑکی سے شادی کر بیٹھا ہے
 جسے اگر بیوقوف نہیں کہہ سکتے تو عقلمند بھی نہیں، والدین کا خیال تھا کہ خود اچھی تربیت
 کر لیں گے مگر افسوس کہ ہر ممکن طریقے کے باوجود اصلاح نہ ہو سکی، سمجھانے کے
 باوجود اسے پاکی اور پلیدی کی تمیز تک نہیں، دینی واقفیت اور عمل تو بہت دور رہا
 علاوہ ازیں وہ گھریلو امور میں بھی کوری ہے، نہ روٹی تیار کر سکے، نہ آٹھ گئے مکان کی دیکھ بھال
 اور نہ ہی گھریلو اشیاء بحفاظت رکھ سکے بلکہ وہ عرصہ دو سال سے بندہ کے پاس ہے
 اس عرصہ میں اس نے گھر کے اکثر کافری اور سلو و غیرہ کے برتن بھی توڑ کر رکھ دئے، بچوں
 کی طرح اپنا لباس مختصر ہونے کے باوجود پاک اور صاف نہیں رکھ سکتی، علاوہ ازیں وہ
 یتیم بھی ہے، والد اور بھائی اور دیگر رشتہ دار اس کے قریب تک نہیں جاتے،
 روٹی کپڑا تو بہت مشکل ہے۔ ان حالات میں اگر بندہ اسے طلاق دیدے تو اس کا
 کوئی ٹھکانہ اور دوسری شادی کے بغیر گھریلو انتظام کا چلنا سخت مشکل ہے اور اگر دوسری
 شادی کر لوں اور اسے بھی اپنے پاس رکھوں تو دونوں کے ساتھ ایک ماسلوک ہونا
 مشکل ہے کیونکہ سمجھنا اور تعلیم یافتہ نے معمولی چیز پسند نہیں کرنی اور موجودہ اس چیز کے
 اہل نہیں بعد ازیں دونوں کو اعلیٰ اشیاء ہسپا کرنا بندہ کی ہمت نہیں۔ اب کیا کر دوں
 کہ جس میں گرفت خداوندی اور انسانی دونوں نہ ہوں اور کام بھی حسن طریقے سے
 چلتا رہے اور یکساں سلوک نہ ہونے کے خوف سے طلاق دیتا ہوں تو اس کا



وارث کوئی نہیں اور اگر نہ دول تو دولی ملٹی ہوئی ہے، بندہ خود انسانی ذریعہ معاش کا کام کرے یا گھر بیٹھ کر خود کھانا پکائے اور یکم کو بھی کھلائے، کیا کرے؟
براہ نوازش فتویٰ کی صورت میں اس مسئلہ کو حل فرما کر شریعت کے مطابق جواب باصواب مرحمت فرمادیں اور اس عزیز کو پردہ میں رکھیں، فقط والسلام۔
آپ کا نیاز مند: ماسٹر محمد اقبال ساکن منڈی ہیر سنگھ



شرعاً خاوند پر لازم ہے کہ بیویوں کے ساتھ عدل و انصاف کرے پوشاک، خوراک، اخراجات، مکان، شب، باشی میں کنبڑے کے تول برابر تیار کرے کسی ایک کو بالکل ترجیح نہ دے اور اگر ایسا سلوک یقیناً نہ کر سکتا ہو یا نہ کرنے کا خطرہ دامگیر ہو تو پھر ایک بیوی پر ہی اکتفا کرے، قرآن کریم میں ہے فان خفتم ان لا تعدلوا فواحدة پس اگر خطرہ ہو تمہیں کہ عدل نہ کر سکو گے تو ایک بیوی تفسیر احمد یہ وغیرہ میں ہے وذلك العدل في الكسوة والنفقة والسكنى والبيتوت معها۔ فتاویٰ عالمگیری میں ہے ومما يجب على الزوج للنساء العدل والتسوية بينهما فيما يملك والبيتوت عندها للصحة والموانسة۔ نیز فتاویٰ عالمگیری میں ہے لا يجوز ان يجمع حترتين او الضرائر في مسكن واحد الا برضاھن یعنی دو یا زیادہ بیویوں کو ایک مکان میں بغیر ان کی رضا کے اکٹھا رکھنا جائز نہیں ہاں دلی محبت اور مجامعت میں برابری لازم نہیں کہ محبت غیر اختیاری

ہے اور جماعت بھی بنی برحمت ہے اس کا بیان بھی قرآن کریم میں ہے وَلَنْ
تَسْتَطِيعُوا اَنْ تَعْدِلُوا بَيْنَ النِّسَاءِ وَلَوْ حَرَصْتُمْ فَلَا تَمْلِكُوا اَكْلَ الْمِيلِ
فَتَذَرُوهُنَّ كَالْمُعْلَقَةِ (ترجمہ) اور تم سے ہرگز نہ ہو سکے گا کہ متعدد عورتوں کو برابر رکھو
(حتیٰ کہ محبت اور جماع میں بھی برابر ہی رکھو) اگرچہ کتنی ہی حرص کہہ دو تو یہ تو نہ ہو کہ ایک طرف
پورا جھک جاؤ کہ دوسری کو ادھر سے لٹکتی چھوڑ دو۔

تغاسیر و فتاویٰ عالمگیری میں ہے لَا فِیْہَا کَیْمَلٌ وَہُوَ الْحَبُّ وَالْجَمَاعُ
بناؤ علیہ آپ پر لازم کہ دوسری شادی ایسی صورت میں ہرگز نہ کریں اور اگر مجبوراً اور بیگم چاہئے
تو پہلی کو طلاق دیکر فاسخ کر دیں، باقی رہا یہ خدشہ کہ پہلی بیگم کا والد اور بھائی اور رشتہ دار اس کا
خیال نہیں کریں گے اور روٹی کپڑا نہیں دیں گے تو اس کا جواب خود قرآن کریم نے دیا ہے
وَ اِنْ یَتَفَرَّقَا یَغْنِ اللّٰہُ کُلَّامِنْ سَعَتٍ یعنی صورت اصلاح و موافقت نہ ہونے پر
میاں بیوی الگ الگ ہو جائیں کہ فساد طلاق دیدے تو اللہ تبارک و تعالیٰ دونوں کو
اپنی کفالت سے ایک دوسرے سے بے نیاز بنا دے گا، تو طلاق کی صورت میں آپ
اس گناہ عظیم سے بچ جائیں گے جس کے متعلق آپ لکھتے ہیں کہ مجبوراً برابر ہی نہیں کر سکتے
اور بیگم کے لئے کوئی اور اچھی صورت تو فی تعالیٰ پیدا کر دے گا اور والد اور رشتہ دار ضرورت
کے وقت خیال نہ کریں گے تو وہ خود مآخوذ ہوں گے، آپ پر کیا نقصان عائد ہوگا؟ ہاں
اگر اسی بیگم پر اس کی غریبی کی وجہ سے صابر رہو تو اجر عظیم حاصل کر سکتے ہیں۔

وَاللّٰہُ تَعَالٰی اَعْلَمُ وَعَلِیْہِ جَلَّ مَجْدُہٗ اَتَمُّ وَاَحْكَمُ وَصَلٰی اللّٰہُ تَعَالٰی
عَلٰی حَبِیْبِیْہِ وَالْوَاصِحِیْہِ وَبَارِکْ وَسَلَم۔

طرحہ الفقیر الی الخیر محمد نور اللہ النعمی غفرلہ

تاریخ تحریر

۷، اریح الثانی ۸، ۷۷ بروز جمعۃ المبارک

الاستفتاء

حضرت قسید مولانا محمد نور اللہ صاحب دام فیضکم
السلام علیکم! طمس ہول کما یک لڑکی کے بیمار ہونے پر اس کی والدہ نے منت مانی تھی
کہ لڑکی اگر تندرست ہو جائے تو وہ اسے حضور نبی کریم محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ اقدس
پر چڑھاوا دیں گے، لڑکی تندرست ہو گئی، اب لڑکی سن بلوغت کو پہنچ چکی ہے وہ میرے
قبیلہ سے ہے، میں چاہتا ہوں کہ اپنے لڑکے کے لئے اس کا رشتہ طلب کروں، لڑکی
کے وارث اسے عرب شریف پہنچا کر اپنی منت پورا کرنا چاہتے ہیں، آپ سے استدعا
ہے کہ آپ فتوے صادر فرمائیں آیا لڑکی کا رشتہ یہیں ہو سکتا ہے یا نہیں؟ نیز اس کا
کفارہ ہو گا یا نہیں؟



ہاں اس لڑکی کا رشتہ یہیں ہو سکتا ہے کہ یہ منت ایسی منت نہیں جس کا پورا کرنا
لازم ہو، ایسی منت کے لئے شرط ہے کہ وہ ایسی جنس سے ہو جس کا کرنا شرعاً واجب ہو
اور یہ بھی شرط ہے کہ وہ عبادت وسیلہ نہ ہو، فتاویٰ عالمگیری ج ۱ ص ۱۰۷ میں ہے احدها
ان یکون الواجب من جنس شرعاً فلذلک لم یصح النذر بعبادة
المريض والثانی ان یکون مقصود الوسيلة فلم یصح النذر بالوضوء
وسجدة التلاوة اور چونکہ روضہ انور پر لڑکی کا چھوڑنا شرعاً واجب نہیں اور نہ یہ



جنس واجب سے ہے تو اس کی نذر صحیح نہیں ہوگی اور یونہی روضۃ النور کی عاصی ہمارے لئے وسیلہ نجات ہے اور وسیلہ کی منت نہیں لہذا یہ منت صحیح نہیں تھے کہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد میں داخل ہونے کی منت ماننے تب بھی منت لازم نہیں اسی وجہ سے کہ وہ وسید ہے، شامی ج ۳ ص ۹۲ اور در الخمار میں ہے والنظم من الدر ولو مسجد الرسول صلی اللہ علیہ وسلم والا قضی لانه ليس من جنسها فمن مقصود وهذا هو الضابط او نذر کے لازم نہ ہونے کے اور بھی کئی دلائل ہیں۔ بہر حال یہ منت لازم نہیں تو اس کا کوئی کفارہ بھی نہیں۔ ہاں یہ نہایت بہتر اور مناسب ہے کہ شرائط شرعیہ کی رعایت کے ساتھ اس لڑکی کو روضۃ النور کی زیارت کرائی جائے اور درود شریف زیادہ پڑھا کرے۔ واللہ تعالیٰ اعلم وصلى الله تعالى على حبيبہ والہ وصحبہ وبارک وسلم۔

عزوة الغفران بالبر الخیر محمد نور الشیخ النعمی غفرلہ

۶۳-۵-۲۱

الاستفتاء

السلام علیکم ورحمة اللہ وبرکاتہ کے بعد گزارش :

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک نکاح ۱۹۵۷ء میں ہوا تھا اور ڈولی میں لڑکی کو نہیں پایا گیا، کیا آج ڈولی پانے

کے لئے دوبارہ نکاح کی ضرورت ہے یا نہیں حالانکہ طلاق یا اور کوئی چیز نکاح کو نقصان پہنچانے والی نہیں پائی گئی، تحریر فرمادیں۔

سائل محمد سرور بقلم خود حصہ دار و جھلانا ۶۸-۷-۶۸



جب پہلے باقاعدہ نکاح ہو چکا ہے تو دوبارہ نکاح کی ضرورت نہیں، پہلا ہی نکاح کافی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم و صلی اللہ تعالیٰ علی حبیب سیدنا محمد وآلہ واصحابہ وبارک وسلم۔

عزہ الغفرانہ ابو یوسف محمد زور الشماغی غفرلہ

بانی و مستم دار العلوم حنفیہ فریدیہ سرور بقلم خود

۹ ربیع الثانی ۱۳۸۸ھ ۶/۸

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ جو کہ آدمی گونگا بہرہ ہو مگر اشاروں کو خوب سمجھ سکتا ہے نیز ہر صدمہ پانچ سال تک گونگا بہرہ سکول میں تعلیم حاصل کرتا رہا ہے لکھ سکتا ہے، اب اس کی شادی کرنا ہے نکاح کا طریقہ کیا ہونا چاہیے ذرا واضح فرمادیں (دیوبند)

لکھا ہے۔

عرضے : میاں تھم کئے جند لیکھا والد دنیا نا حمد گو نگاہرا۔



اس کو اشارہ سے سمجھا دیا جائے کہ تیرا نکاح اس لڑکی کے ساتھ کیا ہے کیا تجھے قبول ہے؟ پھر اگر وہ اشارہ کر دے کہ قبول ہے تو نکاح ہو گیا، یونہی لکھ کر اس کے سامنے کر دیا جائے اور وہ قبول کا اشارہ کر دے یا لکھ دے تو جائز ہے، فتاویٰ عالمگیری ج ۳ ص ۳۰۳ میں ہے ایماء الاخرس و کتابتہ کا لبيان فی الوصیۃ والنکاح والطلاق نیز اسی میں ہے یجوز نکاح الاخرس و طلاقہ (الی ان قالوا) اذا کان یکتب او یؤمی ایما یعرف بہ، اور یونہی اکثر کتب مذہب میں ہے اور اس کا لکھنا اشارہ سے بھی اچھا ہے جبکہ باقاعدہ صحیح لکھ سکتا ہو مثلاً یہ کہ من کہ فلاں بن فلاں ہوں اس لڑکی فلاں بنت فلاں کا نکاح قبول کرتا ہوں۔ واللہ تعالیٰ اعلم و صلی اللہ تعالیٰ علی سیدنا محمد و علی آلہ واصحابہ و بارک وسلم۔

قرۃ العتیر الراحۃ محمد نور الشامی غفرلہ

۱۱ صفر المظفر ۱۳۹۲ھ ۲۷/۳/۲۰۷۱

مسئدہ مکملۃ البصر ص ۴۸ و یعلم من اشارۃ روایت الاصل ان الاشارة من الاخرس لا تعتبر مع

القدرة علی الكتابة الخ ص ۱۳ مسند غفرلہ ۱۱ صفر الخیر ۱۳۹۲ھ

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ اگر کسی گونگے کے ساتھ کسی عورت کا نکاح کیا جائے تو کس طریقہ سے کیا جاوے؟ کیا اس کے دلی یا وکیل کی زبانی ایجاب و قبول ہوگا یا کسی اور صورت میں نکاح کیا جاوے گا، عرض دیگر آنکے اگر وہی گونگا اپنی عورت کو طلاق دینا چاہے تو کس صورت میں عورت کو طلاق واقع ہوگی؟
السائل: عبدالغنی ازروہیلا



گونگے کا اشارہ اور تحریر زبانی بیان کے حکم میں ہے تو اشارے سے اس کا نکاح و طلاق ہو سکتی ہے، تنویر الالبصار وغیرہ اسفار فقہ میں ہے ایما را الاخرس و کتابتہ کالبیان بخلاف معتقل اللسان فی وصیۃ و نکاح و طلاق و بیع و شراء و قود۔ واللہ تعالیٰ اعلم و علمہ جل مجدہ اتم و احکم و صلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ و آلہ و صحبہ و بارک و سلم۔

حررہ الفقیر الی الخیر محمد نور الدین غفرلہ البصیر فوری

۸ رذی الحجۃ المبارک ۱۳۹۹ھ



الاستفتاء

بخدمت جناب محترم و مکرم جناب مولانا مولوی نواز احمد صاحب مدظلہ العالی
السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ : بعد سلام مسنونہ میں بفضل خدا خیریت سے ہوں
تمہاری خیریت خداوند قدوس سے نیک مطلوب ہے۔ آپ اور میری ملاقات مسجد
نبوی اعتکاف کے وقت ہوتی رہتی تھی اور آپ سے مسئلہ بھی دریافت کیا تھا جو دوسرے
کاغذ پر لکھا ہے، یہ دوسرا مسئلہ ایک اور ساتھی کو درپیش ہے اس لئے لکھ رہا ہوں :-
اگر خاوند و عورت کے درمیان مشورہ ہو کہ یہاں نکاح کر کے تو مجھے کراچی
چھوڑے گا اگر تمہاری مرضی ہو لیکن بوقت نکاح کوئی شرط نہیں تھی، عورت سے بھی
نکاح نے پوچھا اس نے کہا شرط نہیں، کیا یہ ہو جائے گا یا نہیں، بینا تجربہ وار
مستفتی، محمد علی مقیم مدینہ منورہ سعودی عرب
یہ دونوں پرچے میری طرف سے آرہے ہیں اور دونوں ہی میرے ساتھی ہیں
ان کا خاص خیال فرما کر جلدی جواب ارسال کرنا آپ کی بڑی مہربانی ہوگی اور ایک ہی لفاظہ
میں ان کے پتہ پر ارسال فرما دینا دونوں کے جواب کو۔
آپ کا دوست : حاجی محمد اسماعیل صاحب مدینہ منورہ



ایسا نکاح صحیح ہے فتاویٰ عالمگیری ج ۱ ص ۲۸۳ میں تبیین الحقائق سے ہے

ولو تزوجها مطلقا وفي نية ان يقعد معها مدة نواها فان النكاح صحيح اور یہ نكاح كراچ متعيا نكاح موقت نہیں کیونکہ اس میں کوئی ایسی چیز نہیں شامی ج ۲ ص ۲۰۳ میں ہے (قوله وبطل نكاح متعة وموقت) قال في الفتح قال مشيخة الاسلام في الفرق بينهما ان يذكرا الوقت بلفظ النكاح والتزويج وفي المتعة اتمتع او استمتع بلك ان کے مشورے میں لفظ چھوڑے گا، اگر بمعنی طلاق ہو یعنی کراچی پہنچ کر طلاق دے دے گا تو ایسی شرط ایجاب و قبول کے ساتھ بھی ہر تب بھی نكاح صحیح ہے، فتاویٰ عالمگیری ج ۱ ص ۲۸۳ میں ہی ہے ولو تزوجها على ان يطلق بعد شهر فانه جائز كذا في البحر الرائق والتمار میں ہے وليس منه (اي من الموقت) ما لو نكحها على ان يطلقها بعد شهر او نوى مكث معها مدة معينة - شامی ج ۲ ص ۲۰۴ میں ہے (قوله وليس منه الخ) لان اشتراط القاطع يدل على انعقاده مؤبدا وبطل الشرط بغير قوله او نوى الخ لان التوقيت يكون باللفظ بغير -

بر مال ابی نكاح صحیح ہے، واللہ تعالیٰ اعلم وصلى الله تعالى على حبيب سيدنا و مولانا محمد علی آلہ واصحابہ وبارک وسلم

عزہ الغفر الباقی محمد نور الدین غفرلہ

۲۰ رذی القعدة المبارک ۱۳۹۴ھ



الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اندر میں مسئلہ کہ مسماۃ ہندہ کا نکاح مستیٰ زید کے ساتھ مؤرخہ ۲۱/۱۲ (چار برس تین ماہ قبل ازیں) کو دبیج ذیل شرائط کے ساتھ منعقد ہوا کہ :

- ۱- زید اپنی بیوی کے حقوق زوجیت باقاعدگی سے ادا کرے گا۔
- ۲- زید کی عدم موجودگی میں ہندہ اپنے والدین کے پاس رہے گی اور وہ زید سے مبلغ پچیس روپے ماہوار نان و نفقہ کے لئے لیتی رہے گی۔
- ۳- زید نے اپنی بیوی ہندہ کو اختیار دیا کہ اگر وہ مندرجہ بالا دونوں شرطیں پوری نہ کر سکے تو ہندہ ثبوت مہیا کر کے عند الشرع والعدالت علیحدگی حاصل کر سکتی ہے۔ مندرجہ بالا شرط کے تحت اگر زید شرائط بالا ۱، ۲ کو پورا کرنے سے انکاری ہے تو کیا مسماۃ ہندہ کا نکاح عند الشرع باقی رہ سکتا ہے یا نہیں؟ بینوا بدلائل الكتاب وتوجروا بالصواب۔



اگر ہندہ مندرجہ بالا دونوں شرطوں کے پورا نہ کرنے کا ثبوت مہیا کر کے علیحدہ ہونا اختیار کرے تو کر سکتی ہے پھر نکاح باقی نہیں رہے گا مگر جب تک ثبوت مہیا نہ کرے

یامسیا کر کے علیحدگی اختیار نہ کرے تو نکاح باقی رہے گا جب تک کہ طلاق یا فسخ نکاح کا کوئی اور سبب نہ پایا جائے کیونکہ شرط ۳ میں ثبوت مہیا کرنا اور علیحدگی اختیار کر سکنے کی تصریح ہے اور یہیں کہ پہلی یا دوسری شرط پوری نہ کرے تو طلاق ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم
وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ وآلہ واصحابہ وبارک وسلم۔

محرم الغفران ۱۲۸۹ھ

۲۶ محرم الحرام ۱۳۸۹ھ

۱۲۶۹

الاستفتاء

سائل زبانی منظرہ کہ ماہ ذی الحجۃ المبارکہ میں عید کے دنوں سے آگے پیچھے شادی خانہ آبادی کے متعلق سہارے بعض بزرگ کہتے ہیں جائز نہیں کیا یہ صحیح ہے؟



بلا شک و شبہ جائز ہے قرآن کریم میں ہے وانكحوا الايامی منکم

یطلق بے اور اطلاق مطلق دلیل شرعی نہایت قوی ہے تو جواز ثابت ہو گیا۔ واللہ تعالیٰ اعلم و صلی اللہ تعالیٰ علی حبیب و اصحابہ وسلم۔

مترجم الغفران ابو الجحیم محمد نور الدین النعمانی رحمہ اللہ

۱۲ ردی القعدة المباركة ۱۴۵۵ھ





تعارف باب المہر

نکاح کے باب میں ایک اہم چیز مہر ہے۔ مہر شرعاً اس مالی منفعت کا نام ہے جو عورت مرد سے نکاح کے عوض حاصل کرنے کی مستحق ہوتی ہے۔ شوہر کے ذمہ لازم ہے کہ وہ یہ غرض اکرام و اعزاز بیوی کو مال کی صورت میں مہر ادا کرے۔ شریعت مطہرہ نے مہر کو عورت کا ایسا اہم حق قرار دیا ہے کہ اگر وقت نکاح مہر کا تعین نہ بھی کیا جائے یا اس کی بالکل ہی نفی کر دی جائے تب بھی مہر ادا کرنا شوہر پر واجب ہے۔ قرآن کریم میں ارشاد فرمایا:

فَاتَوْهُنَّ أَجُورَهُنَّ فَرِيضَةً----- (النساء ۴: ۲۴)

”سو (جن عورتوں سے تم نکاح کرو) انہیں ان کے مقرر شدہ مہر ادا کر

دو-----“

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ مہر راضی خوشی ادا کیا جائے:

وَأَتُوا النِّسَاءَ صَدَقَتِهِنَّ نَحْلَةً----- (النساء ۴: ۴)

”تم بیویوں کو ان کے مہر خوش دلی سے دے دیا کرو“-----

مہر شرعی

عام طور پر دیکھا گیا ہے کہ شادی کے موقع پر فضول رسموں میں بے دریغ دولت خرچ کی



جاتی ہے مگر جب مہر کی باری آتی ہے تو انتہائی تنگ دلی کا مظاہرہ کیا جاتا ہے۔ یہ ایک نہایت افسوس ناک رویہ ہے، ایسے موقع پر کوشش یہ ہوتی ہے کہ بیس روپے یا پچاس روپے مہر رکھا جائے اور ستم بالائے ستم یہ کہ اسے شرعی حق مہر کا نام دیا جاتا ہے۔ حالانکہ جتنا مہر بھی متعین کر لیا جائے، وہ شرعی ٹھمرے کا۔۔۔۔۔

شریعت اسلامیہ میں مہر کی کم از کم مقدار دس درہم ہے۔ ایک درہم کا وزن ۳ ماشہ $\frac{1}{16}$ رقی کے برابر ہے، اس لحاظ سے دس درہم کا وزن دو تولے سات ماشے اور چار رقی (۳۰.۶۱۷ گرام) چاندی بتائے، لہذا اتنی مقدار چاندی یا اس کی مالیت کے برابر دینا ضروری ہے۔ آج مورخہ ۵ / جون ۲۰۰۰ء کو چاندی کی قیمت ایک سو روپے تولہ ہے، اس لحاظ سے دس درہم چاندی کی قیمت دو سو بائیس روپے پچاس پیسے (۲۶۲.۵۰ روپے) بنتے ہیں۔ یہ کم از کم مہر ہے۔۔۔۔۔

مہر کی زیادہ مقدار کی کوئی حد مقرر نہیں، چاہے تو عورت کو ڈھیروں مال دے دے، وہ شرعی حق مہر ہی قرار پائے گا۔ قرآن کریم میں ہے:

و ان اردتم استبدال زوج مکان زوج و آتیتم احذہن قنطارا فلا تأخذوا منہ شیئاً۔۔۔۔۔ (النساء ۴: ۲۰)

”اور اگر تم ایک بیوی کی جگہ دوسری بیوی بدلنا چاہو اور اس بیوی کو مال کا انبار دے چکے ہو تو تم اس مال میں سے کچھ واپس نہ لو“۔۔۔۔۔

رسول اللہ ﷺ کی صاحبزادی سیدہ فاطمہ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو حضرت مولا علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے حق مہر میں زرہ دی، جس کی مالیت چار سو اسی درہم تھی، جو آج کے حساب سے بارہ ہزار چھ سو روپے (= / ۲۶۰۰ روپے) کی تھی۔۔۔۔۔

خود نبی کریم ﷺ در حیم علیہ التحیۃ و السلام کی ازواج مطہرات میں سے کسی کا مہر پانچ سو درہم (= / ۳۰۰۰ روپے) سے کم نہ تھا۔۔۔۔۔

چنانچہ ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا بیان ہے:

کان صداقہ لازواجه ثنتی عشرة اوقیۃ و نشا قالت اتدری



ما النش قال قلت لا قالت نصف اوقية فتلك خمس مائة درهم
فهذا صدق رسول الله ﷺ لا زواجه----- (صحیح مسلم، جلد ۱، صفحہ ۴۵۸/
مسند امام احمد، جلد ۶، صفحہ ۹۴)

”رسول اللہ ﷺ کی ازواج (مطہرات) کا مہر بارہ اوقیہ اور نش تھا۔ پوچھا جانتے ہو۔
نش کیا ہے؟ عرض کیا، نہیں۔ فرمایا: نصف اوقیہ (ایک اوقیہ چالیس درہم کا ہوتا ہے) تو یہ
پانچ سو درہم ہے اور یہ رسول اللہ ﷺ کی بیویوں کا مہر تھا“-----

خلاصہ یہ کہ مہر میں زیادہ مقدار کی کوئی حد نہیں مگر اسلام چونکہ میانہ روی کا حکم دیتا ہے اس
لئے مہر میں بھی اس پہلو کا لحاظ رکھا جائے تاکہ اسے باسانی اور آکرنا ممکن ہو۔ بہتر یہ ہے کہ فریقین کی
حیثیت اور عورت کی علمی حیثیت، سلیقہ مندی، سیرت و صورت کے محاسن اور خاندانی پس منظر کو
مد نظر رکھتے ہوئے مہر کا تعین کیا جائے۔-----

اقسام مہر

مہر کی اقسام حسب ذیل ہیں:

(i)..... مہر مثل (۲)..... مہر مسمی

مہر مثل

عورت کے باپ کی رشتہ دار عورتوں (مثلاً پھوپھیوں، بہنوں) میں جو عورت عمر، شکل و
صورت، حسن و جمال اور سیرت و کردار میں اس عورت کی مانند ہو، اس کے مہر کا اعتبار کیا جائے گا۔
نکاح کے وقت مہر کا تذکرہ نہ کیا گیا ہو تو مہر مثل (طلاق، خلوت صحیحہ یا وفات احد الزوجین کی صورت
میں) واجب ہوگا، اسی طرح اگر اس شرط کے ساتھ نکاح کیا جائے کہ کوئی مہر نہ ہوگا (جیسے نکاح شغار
میں) تو شرط ساقط ہوگی اور مہر مثل لازم ہوگا۔-----

مہر مسمی

وہ مہر جو وقت نکاح یا بعد از نکاح زوجین میں طے پایا ہو۔ مہر مسمی کی تین قسمیں ہیں:



(۱)..... مر مقل (۲)..... مر مؤجل (۳)..... مر مؤخر

مر مقل

جو بوقت نکاح فوری ادا کرنا پڑے 'عورت کو اختیار ہے کہ وہ جب تک یہ مرد وصول نہ کر لے'
خاوند کے ساتھ رہنے اور وظیفہ زوجیت ادا کرنے سے انکار کر سکتی ہے۔-----

مر مؤجل

وہ مرد جس کی ادائیگی کی کوئی میعاد قرار پائی ہو 'مثلاً مہینہ 'سال یا دس سال بعد کی مدت طے ہو جائے' میعاد پوری ہونے کے بعد عورت مطالبہ کر سکتی ہے' میعاد گزرنے سے پہلے مطالبہ کا حق نہیں۔-----

مر مطلق / مؤخر

وہ مرد جس میں مقل یا مؤجل کی تصریح نہ کی گئی ہو بلکہ اسے مطلق و مبسم رکھا گیا ہو 'ایسا مرد طلاق یا زوجین میں سے کسی ایک کی وفات کی صورت میں قابل ادا ہوگا' خاوند فوت ہو جائے تو حق مرد اس کے ترکہ سے ادا کرنا ضروری ہے۔ اگر بیوی فوت ہو جائے تب بھی حق مرد ساقط نہیں ہوگا بلکہ حسب قولہ شرعیہ اس کے ورثاء کو ادا کرنا ضروری ہے۔ ہاں اگر عاقل 'بالغ و رثاء پورا امر یا اس کا کچھ حصہ معاف کرنا چاہیں تو کر سکتے ہیں بھورت دیگر شوہر کے ذمہ اس کی ادائیگی واجب رہے گی۔-----

مرد کی پیشی یا معافی

عورت کو اختیار ہے کہ چاہے تو پورے کا پورا امر یا اس کا کچھ حصہ خاوند کو معاف کر دے 'اسی طرح مرد جب اور جس قدر مرد میں اضافہ کرنا چاہے کر سکتا ہے۔ مثلاً ایک ہزار روپے حق مرد مقرر ہوا' خاوند چاہے تو ایک ہزار روپے مزید اضافہ کر دے۔ مرد میں اضافہ کے لئے تجدید نکاح ضروری نہیں ہے۔-----

خلوت صحیحہ سے پہلے مرد

خلوت صحیحہ سے پہلے طلاق واقع ہو جائے اور بوقت نکاح مرد معین کیا گیا ہو تو مرد کے ذمہ



اس مر (مسی) کا نصف ادا کرنا لازم ہے۔ اگر مر مقرر نہ ہو تو مرد کے لئے ضروری ہے کہ وہ عورت کو کپڑوں کا ایک جوڑا ہدیہ کرے۔ اگر خلوت صحیحہ سے پہلے طلاق کی نوبت پیش آئے اور نسخہ نکاح کی ذمہ دار عورت ہو تو عورت کچھ بھی مر کی مستحق نہیں ہوگی۔-----

فتاویٰ نوریہ جلد دوم کی پہلی دو اشاعتوں میں باب المہر الگ سے نہیں تھا البتہ اس بارے میں ایک فتویٰ باب الخطبہ میں شامل تھا۔ اب کے علیحدہ باب کے طور پر اس کا عنوان قائم کر دیا گیا ہے۔ مر سے متعلق دو فتوے جلد ششم سے لئے گئے ہیں۔ اس طرح یہ باب تین فتاویٰ پر مشتمل ہے۔-----
واضح رہے کہ جلد ششم کے یہ فتوے حضرت فقیہ اعظم قدس سرہ العزیز نے فتاویٰ نوریہ کی اشاعت اول کے بعد تحریر فرمائے تھے۔-----

باب المہر کی اہمیت کے پیش نظر اس کا باب الگ باندھا گیا اور اس کی توضیح کے لئے تعارفی کلمات تحریر کیے گئے۔-----

(صاحبزادہ) محمد محبت اللہ نوری



باب المهر

الاستفتاء

بگواہی خدمت حضرت العلامة فقیر عظیم مفتی اعظم استاد العلماء

ابوالخیر محمد نور اللہ صاحب دامت برکاتہم العالی

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ کے بعد مودبانہ گزارش ہے کہ :

کیا فرماتے ہیں علماء کرام دریں مسئلہ کہ حق مہر شرعی کتنا ہونا چاہئے؟ جو ساٹھ

بیس روپے مشہور ہے اس کی کیا حقیقت ہے؟ واضح فرمائیں۔ ثواب داریک

حاصل کریں۔

السائل : سید غلام رسول چک ۸۰۰/۱۳۰۱ ڈاکخانہ ۵۵ ضلع ساہیوال





شرعاً کم از کم حق ہر دس درہم ضروری ہیں، اس لحاظ سے جتنی چاندی بنے
اتفاق ہر ہونا چاہئے خواہ سو روپے یا دو تین صد روپے نہیں، غالباً ساڑھے بیس روپے
بھی اسی لحاظ سے تھے کیونکہ چاندی سستی تھی۔

واللہ تعالیٰ اعلم وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ والہ واصحابہ
وبارک وسلم۔

عزہ الفقیر الیہ الائمہ محمد نور اللہ النعمی غفرلہ

۶ جمادے الاول ۱۴۰۰ھ

۲۴ - ۳ - ۸۰



الاستفتاء

سائل کا بیان کہ زید کہتا ہے کہ لڑکی واسے جس کو نکاح کر دیں اس سے اپنے
واسطے روپیہ بیس لڑکی لے سکتے ہیں اور دلیل یہ پیش کرتا ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ
نے جو ذرہ بیچ کر دیا ہم دئے سنے ان سے کچھ تھوڑا سا نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے
خرق کیا اور باقی اپنے گھر رکھے تھے، آیا یہ زید کا قول اور دلیل صحیح یا غلط؟

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ
الْجَوَابُ
لِلْأَسْئَلَةِ فِي الثَّوْبِ وَالصَّوَابِ

زید کا یہ قول محض غلط و بے بنیان، اس کی دلیل نہایت ہی پریشان، قول تو یوں کہ لڑکی آزاد اور آزاد کی بیع شرعاً محض باطل و حرام، چنانچہ اسفار اطہار شرعاً مطہرہ و نہ اس مضمون کی تصریحات بینہ سے گونج رہے ہیں، یہ تو ہے اگر بعض لڑکی کا حقیقی معنی مراد ہے اگر اس سے مراد یہ ہو کہ وہ بیعت بیعت نکاح لڑکی کے لئے کہتے ہیں اور ظاہر بھی یہی ہے، تب بھی یہی ہے کہ اس کا قول محض غلط کہ لڑکی کا نکاح کر دینا اللہ تعالیٰ کے حکم و انکحوا الایامیٰ مستکم کی تعمیل ہے اور تعمیل حکم الہی کے عوض روپیہ لینا شرعاً ناجائز بلکہ عقلاً بھی ایسا ہی ہے اور رشوت ہے، بحر الرائق، منہ الخائق، فتاویٰ ہندیہ میں ہے والنظم من البحر لو خطب امرأة فی بیت اخیم فابی الاخر الا ان یدفع المیه دراهم فدفع ثم تزوجها کان للزوج ان یسترد ما دفع له منته الخائق میں ہے لانه رشوة کذا فی البزازیت اقول هکذا فی قضاء البحر اور اس کی دلیل سراسر غلط کہ نفوذ باللہ من ذلک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ اپنے لئے بعض نکاح کریم ذرہ مانگی اور نہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بعض نکاح حضور کے ملک کی بلکہ ذرہ نمبر میں دی گئی تھی، اس پر اجماع دیشیمہ صریحہ دال میں۔ ابوداؤد اپنی سنن اور نسائی مجتبیٰ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی واللفظ من المجتبیٰ ص ۹۲ (مصریہ) لما تزوج علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فاطمتہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا قال له رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اعطها شیئاً قال ما عندی قال فاین درعک الحطمیۃ تو اعطها کی منیر سیدۃ النساء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی طرف راجع ہے نہ کہ حدیث شریف میں اعطنی آیا ہے کہ مستدل کی دلیل فاسد



بن کے تو پھر اپنے گھر رکھنا یعنی آپ مالک بننا کمان یکو بیکو ہو سکتا ہے کہ سید الزاہد بن
نفسی فدائہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی تخت جگہ کو دود زرہ دلو کر اپنے دوخت پر کھیں اپنا ملک بنائیں
جو شرعاً حرام اور سخت حرام ہے بلکہ تحقیق ایسی یہ کہ زرہ دینے کا حکم بعد نکاح بطور مہر مجل ہوا تھا
نہ قبل نکاح، سنن ابی داؤد ج ۱ ص ۲۹۰ (مجمعی) و نسائی ج ۲ ص ۹۲ میں ہے واللغظ لابی
داؤد ان علیاً رضی اللہ تعالیٰ عنہ لما تزوج فاطمۃ بنت رسول اللہ
تعالیٰ علیہ وسلم رضی اللہ تعالیٰ عنہا ارلادان یدخل بہا فمنع رسول
اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حتی یعطیہا شیئاً فقال یا رسول اللہ
لیس لی شیئ فقال لہ النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اعطہا درعک
فاعطاہا درعہ ثم دخل بہا واستدل بہذا الحدیث علی کون
الدرع مہراً معجلاً فی فہم القدر۔

افسوس کہ مسئلہ کو قبض و تمکک کا فرق معلوم نہیں، افسوس کہ اپنے لئے روپیہ
مانگنا اور لینا روپیوں کا پیشہ ہے، شرفاً اسے سخت از سخت ناگوار جانتے ہیں مگر زید اس
عیب کو بارگاہ حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف منسوب کر رہا ہے والعیاذ باللہ تعالیٰ
زید پر فرض اہم کہ اس سے توبہ کرے اور اس کے دباں و نکال سے ڈرے۔ واللہ
تعالیٰ اعلم و علمہ جل مجدہ اتم و احکم و صلی اللہ تعالیٰ علی حبیب
الاعظم و علی الوصحب و سلم۔

حرمہ الفقیر ابو الجحیر محمد نور اللہ نورہ اللہ ربہ و قواہ

۱۰ ربیع الثانی ۱۳۵۹ھ

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین مفتیان متین در این مسئلہ کہ مسئلہ زید نے اپنی

سالی حقیقی کو اپنی بیوی کی موجودگی میں زنا کر کے حاملہ کر دیا۔ ورنہ زانیہ نے عرصہ پانچ ماہ حاملہ ہونے کے بعد اس کا نکاح دوسرے آدمی سے کر دیا۔

۱۔ کیا از روئے شریعت یہ نکاح ہو جائے گا یا نہیں؟ نکاح خوان دگوا بان نکاح کا نکاح قائم رہے گا کہ نہیں؟

۲۔ منکوحہ زانیہ کا نکاح قائم رہے گا یا نہیں؟

۳۔ منکوحہ زانیہ کے حمل کا علم ہونے کی صورت میں طلاق دے کر اس کو فاسخ کر دیا گیا ہے۔

۴۔ کیا زانیہ حاملہ کو طلاق کے بعد اپنے حق مہر کی وصول کرنے کی از روئے شریعت حق دار ہے یا نہیں؟

۵۔ تاریخ نکاح ۲۱ فروری ۱۹۷۷ء، وضع حمل ۶ جولائی ۱۹۷۷ء کو ہوا اس کے خاوند نے طلاق دے کر فاسخ کر دیا۔

اب مسئلہ حق مہر کا ہے کیا از روئے شریعت زانیہ مطلقہ حق مہر وصول کر سکتی ہے کہ نہیں؟ یہ فتوے مفصل مدلل عنایت فرما کر عند اللہ ماجور ہوں۔ مکمل پتہ حسب ذیل ہے:-

غلام سرور خاں ولد سردار محمد خاں قوم کھٹوان سکندریہ محلہ ستر سلطان
لوزنگ رحمتہ اللہ علیہ تحصیل تونسہ شریف ضلع ڈیرہ غازی خاں
غلام سرور بقلم خود ۷۸-۱-۷۸



۱۔ ماں ایسی عورت جو کسی کے نکاح میں نہ ہو اور اس کو زنا کا حمل ہو جائے تو حضرت



امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک اس کا نکاح شرعی جائز ہے قرآن کریم میں ہے و احل لکم ما ورآء ذلکم۔ فتاویٰ عالمگیری ج ۲ ص ۷۷
وقال ابوحنیفہ ومحمد رحمہما اللہ تعالیٰ یجوز ان یتزوج امرأہ حاملہ من الزنا ولا یطأہا حتی تضع۔

۲۔ نکاح خوان و گواہان کے نکاح رہیں گے کیونکہ انہوں نے جائز نکاح کیا ہے اور گواہ بنے ہیں۔

۳۔ ہاں منکوحہ زانیہ کا نکاح بھی طلاق سے قبل قائم رہے گا اور طلاق کی صورت میں مطلقہ ہو جائے گی اور حسب الحکم نکاح ختم ہو جائے گا۔

۴۔ اگر خاوند کے پاس اکیلے مکان میں کچھ وقت کے لئے ٹھہری ہے کہ وہ جماع کر سکتا ہے اگرچہ کیا نہ ہو تو پورا حق بہر وصول کر سکتی ہے ورنہ نصف، فتاویٰ عالمگیری ج ۲ ص ۸۱ میں ہے تجب العدة فی الخلوۃ سواء کانت صحیحة او فاسدة
الی ان قالوا فاتاموها مقامہ فی حق تاکد المہر، نیز اسی صفحہ میں ہے و اذا تاکد المہر لم یسقط الخ لہذا وہ عورت غلط یا دخول کی صورت میں شرعاً پورا حق بہر وصول کر سکتی ہے ورنہ نصف تو ضرور وصول کر سکتی ہے کہ اس کا شرعاً حق ہے اسی لئے تو اس کو حق بہر کہا جاتا ہے جو قرآن کریم کے دوسرے پارے میں وضاحت سے بیان ہو چکا ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم واحکم وصلی اللہ تعالیٰ

علی حبیبہ والہ واصحابہ وبارک وسلم۔

صدر الفقیر ابو نعیم محمد زکریا النعمانی غفرلہ

۱ صفر المظفر ۱۳۹۸ھ ۱۰۰۷۸



شغار

باب الشغار

”درج ذیل سوال و جواب کے تعاقب میں حضرت
فقیر اعظم قدس سرہ العزیز کا فتویٰ ۳۸۵ تا ۳۹۶ ط ۱ پر ملاحظہ
فرمائیں۔“ (محبت)

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید اور عمرو مرد و
نے اپنی اولاد کا نکاح بطور شغار یعنی بیٹہ کے کیا ہے، زید کی دختر کی عمر بوقت عقد شرعی صرف
چھ ماہ کی تھی اور عمرو کی دختر جوان تھی چنانچہ وہ اس وقت سے اپنے خاوند کے ہاں آباد
ہو گئی، زید کی دختر صرف ایک دو برس سے جوان ہو گئی ہے لیکن وہ کسی صورت میں بھی
اپنے خاوند یعنی پسر عمر کے ہاں جانے اور آباد ہونے پر تیار نہیں، اسے از حد سمجھایا گیا
ہے کہ تیرا خاوند قلاں ہے۔ اس کے ساتھ زندگی بسر کر دو، وہ کہتی ہے میں برگزینہ جاؤ
گی، میری طبیعت اسے بالکل نہیں چاہتی خواہ کیسے بھی ہو مجھے اس کے پاس جانا مطلقاً
منظور نہیں۔ نیز واضح ہو کہ دالین قسم کھاتے ہیں کہ ہماری اس میں کوئی شرارت نہیں دوسری



طرف سے خاوند کتنا ہے کہ میں اسے ضرور لوں گا اور اسے ہرگز آزاد نہ کروں گا حتیٰ کہ اس کی موت آجائے۔ عورت جوان اور خاوند سے پورے طور پر متنفر ہے، خاوند بھی خواہ ایک اور عورت منکوحہ رکھتا ہے اس ضد پر مصر ہے کہ اسے موت تو آزاد کر دے تو میں مجبور ہوں ورنہ میں آزاد نہ کروں گا۔ اندریں صورت زوجہ مذکورہ کے والدین کیا صورت اختیار کر سکتے ہیں؟ جو حکم شرع شریف ہوا رشا و فرماویں۔ بینوا توجروا

سائل: مولوی شہناز صاحب گوی

الجواب بعون الملک الوہاب

بشرط صحت سوال عرض ہے کہ خواہ زن مذکورہ کو کسی امام کے نزدیک اختیار فسخ نہیں ہے کیونکہ جب نابالغہ اور کنواری لڑکی کا عقد شرعی باپ یا دادا کرے تو بعد از بلوغت عورت کو متفق طور پر اختیار فسخ حاصل نہیں ہے جبکہ تمام کتب فقہ میں مذکور ہے لیکن جب عورت بسا نہیں چاہتی اور پورے طور پر خاوند کے ہاں جانے سے انکاری ہے اور خاوند بھی پورے عناد سے لینے پر مصر ہے تو یہ ایک بڑی مصیبت ہے کیونکہ حالات زمانہ از حد خطرناک ہیں، ایسے گورکھ دھندا میں ایک تو عورت کا فحاش میں مبتلا ہونا لازمی ہے، دوسرا جو مقاصد عقد شرعی سے وابستہ ہوتے ہیں تمام فوت ہو جائیں گے مثلاً تو ادا و رتنا سل نیز خاندان زن مذکورہ اور اس کے خاوند کے مابین ہمیشہ کے لئے فتنہ برپا رہے گا والفتنة اشد من القتل لهذا اس کا حل مغز ز اور معقول تلاش کرنا چاہئے سو واضح ہو کہ اس گورکھ دھندا کا بہترین حل خلع ہے چنانچہ ثابت بن قیس کا فیصلہ اس طور پر سرور کائنات نے فرمایا تھا یعنی ثابت بن قیس کی عورت ایک روز علی الصباح نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے در دولت پر حاضر ہوئی، جب آپ نے اسے دیکھا، دیکھ کر آنے کی وجہ



دریافت کی تو اس نے عرض کی کہ سرکار خواہ میرا خاوند ثابت بن قیس پورا دیندار ہے لیکن مجھ اس سے پوری نفرت ہے اور میری اس سے گزرنا ممکن ہے۔ سرکار نے ثابت کو بلا کر حکم دیا کہ تم اپنا حق اپنی عورت سے واپس لے لو اور اسے آزاد کر دو۔ اس نے عرض کی کیا حضور یونہی درست ہے؟ آپ سرکار نے فرمایا کہ ہاں! چنانچہ ثابت نے اپنی زوجہ کو آزاد کر دیا اور اس نے ثابت کو اس کے ہر دو باغ جو کہ مہر میں دئے گئے تھے واپس کر دئے جیسا کہ سنن ابی داؤد ج ۲ ص ۴۰۴ میں یوں مذکور ہے

عن عمرة بنت عبد الرحمن بن سعد بن زرارة عن حبيبة بنت سهل انها كانت تحت ثابت بن قيس وان رسول الله صلى الله عليه وسلم خرج الى الصبح فوجد حبيبة بنت سهل عند بابيه في الغلس فقال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم من هذه قالت انا حبيبة بنت سهل قال ما شانك قالت لا انا ولا ثابت بن قيس لزوجها فلما جازجا ثابت بن قيس قال له رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم هذه حبيبة بنت سهل فذكرت ما شاء الله ان تذكر فقال كلما اعطاني عندي فقال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم لثابت بن قيس خذ منها فاحذ منها وجلست في اهلها وفي رواية عائشة رضى الله عنها فضرها فكسر بعضها فانت النبي صلى الله تعالى عليه وسلم بعد الصبح فندع النبي صلى الله تعالى عليه وسلم ثابتا فقال خذ بعض مالها وفارقها فقال ويصلح ذلك فقال نعم قال اصدقها حديقتين وهما بيدها فقال النبي صلى الله تعالى عليه وسلم خذها فقارها ففعل.



بخاری شریف، باب الفلح میں ایک روایت میں یوں مذکور ہے کہ ثابت بن قیس کی عورت نے یوں عرض کی تھی کہ حضور میری ثابت سے بچھڑیں سکتی چنانچہ آپ نے خاوند کو بلا کر اسے حق واپس دلوا دیا اور عورت کو آزاد کر دیا، اگر خاوند کے ہاں نہ جانے والی عورت کو مجبور کر کے خاوند کے پاس ردانہ کرنا لازم ہو یا تو سرورِ کائنات ثابت کو بلا کر بھی اس کی زوجہ کو آزاد کرانے بلکہ اسے یعنی عورت کو مجبور کر کے اس کے ہاں ردانہ کرنے نیز اگر یہ پیچیدگی حل کرنے میں مقدم نہ ہوتی تو نبی صاحب صلی اللہ علیہ وسلم اس تنازع میں دلچسپی فوری نہ لیتے بلکہ آپ نے ناچاکی ناقابل اصلاح کے آئندہ خطرات سے متاثر نہ ہو کر فوراً تفریق کوادی جس سے صاف روشن ہے کہ تنازع ناقابلِ درستی کی صورت میں بجائے عورت کو مجبور کرنے کے طبع از حد بہتر ہے اور مقدم امر ہے تاکہ عورت آزاد ہو کر حسبِ منشا آباد ہو سکے، زنا جیسی بلا سے بچ کر اطمینان سے زندگی بسر کرے، اور خاوند کو بھی حق حل جانے اور فتنہ دب جائے، مرد کو چاہیے کہ سرکار کے اس ٹل کے مطابق چلے کہ عورت کو آزاد کر دے اور ضرر نہ کر عورتوں کی دنیا میں کمی نہیں ہے، خاوند کو کوئی بہتر انتظام کر دے گا اسی طرح عورت کو بھی اس سے بہتر کوئی خاوند نصیب ہو جائے گا، اگر خاوند ضرر کرے تو جو کچھ قاضی کو ولایت عامہ حاصل ہے جیسا فقہ کی تمام کتب میں مذکور ہے مثلاً شرح الوقایہ باب استدانۃ الزوجۃ علی الزوج ج ۲ ص ۴، اقسام القاضی مقامہ لکونہ ذالولایۃ فیفرق بینہما۔ میں مذکور ہے (ترجمہ) قاضی کو ولایت عامہ حاصل ہے لہذا قاضی تفریق کر دے اور فتنہ فساد کو ختم کر دے جیسا کہ قاضی کو ولایت عامہ حاصل ہے، خاوند عین اور اس کی ضد کی صورت میں فتنہ و فساد کے پیش نظر قاضی کو پورا حق ہے کہ وہ عورت اور مرد کے درمیان خود تفریق کرے معاملہ طے کر سکتا ہے، یہ تفریق احناف کے نزدیک طلاق بائن واقع ہوتی ہے۔ دوسری صورت خلاصی کی یہ ہے جہاں فی الدر المختار لا بأس بتقلید المذہب الشافعی عند الضرورة یعنی خفی مقلد بوقت ضرورت بلا خوف و خطر امام شافعی کی تقلید کرتا ہے جبکہ خاوند کے مفلس ہونے کی صورت میں اور فقر و ندب



کی حالت میں اخاف امام شافعی کے مذہب پر عمل کرتے ہیں جیسا کہ شرح الوفاہ ج ۲ ص
اور ہدایہ شریف اولین میں مذکور ہے چونکہ صورت مذکورہ میں نکاح بڑے کا بے اور جھگڑا ختم
ہوئے کی صورت نظر نہیں آتی کیونکہ اپنی ضد سے باز نہیں آتا اور نہ ہی عورت نرم ہوئے
کو تیار ہے سوائے تقلید امام شافعی رضی اللہ عنہ کے کوئی چارہ نہیں لہذا در شمار امام شافعی
کے مذہب پر عمل کر کے معاملہ ختم کریں، جاری الترمذی مع تحفة الاحرزی
ج ۲ ص ۱۸۸ نکاح الشغار مفسوخ ولا یجزل وان جعل لهما صداقا
وهو قول الشافعی واجمداً وسحق یعنی بڑے کا نکاح امام شافعی کے نزدیک
منح اور حرام ہے گویا ہوا ہی نہیں، جاری سنن ابی داؤد ج ۲ ص ۲۸۴ کتاب
النکاح ان العباس بن عبد اللہ بن عباس انکح عبد الرحمن
بن الحكم ابنته وانکح عبد الرحمن ابنته وكان جعلاً صداقا
فکتب امیر معاویہ الی مروان یا امرہ بالتفريق بينهما وقال فی
کتابہ هذا الشغار الذی نہی عنہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ
وسلم۔ (ترجمہ) دو شخصوں نے امیر معاویہ کے زمانہ میں بڑے کا نکاح آپس میں کیا تو حضرت
امیر معاویہ نے اپنے گورنر مروان کو حکم لکھا کہ نکاح مذکور میں تفریق کرادے، الغرض حنفی
مقلد صورت مذکورہ میں بوجہ مجبوری امام شافعی کے مسئلہ شغار پر عمل کر کے پیش آمدہ مصیبت
سے غاصی حاصل کر سکتا ہے ہذا اماعندی واللہ اعلم بالصواب۔

حرمہ کفیش بڑا علما والدین شوالہ خالہی النامی مہاجر ذہن پوری تعلیم خود مدرس مدرسہ
نور الاسلام بنگلہ صالح ڈاکٹر خاص تحصیل سیالپور ضلع مظفر گڑھی - ۱۸۰۴۰۴۹

الاستفتاء

کیا فراتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زیادہ عمر ہونے



اپنی اولاد کے نکاح باجی و بچاس پچاس روپیہ حق مہر مقرر کر کے گئے۔ زید کی لڑکی بوقت عقد شرمعی صرف چھ ماہ کی تھی اور عمر دکی لڑکی جوان تھی، جو ان لڑکی اسی وقت سے زوج کے گھر آباد ہو گئی، زید کی لڑکی جب جوان ہوئی تو اس نے خاوند کے گھر نہیں بھیجی وہ بیچارے کوشش کرتے رہے میں مگر زید نہیں ماننا بلکہ کہتا ہے کہ جو ان لڑکی کو طلاق دیدو اور دوسری بالکل چھوٹی لڑکی کا نکاح کر لو مگر فریق عمر دیے تسلیم نہیں کرتا اور کہتا ہے کہ انتظار میں اتنا وقت گزرا کہ چھ ماہ کی لڑکی کئی سالوں سے جوان ہے اور اب طلاق دے کر پھر چھوٹی لڑکی کا نکاح کریں تو زوج بیچارے کا وقت ختم ہو جائے گا، اب فریق زید نے ایک نئی لوی صاحب کے پیش یہ استفسار کیا اور کہا کہ ہماری لڑکی اس خاوند کو پسند نہیں کرتی اور اس کے گھر آباد ہونا مطلقاً پسند نہیں کرتی اور خاوند بھی طلاق نہیں دیتا اور اصرار کرتا ہے کہ میری بیوی میرے گھر آباد ہو، تو مولوی صاحب نے یہ فتوے دیا کہ یہ نکاح زن مذکورہ کسی امام کے نزدیک نسخ نہیں کر سکتے کہ نابالغ اور کنواری لڑکی کا عقد شرمعی باپ یا دادا کرے تو بعد از بلوغت عورت کو متفق طور پر اختیار فرخ نہیں ہے جیسا کہ تمام کتب فقہ میں مذکور ہے لیکن جب عورت بسنا نہیں چاہتی اور خاوند کے ہاں جانے سے انکاری ہے اور خاوند لینے پر مصر ہے تو یہ ایک بڑی مصیبت ہے، اس کا حل ہے اور اگر خاوند نہ مانے تو قاضی خود تفریق کرے اور دوسری صورت یہ کہ امام شافعی کی تقلید کر لیں اور اس کے سوا کوئی چارہ نہیں، امام شافعی کے مذہب میں نکاح شغل یعنی بیٹھنا اور حرام ہے گویا ہوا ہی نہیں۔

مولوی صاحب کے فتوے کی نقل بھی حاضر ہے۔ اب دریافت طلب یہ امر

ہے کہ :

- ۱۔ کیا واقعی مرد پر لازم ہے کہ خلع کہہ لے اور عورت کی ضد پوری کر دے؟
- ۲۔ اگر مرد خلع نہ کرے کیا قاضی خود تفریق کر سکتا ہے؟

۳۔ طرفین کا ہر مقرر کر کے بعد ذکر مہر و مہر البعضین بالآخر آپس میں کر لئے جائیں کیا وہ شفاعت و حرام ہیں کہ سرے سے ہوئے ہی نہیں ہیں؛ اگر واقعی شفاعت ہے کیا اس لڑکی کا نکاح باطل ہے اور دوسری کا جو آباد ہے اور صاحب اولاد ہے بارئ ہے یا باطل؟

فتویٰ مذکورہ مولوی صاحب نے پچاس روپیہ لے کر دیا ہے۔
سائل، نادرا دہلوی صلی اللہ علیہ وسلم



استفتائے فریقین کی رو سے ہندہ کا نکاح صحیح و لازم ہے اور واقعی اسے حق فسخ کسی امام کے نزدیک نہیں اور زون کا مطالبہ کہ ہندہ میرے گھر آباد ہو بالکل صحیح اور جائز مطالبہ ہے، شرعاً عقلاً و عرفاً نکاح کا تقضی یہی ہے ہن لباس لکم، نساؤکم حرت لکم، عاشروہن بالمعروف، ازواج لتسکنا الیہا، الرجال قوامون علی النساء، وغیرہ ارشادات قرآن کریم اور احادیث تو اس باب میں بحرنا پیدا ہیں کمالاً یحفظ علی من لہ ادنی ملا بستہا لئلا یکملہ یراقضار اختصار ہے الرجل راع علی اہلہ و اہل رعیت ہوا، اور فقہائے کلام نے نکاح کی تعریف ہی بالفاظ متعارفہ یہ فرمائی ہے عقد یفید ملک المتعہ بکصاف تصریح فرمادی کہ زون حبس و قید و منع من الخروج کا مالک ہے، بدائع الصنائع ج ۲ ص ۳۱، بحر الرائق ج ۳ ص ۸، فتاویٰ عالمگیری ج ۲ ص ۲ میں ہے والنظم من البحر ومنہا ملک الحبس والقید وصیروہما ممنوعۃ من الخروج والیروز میزان شرفی ج ۲



ص ۱۲۴، رحمة الامة فی اختلاف الامة ج ۲ ص ۷۷ میں ائمہ اربعہ کا فیصلہ بالاجماع نقل فرماتے ہیں والنظم من المیزان يجب على الزوجة طاعة زوجها وملازمة المسكن بكمية معتدلة پر لازم کہ انقضائے عدت تک زوج کے گھر رہے حالانکہ عدت اثر نکاح ہے، سورة الطلاق میں ہے لا تخرجوهن من بيوتهن ولا يخرجن، اسكنوهن من حيث سكنتم من وجد كبير، تو مہذبہ کا اس کے گھر نہ جانا اور آباد نہ ہونا یا اس عذر کہ میری طبیعت اسے بالکل نہیں چاہتی خواہ کیسا بھی ہو مجھے اس کے ہاں جانا مطلقاً منظور نہیں، صریح غلط اور نافرمانی ہے جس کا نام شرعاً نشوونہ ہے، فتاویٰ قاضیخان ج ۱ ص ۱۹۹، فتح القدیر ج ۲ ص ۱۹۶، مبسوط ج ۵ ص ۱۸۶، شرح الوفا ج ۲ ص ۱۷۳، عنایہ ج ۲ ص ۱۹۶، کفایہ ج ۲ ص ۱۹۶، بحر الرائق ج ۲ ص ۷۹، میں ہے والنظم للامام الفخر لو امتنعت المرأة عن السكنى مع تصير ناشزة۔

فتح القدیر اور بحر الرائق میں یہ بھی افادہ فرمایا کہ خروج سے مراد زوج کے گھر آنے پر موافق نہ ہونا ہے اگرچہ شروع ہی میں ہو والنظم من الفتح والتحريم ان الماخوذ فيه عدم الموافقة على المجيء الى المنزل سواء كان بعد خروجها او امتنعت عن ان تنجى الى منزله ابتداءً، تفسیر طبری ج ۵ ص ۴۰، تفسیر نیشاپوری ج ۲ ص ۲۲، ج ۱ ص ۱۸۲، مدارک ج ۱ ص ۱۷۱، تفسیر کبیر ج ۳ ص ۲۱۶، البوسعود ج ۳ ص ۲۴، تفسیرات احمدیہ ص ۱۸۱، تفسیر روح البیان ج ۲ ص ۲۰۲، بدایین ص ۷۶، جبل علی الجلالین ج ۳ ص ۳۷۹، صاوی ج ۱ ص ۱۹۱، معالم التنزیل ج ۱ ص ۳۳۳، خازن ج ۱ ص ۳۳۳ میں بانفاذ متعارف ہے والنظم من الخازن نشوز المرأة هو بغضها لزوجها ورفع نفسها عن طاعة یعنی عورت کا نشوونہ ہے کہ فائدہ کو برا جانے اور اس کا حکم نہ ماننے، تو اس میں یہ صورت بدرجہ اتم داخل ہے اور جب ثابت ہو کہ مہذبہ ناشزہ ہے تو اس کا معزز اور معقول مل وہ ہے جو قرآن

کریم نے صیغہ امر بیان فرمایا والللاق تخافون فتشوزهن فعضوهن واهجرهن
فی المضاجع واضربوهن تو اگر بندہ کے وارث نیک نیت اور سچے ہیں تو جبراً اسے زوج
کے گھر بھیجیں تاکہ حسب ہدایت رب العالمین وہ نصیحت و تادیب کر سکے، ہدایات ربانہ پر
عمل پیرا ہونے سے مومن کا دل انوار سے پُر ہو جاتا ہے اور عسیٰ ان تکرہوا شیئاً
وہو خیر لکم کا بدلہ ظہور پذیر ہوتا ہے بلکہ کریمہ فان کرہتموهن فعسیٰ ان تکرہوا
شیئاً ویجعل اللہ فیہ خیراً کثیراً اسے بطریق دلالتہ انقض منہ جزیئہ مستفاد اور گو کہ ہم
لاحنا ح علیہما فیما افتدت ب طلع کی اجازت ہے مگر بہترین وہی صورت صلاح ہے
کہ طلاق انقض الحلال ہے سنن بیہقی ج ۱ ص ۲۲۲ سنن ابوداؤد ج ۱ ص ۲۹۶ مستدرک
ج ۲ ص ۱۹۶ میں باسانید متعددہ و کلمات متعارف حضرت عبداللہ بن عمر سے ہے کہ نبی کریم صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا ابغض الحلال الی اللہ الطلاق، حاکم نے فرمایا ہذا حدیث
صحیح الاسناد اور ذہبی نے تسلیم کرتے ہوئے فرمایا قلت علی شرط (م) نیز حاکم
نے فرمایا ومن حکم هذا الحدیث ان یبدأ ب کتاب الطلاق سنن
ابوداؤد ج ۱ ص ۳۰۳ سنن ترمذی ج ۱ ص ۱۵۴ سنن بیہقی ج ۱ ص ۳۱۶ میں بالفاظ متعارف
حضرت ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے کہ رسول اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایما امرأة
سألت زوجها طلاقاً فی غیر ما یأثم غرام علیہا راحۃ الجنة سنن نسائی
ج ۲ ص ۱۰۴ سنن بیہقی ج ۱ ص ۳۱۶ میں بہ ترتیب متعارف حضرت ابوبریرہ سے ہے
کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا المستزعات والمختلعات هن المنافقات
ومثله فی المختلعات عند الترمذی عن ثوبان مرفوعاً یہی وجہ ہے
کہ بعد از طلاق رجعت کو ہائز فرمایا بلکہ ترغیب فرمائی و بعولتہن احق برودھن فامسا
بمعروف، فامسکوهن بمعروف اور مرد کو توام بنایا اور قسوی کے اختیار میں رکھی
کہ عورت بوجہ نقصان عقل و دین بلا وجہ تفریق نہ کر دے اور یہاں تو زوج طالب صلح ہے





اگر عالم اور دانشور بھی جو تب بھی عورت کو ہدایت فرمائی کہ مصالحت کی کوشش کرے اور صلح کو
خیر فرمایا و ان امرأۃ خافت من بعلمها نشوزا و اعراضا فلا جناح علیہما
ان یصلحا بینہما صلحا و الصلح خیر اور حدیث حبیبہ بنت سل سے
غلط ہی ثابت ہے و جو بیاہر زوج علی التبع ثابت نہیں۔ یعنی شرح صحیح بخاری ج ۹ ص ۵۱
میں قولہ صلی اللہ علیہ وسلم طلقها الا مرفیہ للارشاد والاستطلاق
لا للایجاب والالزام و مثله فی حاشیۃ البخاری عن الفتح اور عجوت
انکار زوج قاضی تفریق نہیں کر سکتا کہ تفریق حکماً طلاق ہے کہ گروہ نکاح زوج کے ہاتھ میں
ہے، قرآن کریم کا ارشاد ہے الذی بیدہ عقدۃ النکاح۔

تفسیر دارک ج ۱ ص ۹۵، تفسیر احمدیہ ص ۱۰۲، خازن ج ۱ ص ۲۰۵ میں ہے کہ

حضرت امام الامام ابو حنیفہ اور حضرت امام شافعی کا مختاریہ ہے

کہ اس سے مراد زوج ہے و النظم من الخازن و هو قول ابی حنیفۃ و الشافعی
فی الجدید و احمد و جمہور الفقہاء روح البیان ج ۱ ص ۳۱، جل علی الجلالین
ج ۱ ص ۱۹۲ میں تفسیر اختیار فرمائی ہے۔ تفسیر طبری ج ۲ ص ۳۳۹ میں اسے ترجیح دیتی ہے
میزان شعرانی ج ۲ ص ۱۲۳۔ رحمۃ الامہ ج ۲ ص ۵۷، میں ہے و النظم من الرحمت
قال ابو حنیفۃ هو الزوج و هو الجدید الراجح من مذهب الشافعی
سنن بیہقی ج ۷ ص ۲۵۲ میں اسے ترجیح اور امام شافعی کا قول جدید یا پہن ابن ماجہ ص ۱۵۲،
سنن بیہقی ص ۳۶۰ میں بالفاظ متقار بہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی
کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منبر شریف پر فرمایا اسماء الطلاق لمن اخذ
بالساق یعنی طلاق وہی دے سکتا ہے جو جماع کر سکتا ہے۔ سنن بیہقی ج ۷ ص ۳۱۸، ابن ماجہ
ص ۱۴۸، ابو داؤد ج ۱ ص ۲۹۸، مستدرک حاکم ج ۲ ص ۲۰۵ حضرت عبداللہ بن عمر سے
بالفاظ متقار بہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لا طلاق لہ فیما لا یمثلک

ابوداؤد نے سکوت فرمایا جو دلیل قبول ہے اور ترمذی نے حسن صحیح اور احسن شیعہ
رومی فی هذا الباب فرمایا مستدرک ج ۲ ص ۲۰۴، سنن بیہقی ج ۲ ص ۳۱۹ میں حضرت
عابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لا طلاق لمن
لم یسئل یعنی طلاق اس کے لئے نہیں جو مالک نہیں، حاکم نے فرمایا حدیث صحیحہ
علی شرط الشیخین اور ذہبی نے تقریر فرمائی اور ولایت قاضی کا یہ معنی نہیں کہ صرف
عورتوں کو خوش کرتے ہوئے تفریق کرتا رہے، شرح الوقایہ میں باب استدانہ التزوج
نہیں اور نہ ہی اس میں یہ عبارت ہے بلکہ باب النفقہ کے مسئلہ استدانہ میں دلیل امام شافعی
ذکر فرمائی اور اس کے حاشیہ پر مولانا عبدالحی صاحب لکھنوی نے اس دلیل کی تفصیل میں یہ لفظ
ذکر کئے، نفقہ جعفری کی کسی مستند کتاب میں یہ مذکور نہیں بلکہ صاف صاف تفریح فرمادی کہ ہمارے
مذہب میں زوج کے نفقہ سے عاجز ہونے کی صورت میں قاضی تفریق نہیں کرتے کتنا، وقایہ
شرح الوقایہ ص ۱۴۰، تنویر الابصار، در المختار ج ۲ ص ۹۰۳، شامی ج ۲ ص ۹۰۳، بدایہ
ج ۲ ص ۴۱۶، فتح القدیر ج ۲ ص ۲۰۱، کفایہ ج ۲ ص ۲۰۱، عنائیہ ج ۲ ص ۲۰۱، بیوط ج ۵ ص ۱۹۰
عالمگیر ج ۲ ص ۱۴۵، خلاصہ ج ۲ ص ۵۴، قاضیخان ج ۱ ص ۱۹۸، کنز الدقائق ص ۱۴۲،
قدوری ص ۱۹۱، بحر الحقائق ص ۱۴۲، بحر الرائق ج ۲ ص ۱۸۴ میں ہے والنظم من
البحر لا یفرق بعجزه عن کلها او بعضها، اور عین پر عاجز عن النفقہ کا قیاس
ثوائف قیاس مع الفارق ہے کمابین فی المبسوط ج ۵ ص ۱۹۱ و البحر
ج ۲ ص ۱۸۴ وغیرہا، البتہ شرح الوقایہ ج ۲ ص ۱۴۵، ۱۴۶، در المختار ج ۲ ص ۹۰۳،
شامی ج ۲ ص ۹۰۳، بحر الرائق ج ۲ ص ۱۸۴ میں ہے کہ مشائخ نے مستحسن فرمایا کہ قاضی جعفری ضرورت
کے وقت شافعی المذہب کو نائب بنائے اور وہ شافعی المذہب تفریق کرے والنظم
من شرح الوقایہ استحسنوا ان ینصب القاضی نائبا شافعی المذہب
یفرق بینہما، اور رعایت شروط ضروری ہے کہ نافذ ہو کما فی رد المحتار وغیرہ





اور ان شروط سے ایک شرط یہ بھی ہے کہ رشوت نہ لیں۔ درالمختار وغیرہ میں ہے اذالہ
میرنش الامر والعمامہ اور اگر خود قاضی حنفی تفریق کرے تو نافذ نہیں۔ درالمختار ج ۲
ص ۹۳، بحر الرائق ج ۲ ص ۸۴ میں ہے والنظم من الدرر ولو قضی بہ حنفی
لہرینفذ مگر مسئلہ کا قیاس اس پہ صحیح نہیں کہ یہاں تو زوج کی طرف سے عورت کو کوئی
تکلیف نہیں ہوائے خیالات فاسدہ کے اور دلائل سے ثابت ہو چکا کہ مرد مختار ہے۔
نفوس کے مقابلہ میں تو قیاس مجتہدین بھی مضمحل ہوتا ہے اور اہل کئے زمان تو مجتہد کساں
مجتہدین کا کلام سمجھ لیں تو غنیمت ہے اور اگر قیاس ہی کرنا ہے تو ان مسائل پر کیوں نہیں
قیاس کرتے جن میں تفریق نہیں مثلاً اگر زوج باوجود قدرت عورت کو خرچ نہ دے تو
قاضی بالاتفاق تفریق نہیں کر سکتا بلکہ قید کر لے مالاکنہ طاقت ہوتے ہوئے خرچ نہ دینا
مزنہ علم بجا اور عورت کو اس میں سخت تکلیف ہے۔ درالمختار ج ۲ ص ۸۹، شامی ج ۲
ص ۸۹۴، مبسوط ج ۲ ص ۱۸۸، بحر الرائق ج ۲ ص ۱۸۶، فتح القدیر ج ۲ ص ۲۰۳ و
النظم منہ ولا خلاف ان الموسر اذا لم یطعمہ لا یجبر علی الفراق
بل یحبس بلکہ مخالفت زوجین کے وقت جو حکم قرآن کریم کے حکم سے بھیجے
جاتے ہیں وہ بھی ہمارے اور حضرت امام شافعی کے نزدیک تفریق نہیں کر سکتے اگرچہ
زوج کا ظالم ہو بھی ثابت ہو جائے، مدارک ج ۱ ص ۱۷۴، معالم التنزیل ص ۶۳۵، تفسیر
طبری ج ۵ ص ۴۹، نیشاپوری ج ۵ ص ۴۵ والنظم من النیشاپوری فیہ
للسافعی قولہ ان اصحابہ ما وب قال ابو حنیفۃ واحمد انہما وکیلان
لان البضع حق الزوج المہ شامی ج ۲ ص ۵۳۶ میں ہے ان باب القیاس
مسدود فی زماننا وانما للعلماء النقل من الکتب المعتمدۃ
کما صرحوا بہ یعنی قیاس کا دروازہ ہمارے زمانے میں بند ہے، علماء صرف کتب
معتدہ سے نقل کر سکتے ہیں، شرح عقود رسم المفتی ص ۳۴ میں ہے فعلی من لم یجد

نقلاً صریحاً ان يتوقف في الجواب او يسئل من هو اعلم منه يعني جویج
نقل نہ پائے اس پر لازم ہے کہ جواب میں توقف کرے یا زیادہ علم والے سے
سوال کرے فوائد زیریہ سے نقل فرمایا کہ قواعد وضوابط کی رو سے فتویٰ دینا حلال نہیں،
مفتی پر مزج نقل کا بیان ضروری ہے لا یحل الافتاء من القواعد والضوابط
وانما علی المفتی حکایۃ النقل الصریح کما صرح جوابہ اور مرتعہ حادثے کی
ایسی نظیر میں فرق ہو سکتا ہے جسے نہیں کچھ سکتا ولا یکتفی بوجود نظیر ہا ماما
یقاربہا فانہ لا یأمن ان یکون بین حادثتہ وما وجده فرق لا یصل
الیہ فہمہ بلکہ در المختار ج ۲ ص ۲۲۸ میں غلامہ سے ہے لوقیل لحنفی ما مذهب
الامام الشافعی فی کذا وجب ان یقول قال ابو حنیفۃ کذا یعنی اگر حنفی
سے دریافت کیا جائے کہ اس مسئلہ میں امام شافعی کا مذہب کیسے ہے تو واجب ہے کہ
کہے کہ حضرت ابو حنیفہ نے یوں فرمایا و مقاربہ فی ج ۲ ص ۲۳۵ ۵۴۳ بلکہ ج ۳ ص ۲۶۲
میں ہے کہ اگر امام شافعی کے مذہب کی طرف انتقال کرے تو تعزیر لکایا جائے اتحل
الی مذہب الشافعی رحمہ اللہ تعالیٰ یعذر او ذکر ص ۵۲۹ میں ہے کہ
ایسے شخص کی شہادت قبول نہیں ولا من انتقل من مذہب ابی حنیفۃ الی
مذہب الشافعی یہ ہیں در المختار کی تصریحات اور مفتی صاحب در المختار سے اجازت
نقل فرمائی ہے میں بلکہ در المختار ج ۴ ص ۴۲۰ میں ہے کہ اگر قاضی اپنے
مذہب کے معتقد کی مخالفت کرے تو اس کا حکم نافذ نہیں ہوتا، یہی مختار للفتویٰ ہے بل
النقل دمتی خالف معتبد مذہب لا ینفذ حکمہ و ینقض ہو
المختار للفتویٰ کما بسطہ المصنف فی فتاواہ وغیرہ وقد مائہ
فی اول الكتاب وسیجی۔

صرف در المختار کے چند ارشادات پر اختصاراً اقتضار ہے کہ مسئلہ متنازع فیہا





میں تو تقلید امام شافعی کا داخل ہی نہیں کہ ان سے تفریق و فرسخ و حرمت کی نقل ہی نہیں کما
عرفت اور مفتی صاحب بھی بالاتفاق نفاذ نکاح تسلیم کر چکے ہیں کہ کسی امام کے نزدیک حق
فسخ نہیں، اول جواب میں تحریر کیا تو اب شغار کا بہانہ بنا کر امام شافعی کے نزدیک کیوں فسخ
قرار دیا جاتا ہے حالانکہ یہ صورت حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ کے نزدیک قطعاً شغار نہیں
شغار کی تعریف صحیح بخاری ج ۲ ص ۱۰۲۹، صحیح مسلم ج ۱ ص ۴۵۴، سنن ابوداؤد ج ۱ ص ۲۸۳،
سنن نسائی ج ۲ ص ۸۵، ابن ماجہ ص ۱۸۷، سنن بیہقی ج ۱ ص ۱۹۹ میں بالفاظ متعارف ہے
کہ شغار یہ ہے کہ ایک شخص دوسرے کی لڑکی کا نکاح کرے اور اپنی لڑکی کا نکاح اسے
کر دے سوائے مہر کے اور ایسے ہی دوسرے کی بہن کا نکاح کرے اور اپنی بہن کا نکاح
اسے کر دے سوائے مہر کے والنظم من البخاری قلت لنافع ما الشغار
قال ینکح بنت الرجل ینکح بنت بغیر صداق و ینکح اخت الرجل
و ینکح اخت بغیر صداق اور سنن ترمذی ج ۱ ص ۴۵ میں عامۃ اہل العلم
کی طرف منسوب فرما کر یہی تعریف فرمائی، فرماتے ہیں والعمل علی ہذا عند عامة
اہل العلم لایرون نکاح الشغار والشغار ان یزوج الرجل ابنته علی ان یزوجہ
الاخرا بنت اواخت ولا صداق بینہما

نہی کہ ان کتب معتدہ حدیث شریف میں یہ تفسیر بالاتفاق ہے کہ اس میں یہ شرط ہے کہ
مہر مالی نہ ہو، باقی بعض روایات حضرت ابوہریرہ کے آخر میں لا صداق بینہما کا نہ آنا
مضر نہیں کہ ایک ہی حادثہ میں مطلق بالاتفاق مقید پر محمول ہوتا ہے اور زیادۃ الثبوت
قاعدہ مقررہ ہے سنن بیہقی ج ۱ ص ۲۰۰ میں حضرت جابر کی مرفوع حدیث ہے، اس کے
آخر میں ہے والشغار ان ینکح ہذہ جہذہ بغیر صداق بضع ہذہ صداق

ہذہ وبضع ہذہ صداق ہذہ یعنی شہار یہ ہے کہ عورت کا نکاح کرے اس عورت کے عوض میں بغیر مہر کے، بضع اس عورت کا مہر اس کا ہے اور بضع اس کا مہر اس کا ہے۔

اس تفسیر میں ایک اور زیادتی آگئی جس سے ثابت ہوا کہ شہار میں مہر مالی نہیں ہوتا بلکہ بضع کو مہر قرار دیا جاتا ہے اور یہی تفسیر شہار لغت عربیہ و شروح حدیث میں بلا ذکر اختلاف ہے۔ ہدایہ ج ۲ ص ۲۴۵، در النیر ج ۲ ص ۲۴۵، مجمع البحار ج ۲ ص ۱۹۹ میں ہے والنظم من النہایۃ ہونکاح معروف فی الجاہلیۃ کان یقول الرجل للرجل شاعر فی ای زوجنی اختک او بنتک لومن تلئ امرھا حتی ازوجک اختی او بنتی او من الی امرھا ولا ینکون بینہما مہر ویکن بضع کل واحدہ منہما فی مقابلۃ بضع الاخری وکذا فی العینی شرح البخاری ج ۹ ص ۴۰۱ واشتعلت اللہعات ج ۳ ص ۵۸ و ص ۱۱۸۔

لغت فقہ میں بھی یہی ہے، مغرب ج ۱ ص ۲۸۴، دستور العلماء فن اول ص ۲۱۹ میں ہے والنظم من المغرب ہوان یزوج کریمتہ علی ان یزوجہ الاخر کریمتہ ولا مہر الا ہذا، اور ایسا ہی لغت عرب میں ہے، طرح ص ۱۸۸، منتہی الارب ج ۲ ص ۴۶۴، منتخب اللغات ص ۲۴۶ میں ہے والنظم من الصراح نکاح جاہلیۃ و ہوان یقول الرجل لاخر زوجنی بنتک ازوجک اختی ان صداق کل واحدہ منہما بضع الاخری اور فقہاء کے کرام نے بھی یہی فرمایا اور اسی کو محل خلاف امام شافعی قرار دیا، مبسوط ج ۵ ص ۱۰۵، ہدایہ ج ۲ ص ۲۹۶، فتح القدیر ج ۳ ص ۲۲۲، ہدایہ ج ۳ ص ۲۲۲، کفایہ ج ۳ ص ۲۲۲، بدائع الصنائع ج ۲ ص ۲۷۸، بحر الرائق ج ۳ ص ۱۵۶، در المختار ج ۲ ص ۴۵۷، شامی ج ۲ ص ۴۵۷ میں ہے والنظم من المبسوط والشہار ان یقول الرجل للرجل ازوجک اختی علی ان تزوجنی اختک علی ان



یکون مهر کل واحدة منهم ما نکاح الاخری اوقالا ذلك فی ابنتیهما
او امتیهما شعا النکاح بهذه الصفة یجوز عندنا ولكل واحدة منهما
مهر مثلها وعند الشافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ النکاح باطل، اور اگر
یہ صورت نہ رہے مثلاً مہر مالی مقرر کیا جائے یا احد البعین کو دوسرے کا مہر بنایا جائے تو
بحکم مفہوم معتبر فی الکتابان معتبر کے حکم سے بالاتفاق جائز ہوگا وقد نصوا علیہ
ایضاً۔

بمسطوط فتح القدریہ کفایہ، بحر الرائق، منحة الرائق ص ۱۵۶، شامی میں ہے والنظم
من الکفایۃ واجمعوا علی انہ لو قال زوجتک ابنتی علی ان تزوجنی
ابنتک ولم یقل ان یکون بضع کل واحدة منهما صدق الاخری
جاء النکاح ولا یکون شغارا علامہ ابن ترکمانی جوہر النقی میں علامہ محی السنہ نووی جو
امہ شوافع ہیں اس کو برقرار رکھتے ہیں اور وجہ تسمیہ مہر سے خالی ہونا ذکر فرمایا، شرح
صحیح مسلم ج ۴ ص ۴۵ میں ہے قال العلما لا الی ان قال لخلوه عن الصداق
اور ایسے ہی وجہ تسمیہ بنایا، مجمع، فتح، مغایہ، در، شامی، بحر، بمسطوط وغیرہ میں ہے اور پھر
علامہ نووی نے شرح مسلم ج ۴ ص ۴۵ میں فرمایا وصورت الواضحة زوجتک
ببنتی علی ان تزوجنی ببنتک وبضع کل واحدة صدق الاخری فیقول
قبلت اور امام ترمذی جو شافعی المذہب ہیں ان سے بھی یہی تفسیر گزر چکی تو ثابت ہوا کہ
یہ صورت حضرت امام شافعی کے نزدیک بھی شغار نہیں، باقی ترمذی کی وہ عبارت جس سے
مفتی صاحب کو اشتباہ ہوا تو اس سے یہ مراد نہیں کہ ابتدا مہر مالی بنایا جائے کہ یہ صریح متفق
ما سبق اور تمام معتبر کتابت کا خلاف ہے بلکہ وہ تو منسوخ ولا یحل وان جعل لهما
صدقا مقابل یقران علی نکاحهما ویجعل لهما صدقا المثل
میں فرما رہے ہیں جس کا یہ مطلب کہ نکاح بلا مہر مالی ہو جانے کے بعد جائز نہیں ہو سکتا اگرچہ بعد



میں مہر بھی مقرر کیا جائے اور اسی پر راوی ابی داؤد کا جملہ وکانا جعل اصد اقا محمول بوجہ عدم ذکر مختل الوجہیں ہے یا جملہ کا مفعول اول بضع مقدر کیا جائے کہ بضع و مال دو احتمال ہیں کہ راوی کے جملہ پر احتمالات سے جو وثقات کی مخالفت نہ ہو تو میر تقی میر بن حضرات اس معاملہ میں زیادہ شور و غوغا کرتے ہیں مگر ان کے امام مسلم بن قسیم نے بھی بہاری اور حنبلی کی موافقت کی ہے۔ زاد المعاد ج ۵ ص ۵ میں ہے فقال الامام احمد الشغار باطل ان يزوج وليت على ان يزوجه الآخر لیت ولا مهر بينهما على حدیث ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فان سموا مع ذلك مهر اصح العقد بالمسعى عنده پھر ص ۶ میں فرماتے ہیں فاذا سموا مهر امع ذلك زال المحذور ولم يبق الا اشتراط كل واحد على الآخر شرطاً لا يؤثر في فساد العقد فهذا منصوص احمد پھر فرمایا فان سمي لكل ولحدة مهر مثلها صح وبهذا يظهركم حكمة النهي واتفاق الاحاديث في هذا الباب۔

خلاصہ یہ کہ اگر مہر مقرر نہ کریں تو شغار ہے اور اگر کریں شغار نہیں نکاح صحیح ہے اگرچہ ایک دوسرے کو رشتہ دینا شرط کریں کہ صرف یہ شرط نکاح فاسد نہیں کر سکتی اور اس سے حکمت نہی اور احادیث شغار کا اتفاق ظاہر ہو جاتا ہے ای جمل المطلق علی المقید کما قلنا اور اگر فی الواقع شغار ہو تو دونوں کا نکاح امام شافعی کے نزدیک باطل ہوتا ہے ایک کا۔

الحاصل ہندہ کا نکاح نافذ و لازم ہے، ہندہ یا فاضی شیع نہیں کر سکتے اور حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ کے نزدیک بھی شغار نہیں اور نہ ہی حکم شیع و حرمت ہے اور نزاکت

اور اس کا ناجعل اصد اقا کا ترجمہ حمید الزمان غیر مقلد نے ترجمہ ابو داؤد میں کیا ہے اور اسی کو

ہر کہا "۱۲" ابو الخیر النبی غفرلہ



زمانہ وغیرہ کا تقاضا نہیں کہ نیک نیک کے لئے حیلے بہانے کئے جائیں کہ اس میں بجائے اصلاح ایک سخت طوفان برپا کرنا ہے اور میں ناقضات النفل والدین تو ہیں ہی اور بچہ زکوٰۃ زمانے نے ان کی اکثریت کو گستاخ بنا رکھا ہے، اگر مردان کے اشاروں پر چلتے رہیں اور نہایت نرمی و چالوسی سے وہیں تو شاید یہ صنف نازک موافقت رکھے ورنہ کوئی چہارہ کارگردہ ہوگا، ایسے حیلے بہانے تو بن ہی سکتے ہیں، آخر علیم بذات الصدور کے حضور تو ضرور پیش ہونا ہے، عاقل وہ ہے جو دنیا میں ذخائرِ آخر و یہ اور خزانہ ابدیہ پر گہرے نہ یہ کہ وبالِ ابدی اٹھاتے ہوئے خفیہ دنیا کے و نیزہ پر گہرے۔ واللہ تعالیٰ اعلم و علم جل مجدہ اتھرو احکم و صلی اللہ تعالیٰ علی حبیب والہ وصحبہ و بارک وسلم۔

قرۃ الغفران ابو الخیر محمد نور الشانعی غفرلہ

۳۰ جمادی الاخریٰ ۱۳۶۸ھ



(نوٹ) ذیل کے سوال و جواب کے تعاقب میں حضرت فقیہ اعظم علیہ الرحمہ

کا تحریر کردہ فتویٰ ص ۲۰ تا ص ۲۶ پر ملاحظہ کریں۔ (محبت)

۱۵۴۶ یافتاح نشان انگوٹھا سالہ یافتلح یافتاح

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرح متین اس سلسلے میں کہ میں ایک لڑکی کا قلم بالہ حنفیہ بنت نور محمد قوم چچی کنہ چاک گلے خان تحصیل پاکپتن ضلع منٹگری پور میں عمر اس سال کی تھی جب میرا نکاح میرے والد نے کر دیا تب پراد میر سے بٹے والی عطا بیگم بنت قادی بخش عرف قادی تحصیل منٹگری کنہ جو بار یاست بہا و پود میں سبے نکاح کے وقت وہ میر سے بٹے والی جوان تھی اور میں نابالغہ تھی۔ جب بہا سے نکاح ہو گئے تو دوسری طرف والے لوگوں نے عطا بیگم کے دینے سے انکار کر دیا وہ تو پہلے بھی جوان پور تھی بلکہ سخت



جوانی میں تھی، اب وہ تیس سال سے بھی اوپر ہے، وہ شادی نہیں کر دیتے۔ میرے والد نے بہت کوشش کی کہ عطا بیگم ہم کو مل جاوے یعنی ہمارا بھائی جو ہے میرے والد کی اولاد ہے مگر وہ ہرگز نہیں دیتے، میں جب بانٹھ ہوئی ہوں اور مجھ کو علم نکاح کا ہوا تو میں نے شروع بلوغت میں اس نکاح سے انکار کر دیا ہے اور میں بھی اس نکاح سے شروع بلوغت میں سخت منکرہ ہوئی ہوں اور اب عمر میری، اس سال کی ہو گئی ہے، یہی واقعہ پیش ہے، دونوں جانبین سے انکار ہے۔ اب علمائے کرام سے سوال ہے کہ میرے نکاح کے متعلق جواب دیں، کیا میرا انکار مسلم ہے یا نہیں؟

جواب از مطولات مع صفحہ

تین ثقوں سے یہ نکاح فسخ بنے، ایک تو بٹے والا نکاح شروع ہی سے ناجائز ہے، امیر معاویہ نے مروان کو خط لکھا کہ بٹے والا نکاح فسخ کر دیا جائے، البر داؤد ج ۲ ص ۲۴۱، کتب معاویۃ وکان فی امرہ ان یفرق الی مروان بینہما وکان بینہما حد افا، کیونکہ بٹے والا نکاح مشروط ہوتا ہے، یہ دوسری شق فسخ کی ہے، مشکوٰۃ شریف ص ۲۴۱، البر داؤد ج ۲ ص ۲۴۴، صحیح مسلم ص ۵۵۵، یہی نبی کریم علیہ السلام فرماتے ہیں احق الشرط ان تزواج ما استحلتم بہ الفروج یعنی شرائط نکاح کے تم وفاقہ جن کے سبب تم نے خواتین کی شرمگاہیں حلال کی ہیں، نکاح کی شرائط میں یہ ہے کہ اگر تم ہمارے بیٹے کو دو گے تو ہم بھی تمہارے بیٹے کو نکاح دیں گے، درنہ جواب ہے ہدایہ شریف ج ۲ ص ۳۱۴ میں ہے لا یستحق الاستیفاء قبل الا یفاحق لینے کا مالک نہیں، جب اپنی طرف سے حق ادا نہ کرے، یہ بڑا حکم ہے، اگر ایک طرف سے جواب دوسری طرف سے بھی جواب ہے لہذا یہ لڑکی مذکورہ کا خیال بلوغ ثابت ہے جیسا کہ مشکوٰۃ ص ۲۴۱ عن ابن عباس قال ان



جاریۃ بکرات انت النبی صلی اللہ علیہ وسلم فذاکرت ان ابازوجہا
 وہی کارہۃ فخیرها النبی صلی اللہ علیہ وسلم روایت ہے ابن عباس سے
 کہ ایک لڑکی بالغہ حاضر ہوئی دربار نبوی میں اور کہنے لگی کہ میرا نکاح میرے والد نے کر دیا ہے
 اور میں مکروہ جانتی ہوں اس نکاح کو پس نبی علیہ السلام نے اس لڑکی کو اختیار دے دیا اور
 نکاح کو شیح کر دیا، بخاری شریف ج ۲ ص ۷۷۱ میں ہے من زوجہا الاب والجد
 فخیرها النبی صلی اللہ علیہ وسلم، ابن عباس سے ہے کہ حضور علیہ السلام نے
 فرمایا کہ جس لڑکی کا نکاح باپ یا دادا کرے اور یہ لڑکی اس کو مکروہ جانے پس وہ نکاح رک کر دیا
 جائے گا، فتاویٰ نذیریہ میں سید ندیم حسین دہلوی فرماتے ہیں ص ۲۱۶، ۲۱۷ کہ والد خواہ بالغہ
 کا نکاح کر دیوے خواہ بالغہ کا ہر صورت میں لڑکی مختارہ ہے خواہ نکاح رکھے خواہ نہ رکھے
 اور نووی شریح صحیح مسلم جلد اول ص ۵۶۶ میں ہے قال الا و زاعی وابو حنیفۃ والآخر
 من السلف یجوز لجمیع الاولیاء ان ینکخوا الصغیرۃ ولہا الخیار
 اذا بلغت کہل ہے اوزاعی اور ابو حنیفہ نے اور دوسرے اصحاب سلف نے کہ جائز
 ہے تمام ولیوں کو کہ صغیرہ لڑکی کا نکاح کر دیں لیکن وہ بالغہ ہونے کے بعد اختیار رکھتی ہے
 کہ خواہ نکاح رکھے خواہ نہ رکھے، فتاویٰ شامی ج ۲ ص ۳۲۴ لا نقطاع الولاية بعد
 البلوغ بلوغت کے بعد ولی کی ولایت منقطع ہو جاتی ہے، لڑکی مختارہ ہو جاتی ہے فقط
 حاصل کلام کا یہ ہے کہ اگر ایک لڑکی کے وارث لڑکی دینے سے انکار کرتے ہیں تو دوسری
 طرف والے بھی جواب شرعاً دے سکتے ہیں کیونکہ بٹے والا نکاح شرط کے ساتھ وابستہ
 ہے، جب ایک طرف سے مایوسی ہے تو دوسری طرف سے بھی مایوسی ہے، یہ سوال
 کا جواب ہے اور باحوالہ ہے فقط



حورہ علامہ محمد العلوم مولوی عبدالجبار مدرس کتب عربی مفتی تحسین تام
 سند یافتہ دہلی شریف علامہ فاضل باہری بونگوی لینی بونگہ صالح حال دارد
 بونگہ میات تحسین پاکستان شریف ضلع منٹگمری قلم خود

یہ فتویٰ لاجواب ہے باطن کا اللہ اعلم بالصواب ہے۔
مہر و دستخط اردو مفتی اعظم مولوی عبدالجبار
سند یافتہ دہلی شریف

۲۳ ۴۳

محکم محترم جناب حاجی المومنین الشرفین حضرت جناب میاں غلام محمد احمد صاحب عظم مسئلہ باد
زندہ باد نجم سعادت بلوچ باد بادشاہی پائندہ باد

السلام علیکم، عرض ہے کہ فتوے پر سوال کا جواب دیا جاتا ہے اور صحیح جواب باحوالہ دیا جاتا
ہے، کوئی ضد اور مخالفت سے نہیں لکھا جاتا ہے اور کوئی شخص قسم و حلف کھا کر سوال مفتی
صاحب کے پاس کرتا ہے تو مفتی جواب دیتا ہے اور وہ برخلاف ظاہر ہو تو مفتی کا کوئی جرم
نہیں ہے اس سائل پر گناہ ہے۔ اگر کوئی میری تحریر میں جناب کے ارادہ کے خلاف معلوم
ہو تو اصلاح فرمادیں، بندہ جناب کا مولوی ہے لہذا بندہ ہر فتوے میں ضد کتاب میں
نظر کر کے فتوے لکھتا ہے بعدہ اللہ اعلم بالصواب ہے۔ آپ جناب میرا فتویٰ منگا کر نظر فرمادیں
اور اپنی نظر مبارک سے مشرف فرمادیں اور اصلاح کریں میرے بزرگ میاں بشیر احمد صاحب کو
میل سلام و دعا۔ بندہ پیغمبری حاضر ہوا تھا لیکن جناب کی زیارت نہ ہوئی تھی، میاں بشیر احمد صاحب
کے پاس حاضر ہوا تھا فقط۔

آپ کا نابعدار خاکسار عبد الجبار رازو بونگہ حیات بقلم خود

۷۸۶

بخدمت جناب حاجی میاں غلام محمد احمد صاحب عظم پیغمبری بونین کونسل ۱۵۲ء و اہل قبائلہ

جناب عالی

نہایت ادب سے گزارش ہے کہ سائل سہمی محمد رمضان ولد جلالہ پانچھی موضع بلیکے تارو
حاضر خدمت ہے لہذا اس کی حال حقیقت درج کی جاتی ہے :



آپ کے مولوی صاحب مولانا عبد الجبار موضع بونگہ حیات نے مسمیٰ مذکور کے ایک طلاق نامہ کے فیصلہ میں سخت نا اہلیت اور غلط فہمی سے کام لیا ہے جو درج ذیل کیا جاتا ہے۔

سائل مذکور مولوی صاحب کے سامنے نہ حاضر ہوئے اور نہ ایسا سوال پیش کیا گیا، مولوی صاحب نے بغیر سوچے سمجھے اور بغیر تدریس و تدبیر کے ایسا فتویٰ لگایا کہ طلاق ثابت کر دی اور فتویٰ دے دیا کہ طلاق آجائے گی اور لکھ دیا لہذا ہم معذور ہیں کہ مالک کو بیٹھے ہمیں اور طلاق نامہ آگیا، کیا شریعت ایسی خام خط ہے کہ بغیر مالک کے ہی طلاق ثابت ہوگئی؟ لہذا اس امر کا غور فرمادیں، عین نوازش اور غریہ پروری ہوگی لہذا آپ طرفین کو معاصر کر کے اور شاہدین موقع طرفین کو نکاح خواہ کو بلا کر اس امر کا مکمل ثبوت یوں کہ کیا وجہ ہے اس فتویٰ کی اور لڑکی کے والدین کو بلا کر اس امر کا ثبوت یوں، سائل آپ کے بچوں کو ہمیشہ دعائیں دیتا رہے گا۔ لڑکی کے والد کا نام نورا ولد محرم قوم باچھی موضع چک گاٹے خاں کا باشندہ ہے۔

عرضی : رمضان ولد عبد القوم باچھی سکھنہ بلیکے تارو کے ، صادق محمد بقلم خود
نشان انگور مٹا

از دفتر یونین کونسل ۱۵۲ پیڑنی تحصیل پاکپتن ضلع منٹگمری

مستتر صاحب دارالعلوم بصیر لودھی سے اس فتویٰ کے متعلق رائے اور تصدیق حاصل کی جائے۔

غلام محمد احمد مانیکا ۲۹/۴

جناب عالی

حضرت فیض گنجورد قبلہ مولانا مولوی محمد نور اللہ صاحب مستتر دارالعلوم خفیفہ فریادہ بصیر لودھی

فتویٰ نکاح

عنوان :

نہایت ادب سے التماس ہے کہ مسمیٰ رمضان ولد عبد القوم باچھی کی طرف سے



ایک درخواست موصول ہوئی ہے، اس کا فیصلہ چیرمین جناب حاجی میاں غلام محمد احمد خان صاحب مائیکانے کرنا ہے، ان کے حکم سے ہی آپ کے پاس درخواست فتوے نکاح ارسال خدمت کئے جا رہے ہیں، مہربانی فرما کر درخواست اور فتوے کو بغور پڑھیں اور صحیح فیصلہ اور حالات سے ہماری رہنمائی فرمائیں تاکہ فریقین کی حق دسی ہو سکے، جواب ایک ہفتہ کے اندر اندر آنا چاہئے، امید ہے کہ گستاخی کو معاف فرمائیں گے، اس ضمن آپ کی رہنمائی شفقت نہایت ضروری ہے۔ فقط والسلام

آپ کا خادم مسکین: عبد الحمید خاں یونین کونسل ۱۵۰ ایرغنی ڈاک خانہ خاص تحصیل پاکپتن ضلع منٹو مری

الاستفتاء

کیا فراتے ہیں علمائے دین شرع اہل منہج اس مسئلہ میں کہ ایک عورت اپنے ماں باپ کے مگر بیٹی ہے اور خاوند کے ساتھ کسی طرح نارہنگی ہے اور مولوی عبد الجبار ساکن بنگہ حیات فتوے لکھتے ہیں کہ اس کو طلاق ہو چکی، کیا بغیر خاوند کے طلاق ہو سکتی ہے؟ اردو شریعت جلد ۱۲ جلد ۱ حکم فتوے ارسال فرماویں، آمینوا توجروا فقط والسلام

الراقم مسکین سید محمد قاسم علی شاہ عفی اللہ عنہ امام مسجد ایرغنی ۹۹۲



مرسلہ کاغذات کل کی ڈاک سے موصول ہوئے، بغور دیکھنے سے واضح ہوا کہ یہ فتویٰ شرعی فتویٰ نہیں بلکہ محض فتنہ ہے، ہمارے علاقہ میں مروجہ نکاح بیٹہ میں بوقت عقد

یہ بات کوئی فریق بھی نہیں کہتا کہ ایک لڑکی کی شہرگاہ دوسری کی شہرگاہ دیا دوسری کا عوض اور
مہر ہے بلکہ باقاعدہ مہلقات مقرر کر کے حسب دستور شرع حق مہر نامزد کیا جاتا ہے اور
ایسا نکاح بلا شک و شبہ صحیح ہے بلکہ اگر بوقت نکاح حق مہر کا تقریر نہ بھی ہو تب بھی نکاح صحیح
ہے اور مہر مثل دینا پڑتا ہے، شامی ج ۲ ص ۵۴ میں ہے لہٰذا لیکن شغار اہل
نکاحا صحیحاً اتفاقاً وان وجب مہر المثل، بلکہ ہدایہ ج ۲ ص ۳۰
میں ہے العقدان جائزان اور یونہی مذہب مذہب حنفیہ کی بکثرت مستند کتابوں
میں ہے بلکہ قرآن کریم نے مراۃ فرما دیا و احل لکم ما وراہ ذلکم ان تتبخوا
بما موالکم کہ ان محرمات کے علاوہ سب عورتیں تمہارے لئے حلال کر دی گئی ہیں کہ اپنے
مالوں کے ساتھ طلب کرو حالانکہ کسی آیت یا حدیث سے اس نکاح کی ممانعت ہو کر نہیں آئی
تو اس آیت سے روز روشن کی طرح ثابت ہو گیا کہ ایسے نکاح جائز ہیں ہاں حدیث پاک میں
اس نکاح کی ممانعت آئی ہے جس میں حق مہر کا نام نہیں لیا جاتا بلکہ ایک لڑکی کی شہرگاہ کو دوسری
کا عوض بنایا جاتا ہے مگر وہ صورت یہاں نہیں تو ممانعت بھی نہیں۔



مولوی عبدالحی صاحب نے الوداؤد کی حدیث بطور سند ذکر کی ہے مگر
بڑی غلطی کی ہے، حدیث کے لفظ بالکل غلط لکھ دئے ہیں اور یونہی معنی بھی صحیح نہیں
سمجھ، اس حدیث میں جو کانا جعلاً صدقاً ہے وہ راوی کے لفظ ہیں اور حدیث
مرفوع کے لفظ نہیں، پھر راوی یہ بھی بیان نہیں کرتا کہ صحابی کو اس کی اطلاع ہوئی یا
نہیں اور نہ ہی یہ واضح کیا کہ کس چیز کو صدق بنایا اور کب بنایا تو اس کا کوئی متعین معنی
ہی نہیں جس سے استدلال کیا جائے بلکہ مولوی صاحب کے مسلم مذہب حنفی دہلوی
کے ہم مذہب مولوی وحید الزمان نے تو ترجمہ الوداؤد میں اس استدلال کو بالکل ہی
اڑا دیا کہ اس کا ترجمہ کیا "اور اسی کو مہر سمجھا" تو یہ وہی صورت ممنوعہ بنی جو ہمارے
مسند سے غیر متعلق ہے، پھر مولوی صاحب نے مشکوٰۃ شریف وغیرہ سے شرائط نکاح کے

متعلق حدیث ذکر کی مالانکمان شرائط سے مراد وہ شرائط ہیں جو نکاح کے موافق ہوں
کما صرح بہ العینی والنووی وغیرہما من الشراح ویدل علی
نفس الحدیث وذا ظاہر جدا۔

تو واضح ہوا کہ اس شرط کا یہ حکم نہیں کیونکہ یہ مخالف نکاح ہے، اس میں تو ہے
"ورنہ جواب ہے" بلکہ قاعدہ یہ ہے کہ ایسی شرطیں خود باطل ہو جاتی ہیں اور نکاح کو
باطل نہیں کر سکتیں صحیح بخاری شریف ج ۱ ص ۳۷، صحیح مسلم ج ۱ ص ۴۹۲ وغیرہ میں حدیث
مرفوعہ میں ہے ما کان من بشرط لیس فی کتاب اللہ فہو باطل و
ان کان مائتہ شرط (ترجمہ) جو شرط بھی ایسی ہو کہ کتاب اللہ میں نہ ہو تو وہ باطل ہے
اگرچہ سو شرط ہو، تو واضح ہوا کہ مولوی صاحب کا یہ استدلال بھی غلط و ریونی عبارت
ہدایہ ج ۲ ص ۳۱۲ سے بھی استدلال صحیح نہیں، وہ عبارت تو حق مہر کے متعلق ہے
کہ جب تک پورا ادا نہ کرے عورت کو اپنے گھر کا پابند نہیں بنا سکتا، ہدایہ کی پوری عبارت
یہ ہے و لیس للزوج ان یمنعہا من السفر والخروج من منزلہ و زیارۃ
اہلہا حتی یوفیہا المہر کلہ امی المعجل لان حق الحبس لا یتیفاء
المستحق و لیس لہ حق الاستیفاء قبل الایفاء اور نکاح بڑے کے ساتھ
اس عبارت کا کوئی تعلق نہیں بلکہ ہدایہ ص ۲۹۳ وغیرہ میں ہے ان النکاح لا یبطل
بالشرط الفاسدۃ کہ نکاح بشرط فاسدہ سے فاسد نہیں ہوتا۔

پھر مولوی صاحب کا یہ کہنا کہ خیاء بلوغ ثابت ہے اور حدیث مشکوٰۃ شریف
سے استدلال کرنا بھی غلط و غلط ہے کہ حدیث مشکوٰۃ میں تو اس لڑکی کے خیاء کا ذکر
ہے جو بوقت نکاح بالغہ تھی اور اس نکاح کو پسند نہیں کرتی تھی جیسا کہ خود مولوی صاحب
بھی ترجمہ میں اقرار کرتے ہیں کہ ایک لڑکی بالغہ حاضر ہوئی حالانکہ مکہ زیر بحث میں لڑکی
بوقت نکاح بالغہ نہیں تھی اور بعد میں بالغہ ہوئی تو یہ کیا دلیل بنی اور ترجمہ حدیث مشکوٰۃ میں



یہ لکھا "اور نکاح کو فسخ کر دیا" بالکل غلط ہے ایسا کوئی لفظ نہیں جس کا یہ ترجمہ ہو اور
یونہی بخاری شریف ج ۲ ص ۷۱ کی حدیث سے بھی استدلال غلط ہے، بخاری کے صفحہ
مذکورہ میں یہ لفظ قطعا نہیں ہے اور نہ ہی اس میں حضرت ابن عباس کی کوئی ایسی حدیث
ہے۔ ہاں حضرت خنساء کی حدیث ہے اور وہ بھی بیوہ بالغہ کے متعلق ہے تو اس سے
بھی استدلال نہیں ہو سکتا اور ترجمہ میں "پس وہ رد کیا جاوے گا" لکھنا بھی غلط ہے
مولوی صاحب کی اپنی بنائی ہوئی عبارت میں بھی کوئی عربی جملہ ایسا نہیں جس کا یہ ترجمہ ہو سکے
محض اپنی بات بنانے کے لئے یہ ٹھوکریں کھائیں۔

پھر قائلے نذیریہ سے استدلال بھی غلط ہے کہ نذیریہ میں صاحب غیر مقلد
نصف ان کا فتوے ہم مقلدین حضرت امام غلام علیہ الرحمۃ کے لئے دلیل نہیں بن سکتا پھر
مشریح صحیح مسلم سے نووی علیہ الرحمۃ کی عبارت جو نقل کی ہے اس میں بھی غلطی کی ہے
ان میں کھوا الصغیرۃ اپنی طرف سے بڑھا دیا ہے اور "بصح" چھوڑ دیا اور یہ
عبارت بھی دوسرے تمام ولیوں کے لئے ہے کہ باپ کا حکم اس عبارت سے اوپر ہے
جس میں تصریح ہے کہ لڑکی کو جو ان ہونے پر فسخ کا کوئی اختیار نہیں فرماتے اجمع
المسلمون علی جواز تزویج بنت البکر الصغیرۃ لہذا الحدیث
واذا ہی بلغت فلا خيار لہا فی فسخہا عند مالک والشافعی وسائر
فقہاء الحجاز اور نووی علیہ الرحمۃ میں بھی شافعی المذنب، تعجب ہے مولوی صاحب
غیر مقلدوں کا فتوے ذکر کرتے ہیں اور کبھی شافعی المذہب کی نقل، بعد ازاں شافعی سے
انقطاع دلالت کی عبارت نقل کی حالانکہ یہ عبارت در المختار کی ہے اور اس کا تعلق بھی خیار
بلوغ سے نہیں بلکہ یہ تو اس کی دلیل ہے کہ کنواری بالغہ کو نکاح پر مجبور نہیں کیا جا سکتا کہ
بلوغ کے سبب دلالت اولیا منقطع ہو گئی، پوری عبارت یہ ہے در المختار ج ۲ ص ۴۱۰ میں
ہے ولا تجبر البالغۃ البکر علی النکاح لانقطاع الولایۃ بالبلوغ



بہر حال یہ عبارت نابالغہ کے نکاح سے متعلق ہی نہیں مسئلہ زیر بحث کی دلیل کیسے بنی؟
مولوی صاحب نے اس عبارت میں 'بعد' کا لفظ بڑھا دیا ہے۔

الحاصل مولوی صاحب کی پیش کردہ کوئی عبارت بھی اس نکاح کا نسخہ ہرگز نہ ثابت
نہیں کر سکتی اور شرعاً وہ نکاح ثابت و قائم و لازم ہے اور لڑکی کے لئے خیال بدلوغ بھی نہیں
شامی ج ۲ ص ۴۱۶ میں ہے (قولہ لزوم النکاح) ای بلا توقف علی احیازہ
احد و بلا ثبوت خیاری فی تزویج الاب و الجدة، ہدایہ ج ۲ ص ۲۹۰ میں ہے
فان نوجہما الاب و الجد یعنی الصغیر و الصغیرۃ فلا خیار لہما
بعد بلوغہما اور یونہی سب مسند کتب فقہیہ میں مصرح ہے۔

مخدومی سید محمد قاسم علی شاہ صاحب سوال کرتے ہیں کہ بغیر خاوند کے طلاق ہو سکتی
ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت رب العالمین جل مجدہ نے قرآن کریم میں فرمایا الذی
بسیدہ عقدہ النکاح (ترجمہ) وہ شخص جو اس کے ہاتھ میں نکاح کی گرہ ہے۔ اس سے
مرا د مجہول مفسرین اور حضرت امام عظیم علیہ الرحمۃ اور حضرت مولا علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے نزدیک
خاوند ہی ہے اور یہی حدیث مرفوع حسن الاسناد ہیعی وغیرہ سے ثابت ہے نوجب نکاح
کی گرہ خاوند کے ہاتھ میں ہے تو کسی مولوی صاحب کو اختیار نہیں پہنچتا کہ اپنی طرف سے
طلاق دے سکے، ہاں بعض خاص خاص صورتوں میں حاکم شرع کے لئے مخصوص شرائط
کے ساتھ تفریق بین الزوجین کا حق حاصل ہے جن میں یہ صورت سوال داخل نہیں ہاں
یہ چیز بھی قابل غور ہے کہ مولوی صاحب اپنی اس جھپٹی میں جو الحاح میاں غلام محمد صاحب
صاحب کے نام لکھتے ہیں اس میں میاں صاحب سے درخواست کرتے ہیں کہ "اگر کوئی
میری تحریر میں جناب کے ارادہ کے خلاف معلوم ہو تو اصلاح فرمادیں، بندہ جناب کا مولوی
ہے" اور پھر دوبارہ لکھا کہ اصلاح کر دیں، تعجب ہے کہ سو کتاب سے فتویٰ دیتے
ہیں مگر ساتھ ہی میاں صاحب کو اختیار دیتے ہیں کہ اگر ان کے ارادہ کے خلاف معلوم ہو



تو اصلاح فرمائیں، اس سے اپنے قبول کی حقیقت بے نقاب کر دی مگر بغضہ و کرمہ
تعالیٰ میاں صاحب حقیقت شناسی اور خدا ترسی سے کام لیتے ہوئے اصلاح کی اس
پیشکش کو قبول نہیں کرتے اور یہ شرعی معاملہ علماء شرع کے ہی سپرد کرتے ہیں۔ دعا ہے
حضرت رب العالمین جل مجدہ الکریم ان کے حسن تدبیر میں اور اضافہ فرمائے۔
واللہ تعالیٰ اعلم وصلى الله تعالى على حبيب الانور والہ
واصحابہ وبارک وسلم۔

مقرہ الفقیر البراۃ محمد نور اللہ النعمی غفرلہ

۱۵ ربیع الثانی ۱۳۸۲ھ ۱۶/۹

الاستفتاء

بخدمت شریف مولانا محمد نور اللہ صاحب

السلام علیکم : بعد از سلام سنون کے واضح ہو کہ اس ناچیز کے نام رسالہ سوادِ اعظم
جمادی ہے اس لئے ایڈیٹر رسالہ ہذا سے ایک سوال کیا تھا کہ اس کا جواب سوادِ اعظم
میں شائع کر دیں لیکن انہوں نے بذریعہ کارڈ اذہن شاد فرمایا ہے کہ ہمارے پاس مفتی
کتا میں نہیں، آپ لوگ محمد نور اللہ بصیر لوبہ می سے رجوع کریں جبکہ وہاں سے
آپ کے سوال کا جواب ملے تو اسے ہمارے ہاں تحریر کر کے روانہ کریں، ہم فوراً رسالہ
سوادِ اعظم میں شائع کر دیں گے، اس طرح اوروں کو بھی فائدہ ہوگا لہذا دست بستہ
عرض ہے کہ حسب ذیل سوال کا جواب عطا فرمادیں، نوازش ہوگی،

ناچیز عبدالرشید خاں کارخانہ بی سی جی منڈی بوریا ضلع ملتان
سوال یہ ہے : یہاں پر ہم لوگ عام طور پر اپنی لڑکی کی شادی بٹے سے کرتے



ہیں اور میری باقاعدہ شرع محمدی مقرر کیا جاتا ہے لیکن ایک شخص کہتا ہے کہ اس طرح اولاد بلا کر ناجائز ہے لہذا عرض ہے کہ شخص مذکور کچھ کہتا ہے یا ادلے بدلے کا رواج ٹھیک سے جواب باصواب مرحمت فرما کر مشکور فرمائیں، نوازش ہوگی، فقط

عبدالرشید خاں منڈی پور سے والا اندرون کا رخا نہ بی بی، جی منڈی پور سے والہ

صلح ملتان شریف

بس جواب اس پتہ پر مرحمت فرمائیں۔



فریقین کا باہمی یوں نکاح کرنا کہ نکاح کرنے سے پہلے فریقین اپنی دہکیوں دہکیوں کی نسبت تبادلاً تجویز کر لیتے ہیں بعد ازاں مجلس نکاح میں ایجاب و قبول کرتے وقت باہمی تبادلے کا ذکر نہیں کیا جاتا بلکہ ہر ایک دہکی کا نکاح باقاعدہ مہر، حسبے تور نقدی مال مقرر کر کے کیا جاتا ہے تو ایسے نکاح شرعاً جائز ہیں جن کے جواز میں کسی شک و شبہ کی قطعاً گنجائش نہیں، قرآن کریم کا ارشاد ہے فَاَنْكِحُوا مَا طَابَ لَكُمْ مِنَ النِّسَاءِ (ترجمہ) پس نکاح کرو ان عورتوں کا جو پسندائیں تمہیں، اور چونکہ ایسے رشتے بھی پسند کر کے کئے جاتے ہیں لہذا اس آیت پاک سے روز روشن کی طرح جائز ہوئے، نیز قرآن کریم فرماتا ہے وَاَحِلُّ لَكُمْ مَا وَّرَا ذٰلِكُمْ اِنْ تَبْتَغُوا بِمَا وَاَحِلُّ لَكُمْ (ترجمہ) اور حلال کی گئی ہیں واسطے تمہارے ماسوا ان عورتوں کے (جن کا حرام ہونا پہلے بیان کیا گیا ہے) ماں، بہن وغیرہ) یہ کہ طلب کرو تم اپنے مالوں کے بدلے؛ تو اس آیت سے اس دشمن کی طرح واضح ہوتا ہے کہ ایسے نکاح جائز ہیں اور کسی آیت یا





حدیث میں قطعاً مانعت نہیں آئی ترجمہ شخص ناجائز بتاتا ہے وہ بالکل غلط کہتا ہے اسے
دھوکا لگا ہے کہ نکاح شغار میں حق مہر مالی مقرر نہیں کیا جاتا بلکہ ایک لڑکی کا بضع دوسری
لڑکی کا مہر ہوتا ہے جو مال نہیں بلکہ لڑکی کے جسم کا ٹکڑا ہوتا ہے لہذا اس سے مانعت آئی
ہے کہ یہ فرمان قرآن کریم ان تبتغوا بما موالکم کے خلاف ہے چنانچہ آیت مندرجہ بالا
کے لفظی ترجمہ سے ہی واضح ہے اور نکاح شغار کی تفسیر کہ اس میں مہر مقرر نہیں کیا جاتا اور نہ
بضع دوسری کا عوض بنایا جاتا ہے، صحیح بخاری ج ۲ ص ۱۰۲۹، صحیح مسلم ج ۳ ص ۴۵۴، سنن
ابوداؤد ج ۱ ص ۲۸۳، سنن نسائی ج ۲ ص ۸۵، ابن ماجہ ص ۱۸۷، سنن بیہقی ج ۱ ص ۱۹۹،
سنن ترمذی ج ۱ ص ۱۴۵ میں بالفاظ متقاربہ ہے والنظم لہا والشخارات
یزوج الرجل ابنت علی ان یزوج الاخر ابنت او اخت ولا ھذا
بذلھما اور فتح الباری ج ۹ ص ۱۳۳، سنن بیہقی ج ۲ ص ۲۰۰ وغیرہا کی احادیث مرفوعہ کے
آخر میں ہے والشخاران ینکھ ھذہ بہ ھذہ بغیر صداق بضم ھذہ
صداق ھذہ وبضم ھذہ صداق ھذہ اور یہی تفسیر کتب تفسیر اور لغات حدیث
اور شروح حدیث اور لغات فقہ اور لغات عرب اور کتب فقہیہ میں ہے تفسیر احکام القرآن
رازی ج ۲ ص ۱۷۳، نہایہ ج ۲ ص ۲۴۵، درالنیز ج ۲ ص ۲۴۵، مجمع البحار ج ۲ ص ۱۹۹،
عینی شرح بخاری ج ۹ ص ۴۰۱، شرح مسلم للنووی ج ۱ ص ۴۵۵، اشعۃ اللمعات ج ۳ ص ۵،
ص ۱۱۸، مغرب ج ۱ ص ۲۸۴، دستور العلماء ج ۲ ص ۲۱۹، صراح ص ۱۸۸، منتقی الارب
ج ۲ ص ۴۶، مبسوط ج ۵ ص ۱۰۵، ہدایہ ج ۲ ص ۲۹۶، فتح القدیر ج ۳ ص ۲۲۲،
عنایہ ج ۳ ص ۲۲۲، کفایہ ج ۳ ص ۲۲۲، بدائع صنائع ج ۲ ص ۲۷۸، بحر الرائق ج ۳
ص ۱۵۶، درالمختار ج ۲ ص ۴۵۷، شامی ج ۲ ص ۴۵۷۔

ان سب کتابوں میں وہی تفسیر ہے کہ شغار میں مہر نہیں ہوتا بلکہ ہر ایک لڑکی

کا نکاح یا البضع ہی دوسری کا مہر مقرر کیا جاتا ہے تو ثابت ہوا کہ ایسے نکاح جن کا ساکل
نے سوال کیا ہے، بالاتفاق جائز ہیں اور شغار نہیں اور اس کی تفسیر بطور فتح القدیر
کفایہ، بحر الرائق، شامی کے صفحات مذکورہ اور منہج الخالق ج ۳ ص ۱۵۶ میں ہے
والنظم من الکفایۃ واجمعوا علی انه لو قال زوجتک ابنتی علی
ان تزوجنی ابنتک ولم یقل ان یکون بضع کل واحدۃ منہما صدقا
للاخری جاز النکاح ولا یکون شغارا زاد المعاد ج ۵ ص ۵ میں ہے فان
سموا مع ذلك مہرا صح العقد بالمسفی عنده (الامام احمد) پھر میں
میں فرمایا فہذا منصوص احمد۔

ان عبارات میں تفسیر صح ہے کہ اگر چاہیاجاب وقبول میں تبادلے کا ذکر کیا جائے
مگر جبکہ بطریقوں کو ایک دوسری کا مہر نہ بنایا جائے تو نکاح جائز ہے اور ایسا نکاح نکاح
شغار نہیں جس سے مانعت آئی ہے اور یہی قرآن کریم سے ثابت ہو چکا تو ماہ نیم ماہ
اور مہر نیم روز سے بھی زیادہ واضح ہوا کہ یہ زوجہ نکاح جن میں بوقت ایجاب وقبول تبادلے
کا ذکر بھی نہیں کیا جاتا اور باقاعدہ مالی مہر مقرر کیا جاتا ہے، بطریق اولی بلاشبہ جائز ہیں
واللہ تعالیٰ اعلم وصلى اللہ تعالیٰ علی حبیب و آلہ وصحبہ و
بارک وسلم۔

• حضرت الفقیر الابرار محمد زور الشامی رحمہ اللہ

۱۷ ذی القعدہ ۱۳۸۲ھ ۱۲/۴



محرمات

سگھ۔ لڑکی _____ لڑکا۔
بھوی _____ لڑکی۔

باب المَحَرَّات

الاستفتاء

علمائے دین و شرع متین اس باب میں کیا فرماتے ہیں کہ مثلاً میں نے اپنی لڑکی جس کی والدہ فوت ہو چکی ہے، اس لڑکی کی شادی کسی آدمی سے کر دی، اس آدمی نے جو کہ میرا داماد ہوا، اپنی ہمیشہ کی شادی کر کے مجھے دیدی، عوض بعوض ہو گیا، اب میری لڑکی سے لڑکا پیدا ہوا اور میری عورت سے لڑکی پیدا ہوئی جو لڑکے کی بھوپھی زاد ہمیشہ ہوئی، میری لڑکی کا اس لڑکے کا باپ یعنی میرا داماد اور سالابھی لگا، یہ میری لڑکی کا ماں ہوا تو یہ دونوں بچی بچہ ماں زاد ہوئے، میں اس لڑکے کا اپنی لڑکی کی طرف سے نانا ہوا اور میری بیوی اس لڑکے کی بھوپھی ہوئی بایں وجہ میں اس لڑکے کا بھوپھڑ ہوا اور میری عورت کی طرف سے میرا بھی بھتیجہ لگا کیونکہ میری بیوی کا بھتیجہ لگا حقیقی تو علمائے کرام کیا فرماتے ہیں کہ یہ لڑکی اس لڑکے کے نکاح میں آسکتی ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

سائل: نور محمد قادری امام مسجد موضع سعد اللہ پور تحصیل پاکپتن ضلع ننکانہ





بلا شک و شبہ و ریب وہ لڑکی اس لڑکے کے نکاح میں نہیں آسکتی کہ اس کی خاندان ہے، قرآن کریم نے صاف صاف فرمایا و خلعتکم کہ تمہاری خالات یعنی ماسیاں تمہارے اوپر حرام کر دی گئی ہیں، باقی وہ سارے ایہ پھر کہ ماماں نادہوئے اور تمہارا چچو پیڑ چچا بننا یہ سب بناوٹ اور جابلانہ خیالات و اہسیہ ہیں کہ تمہارا داماد جو تمہاری بیوی کا بھائی ہے وہ تمہارا بھائی بن گیا ہے تو تمہاری لڑکی کا نکاح چچا کے ساتھ کیسے ہوا؟ دوسرے معنی میں تمہاری لڑکی جو تمہارا بھائی کے نکاح میں آکر تمہاری بھادجہ بن گئی اگر طلاق مل جائے یا بیوہ ہو جائے تو تم نکاح کر سکتے ہو، ہرگز ہرگز نہیں، ایسے جوڑ توڑ کا شرعاً کوئی اعتبار نہیں اور وہ لڑکی اس لڑکے کے نکاح میں قطعاً نہیں آسکتی قرآن کریم اور حدیث پاک اور فقہ جعفری اور اجماع امت سے حرام ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم و صلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ و آلہ و اصحابہ و بارک و سلم۔



حزب الفقیر الیہ الخیر محمد زکریا عثمانی مغفلاً

۲۱ سوال المکرم ۸۷، ۷۷ بڑے جہزات

الاستفتاء

زید کے نکاح میں ہندوئی اور ان دونوں میں تعلقات زن و شوہری وابستہ



رہے اور اب اس نے ہند مذکورہ کو طلاق دے کر اس کی لڑکی کو اپنے نکاح میں لے لیا ہے، آیا یہ نکاح شرعاً جائز ہے؟



یہ نکاح جائز نہیں کہ ہند مذکورہ کی لڑکی اس پر (زید مذکور پر) حرام ہے چنانچہ منصوص قرآن شریف اور احادیث نبویہ علیہ الصلوٰۃ والسلام و جمیع کتب مذہب اور اسفار فقہ میں صراحت مذکور و مزیور ہے، ہدایہ میں منصوص ولا بنت امرأت التي دخل بها الثبوت قيد الدخول بالنص سواء كانت في حجره او في غير حجره لان ذكر الحجر خرج مخرج العادة لا مخرج الشرط الخ لهذا لا يغير وری اور سخت ضروری کہ اس لڑکی کو چھوڑ دے۔ واللہ تعالیٰ اعلم وصلى الله تعالى على حبيبنا و آله وصحبه وبارك وسلم

عزہ الفقیر الی الخیر محمد نور اللہ انیسوی غفرلہ

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اندری صورت کہ بکھ نے زینب صغیرہ سے نکاح کیا اور زینب صغیرہ سن میں فوت ہو گئی، دخول وغیرہ کچھ نہیں

ہوا تو کیا زینب منوفیہ کی والدہ سے بکرمہ کو نکاح کر سکتا ہے؟ بر تقدیر عدم جواز نکاح
اور گواہ اور نکاح خواں کا کیا حکم ہے؟ بینوا تو جروا۔
السائل: مولوی غلام حسین ازبک ۱۹۱۶ء تنکو کاٹیل وکارہ ضلع منٹگری



قطعا یقیناً بکرمہ زینب کی والدہ سے نکاح نہیں کر سکتا، قرآن کریم میں محرمات
کے بیان میں ارشاد ہوا: **وَأَمْهَاتُ النَّسَاءِ** یعنی تمہاری بیویوں کی مائیں تم پر حرام
کی گئی ہیں، یہ ارشاد مطلق ہے اور مطلق اپنے اطلاق پر ہی رہتا ہے، اس پر اگر راجعہ
کا اطلاق ہے سنن بیہقی ج ۷، ص ۱۶۰ میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے
مروی کہ سرکارِ بدو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: **إِذَا نَكَحَ الرَّجُلُ الْمَرْأَةَ**
شَحَطَ طَلْفُهَا قَبْلَ أَنْ يَدْخُلَ بِهَا فَلَهُ أَنْ يَتَزَوَّجَ ابْنَتَهَا ویس لسان
یتزوج امہا، اور ایک روایت میں ہے: **إِذَا نَكَحَ الرَّجُلُ الْمَرْأَةَ فَدَخَلَ بِهَا**
أَوَّلَ يَدْخُلُ بِهَا فَلَا يَحِلُّ لَهُ نِكَاحُ امِّهَا الحدیث یعنی جو مرد کسی عورت سے نکاح
کرے، اس کے ساتھ دخول کرے یا نہ کرے، اس کی ماں کسی حال میں اس پر حلال
نہیں رہتی۔ مبسوط ج ۲ ص ۱۹۹، فتح القدیر، ہدایہ ج ۳ ص ۱۱۸، در المختار شامی ج ۲
ص ۴۳، فتاویٰ قاضیخان ج ۱ ص ۱۶۵، فتاویٰ عالمگیری ج ۲ ص ۴، بحر الرائق ج ۳
ص ۹۳ والنظم من المبسوط من تزوج امرأة حرمت علیہا
ثبت بقولہ تعالیٰ **وَأَمْهَاتُ النَّسَاءِ** کم وهذه الحرمة تثبت بنظر العقد
بحر الرائق ج ۳ ص ۹۳ وغیرہا میں ہے والنظم من البحر وهو مجمع علیہ



تو اس شمس کی طرح واضح ہوا کہ بچہ مذکور زینب مذکورہ کی والدہ سے کسی صورت میں نکاح نہیں کر سکتا اور اگر نکاح کریں تو اس پر لازم ہے کہ عورت منکوحہ کو چھوڑ دے اور اگر وہ نہ چھوڑے تو عورت پر لازم ہے کہ وہ چھوڑ دے ورنہ عداوت ہو جائے اور اگر وہ انکار کریں تو اہل اثر پر لازم ہے کہ ان دونوں کے درمیان تفریق کر دیں اور نکاح اور منکوحہ نکاح خواں گواہ سب پر لازم ہے کہ صدق دل سے سچی توبہ کریں ورنہ اہل اسلام پر لازم کہ ان سب سے قاطعت کر دیں، کھانا پینا بیٹھنا اٹھنا سلام کلام سب سے محروم کر دیں اور مجبورہ کریں کہ توبہ کی طرف رجوع کریں کہ محبوب خدا مالک دوسرا احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کافر مان عظیم الشان ہے کہ من زامی منکم منکرا فلیغیرہ بیدہ فان لم یستطع فیلسانہ فان لم یستطع فبقلبہ وذلك اضعف الایمان درواہ مسلم یعنی جو کوئی تم میں سے دیکھے برے کام کو تو بدلا دے اس کو اپنے ہاتھ سے اگر یہ طاقت نہیں تو زبان سے اور اگر یہ بھی مقدور نہیں تو دل سے اور یہ سب سے کمزور درجہ ایمان کا ہے واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ احکم وصلی اللہ تعالیٰ علی سیدنا و مولانا محمد و آلہ و صحبہ و بارک و سلم۔

عزہ الفقیر الی الخیر محمد نور اللہ العینی رحمہ اللہ

۸ ربیع الثانی ۱۲۶۵ھ

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین بیچ اس مسئلہ کے کہ مستقیم کی شادی آج سے نکاح

پانچ برس پہلے مسماۃ شہیداں بی بی عمر دس بارہ سال سے کیا گیا تھا مگر شہیداں بی بی کی رخصتی نہیں ہوئی تھی مگر اس سال عرصہ چھ ماہ کا ہوا ہے کہ شہیداں بی بی فوت ہو گئی ہے مسماۃ شہیداں بی بی مستقیم کی چچا زاد بہن تھی اس لحاظ سے شہیداں بی بی کی والدہ مستقیم مذکور کی سگی چچی اور دوسرے معنوں میں اس کی ساس (خوش دامن) بن گئی مگر آج شہیداں کے فوت ہو جانے کے بعد دو عیار آدمیوں نے شہیداں بی بی کی والدہ سے مستقیم کا نکاح کر دیا ہے، میں یہ عرض کرتا ہوں کہ کیا یہ نکاح شرعاً درست ہے؟ اگر درست نہیں ہے تو ان نکاح پڑھنے اور پڑھانے والوں کو شرعاً کیا تعزیر لگانی چاہئے؟ جواب سے مطلع فرمایا جاوے عین نوازش ہوگی۔

مستفتی: سید علی بقلم خود ساکن چک ۵/۱۲۔ پی تحصیل پاکپتن شریف
مورخہ ۹/۲۳، ۲۳ محرم الحرام ۱۴۰۸ھ



اگر صورت سوال صحیح ہے تو مستقیم کا نکاح شہیداں بی بی کی والدہ کے ساتھ نہیں ہو سکتا اگرچہ مستقیم اور شہیداں بی بی کی قربت بھی نہ واقع ہوئی ہو کہ ساس ہر حال میں ہمیشہ ہمیشہ کے لئے حرام بن جاتی ہے، قرآن کریم میں ہے وامہات نساء کہ ہدایہ شریف میں ہے ولا یام امرأت التوہ دخل بابتہا او لم یدخل لقولہ تعالیٰ وامہات نساء کم من غیر قید الدخول۔ اور ایسے تمام معتبر کتاب فقہ تفسیر میں ہے اور یہی ہر چار امامان دین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا مذہب ہے تو وہ نکاح شرعاً

درست نہیں ہے، اہل اسلام پر حسب استطاعت فرض ہے کہ مستقیم اور اس کی عورت کو بالکل الگ الگ کر دیں، نکاح پڑھنا اور پڑھانے والوں پر شرعاً لازم کہ سچے دل سے توبہ کریں اور آئندہ ایسے کام سے بچیں، باقی رہی تعزیر تو وہ حاکم اسلام کا کام ہے، واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ جل مجدہ اتعوا حکم و صلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ والہ واصحابہ وبارک وسلم۔

مفت محمد رفیع گنج شریف مولوی نور الدین عظیمی مدظلہ العالی

۲۳ محرم الحرام ۱۴۰۸ھ

الاستفتاء

بعض فقیہ گنج رجاء مولوی نور الدین صاحب

السلام علیکم کے بعد بعینہ حاضر خدمت پہلے بھی دو دفعہ ہوا ہے اور درحقیقت تو بالکل درست تھی مگر جناب کو کسی وجہ سے شبہ پڑا اس لئے میں تصدیق کرتا ہوں کہ جو کچھ تحریر کیا گیا ہے، درست ہے، مثنیٰ ایمنہ کے نکاح کی بابت جائز ہے یا کہ نہیں؟

مثنیٰ بیوی چوپڑا کی لڑکی ستار کی لڑکی سیدیاں کا لڑکا حنیف ہے۔

ملک دارا { مثنیٰ بیوی روشن کی لڑکی ایمنہ سوتیلی نانی ہے، اس کے ساتھ نکاح جائز ہے یا کہ نہیں؟

مثنیٰ بیوی مثنیٰ حنیف کی چچی بجا ورتو سوتیلی نانی ہے اس کے ساتھ نکاح جائز ہے یا کہ نہیں؟



مورخہ ۵۳/۴/۳۶ کو تصدیق کیا۔

۱۔ ملا ولد صادق قوم رہاں ساکن چک ۱۹ تحصیل اوکاڑہ (نشان انگوٹھا)

۲۔ نورنگ لہراجی سن چک ۱۹/۱۹ تحصیل اوکاڑہ (دستخط)

۳۔ ملک جلال خاں نمبر دار چک ۱۹/۱۹ تحصیل اوکاڑہ

نوٹ: مسماۃ سنان و مسماۃ امینہ دونوں مشہور ملک اراکی حقیقی لڑکیاں ہیں۔

حاجی محمد حنیف تعلیم خود ۳۶/۴



مسماۃ امینہ مسماۃ سیدان والدہ حنیف کی خالہ ہے کہ مسماۃ سنان والدہ مسماۃ سیدان کی
مسماۃ امینہ کی بہن ہے کہ مشہور داراکی لڑکیاں ہیں بنا علیہ حنیف و امینہ کا نکاح جائز نہیں فتاویٰ
عالمگیری ج ۲ ص ۴۴ میں ہے و خالات البارہ و امہاتہ یعنی باپوں اور ماؤں کی خالائیں حرام
ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم و صلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ و آلہ و اصحابہ
وسلم۔

حزب الفقیر الی الخیر محمد نور اللہ انعمی غفرلہ

مستقر دارالعلوم حنفیہ فریدیہ بصیر پور ضلع ننکانہ۔

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اندر اس مسئلہ کہ مستی واجب علی قوم راجحوت
گوت چوہان کی بیوی گوت جاٹو سے تھی، اس سے ایک لڑکی پیدا ہوئی، اس لڑکی سے
ایک لڑکا پیدا ہوا جو کہ واجب علی کا حقیقی نواسہ ہوا، واجب علی کی مذکورہ منکوحہ فوت ہو گئی تو واجب علی
نے دوسری عورت گوت پنوار سے شادی کر لی، واجب علی سے دوسری بیوی کو ایک
لڑکی پیدا ہوئی، واجب علی کے نواسہ اور دوسری لڑکی کا نکاح بمرہ سال کو دیا
گیا، مرصہ ۱۲ سال گزر جانے کے بعد اعتراض ہوا کہ یہ نکاح شرعاً جائز اور درست نہیں
آیا یہ واقعی درست اور صحیح نہیں ہیں؟ اما جودین من رب العالمین۔
السائل: واجب علی دفع دار موضع راندہ و من چاہہ ملکہ فی الانحصیل و ضلع ملتان۔



یہ نکاح ہرگز ہرگز درست نہیں اور نہ ہی صحیح ہے بلکہ ناجائز و حرام ہے قرآن کریم
میں ارشاد ہوا احرمت علیکم امہاتکم و بناتکم و اخواتکم و عماتکم و خالاتکم
فتاویٰ مالکیہ ج ۲ ص ۴۴ میں ہے اما الخالات فخالۃ لاب و ام و خالۃ
لاب و خالۃ لام تو جس طرح باپ کی دوسری بیوی سے لڑکی حرام ہے کہ بہن ہے اور
داد کی دوسری بیوی سے لڑکی حرام ہے کہ پھوپھی ہے پونی نانے کی دوسری بیوی سے لڑکی

حرام ہے کہ خالد ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم وصلى الله تعالى على حبيب الاعظم
والد واصحابه وبارک وسلم۔

عزہ العقیلہ ابو الخیر محمد نور الشامی عفرلہ

خادم دارالعلوم خفیفہ فریدیہ بصیر پورہ

۲۰ جمادی الاخریٰ ۱۳۸۶ھ ۶/۱۰/۶۶

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اندریں صورت کہ زید نے اپنی
ہمشیرہ مسماہ سلمیٰ کی شادی کر دی، اس کے بعد خالد سلمیٰ کو اغوا کر کے لے گیا، اس کے
عوض میں زید نے خالد کی بیوی سلمیٰ کو اغوا کیا اور مغویہ عورتیں زید و خالد کے گھروں میں تقسیم
پچیس سال بلا نکاح آباد رہیں اور اس دوران میں ان دونوں کے بیٹوں کے اولاد ہوتی رہی
حالانکہ ان کے ازدواج جن سے نکاح تھا، اب تک زندہ ہیں اور قریب قریب رہتے ہیں
تو کیا سلمیٰ و سلمیٰ سے پیدا شدہ اولاد کا آپس میں نکاح ہو سکتا ہے یا نہیں؟ مشہر پڑتا ہے کہ
سلمیٰ اور سلمیٰ نماز و خورہ میں تو شاید مدخلۃ الاب کی لڑکی یا لڑکا حرام ہو بیننا اتوجبروا
ما جودین من رب العالمین۔

السائل، علی محمد پوریوالہ





سلمیٰ دہلی سے جو اولاد ہوئی ان کی نسب ان کے خاندانوں سے ثابت ہے نہ
 زانیوں سے الولد للمقاشش وللعاهر الحجر بلکہ صورت نکاح بھی بنا لیتے تب بھی
 یہی حکم تھا حالانکہ نکاح فاسد بلکہ بعض باطل ہیں بھی نسب ثابت ہو جایا کرتی ہے کما
 بین فی مظانہ والحکم فی الخلاصۃ عن المنتقی والہندیۃ عن
 الوجیز تو تنازع جائز ہو گا بلکہ اگر کوئی جاہل محض ظاہر پر نظر کرے تب بھی تنازع جائز ہے گا
 اختلاف الزنا رہا یہ شبہ کہ دونوں خالد کی مدخول ہیں تو یہ معتبر نہیں ، فتح القدر
 ج ۳ ص ۱۶۴ ، بحر المائق ج ۳ ص ۹۸ ، خیرہ ج ۱ ص ۲۳ ، در المختار شامی ج ۲ ص ۸۳ میں
 ہے کہ زوجۃ الاب کی بڑ کی حلال ہے والنظر من الدر واما بنت زوجۃ
 ابیہ او ابنہ فحلال اقول والنزوحۃ اعم من المدخولۃ وغیرہا
 والاطلاق حجتہ خصوصاً اطلاق الکتب تو مزنیہ کی بطریق اولیٰ حلال ہوگی
 وكذا العکس لانعکاس احکام المحرمات ۔

الماہل از روئے شرع مطہر جبکہ کوئی اور مانع نہ ہو ، نکاح جائز ہے مگر پرہیز ضروری
 ہے ، حدیث شریف میں ہے ایاکم وما یسور الاذن اور کیف وقد قیل ۔
 والله تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم واحکم وصلى الله تعالى على خير
 خلقه محمد وآله وصحبه وبارک وسلم ۔

حمدہ الفقیر الی اللہ محمد نور الداعی الی اللہ شرفی مستم دار العلوم حنفیہ فریدیہ بصیر پور



الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علماء کرام اندر میں مسئلہ کہ اللہ بخش نے زینب سے نکاح کیا اور ایک سال تک اس کی بیوی رہی، پھر ایک سال کے بعد زینب کو طلاق دے دی پھر زینب نے دوسری جگہ نکاح کر لیا، اب اللہ بخش کی اولاد اور زینب کی اولاد جو دوسرے نکاح سے ہے آیا ان کا آپس میں نکاح ہو سکتا ہے؟

نوٹ: ایک مولوی صاحب نے ناجائز کہا ہے کیونکہ اللہ بخش کی مطلقہ اللہ بخش کی اولاد کے لئے بمنزلہ ماں کے ہے اور اللہ بخش اپنی مطلقہ کی اولاد کے لئے بمنزلہ باپ کے ہے فقط۔

اسائل، حافظ نذیر احمد
جک ۳۷/۴-بی نزد وہاڑی



اللہ بخش کی وہ اولاد جو دوسری بیوی سے ہے ان کا نکاح زینب کی اس اولاد کے ساتھ جو دوسرے نکاح سے ہے بلا شک و شبہ درست یقیناً جائز ہے، قرآن کریم میں ہے و احل لکم ما ورار ذلکم، اس میں وہ سب اولادیں داخل ہیں، قرآن کریم کے حکم کے سامنے کسی نام نہاد مولوی کے ”منزلہ“ کی کوئی وقعت نہیں جبکہ ہمارے مشائخ کرام بھی تصریح فرما رہے ہیں کہ طلاق نہ ہونے کی صورت میں بھی جواز ہے، فتاویٰ خیر یہ



ج ۱ ص ۲۳ میں ہے ولا تحرم بنت زوج الام ولا امہ (الی ان قال)
ولا ام زوجة الاب ولا بنتها، در المختار اور اس کی شرح طحاوی ج ۲ ص ۱۴،
شامی ج ۲ ص ۳۸۳ میں ہے والنظم للشامی قوله واما بنت زوجة
ابیہ او ابنہ فحلل وکذا بنت ابنہا بحر قال الخیر المملی
ولا تحرم بنت زوج الام الخ بحر الرائق ج ۳ ص ۹۲ میں ہے ولا تحرم بنت
زوجة الاب، فتاویٰ عالمگیریہ ج ۲ ص ۶، بحر الرائق ج ۳ ص ۹۸ وغیرہ میں ہے
والنظم من الهندیة لا بأس ان یتزوج المجل امرأة و یتزوج
ابن ابنتها او امها کذا فی محیط السرخسی۔

اگر یہی بمنزلہ والا قاعدہ صح مانا جائے تو چنانچہ دونوں ماموں اور خالہ اور بھوپھی اور
کے نکاح بھی ناجائز ہو جائیں گے کہ وہ سب داد دادی نانمانی کی اولاد میں جو شرعاً اور عرفاً
ماں باپ ہیں، بلکہ کوئی نکاح بھی جائز نہ ہو کہ سب بابا آدم اور اماں حواء کی اولاد میں جس کو
قرآن کریم نے ابریکم فرمایا، علی ابینا وامننا الصلوٰۃ والسلام، تو ثابت ہوا کہ
یہ قاعدہ غلط ہے۔

بہر حال یہ جو انہ آفتاب نیمروز و ماہ نیم ماہ سے بھی روشن ہے۔ واللہ تعالیٰ
اعلم وصلى الله تعالى على حبيب والى وصحب
وبارك وسلم۔

مفتی اعظم دارالافتاء دارالعلوم دہلی

۲۵/۱۲/۱۳۹۱ھ

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں ملتے دین و مفتیان شرع اندریں صورت کہ زید کی دو بیویاں ہوں

وزینب تھیں اور ان سے اس کی اولاد بھی تھی، بعد ازاں زید فوت ہو گیا اور زینب نے بچہ سے نکاح کر لیا اور اس سے لڑکی ہوئی تو کیا اس لڑکی کا نکاح زینب کے خاوند یا بھتیجے زید کے اس لڑکے سے جو ہند سے پیدا ہوا تھا، جائز ہے یا نہیں؟ پسینوا توجروا۔

السائل: محمد یار محکم ۱۹/۱۰/۱۹۸۵ء آرد کانہ سنگھ تحصیل وکارتہ



اگر سوال واقعی اور صحیح ہے تو نکاح جائز ہے، قرآن کریم میں ہے واحلکم ماوراء ذلکم، بحوالہ ابن جبر ۳ ص ۹۸ میں ہے ولا بأس ان یتزوج الرجل امرأة ویتزوج ابنہا او بنتہا لانہ لا مانع وقد تزوج محمد بن الحنفیۃ امرأة وزوج ابنہ بنتہا۔

واللہ تعالیٰ اعلم وصلى الله تعالى على حبيب واله وصحبه وبارک وسلم۔

مفت محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہ العالی

خادم دارالعلوم خلیفہ دہلی دہلی

۱۲ محرم الحرام ۱۴۰۲ھ



الاستفتاء

سائل منظر کیا ایک عورت منکوحہ کے پیٹ سے لڑکا پیدا ہوا، بعد ازاں اس عورت کے ایک مرد سے ناجائز تعلقات پیدا ہوئے گا گمان ہوا تو کیا وہ لڑکا اس مرد کی لڑکی سے جو اس کی اپنی بیوی کے پیٹ سے ہے، نکاح کر سکتا ہے؟



اگر صورت سوال صحیح ہے تو نکاح جائز ہے، قرآن کریم میں ہے و احل لكم ما وراذلكم پھر یہ تو نرا گمانِ زنا ہے اور بشرطاً تو لڑکا اپنی ماں کے خاوند کی لڑکی سے جبکہ دوسری بیوی سے ہو، نکاح کر سکتا ہے بشرطیکہ لڑکے کا باپ ماں کا پہلا یا پچھلا خاوند ہو۔ اسی ارشاد قرآن کریم سے درالحماہ شامی، فتاویٰ خیرہ میں ہے والنظم من الدرر و اما بنت زوجة ابيه او ابنه فحلال۔ واللہ تعالیٰ اعلم وصلى اللہ تعالیٰ علی حبیبہ و آلہ واصحابہ وسلم۔

مقررات فقہیہ البرائین محمد زور الشان نعمی غفرلہ

۱۹ رذی الحجۃ المبارکہ ۱۴۴۷ھ

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید کی پہلی بیوی سے ایک لڑکا ہے اور زید کی دوسری بیوی کے ساتھ اس کی لڑکی بھی آئی ہے، کیا زید کے لڑکے کی شادی زید کی دوسری بیوی کی لڑکی سے جو اس کے پہلے خاوند سے ہے ہو سکتی ہے یا نہیں؟

مستفتی: عبداللطیف دارنی کلرک ڈاکخانہ عارفوالہ



ہاں ہو سکتی ہے کہ باپ کی بیوی کی وہ لڑکی جو باپ کی لڑکی نہ ہو محرمات منصوص علیہا سے خارج ہے اور قرآن کریم میں ہے واحمل لکم ما وراہ ذلکم اور حضرت محمد بن الحنفیہ ابن حضرت مولیٰ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے ایک عورت سے نکاح فرمایا اور اپنے صاحبزادے کو اس عورت کی لڑکی نکاح کر دی، بحر الرائق ج ۲ ص ۹۸ میں ہے ولا بأس ان یتزوج الرجل امرأة و یتزوج ابن امها او بنتها لانہ لا مانع وقد تزوج محمد بن الحنفیة امرأة و زوج ابنہ بنتها۔ فتاویٰ عالمگیری ج ۲ ص ۶ میں محیط سرخی سے ہے لا بأس بان یتزوج الرجل امرأة و یتزوج ابنہ بنتها او امها۔



واللہ تعالیٰ اعلم وعلیم جل مجدہ اتم و احکم وحلی
اللہ تعالیٰ علی حبیبہ والہ واصحابہ وبارک وسلم۔

عزہ الفقیر الی الخیر محمد زکریا الشافعی عفرہ

۵ ربیع الثانی ۱۴۸۸ھ

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اندریں کہ زید کا لڑکا خالد اور
زید کی مطلقہ ہند جو اس کے لڑکے کی ماں نہیں، اس سے ایک لڑکی سلمہ دوسرے
خاوند کی ہے، آیا خالد اور سلمہ کا نکاح شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ بینو اما جو رہیں
من رب العالمین۔

السائل: نور احمد از سنگھڑ ضلع منٹگمری، نور احمد



بلا شک و شبہ و ویب خالد اور سلمہ کا نکاح صورت مسئلہ میں یقیناً جائز ہے،
قرآن کریم میں فرمان والا شان ہے و احل لکم ما و اذ لکم، فتح القدیر ج ۳

ص ۱۲۰، بحر الرائق ج ۳ ص ۹۴، مفت الخانی علی البحر الرائق ص ۹۵، در المختار
ج ۲ ص ۳۸۳ میں ہے والنظم للکمال المحقق علیہ الرحمة جاز
للأبن التزوج بام زوجة الاب و بنتها۔
واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ جل مجدہ اتحدوا حکم وصلی اللہ
تعالیٰ علی سیدنا و مولانا محمد والہ وصحبہ وبارک وسلم۔

محرم الفقیر الی الخیر محمد ذوالشمال النعمی غفرلہ

۵ جمادی الاخریٰ ۱۳۶۵ھ

الاستفتاء

جناب قبلہ و کعبہ ستاذی حضرت صاحب

سلام سنون : براہ کرم مندرجہ ذیل مسئلہ کا حل مرحمت فرمائیں :

یہ کہ ایک آدمی نے ایک عورت کیساتھ شادی کی، کچھ عرصہ کے بعد اس آدمی نے
دوسری شادی کرالی، جب دوسری شادی کی گئی تو پہلی عورت سے لڑکی ہوئی اور دوسری
عورت اپنے شوہر سے کتنی بے کہ اپنی لڑکی میرے بھائی کو دے دو اور نکاح کر دو۔
کیا یہ آدمی عورت کا بھائی دوسری عورت کی لڑکی سے شادی کر سکتا ہے یا نہیں؟ نظر
کرم فرماتے ہوئے اس کو تحریر فرمادیں تاکہ ہماری پریشانی دور ہو سکے، والسلام
حضور کا خادم : غلام دستگیر قادری خطیب گاہ حضرت داؤد بندگی کرمانی

شیر گڑھ تحصیل دیپال پور ضلع ساہیوال ۱۳/۷/۴۰





سزیزی مولوی غلام دستگیر صاحب قادری سلمہ بہ تعالیٰ
 وعلیکم السلام ورحمۃ وبرکاتہ :- یہ نکاح جائز ہے کہ یہ لڑکی دوسری بیوی کے
 بھائی کی محرمات سے ہرگز ہرگز نہیں اور قرآن کریم میں واضح ارشاد ہے واحل لکم
 ما وراء ذلکم لہذا یقیناً شادی کر سکتا ہے واللہ تعالیٰ اعلم وصلی اللہ
 تعالیٰ علی سیدنا و مولانا محمد وعلی آلہ وسلم۔

حزب انقیار البراء الخیر محمد نور اللہ انجمی غفرلہ

خادم دارالعلوم خفییہ فریدیہ بصیر پور

۹ جمادی الاولیٰ ۱۳۹۰ ۱۲/۶/۶۰

الاستفتاء

حضرت قبلہ مفتی اعظم مہتمم صاحب دارالعلوم خفییہ فریدیہ بصیر پور دام فیوضکم
 السلام علیکم، مزاج گرامی! سوال درج ذیل کے متعلق حکم شریعت سے مطلع فرمادیں:
 مہاشی سکندر ولد مہراج ذات ڈولہ راہیں کسند ڈولہ سلطان نے جب سات
 خدیجہ مطلقہ محمد امین سے نکاح ثانی کیا، اس وقت مسماۃ بشیراں دختر محمد امین (خدیجہ)
 مذکورہ کی عمر ہم ۳ سال تھی جو اپنی والدہ کے ہمراہ سکندر کے گھر آئی تھی اور آج تک لڑکی کے



گھر بطور دختر پرورش پا رہی ہے، اب سکندر اس پر ورورہ دختر زوجه خود کا رشتہ اپنے حقیقی بھائی محمد امیر ولد سراج کے لئے حاصل کرنا چاہتا ہے، محمد امیر کا یہ کشتہ دینے میں کوئی شرعی سقم تو نہیں ہے؟

اسکیل ولد سراج ڈولہ اراٹیں کنہ ڈولہ سلطان تحصیل دیپالپور ضلع ساہیوال

مؤرخہ ۹ اپریل ۱۹۷۴ء



ہاں شرعاً جائز ہے، قرآن کریم میں ہے واحل لکم ما ورأ ذلکم۔
واللہ تعالیٰ اعلم وصلى الله تعالى على حبيب الاعظم والہ
واصحابہ وسلم۔

الفقیر ابو الخیر محمد نور اللہ انعمی غفرلہ بقلم خود

۱۵ ربیع الاول ۱۴۰۴ھ ۱۳۹۹ء ۹/۴

الاستفتاء

بعد اسلام سنون !

کہا فرماتے ہیں مفتیانِ شرع اندیس صورت کہ زید نے ایک بیوہ سے شادی کی اور اس بیوہ کی ایک لڑکی پہلے خاوند سے ہے جس کی عمر بوقتِ نکاح زید تین سال ہے، اب زید یہ چاہتا ہے کہ لڑکی کا نکاح اپنے لڑکے سے جو کہ پہلی منکوحہ سے ہے کر دیا جائے لڑکی بالغ اور رضامند بھی ہے، قرآنِ عریش کے حوالہ جات سے تحریر فرمائیے کہ یہ نکاح

دوست ہے یا کہ نہیں؟ تاکہ دل کو اطمینان ہو، بیٹو اتوجروا۔
 سائل: محمد شریف از پھلائی والا چیک سنا ڈاکخانہ خاص تحصیل جڑاوالہ ضلع لاہور



اگر صورت سوال صحیح اور واقعی ہے تو یہ نکاح کرنا یقیناً واجب ہے، قرآن کریم میں ہے وَاَحِلُّ لَكُمْ مَا وَرَاءَ ذٰلِكُمْ، فتاویٰ عالمگیری ج ۲ ص ۶ میں محیطِ مخری سے ہے اور بحر الرائق ج ۳ ص ۹۸، در المختار شامی ج ۲ ص ۸۳ میں بحر الرائق اور فتاویٰ خیریہ سے ہے والنظم من الدرر واما بنت زوجة ابیه او ابنة فحلّال بحر الرائق میں اضافہ فرمایا وقد تزوج محمد بن الحنفیة امرأة وخرج ابنة بنتها،

ان سب عبارات کا حاصل یہ کہ یہ نکاح کرنا حلال ہے اور اہل بیت کرام میں بھی ہوا۔
حضرت مولیٰ علی رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے امام محمد بن حنفیہ نے اپنی بیوی کی لڑکی اپنے صاحبزادہ
کو نکاح کر دی۔ واللہ تعالیٰ اعلم وصلى الله تعالى على حبيبہ والہ واصحابہ
وبارک وسلم۔

حقه الفقير الراجي محمد نور الشاذلي غفرله

هجرى الاولی ۱۳۸۰ھ ۲۶ ۱/۲

الاستفتاء

محترم و مکرم جناب مہتمم صاحب بصیر پور
 السلام علیکم : احوال انگلہ بندہ کو درج ذیل مسئلہ کے بارہ میں فتویٰ درکار ہے، اس لئے
 آپ براہ نوازش اس کا فیصلہ جلد از جلد واپس فرمائیں :-
 مسئلہ : ایک شخص کی دو بیویاں ہیں اور دونوں زندہ ہیں، ان دونوں بیویوں سے
 ان کی اولاد لڑکے لڑکیاں بھی ہیں، اب سوال یہ ہے کہ ان میں سے کوئی ایک عورت
 اپنی لڑکی دوسری عورت (سوکن) کے بھائی کو رشتہ میں دے سکتی ہے یا کہ نہیں؟
 جبکہ رشتہ لینے والی عورت کا بھائی بھی اس کا سگا بھائی نہ ہو۔
 جناب! ہمارے ہاں اس کا جواب براہ نوازش بذریعہ حوالہ اور ثبوت درج ذیل
 پتہ پر ارسال فرمائیں، جواب جلدی ارسال کرنے کی کوشش کریں، آپ کی منایت مہربانی
 ہوگی، والسلام۔

رانا احمد یار ۹/۹۹ - تحصیل ضلع ساہیوال



شرعاً جائز ہے جبکہ کوئی اور جرئت کا سبب نہ ہو کیونکہ قرآن کریم اور حدیث شریف
 اور فقہ حنفی کی کسی کتاب کے محرمات میں اس کا ذکر نہیں اور قرآن کریم میں ہے احل لکم
 ما ودار لکم یعنی جن حرام عورتوں کا ذکر فرمایا گیا ہے، ان کے علاوہ دوسری عورتیں

تمہارے لئے حلال کی گئی ہیں لہذا ان عورتوں میں سے ہر ایک عورت اپنی سوکن کے
بھائی کو رشتہ دے سکتی ہے اگرچہ بھائی تحقیقی ہو جبکہ کوئی اور مانع نہ ہو۔ واللہ تعالیٰ
اعلم و صلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ و علی آلہ واصحابہ وبارک وسلم۔

عزہ الغفریر ابو الخیر محمد زکریا اللہ اعلمی غفرلہ

۱۵ ربیع الاول شریف ۱۳۹۳ھ ۱۹/۴/۱۹

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اندر اس مسئلہ کہ سائل زبانی منظر
کہ دید کی لڑکی بچہ کے نکاح میں تھی اور زید نے اس لڑکی کی ماں کے سوا ایک اور عورت
کے ساتھ نکاح کیا، اب بچہ کی بیوی جو زید کی لڑکی تھی فوت ہو گئی ہے اور زید بھی فوت
ہو گیا ہے تو کیا بچہ زید کی اس دوسری بیوی کے ساتھ جو بچہ کی متوفیہ بیوی کی ماں نہیں بلکہ
صرف باپ کی بیوی تھی، نکاح کر سکتا ہے یا نہیں؟ بعض لوگ شبہ کرتے ہیں کہ وہ بچہ کی
مترہی ساس ہے لہذا نکاح جائز نہیں، جواب دیں اور ثواب پائیں۔

سائل: رمضان ولد نامہ اوڈا زفرید پور جاگیر، سوال المکرم ۲، ھ



اگر سوال صحیح ہے تو یہ نکاح شرعاً درست اور صحیح ہے قرآن کریم میں ہے و

احل لکم ما وراء ذلکم، ساس وہی ہے جو پہلی بیوی کی ماں تھی، زید کی دوسری بیوی
بکر کی شرعاً ساس نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیب
والہ واصحابہ وسلم۔

مقرہ الفقیر الیہ الخیر محمد نور الشافعی عفرلہ

الاستفتاء

سائل منظر کرد اس نے ایک عورت کیساتھ نکاح کیا مگر اس عورت کے نزدیک بالکل
نہیں گیا اور نہ ہی کسی اکیلے مکان میں اکٹھے ہوئے پھر وہ عورت مر گئی، اب اس عورت کی
پوتی کے ساتھ نکاح کرنا چاہتا ہے، آیا یہ شرعاً جائز ہے؟
سائل: جان محمد کھل بافندہ از موسیٰ وال، ہر ذی القعدة المبارک ۱۴۴۲ھ



اگر سوال صحیح ہے تو جائز ہے، فتاویٰ عالمگیری ج ۲ ص ۴۴ میں ہے بشرط
الدخول بالام۔ واللہ تعالیٰ اعلم وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیب والہ
 واصحابہ وبارک وسلم۔

مقرہ الفقیر الیہ الخیر محمد نور الشافعی عفرلہ

۹ ذی القعدة المبارک ۱۴۴۲ھ



الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اندر اس مسئلہ کہ زید اپنے لڑکے اور لڑکی کی ساس کے ساتھ نکاح کر سکتا ہے یا نہیں جبکہ کوئی اور وجہ حرمت نہ ہو۔ مبینوا توجروا۔

اسأل: علم دین ولد النبی بخش مہرز بھگیاں رحموں والیاں



بلاشبک و شبہ و ریب نکاح کر سکتا ہے کہ اولاد کی ساس محرمات شرعیہ سے یقیناً خارج ہے اور ارشاد قرآن کریم ہے فانکحوا ما طاب لکم من النساء رب ۱۲۶ اور ارشاد مبین ہے واحل لکم ما وراء ذلکم رب ۱۶ فتاویٰ خیرہ ج ۱ ص ۲۳ شامی میں ہے ولا تحرم بنت زوج الام (الی ان قال) ولا امر زوجة الابن۔ بحوالہ رائق ج ۳ ص ۹۸ میں ہے ولا یأس ان یتزوج الرجل امرأه و یتزوج ابنہ امہا او بنتہا لانہ لا مانع وقد تزوج محمد بن الحنفیۃ امرأه و زوج ابنہ بنتہا۔ واللہ تعالیٰ اعلم و صلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ والہ واصحابہ وبارک وسلم۔

مقرہ الفقیر الراجح محمد نور الشافعی غفرلہ

۸ رجب المرجب ۱۴۵ھ



الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اندر یہ صورت کہ ماموں جہانگیر کی بیوہ کے ساتھ نکاح کر سکتا ہے یا نہیں جبکہ کوئی اور شرعی مانع نہ ہو؟ بینوا توجروا۔
السائل: محمد فاضل عدلیکا از دونا کھوکھو نوالہ ریاست بہاولپور



شرعاً صورت مذکورہ میں نکاح کر سکتا ہے، قرآن کریم میں ہے و احل لکم ما وراہ ذلکم۔ واللہ تعالیٰ اعلم و علمہ جل مجدہ اتم و احکم و صلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ و آلہ و اصحابہ و بارک و سلم۔

مقرہ الفقہ ابراہیم محمد نور اللہ انیسوی غفرلہ

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اندر یہ مسئلہ کہ مسلمہ ضعیفہ کا اپنی چچی بیوہ کے ساتھ نکاح جائز ہے یا نہیں جس کا نام امینہ ہے حالانکہ امینہ کی ماں روشن ضعیفہ کی سوتیلی ماں ہے، بینوا توجروا۔

السائل: حیدر علی موضع چک ۱۹/۱۹ دن آرمینٹ منٹگری





اگر کوئی اور مانع نہیں تو یقیناً جائز ہے قرآن کریم کا فرمان مبین ہے واحل لکم ما وراء ذلکم، مانا تو مانا، باپ کی بیوی کی لڑکی بھی حلال ہے حالانکہ وہ سوتیلی ماں کی لڑکی ہے۔ در الحنا و غنیدہ اسفار فقہیہ میں ہے۔ والنظم من الدر و اما بنت زوجة ابیہ او ابنہ فحلال۔ واللہ تعالیٰ اعلم و صلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ والہ وصحبہ وبارک وسلم۔

حقہ الفقیر الیہ الحاج محمد نور اللہ انیسوی غفرلہ

الاستفتاء

بخدمت جناب حضرت قبلہ و کعبہ مولانا مولوی محمد نور اللہ صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ :-

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرح متین اندر یہ مسئلہ آیا بختیجہ کی منکوحہ کا نکاح بعد از طلاق چچا کر سکتا ہے یا نہیں؟ بیسوا تو جبر و امن رب العالمین۔





بعد از انقضائے عدت کر سکتا ہے بشرطیکہ کوئی اور مانع نہ ہو، قرآن کریم میں ہے
و اِجْعَلْ لَكُمْ مآوِزًا ذٰلِكُمْ - وَاَللّٰهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ وَعَلِمُهٗ جَلَّ مَجْدُهٗ اَتَمُّ و
اَحْكَمُ وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ وَبَارِكْ وَسَلِّمْ۔

مَرْوَةُ الْفَقِيرِ الْوَالِدِ الْيَحْيَى مُحَمَّدٌ نَوَازِلُ التَّوْبَةِ الْغَفُورِ

۲۱ صفر المظفر ۱۳۶۷ھ

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اندرین مسئلہ کہ بھتیجہ فوت ہو جانے کے بعد اس کی
بیوی کا نکاح چھپا کر سکتا ہے یا نہیں؟ بیعت اوجروا۔
سائل: رحیم بخش مہراذ بگیاں ٹبیاں، ۱۲ جمادی الاخریٰ ۱۳۶۷ھ



جب اور کوئی مانع نہ ہو تو عدت پوری ہونے کے بعد نکاح کر سکتا ہے، قرآن

کریم میں ہے احل لکم ما وراء ذلکم (پ ۱۶)۔ واللہ تعالیٰ اعلم وعلہ
جل مجدہ اتمہ واحکم وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ والہ
اصحابہ وبارک وسلم۔

حورہ الفقیر الی الخیر محمد نور اللہ ایمنی غفرلہ

الاستفتاء

سائل دریافت کرتا ہے کہ بھتیجا کی مطلقہ یا بیوہ بیوی چچا کے نکاح میں آسکتی
ہے یا نہیں؟ شبہ کیا جاتا ہے کہ بھتیجا بیٹا ہی ہوتا ہے لہذا چچا نکاح نہیں کر سکتا،
سینواتو خجروا۔

سائل: مولابخش ساکن شاہ یکہ ضلع ننگرہ، ۲۵ محرم الحرام ۱۴۰۸ھ



قرآن کریم میں ہے وحلائل ابناء کما الذین من اصحابکم یفے
تمہارے ان لڑکوں کی بیویاں حرام ہیں جو تمہاری پشتوں سے ہیں تو بھتیجا چونکہ سوچے کی
پشت سے نہیں ہے اور نہ ہی حقیقی بیٹا ہے لہذا اس کی مطلقہ یا بیوہ کے ساتھ چچا نکاح
کر سکتا ہے کہ قرآن کریم میں ہے واحل لکم ما وراء ذلکم اور اگر بھتیجا بیٹا
ہی ہے تو چچا کے لڑکے کے ساتھ وراثت کیوں نہیں پاتا اور بچے کی لڑکی کے ساتھ نکاح
کیوں کر سکتا ہے تو معلوم ہوا کہ یہ شبہ غلط ہے اور چچا نکاح کر سکتا ہے۔ واللہ

تعالیٰ اعلم وعلّم جل مجدہ اتم واحکم وصلی اللہ تعالیٰ علی
حبیبہ وآلہ واصحابہ وبارک وسلم۔

عزیز الفقیر الی الخیر محمد زکریا الشانی غفرلہ
تاریخ تحریر ۲۵ محرم الحرام ۱۴۳۸ھ

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اندر یہ صورت کہ بھتیجے نے اپنی
بیوی کو طلاق دی اور عدت پوری ہونے کے بعد چھپانے اس عورت کے ساتھ نکاح
کر لیا حالانکہ کوئی شرعی مانع نہیں تھا، کیا نکاح جائز ہے؛ بعض لوگ کہتے ہیں کہ
بھتیجے کی مطلقہ کے ساتھ نکاح نہیں ہو سکتا۔

سائل : محمد حنیف موضع ڈھبی ۲۹/۵/۶۲



یہ نکاح شرعاً جائز ہے اور بھتیجے کی منکوحہ ہونا حرام نہیں کر سکتا جبکہ اس نے
طلاق دے دی اور عدت بھی پوری ہو گئی، قرآن کریم میں ہے احل لکم ما وراء
ذلکم، ہاں قرآن کریم نے اپنے حقیقی لڑکے کی منکوحہ کو حرام قرار دیا ہے، ارشاد ہوا
وحلائل ابناؤ کذا الذین من اصلاہکم اور یہ نہیں فرمایا وحلائل

ایسا، اخوانکم، لہذا جو لوگ کہتے ہیں کہ ایسا نکاح نہیں ہو سکتا، وہ جھوٹے ہیں اور شریعت پر بہتان باندھتے ہیں۔

واللہ تعالیٰ اعلم وصلى اللہ تعالیٰ علی حبیبہ والہ واصحابہ وبارک وسلم۔

مرکز الفقیر الیہ الخیر محمد زکریا النعمانی غفرلہ

۲۶/۶/۹۲

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اندر میں مسئلہ کہ مسیحی النی بخش کی زوجہ فیض النبی سے اس کا بیٹا محمد دین پیدا ہوا، فیض النبی کی وفات کے بعد النی بخش نے دوسری عورت نور بانوں سے شادی کر لی، اس سے احمد دین اور خورشید بیگم پیدا ہوئے، النی بخش کی وفات کے بعد نور بانوں نے کسی اور سے نکاح کر لیا، اس دوسرے خاوند سے ایک لڑکی حمیدہ پیدا ہوئی، تو کیا حمیدہ بنت نور بانوں کا نکاح محمد دین ولد النی بخش کے لڑکے سے ہو سکتا ہے؟



ہاں شرعاً جائز ہے قرآن کریم میں ہے واحل لکم ما ودر ذلکم، فتاویٰ

عالمگیر ج ۲ ص ۶ میں ہے لا بأس بان یتزوج الرجل امرأة و یتزوج ابنه
ابنتها و اما کذا فی محیط السرخسی۔ واللہ تعالیٰ اعلم و صلی
اللہ تعالیٰ علی سیدنا محمد و علی الہ واصحابہ و بارک وسلم۔

مقرہ الغفر ابو الخیر محمد نور الدین النعمی غفرلہ

۲۴ جمادی الاولیٰ ۱۳۹۵ھ ۳۱/۵

الاستفتاء

بگرمی خدمت حضرت علامہ ناصر الاسلام فقیر اعظم قبلہ الحاج مولانا ابوالخیر محمد نور الدین صاحب
النعمیٰ نقادری راست برکاتہم العالیہ
السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ :- معروض اینکہ نظر عنایت فرماتے ہوئے مندرجہ
ذیل مسئلہ کا مختصر جواب مرحمت فرمائیں، عین نوازش ہوگی :-
زید کی والدہ کے حقیقی ماموں بکر کی لڑکی ہندہ کا نکاح زید سے ہو سکتا
ہے؟ بینوا تو جو وا۔

اساں :- آپ کا غلام محمد منشا تابش قبیلوی بمقام ہری تحصیل قصور ضلع لاہور، ۲ ستمبر ۱۹۶۶ء



ہندہ کی والدہ کے حقیقی ماموں کے لڑکے
کے ساتھ ہندہ کا نکاح

و علیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ :-

ہاں ہو سکتا ہے کیونکہ محرمات خاصہ میں اس کا ذکر نہیں تو احل لکم
ما وراء ذلکم سے حلال ہو گئی وذا ظاہر جدا نشامی علیہ الرحمہ نے محرمات کے
اول میں کہا و فروع اجدادہ وجداتہ ببطن واحد فلہذا تحرم العات
والخالات وتخل بنات العمات والاعمام والخالات والافخوال (فقہ
شامی ج ۲ ص ۳۸۰ یعنی حرام ہیں دادوں، نانوں اور دادیوں، نانوں کی شافیں ایک بطن
کی (یعنی بلا واسطہ) تو اس لئے بھوپھیاں اور خالائیں حرام ہیں اور حلال ہیں بھوپھیوں
اور چچوں اور خالادوں اور ماموں کی لڑکیاں کیونکہ یہ بالواسطہ لڑکیاں ہیں اور جیسے
اپنے ماموں کی لڑکی اپنے نانا کی بالواسطہ لڑکی ہونے کے سبب حلال ہے یونہی ماں
کے ماموں کی لڑکی بھی ماں کے نانا کی بالواسطہ لڑکی ہونے کی بنا پر حلال ہے جو نص
قرآن کریم کے بالکل موافق ہے اور کتاب الفقہ ج ۴ ص ۶۱، ۶۲ میں بھی محرمات کا
تیسرا نوع بایں الفاظ ہے فروع اجدادہ وجداتہ وھن عماتہ وخالاتہ
سواء کن شقیقات اولاد الی ہنا یشتمی التحريم فلا تحرم علیہ
بنات عماتہ ولا بنات خالاتہ ولا بنات عمہ فلا یحرم من فروع
الاجداد والجدات الا البطن الاولی، اس کا ترجمہ نہیں لکھا کہ ترجمہ اولے
سے واضح ہو رہا ہے۔ بہر حال صورت مسئلہ میں اگر کوئی اور سبب حرمت نہیں
تو حلال ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم وصلى اللہ تعالیٰ علی حبیبہ والہ وصحبہ
وبارک وسلم۔

حرمہ الفقیر الی الخیر محمد نور الداعی غفرلہ

۱۸ جمادی الاولیٰ ۱۳۸۶ھ ۲۹/۹



الاستفتاء

بخدمت جناب مولانا صاحب

السلام علیکم ورحمۃ وبرکاتہ ۱۔ بعد از سلام سنون کے دست بستہ خدمت اقدس میں عرض پرداز ہوں بوائے کرم اس معمول مسئلہ کو حل فرما کر مشکور فرمائیں، نوازش ہوگی، فقط والسلام۔

زید کی حقیقی مالہ کی نواسی حقیقی سے زید کا نکاح از روئے شرع جائز ہے یا نہیں؟ بیکہ کہتا ہے کہ یہ نکاح درست نہیں ہے لہذا بوائے کرم جواب سے جلد مشکور فرمائیں، عین نوازش ہوگی۔ فقط
سائل: عبداللہ شہید منڈی پور دیوانہ ضلع ملتان شریعت



ہاں جائز ہے اللہ رب العالمین جل وعلا نے فرمایا واحل لکم ما وراذ لکم (پ ۱۶) اور شامی ج ۲ ص ۸۰ میں فتح القدیر سے ہے وفروع اجدادہ وجداتہ بیطن واحد فلہذا تحرم العمات والحالات وتحل بنات العمات والاعمام والحالات والاحوال اور یونہی کتاب الفقہ ج ۴ ص ۶۱۰ ۶۱۱ میں بھی ہے لہذا بیکہ کا قول بالکل غلط اور خلاف شرع شریعت ہے واللہ تعالیٰ اعلم وصلى الله تعالى على حبيب والہ واصحابہ وسلم۔

قرہ الفقیر ابو الخیر محمد زور اللہ انیسوی غفرلہ

۱۱ جمادی الاخریٰ ۱۳۸۶ھ ۲۷/۹



جمع بين المحارم

باب الجمع بین المحارم

الاستفتاء



کیا فرماتے ہیں علمائے اسلام اندر میں مسئلہ کہ دو ترازم لڑکیاں متحدہ الجسم ہیں یعنی جس وقت پیدا ہوئیں ان کے کندھے پہلو کو لھے کی پڑی تک آپس میں جڑے ہوئے ہوتے اور کسی طرح سے ان کو جدا نہ کیا جاسکتا تھا، اپنی پیدائش سے اب جوان ہونے تک وہ ایک ساتھ چلتی پھرتی ہیں، ان کو بھوک ایک وقت لگتی ہے، پینشیا پاخانہ کی حاجت بھی ایک ہی وقت ہوتی ہے، اگر ان سے کسی ایک کو عارضہ لاحق ہو جائے تو دوسری بھی اسی عارضہ میں مبتلا ہو جاتی ہے، ان کا نکاح ایک مرد سے ہو سکتا ہے یا نہیں؟ اور اگر بیک وقت ایک کے نکاح میں آسکتی ہیں تو اس کی شرعی دلیل کیا ہے؟ اور اگر ان کو و ان تجمعوا بین الایختین کے حکم کو بنیاد بنا کر دو مردوں کے نکاح میں دے دیا گیا تو مندرجہ ذیل دشواریاں پیدا ہوتی ہیں جن کا حل مشکل ہے :-

۱۔ اس بات کی کیا ضمانت ہے کہ ایک مرد اپنی منکوحہ نامزد بیوی سے ہی صنفی تعلقات کو محدود کر سکے گا۔

۲۔ یہ دوسری عورت جو اپنی بہن سے متعلقہ جسم ہونے کے ساتھ متحد المزاج بھی ہے
زوجی تعلقات کے وقت متاثر نہ ہوگی۔

۳۔ نکاح کا ایک بڑا مقصد افزائش نسل ہے۔ دو مردوں کا یہ نکاح اس تعلق پر ضرب
لگاتا ہے۔

۴۔ دو مردوں سے ایسا نکاح جس سے دو عورتیں صنفی تعلقات سے متاثر نہ ہوتی ہوں
ان کی حیا مجروح ہوتی ہوا ان میں رقیبانہ جذبات پیدا ہوتے ہوں کیا نکاح کی
اس روح کے منافی نہیں جس میں فرمایا گیا ہے وجعل بینکم مودة۔ (روم)
براہ کرم شریعت کی رو سے حل فرما کر اس فتنے کو دور فرمائیے جو جوان ہونے
سے ان کو لاحق ہوا ہے اور ان کے والدین ان کا نکاح کر سکیں بینوا توجروا الی
یوم القيامة۔

سائل: محمد شریف نوری خطیب جامع رائے وندھن لاہور ۲۲ ربیع الاول شریف ۱۳۷۴ھ



ایسے نادر اور صورتہ بچوں کا زندہ پیدا ہونا ہی نہایت نادر ہے، پھر عرصہ تک
بہ ہیکلہ کذابہ زندہ رہنا غالباً تخیلاتِ شاعرانہ سے زیادہ وقت نہیں رکھتا۔ ایسے
سوالات اسکاٹ علماء کرام کے لئے وضع کئے جاتے ہیں مگر بفضلہ و کرمہ تعالیٰ شریعت
غیر کسی سوال کے جواب سے عاجز نہیں شرعاً ایسی صورت میں نکاح حرام ہے، خواہ
ایک مرد سے دونوں کا یا ایک معینہ یا غیر معینہ کا یا دو مردوں سے بائیسین یا بالابہام
ہو کہ ہر شق پر کئی حیا سوز حرکات کا اندوم ہوگا اور قرآن کریم فرماتا ہے لا تقربوا

الفواحش، نیز ارشاد ہوا قل انما حرم ربی الفواحش ما ظهر منها وما بطن، ارہے وہ فتنے جو جوانی سے لاحق ہو کر تھے ہیں تو ان کا علاج وہی ہے جو قرآن کریم نے تجویز اور حدیث شریف نے تشریح فرمائی، سورہ نور کا نورانی ارشاد ہے و لیستعفف الذین لا یجدون نکاحا حتی یغنیہم اللہ من فضلہ اور حدیث متفق علیہ میں ہے ومن لم یستطع فعلیہ بالصوم فاندہ وجار، تو ان لوگوں پر لازم کہ پرہیز اختیار کریں اور بوقت ضرورت روزے رکھا کریں۔ واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ جل مجدہ انتم واحکم وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ والہ وصحبہ وبارک وسلم۔

فتوہ الفقیر الی الخیر محمد زوالشانی عفرلہ

۲۶ ربیع الاول ۱۴۰۷ھ

الاستفتاء

کیا فراتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اندر یہ مسئلہ کہ انقلاب حاضرہ میں زید و عمر اخوین مع زوجتیں ہندو ملی ختین میں سے مہاجرت کے وقت زید شہید ہو گیا اور سلمیٰ گرفتار کفار ہو گئی عمر و ہندو پاکستان میں پناہ گزین ہونے کے بعد نکاح کرنا چاہتے ہیں تو شرعاً یہ نکاح جائز ہے؟ ایک مولانا صاحب نے فتوے جواز کا دیدیا ہے کہ تباہینِ داریں سے نکاح باطل ہو جاتا ہے تو عمر و سلمیٰ کا نکاح باطل ہو گیا لہذا عمر سلمیٰ کی ہمیشہ ہند سے نکاح کر سکتا ہے، طلاق وغیرہ کی کوئی ضرورت نہیں تو کیا مولانا صاحب کا یہ فتوے اور استدلال درست ہے۔ بیوقوف اتوجروا۔



قرآن کریم کا ارشاد میں ہے وان تجمعوا بین الاختین یعنی دو بہنوں کا
جمع کرنا حرام ہے والجمع یشمل الماسورة وغیرہا والاطلاق حجة قطعية
مقدم علی خبر الواحد والقیاس، توجب تکسلی کی طلاق اور انقضاء عدت یا
موت متحقق نہ ہو تب تک بچہ ہند سے نکاح نہیں کر سکتا والیقین بالحیة لا یرتفع
بالشک اور تبیین دارین کا سڈ زو جن سکین میں قطعاً جاری نہیں ہو سکتا کہ تبیین دارین
سے مراد تبیین حقیقة و حکماً ہے، در المختار، شامی ج ۲ ص ۵۳، بحر الرائق ج ۳ ص ۲۱۳،
فتح القدیر ج ۳ ص ۲۹۱ نیز ج ۳ ص ۲۹۲ و ج ۵ ص ۲۶۶ و ہدایہ مع الفتح ج ۲ ص ۲۹۲ و ۲۶۶،
عنایہ ج ۲ ص ۲۹۲، مبسوط ص ۵۰، ۵۱ میں ہے والنظم من المبسوط وتبیین
الدارین بہذہ الصفة موجب للفرقة عندنا، اور جن کتب میں طلق تبیین الدارین
ہے تو اس مطلق سے بھی کامل تبیین مراد ہے، بحر الرائق ج ۳ ص ۲۱۳ میں ہے اطلاق فی
التبیین فانصرف الیہ حقیقة و حکماً، شامی ج ۲ ص ۲۹۲ میں شرح المنیہ سے
ہے و اذا صرح بعض الائمة بقید لم یرو عن غیرہ منہ لم یصرح
بمخلافہ یجب ان یعتبر، نیز ج ۱ ص ۲۲۰ میں ہے قال فی البحر قصدہم
بذلک لا یدعی علمہم الا من زاحمہم علیہ بالکرب ولیعلم انہ



۳۳۸ میں ہے تفیر اختلاف دارین میں بان خرج احداہما زوجین الی دار الاسلام
مسلماً او ذمیاً وترك الآخر کافر فی دار الحرب ۱۲ ابو الخیر غفرلہ ۲۲ ربيع الثانی ۴۹۹ھ

حرمیت فی دار الحرب فخرج عنها الزوج بانته لوجوده ولو خرجت
 المرأة قبل الزوج لم تن لان التباين وان وجد حقيقة لم يوجد
 حکماً لانها صارت من اهل دار الاسلام لانها التزمت احکام
 المسلمين فالظاهر انها لا تعود الى دار الحرب والزوج من اهل
 دار الاسلام حکماً، اور ایسا تباین اسلام زوجین کی صورت میں متصور ہی نہیں کہ مسلم
 اہل دار الاسلام ہی ہے اگرچہ دار الحرب میں تجارت یا گرفتاری وغیرہ کی صورت میں ہو کہ ایسی صورتوں میں تحقیق تباین
 مگر حکماً نہیں، بحر الرائق ج ۳ ص ۲۱۴، فتح القدیر ج ۳ ص ۲۹۲، کفایہ ج ۳ ص ۲۹۵،
 عنایہ ج ۳ ص ۲۹۳، شامی ج ۲ ص ۵۳۸ نیز ج ۳ ص ۳۴۸ نیز ج ۵ ص ۶۷۲، فتاویٰ
 عالمگیر ج ۲ ص ۴۰۶، شریفیہ شرح سلجوسی ص ۱۴۲، شیخ الاسلام علی السلجوسی ص ۱۰۳، مبسوط
 ج ۵ ص ۵۳ نیز ج ۱۰ ص ۶۱ میں ہے والنظم من العاشر ف المسلم من اهل
 دار الاسلام حکماً وان کان فی دار الحرب صورة - نیز اسیر کفار مفقود ہے،
 فتاویٰ عالمگیر ج ۲ ص ۲۹۶، بحر الرائق ج ۵ ص ۱۶۳، در المختار، رد المحتار ج ۳ ص ۴۵۳
 میں ہے والنظم من الهندیة هو الذی غاب عن اهله وبلده او
 اسره العدو ولا یدری احی هو او میت اور بقای نکاح مفقود، کتب مذہب
 میں مزبور و مشہور ہے والمرأة کالرجل فی الاحکام، بحر الرائق ج ۱ ص ۴۳ میں ہے
 من المعلوم ان کل حکم ثبت للرجال ثبت للنساء لانهن شقائق
 الرجال الامانص علیہ قال فی المستصفی الاصل فی النساء الا یدکرن
 لان مبني جالهن علی الستر ولهنذا لم یدکرن فی القرآن حتی شکون
 فنزل الى اخره۔

شیخ الاسلام علی السلجوسی ص ۱۳، شریفیہ ص ۱۴۲ میں ہے والنظم للسید



الشریف فالاسو کمالا یوشرفی قطع عصمت النکاح لا یوشرفی المیراث
بلکہ بالصریح الاصرح ثابت کہ ماسورہ پر حق نکاح باقی رہتا ہے، مبسوط ج ۱۰ ص ۶۱، بحر الرائق ج ۵
ص ۹۹، دارالمنار، رد المحتار ج ۳ ص ۳۲۲، فتاویٰ عالمگیری ج ۲ ص ۲۴۰ میں ہے
والنظم من الهندیۃ اذا وجدت الماسورۃ (الحان قال) فھن
باقیات علی ملک، شامی میں ہے سوار سبیت النرجۃ قبل زوجھا
اوبعدہ وما فی فتاویٰ قاری الھدایۃ فمعارض ومدفوع بما فیھا
ایضاً۔ فتح القدیر ج ۵ ص ۲۶۶، مبسوط ج ۱۰ ص ۶۰، ۶۱ میں ہے والنظم من المبسوط
فان کان لھا زوج قبل ان توسر فالنکاح بحالہ لانہ لم تتباین بہما
الدار حکما فانھا مسلمتہ وان کانت ماسورۃ فی دار الحرب فالمسلم
من اھل دار الاسلام حکما وان کان فی دار الحرب صورۃ وتباین الدارین
حقیقۃ لاحکما لا یقطع عصمتہ النکاح۔



بفضلہ تعالیٰ ماہ نیم ماہ و مہر نیم روز کی طرح واضح ہوا کہ تباین داریں کی وجہ سے زوجین
مسلمین کا نکاح بدستور باقی رہتا ہے تو جب تک سلی کی موت یا انقضاء عدت بعد از طلاق
ثابت نہ ہو جائے تو عمر نکاح ہند قطعاً نہیں کر سکتا۔ واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ
جل مجدہ اتموا حکمہ وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ محمد
والہ وصحبہ وبارک وسلم۔

حرمہ الفقیر الی الخیر محمد نور اللہ الاشرافی القادری النعمی

۲۶ رجب المرجب ۱۳۶۷ھ

بصیر پور شریف

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اندریں مسئلہ کہ عورت کو طلاق دیکر اس کی بہن سے نکاح کرنا عدت گزارنے سے پہلے جائز ہے کہ نہیں؟ بدینو اتوجردا۔
اسائل: محمد اکبر زائینائیں



زوجہ کو طلاق دے کر، اس کی عدت پوری کر کے اس کی بمشورہ سے نکاح کر سکتا ہے اور قبل از انقضائے عدت نکاح کرنا ناروا و احرام ہے، شامی ج ۲ ص ۳۹۰، بحر الرائق ج ۳ ص ۱۰۲، فتاویٰ عالمگیری ج ۲ ص ۱۱۱، میں ہے والنظم من الهندیة ولا يجوز ان یستزوج اخت معتدہ سواء كانت العدة عن طلاق رجعی و بائن او ثلاث او عن نکاح فاسد او عن شبہت۔

واللہ تعالیٰ اعلم و علمہ جل مجدہ اتم و احکم و صلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ سیدنا و مولانا محمد و آلہ و صحبہ و بارک و سلم۔

حقہ الفقیر الی الخیر محمد زور الشامی غفرلہ

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اندر اس میں دو مسئلہ :-
۱۔ بھتیجا فوت ہوا تو اس کی بیوی کا نکاح بعد گزرنے عدت کے چھپا کر سکتا ہے یا نہیں ؟

۲۔ زید نے سلمیٰ کو طلاق دی تو کیا سلمیٰ کی بہن سے نکاح کر سکتا ہے؟ بینو اما جو رہیں۔
السائل: غوث محمد از سو میاں ضلع منٹگمری، یکم شعبان ۱۳۰۱ھ



۱۔ کر سکتا ہے، قرآن کریم کا ارشاد ہے واحل لکم ما وداہ ذلکم، فتاویٰ عالمگیری، شامی وغیرہ میں ہے والنظم من الہندیۃ والثالثۃ (ای من المحرمات بالصہریۃ) حلیۃ الابن وابن الابن الخ تو بھتیجے کی بیوی لڑکے کی بیوی نہیں کہ حرام ہو جائے، ہاں اس میں شک نہیں کہ اگر کوئی اور وجہ حرمت ہو تو حرام ہوگی کما لا یخفی علی اولی النہی۔

۲۔ کر سکتا ہے مگر اتنا ضرور ہے کہ سلمیٰ مطلقہ کی عدت ختم ہونے کے بعد نکاح کیا جائے، شامی، بحر الرائق، فتاویٰ ہندیہ میں ہے والنظم من البحر قولہ وحرم شروج اخت معتدتہ لان اثر النکاح قائم فلو جاز تزوج اختہ لزم الجمع بین الاختین فلا یجوز۔



واللہ تعالیٰ اعلم وصلى اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔
 الفقیر البائس محمد نور اللہ الحنفی القادری النعمی الغریبی فوری

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین کہ زید نے اپنی مطلقہ کی عدت میں اس کی بہن کے ساتھ عقد کر لیا ہے، آیا یہ عقد شرعاً صحیح ہے۔ فقط والسلام بینوا توجروا۔

نیا زمند، فقیر عبد العزیز بقلم خود



عقد زید کو نہ شرعاً جائز و صحیح نہیں کہ عدت آثار نکاح سے ہے تو حکماً جن بین الاختین میں داخل بلکہ دلالتہ فیہ وان تجمعا بین الاختین سے ثابت وہی تفید القطع۔ ہدایہ، فتح القدر، عنایہ ج ۳ ص ۱۳۲، فتاویٰ عالمگیری ج ۲ ص ۷، فتاویٰ قاضی خان ج ۱ ص ۱۶، کنز الدقائق، بحر الرائق ج ۳ ص ۱۰۲، تنویر الابصار، در المختار رد المحتار ج ۲ ص ۳۹۰، خلاصۃ الفتاویٰ ج ۲ ص ۷، بسوط ج ۴ ص ۲۰۲ والنظم منہ ولاختزاج المرأة فی عدة اختہا منہ۔ نیز فتح القدر و بسوط میں ہے ما اجتمع اصحاب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ورضی اللہ تعالیٰ عنہ علی شیئ

کاجتماعہم علی تخیر نکاح الاخت فی عدۃ الاخت مبسوط، ہدایہ، فتح القدیر،
عنایہ میں ہے والنظم من الاخریٰ فلو جاز نکاح الاخت فی عدۃ الاخت
لزم الجمع بین الاختین، فتح القدیر میں ہے ویخص تزوج الاخت فی عدۃ
الاخت دلالت النص المانع من الجمع بین الاختین الخ
تو روز روشن کی طرح واضح و مبین ہو کہ نکاح مذکور صحیح نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم
وعلمنا تم واحکم وصلى الله تعالى على حبيب والد وصحبه وبارك
وسلم وفخم۔

مفتی الفقیہ الاسلامی محمد زکریا الداعی غفرلہ

۲۱ ربیع الاول ۱۳۶۷ھ



الاستفتاء

بخدمت جناب مولانا بفضل اولانا مولوی نور الدین صاحب دام برکاتہ
السلام علیکم کے بعد ذرا عرض ہو کہ خدمت عالیہ میں سوال پیش کرتا ہوں، جواب سے
مشرف فرمادیں کہ :
ایک آدمی اپنی بیوی کے بھائی کی بیوی سے شادی کرنا چاہتا ہے، کہہ سکتا ہے اگر
طلاق شرط ہے یعنی طلاق دینے کے بعد کر سکتا ہو تو فوراً طلاق کے بعد کر لے یا عدت گزارے
اگر عدت گزارے تو کتنی عدت ہو؟

العبد : عطا محمد



طلاق سے قبل قطعاً نکاح نہیں کر سکتا اور بعد از طلاق مطلقہ کی عدت پوری کرنی
بھی ضروری ہے، عدت پوری ہونے سے پہلے نکاح نہیں کر سکتا، فتاویٰ عالمگیری ج ۲ ص ۶
اور ہدایہ میں ہے والنظم من الهدایة ج ۲ ص ۲۷۶ ولا یجمع بین المرأة وحماتها
او خالتهما او ابنتہا یا بنتہا الخ نیز ہدایہ ج ۲ ص ۲۷۸ و عالمگیری ج ۲ ص ۶ میں
ہے والنظم منها لا یجوز ان یتزوج واحدة من ذوات المحارم التي لا یجوز
الجمع بین ناشتین منهن۔ اگر عورت کو حمل ہو تو اس کی عدت یہ ہے کہ بچہ جنم
اگر ایک تو ایک، اگر زیادہ تو تمام اور اگر حمل نہیں تو عدت جو ان عورت کی یعنی جسے حیض
آتا ہو، تین حیض ہیں، خواہ کتنی ہی مدت میں تمام ہوں، اور اگر چھوٹی ہو یا ایسی بڑھیا جسے
حیض نہیں آتا تو تین ماہ عدت ہے قرآن کریم کا فرمان ہے واولات الاحمال اجلن
ان یضعن حملن۔ والمطلقات یتربصن بانفسهن ثلاثہ قرو۔
واللائی یئسن من المحیض من نساء کمر ان ارتبتم فعدتھن ثلاثہ
اشھرو واللائی لم یحضن۔

واللہ تعالیٰ اعلم وعلیہ حبل مجدہ اتحدوا حکم

عزہ الفقیر الی الخیر محمد نور الشاذلی نعیمی غفرلہ

۲۴ ذی الحجۃ المبارک ۱۴۵۵ھ



الاستفتاء

نعمیدہ وفضل علی رسولہ الکریم - اسلام علیکم !
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں ایک شخص نے اپنی شادی کی اور
اس میں سے ایک لڑکا ہو کر فوت ہو چکا ہے، وہ شخص اولاد کی بدولت پھر شادی کرانیکا
خواہشمند ہوا اور پہلی عورت جس کے ساتھ نکاح کیا ہوا دوسری عورت اس کی بھتیجی ہے
کیا پھر بھی اور بھتیجی ایک نکاح میں آسکتی ہیں یا نہیں؟ یہ مسئلہ حدیث یا سند کے ساتھ
تخریر کر دیں۔

درویش محمد شریف
فرید پور سہاگ جاگیر



ایک شخص کے نکاح میں پھر بھی اور بھتیجی حرم نہیں ہو سکتیں، حدیث شریف میں ہے
لا یجمع بین المرأة وعمتہا رواہ البخاری ومسلم عن ابی ہریرۃ
رضی اللہ تعالیٰ عنہ مرفوعاً لہذا اس دوسری عورت کے ساتھ نکاح کرنا
بالکل حرام ہے، ہاں اگر پہلی بیوی کو طلاق دیدے اور اس کی عدت بھی گزر جائے
یا فوت ہو جائے تو دوسری سے نکاح کر سکتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم وحسبہ

اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہؑ وصحبہ وبارک وسلم۔

مترجمہ الفقیر الیہ الخیر محمد نور اللہ صاحب غفرلہ

۱۹ جادی الاولیٰ ۱۴۳۳ھ

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان، شرح متین اس مسئلہ میں کہ ایک عورت جو کہ اپنے خاوند کے گھر زندہ اور آباد ہے، اس عورت کی بھتیجی اس کی موجودگی میں اس کے خاوند کے نکاح میں آسکتی ہے یا نہیں؟ سگی بھوپھی بھتیجی ایک وقت میں ایک ہی خاوند کے نکاح میں آسکتی ہیں یا نہیں؟ بینوا تو جروا۔
مستفتی: باقر خاں سکسٹریٹ انوال ضلع منٹگمری، ۲۴ صفر الظفر ۱۳۷۸ھ



شرع مطہر میں اس کی اجازت قطعاً نہیں کہ ایک شخص کے نکاح میں بھوپھی اور بھتیجی جمع ہو سکیں، سگی ہوں یا نوتیلی، نسبی ہوں یا رضاعی، ہرگز ہرگز جمع نہیں ہو سکتیں فتاویٰ عالمگیری ج ۲ ص ۶ میں ہے فلا يجوز الجمع بین امرأة وعمتها نسبا ورضاعا۔ واللہ تعالیٰ اعلم وعلیہ جل مجدہ اتمروا حکم وعلی

اللہ تعالیٰ علی حبیبہ والہ واصحابہ وبارک وسلم۔

عزرو انقیار الہوا بخیر محمد زواللہامی غفرلہ

۲۴ صفر المظفر ۱۴۰۸ھ

الاستفتاء

سائلہ نے بیان کیا ایک شخص کے نکاح میں پہلے خالہ تھی بعد ازاں اس نے اس عورت کی بھانجی سے نکاح کر لیا ہے، کیا یہ نکاح شرعاً جائز ہے؟ وہ خالہ بھانجی کی ماں کی بہن ہے یا لڑکی کی دو نول کا باپ ایک ہے اور ماںیں الگ الگ ہیں۔



شرعاً یہ نکاح بالاتفاق حرام اور باطل ہے، مرد پر لازم کہ دوسری بیوی کو کہہ دے میں نے چھوڑا اور ایسے ہی دوسری عورت پر لازم ہے اور اگر نہ چھوڑے تو الگ الگ جبراً کہہ دئے جائیں، یہ خالص حرام ہے اور اگر دوسری عورت کے ساتھ جماع کر چکا ہے تو اس کی پہلی عورت بھی اس پر حرام ہوگی، اس وقت تک کہ دوسری عورت کو چھوڑ دے اور پھر اس کی عدت پوری ہو جائے یعنی حمل ہے تو بچہ پیدا ہو جائے ورنہ تین حیض پورے ہو جائیں، بعد ازاں پہلی عورت حلال ہوگی اور دوسری عورت



بھی بعد ازاں کسی اور مرد سے نکاح کر سکتی ہے فتاویٰ عالمگیری، شامی، میزان الشریعۃ
الکبریٰ وغیرہ میں یہ مسائل ہیں۔

واللہ تعالیٰ اعلم وصلى الله تعالى على حبيبہ والہ وصحبہ
وبارک وسلم۔

حدرہ الفقیر الی الخیر محمد نور اللہ المصطفیٰ بصیر لدیہ
یکم رجب المرجب ۱۴۰۰ھ

الاستفتاء

سائل مظهر کہ زید کے نکاح میں ایک عورت تھی بعد ازاں اس عورت کی بھانجی
کی نبالہ لڑکی سے نکاح کر لیا۔ غفلت و دخول نہیں ہوا، کیا یہ نکاح دوسرا شرعاً جائز ہے
کہ نہیں؟

سائل : محمد علی ازہد سوسالم کا



یہ نکاح محض ناجائز ہے، زید پر لازم ہے کہ اس دوسری لڑکی کو چھوڑ دے
فتاویٰ خیر بہ ج ۱ ص ۲۲ میں ہے سئل عن الجمع بین المرأة و بنت

بنت اختہا هل يجوز ام لا آہ اجاب اما الجواز فلا قائل به الا
عثمان البتي وداود الظاهري ومن لا يعاب من الخوارج، پھر
اور عدت بھی نہیں لعدم صحة النكاح والدخول۔

والله تعالى اعلم وصلى الله تعالى على حبيب وآل و
وصحب وبارک وسلم۔

مترجم الغفران البحر محمد زور الشما لنعیمی غفرلہ

۲/ ربيع الاول شریعت ۷۲ھ

الاستفتاء

الحمد لله ونحمده ونصلی علی رسولہ الکریم ربنا الرحمن الرحیم
کیا فرماتے ہیں علمائے دین و شرع متین مطلق اس مسئلہ کے بارے میں
ایک شخص نے اپنی منکوحہ بیوی کو طلاق دے دی اور عدت شریعہ پوری ہونے
سے پہلے اپنی سالی کی لڑکی کے ساتھ نکاح ثانی کر لیا ہے، آیا اس میں اس مرد پر
عدت لازم آتی تھی یا نہیں؟ اور سالی کی لڑکی کے ساتھ نکاح کرنا بھی درست ہے یا کہ نہیں؟
کتاب و سنت کے مطابق مسئلہ کے جواب سے مستفید فرمائیں، جناب کی عین کرم نوازی
ہوگی، فقط حد آداب۔

فدوی حکیم عبدالوہاب موضع کنڈور ضلع میرپور ڈاک خانہ آزاد کشمیر





واقعی وہ شخص اپنی مطلقہ بیوی کی عدت کے اندر اس کی بھانجی کے ساتھ نکاح نہیں کر سکتا کہ یہ مرد پر لازم ہے مطلقہ کی عدت گزرنے سے پہلے پہلے اس کی کسی محرم کے ساتھ نکاح نہ کرے، قرآن کریم میں ہے ان تجمعوا بین الاختین یعنی دو بہنوں کو جمع کرنا حرام ہے اور حدیث پاک میں بھی اور بھانجی کا بھی یہی حکم بیان فرمایا صحیح مسلم، سنن ابوداؤد، ترمذی، نسائی کی حدیث پاک میں ہے لا تنکح المرأة علی عمتها ولا علی خالتها ولا علی ابنتی اخیها ولا ابن اختها اور عدت میں نکاح کرنا حکماً جمع کرنا ہے لہذا ناجائز ہے، فتاویٰ عالمگیری میں ہے کمالاً یجوز ان یتزوج اختہا فی عدتہا فکذا لا یجوز ان یتزوج واحدة من ذوات المحارم۔

بہر حال سالی کی لڑکی کے ساتھ اس مرد پر اپنی مطلقہ کی عدت میں نکاح کرنا حرام تھا تو وہ نکاح نہیں ہوا جبکہ وہ سالی اس مطلقہ کی بہن ہو کیونکہ ایسی صورت میں وہ مطلقہ اور وہ لڑکی خالہ اور بھانجی بننے گی اور مرد کے اس انتظارِ عدت کو مجازاً عدت کہا جاتا ہے۔

واللہ اعلم وصلى الله تعالى على حبيبہ والہ
واصحابہ اجمعین۔

الاستفتاء

جناب مولانا مولوی محمد نور اللہ صاحب البصیرہ پبلشرز

السلام علیکم ورحمۃ اللہ علیہ : اس مسئلہ کا فیصلہ دیجیں :-

ایک آدمی مومنح لعلو گودڑ کا باشندہ ہے اور شادی شدہ ہے، اس آدمی کی بیوی کی بھانجی بیوہ جس کے خاندان کا انتقال ہوئے کو غرضہ ۱۰ سال گزر چکا ہے اس بیوی کی بھانجی کے ساتھ وہ آدمی عقد کرنا چاہتا ہے، آیا وہ بیوہ اس آدمی کی بیوی کی بھانجی عقد میں آسکتی ہے یا نہیں؟ بیوی زندہ اس آدمی کے گھر آباد ہے اور وہ بھانجی اس کی بیوی کی اس طرح ہے کہ ایک باپ کی لڑکی دہ ہے جو اس آدمی کی بیوی ہے اور دوسری عورت اس آدمی کی بیوی کی ہمیشہ ہے، وہ اور باپ کی ہے لیکن ماں ان دونوں ہمیشہ کی ایک ہے، باپ دو ہیں، وہ لڑکی بیوہ اس دوسرے باپ کی ہمیشہ سے پیدا شدہ ہے اور اس طرح اس آدمی کی بیوی کی بھانجی ہے وہ بیوہ اس آدمی کے عقد میں آسکتی ہے یا نہیں؟ یہ مسئلہ تحریر فرمادیں۔

محمد عباس حصہ دار لعلو گودڑ



جب تک خاندان اس کے نکاح و عدت میں رہے اس وقت تک بھانجی سے نکاح نہیں کر سکتا، ان دونوں بہنوں کی ماں ایک اور باپ الگ الگ ہیں تب بھی

یہی حکم ہے بلکہ اگر مائیں بھی الگ الگ ہوں اور ان دونوں نے ایک عورت کا دودھ
پیا ہوا ہو تب بھی یہی حکم ہے کہ خالہ اور بھانجی ایک شخص کے نکاح میں نہیں آسکتیں
فتاویٰ عالمگیری ج ۲ ص ۶ میں ہے لای جزوا الجمع بین امرأة وعمتها
نسبا ورضاعا وخالتها كذلك . واللہ تعالیٰ اعلم وصلى اللہ تعالیٰ
على خبيب و آلہ واصحابہ وبارک وسلم .

عزہ الفقیر الی الخیر محمد زوالشہ النعمی غفرلہ

۱۶ سوال المکرم ۳۷۳

الاستفتاء



کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اندر اس صورت کہ ایک
شخص کے نکاح میں ایک عورت ہے اور بعد ازاں اس اپنی بیوی کی خالہ کے ساتھ
نکاح کر لیا ہے حالانکہ وہ خالہ اس عورت کی ماں باپ سے بہن ہے تو کیا اس
دوسری عورت خالہ کا نکاح صحیح ہے؟ بینوا توجروا۔

سائل: حاجی قاسم علی وحاجی محمد شفیع تارو ملیکا ۲۴/۲/۵۸



شرعاً ایک شخص کے نکاح میں بھانجی اور خالہ نہیں آسکتیں خواہ اکٹھا نکاح کرے

یا آگے بھیجے تو پھیلی کا نکاح صحیح نہیں اور اس مرد پر لازم ہے کہ اس عورت کو الگ کر دے
اور اگر وہ خود الگ نہ کرے تو عام وقت کا فرض ہے کہ الگ کرائے، فتاویٰ
عالمگیری ج ۲ ص ۶ میں ہے فلا یجوز الجمع بین امرأة وعمتها نسبا
او رضا عا و خالتہا كذلك، نیز اسی میں ہے و ان تزوجہا فی
عقدتین فنکاح الاخیرۃ فاسد و یجب علیہ ان یتفارقہا
و لو علم القاضی بذلك یفرق بینہما، صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں ہے
کہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لا یجمع بین المرأة وعمتها ولا بین المرأة وخالتہا
واللہ تعالیٰ اعلم و علیہ السلام و احکم و مستلزم اللہ تعالیٰ علی حبیبہ و آلہ اصحابہ باریک وسلم

عزہ الفقیر الی الخیر محمد نور اللہ النعمی غفرلہ

۱۴ رمضان المبارک ۱۴۰۷ھ



باب حرمة نكاح المحصنات

باب حرمۃ نکاح المحصنات

الاستفتاء

مختصر یہ کہ ایک نابالغہ مہاجرہ جس کا کوئی دلی کہیں موجود معلوم نہیں ہوئے
ماموں زاد کے تو اس ماموں زاد نے لڑکی کا نکاح اپنے کسی رشتہ دار کے ساتھ
کر دیا، کچھ مدت کے بعد اس نکاح پر دوسرا نکاح دوسرے شخص سے کر دیا لڑکی کی
نبالغی ہی میں تو وہ ولی اور گواہاں و نکاح خواں دوسرے نکاح کے کس کس تغذیر
کے مستحق ہیں؟

مولانا عبد الغنی صاحب از رو بیلائیجے کا
جواب تفصیل کی فرمائش ہے۔



حسب تقریرات فقہائے کرام ماموں زاد دور کے ذوی الارحام سے ہے



اگر انعام حیات یافتہ ان افراد بارے وقت نابالغ کا نکاح بلا کمی فاش مہر مثل لمناظ جمیع
انسان کم کفایت کم فو سے کر دے تو ہمارے امام اعظم علیہ الرحمۃ کے نزدیک مشہور ترین
روایت کی بنا پر نافذ ہو جائے گا خلاف اللائمتہ الثلاثہ والصاحبین
والوادیۃ الضعیفۃ عنہ ایضاً مگر لڑکی فسخ کر سکتی ہے بشرط القضاء
اور اگر غیر فو سے یا مہر مثل سے کم فو فاش پر کر دے تو نہیں پس صورت مسوئلہ
میں اگر نکاح اول شرائط نفاذ کے ساتھ ہوا ہے تو بوجہ نفاذ دوسرے نکاح لغو و فسخ
ہوا اور ودولی اور گواہاں و نکاح خواں نکاح پر نکاح کرنے سے گنہگار ہوئے

اور مستحق تفریح بھی ولكن لا یفتی بکفر احد منهم ولا بفسخ انکحہم
وان استحلوا المکان اختلاف الائمة العظام والتعزیر اسر
للتادیب الغیر المقرر فی الشرع بل مفوض الی رأی الامام
بحسب کوائف الانام من حدیث الانزجار، اور اگر نکاح اول بوجہ فقدان
شرائط کلاً اولیاً نہیں ہوا تو دوسرے نکاح اگر شرائط موجود تھیں تو ہو گیا کجی فسخ عند بلوغ
ورنہ نہیں ولا اثم علی احد فی الصورتین الا من اقدم وائیا ان النکاح
الاول نافذ وان الثانی ایضاً غیر مستجمع للشرائط فانما الاحتمال
بالنیات فیستوجبون التعزیر اور توبہ تاثم کی صورتوں میں لازم ہے اور
اگر نکاح ثانی بھی نہیں ہوا تو بالغ ہونے پر اپنی رضا و رغبت سے خود انتخاب کر کے
نکاح کر سکتی ہے اور حیض وغیرہ نہ ہونے کی صورت میں پورے پندرہ سالہ ہو جانے
سے بلوغ ہو جاتا ہے و جمیع الاحکام ماخوذة من الہدایۃ والفتح
وبدائع الصنائع والکنز والبحر الرائق والدر المختار ورد
المحتار وغیرہا من الاسفار.

واللہ تعالیٰ اعلم وصلى الله تعالى على حبيب

والد و صاحب و سلم

عزہ الفقیر الہامی محمد زور الشماخی مغفرلہ

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ مسماۃ رشیدہ بی بی دختر ولی محمد کی عمر جب چار برس تھی تو والد کا انتقال ہو جاتا ہے بعد ازاں رشیدہ بی بی کے دادا سے مسمیٰ قائم دین ہو دانا اور شریعت سے لے کر جب لڑکی مذکور کی عمر ساڑھے پانچ سال تھی ایک نابالغ لڑکے مسمیٰ یاسین ولد سلطان محمد سے نکاح کر دیا پھر دیرچھ سال بعد یعنی جب لڑکی مذکور کی عمر سات سال کی تھی تو قائم دین نے سلطان محمد سے بوجہ ناتعلقی طلاق حاصل کر لی حالانکہ لڑکا ابھی نابالغ تھا جس کی عمر سات سال کی تھی بعد ازاں رشیدہ بی بی کی والدہ جو اپنا نکاح ثانی کر چکی تھی، رشیدہ بی بی کو اس کے دادا سے مجبور کر کے لے گئی اور بلا اجازت و بلا رضامند دادا سے کے مخالفہ صورت میں اور جگہ نکاح کر دیا حالانکہ لڑکی اس وقت بھی نابالغ تھی، اس وقت خاوند کے ساتھ رخصتی کر دی، ایک دو دن کے بعد واپس آئی اور اب تک والدہ کے پاس ہے، اب دریافت طلب یہ امر ہے کہ پہلا نکاح دادا کا کیا ہوا حال ہے کہ طلاق و مہندہ سات سالہ تھا یا دوسرا مال کا کیا ہوا؟ بینوا تو جو ا۔

السائل: قائم دین دادا لڑکی مذکورہ کا از پاکستان شریعت ناٹک پال





اگر صورتِ مسئلہ صحیح اور واقعی ہے تو رشیدہ بی بی کا پہلا نکاح بدستور قائم ہے، اگر کاغذی بالغ طلاق نہیں دے سکتا خصوصاً جبکہ بہت ہی چھوٹا ہو، فتاویٰ عالمگیری ج ۲ ص ۴۸ میں ہے لایقہ طلاق الصبی وان کان یعقل اور بالغرض اگر طلاق ہو بھی جاتی تب بھی دوسرا نکاح صحیح نہ ہوتا کہ دادا شرعی ولی ہے، اس کے ہوتے ہوئے اس کی رضا کے خلاف ماں کے نکاح کر دینے کا اعتبار نہیں، فتاویٰ عالمگیری ج ۲ ص ۹ میں ہے وعند عدم العصبۃ کل قریب یرث الخ۔

بہر حال دوسرا نکاح شرعاً نکاح نہیں اور پہلا بدستور قائم و لازم ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم وصلى الله تعالى على حبيبنا و آله واصحابہ و بارک وسلم۔

حرمہ الفقیر الی الخیر محمد نواز الشاعری القادری الحنفی مغفرہ
۲۱ جمادی الاولیٰ ۱۳۷۳ھ ۲۷ جنوری ۱۹۵۴ء

الاستفتاء

کیا فوائتہ میں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین رحمہم اللہ تعالیٰ ان پر دریں مسئلہ کہ مسماۃ فاطمہ خواہروریام زوجہ غلام محفی، غلام اور اس کی زوجہ دونوں سے دریا

نے کہا کہ اپنی نابالغ بیٹی مسماۃ فیضان ہمارے نابالغ بیٹے مسیحی صادق کو شادی کے لئے دیدی ہے، یہ اقرار وعدہ کانکاح ہوا، چند ماہ کے بعد زوج غلام (فاطمہ) فوت ہوگئی، اس کی فاسخ خوانی پر تمام برادری اکٹھی ہوئی، ساتویں روز کے ختم پر مولوی سلیمان کو بھی بلایا اور برادری جمع تھی ختم پڑھنے کے بعد سلیمان جو دریا م کا بھائی تھا اس نے غلام سے کہا جو اقرار لڑکی دینے کا تم نے دریا م سے کیا ہوا ہے وہ پورا کرنا ہے یا نہیں؟ تب غلام بولا اگر ہمارے دل میں شک ہے تو آج تمام برادری اتفاقاً جمع ہے اور جن کو نکاح کے لئے بلانا تھا وہ مجلس برادری بھی موجود ہے اور مولوی سلیمان بھی موجود ہے اور نابالغ اور نابالغہ کا ایجاب و قبول ہوتا ہے وہ مجھ سے کر لو، پھر تمام مجلس میں غلام نے اقرار کیا کہ میں نے اپنی نابالغ بیٹی مسماۃ فیضان دریا م کے نابالغ بیٹے مسیحی صادق کو دی اور پھر دریا م نے کہا کہ میں نے اپنے لڑکے کے لئے قبول کی، تمام مجلس اور ایک شاہ صاحب شریک محفل تھے، نے کہا کہ یہ نکاح مکمل ہو گیا، دعائے خیر کی گئی، شرعی تقسیم نہیں ہوئی اور حق مہر کا ذکر نہیں کیا گیا۔

ایک اور گاہ میں کچھ عرصہ کے بعد غلام نے ایک بیوہ عورت کو شادی کی دعوت دی، عورت نے کہا میں آپ سے شادی کر لوں گی مگر آپ اپنی نابالغ لڑکی فیضان کانکاح میرے نابالغ لڑکے کے ساتھ کر دیں۔ غلام نے اپنی مذکورہ نابالغہ لڑکی کانکاح عورت کے لڑکے کے ساتھ کر دیا، فریق اول کتابہ ہمارا نکاح سچا اور فریق ثانی کتابہ ہمارا نکاح ہے، گواہ ہر دونوں کے موجود ہیں اور لڑکی اب جوان ہے کیا پیدل نکاح جائز ہے یا دوسرا؟ بینوا تو جرحا۔

محرر کینندہ : نعم الدین ازملکہ ہانس خاص

تحصیل پاکستان شریف ضلع منٹگمری





اگر صورت سوال صحیح اور واقعی ہے تو فریق اول سچا ہے اور فیضان کا نکاح عادی سے ہو گیا کہ نکاح ایجاب و قبول کا نام ہے جو صریح طور پر پائے گئے، شیرینی کی تقسیم پر نکاح موقوف نہیں اور نہ ہی حق مہر کا ذکر شرط نکاح ہے، قرآن کریم میں ہے لا جناح علیکم ان تطلقتم النساء ما لم تمسوهن او تفرضوا لهن فريضة اس آیت سے صاف صاف ثابت ہو گیا کہ بلا ذکر مہر نکاح صحیح و درست ہو جاتا ہے اور فریق ثانی کا دعویٰ جھوٹا ہے، نکاح پر نکاح نہیں ہو سکتا، قرآن کریم میں ہے و المحصنات من النساء اور جب پہلا نکاح ثابت ہے تو دوسرے نکاح کے گواہ اس کو نقصان نہیں دے سکتے، اگر ان کو پہلے نکاح کا علم نہیں تو ان کو مطلع کر دیا جائے تو خود ہی گواہی سے باز آجائیں گے اور اگر دیدہ و دانستہ نکاح پر نکاح کے گواہ بنے ہیں تو وہ بھی غلام کی طرح سخت ظالم و بدکار اور مستحق غضب و جبار و قہار اور حقدار عذاب نار بنے تو ان کی گواہی کا کیا اعتبار؟ واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم وصلى الله تعالى على حبيب وال واصحابه وبارك وسلم۔



مقرہ الفقیر الراجح محمد نور اللہ انعمی بنقرہ

۶ رمضان المبارک ۱۴۰۶ھ

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارہ میں فرمادے
اپنی لڑکی کا بچہ کے ساتھ نکاح کر دیا، لڑکی چھ ماہ کا عرصہ اپنے خاوند کے پاس مقیم رہی، اس
عرصہ میں زید نے ایک دفعہ بھی جماع نہیں کیا اور ایک ہی مکان میں کئی دفعہ اکیلے رہے لیکن
جماع وغیرہ کچھ نہیں ہوا، تقریباً چھ ماہ رہے اور نہ ہی کسی قسم کا اظہارِ محبت ہی کیا گیا جس سے
اس کی خواہشات کا علم ہو سکے۔ آخر لڑکی کی صورت حال دیکھ کر اپنے والدین کے پاس
آگئی، اب اس لڑکی کے واسطے کیا حکم ہے؟ اور اس کے حق میں ۱۰۰۰ مقررہ کا کیا حکم ہے؟
مستفتی: نعمت علی شاہ ساکن بصیر پور ضلع منٹگری ۲۴/۹/۵۸



اگر صورت سوال صحیح اور درست ہے تو وہ نکاح حسبِ دستور سابق قائم ہے
جب تک خاوند کے طلاق دینے یا مرنے کے بعد عدت نہ گزرا لے کہیں اور نکاح
نہیں کر سکتی اور اگر دوسرے مذہب حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان دونوں
صورتوں میں عورت پورے حقِ مہر کی مستحق ہے کہ ظاہر سوال یہی ہے کہ غلوت صحیحہ ضرور
پائی گئی، فتاویٰ عالمگیری میں ہے والمہر بیتا کد باحد معان ثلاثة الدخول
والخلوة الصحيحة وموت احد النرجین اور غلوت صحیحہ یہ ہے کہ



میاں بیوی ایک مکان میں اکٹھے ہوں اور جماع سے کوئی مانع حسی یا شرعی یا طبعی نہ ہو فتاویٰ عالمگیری میں ہے والخلوة الصخیحة ان یجتمعا فی مکان لیس هناك مانع یمنع من الوطی حسا وشرعا و طبعاً کذا فی فتاویٰ قاضیخان۔ ہاں اگر خاوند یا بیوی میں سے کوئی بیمار ہو یا کوئی اور مانع جماع موجود رہا ہو اور خلوت صحیحہ نہ پائی گئی ہو تو پھر یہ حکم نہیں کہ عورت پورے مہر کی مستحق ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم وعلیہ جل مجدہ اتم واحکم وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیب والہ واصحابہ وبارک وسلم۔

مرکز الفقیر الی الخیر محمد نور الشانی عفی عنہ

۱۱ ربیع الاول ۱۴۰۸ھ بروز جمعۃ المبارک

الاستفتاء



کیا فرماتے ہیں علمائے دین مسئلہ ہذا کے بارے میں کہ اگر کوئی شخص کسی غیر عورت کو بھنگا کر لے آئے اور بعد میں اس عورت کی رضا مندی کے ساتھ اس سے نکاح کر لے حالانکہ اس عورت کا اپنا پہلا خاوند زندہ ہے، وہ اپنی اس عورت کو طلاق دینا نہیں چاہتا بلکہ وہ اسے اپنے نکاح میں رکھنا چاہتا ہے اور اس پر مقدمہ چلا رکھا ہے۔

۱۔ اب جس امام نے یہ نکاح پڑھایا ہے اس نے جان بوجھ کر یہ نکاح پڑھایا ہے ہے اس کے پیچھے نماز پڑھنا کیسا ہے؟

۲- اور یہ نکاح باقی رہا یا نہیں؟

۳- کیا اس امام کے اپنے نکاح میں بھی اس سے کچھ فرق پڑ گیا یا نہیں؟
جواب دے کر شکریہ کا موقع دیں، انوار شمس ہوگی۔

آپ کا خادم: چوہدری مختار احمد ساکن جاگو والا چک ۳۴
ڈاکخانہ برج مہال چک ۳۵ براستہ پتو کی تحصیل چوئیاں ضلع لاہور



۱- اگر واقعی دیدہ و دانستہ سابقہ نکاح کے ہوتے ہوئے، یہ نام نہاد نیا نکاح پڑھایا اور گناہ سمجھ کر پڑھایا تو وہ محنت فاجر و فاسق ہے، اس کے پیچھے نماز ناجائز ہے، مکروہ تحریمی ہے جس کا دوبارہ پڑھنا واجب ہے اور اگر حلال جلتے ہوئے پڑھایا تو وہ دائرۃ اسلام سے خارج ہو گیا، اس کے پیچھے نماز سرے سے ہوتی ہی نہیں اور نہ ہی اس کا ذبح کیا ہوا ناجائز و حلال ہے اور نہ ہی اس کا اپنی عورت سے نکاح باقی رہا۔

۲- اس عورت کا پہلا نکاح پہلے خاوند سے برقرار اور باقی بچے اور دوسرا نام نہاد نکاح، نکاح نہیں اور دوسرے خاوند سے نزدیکی نہ ملے ہے اور جوا اولاد پیدا ہو وہ حرامی ہوگی۔

۳- پہلے جواب سے واضح ہو گیا کہ اگر اس نے گناہ اور حرام جان کر ایسا کیا تو اس کا اپنا نکاح باقی ہے اور اگر حلال جان کر کیا تو اس کا اپنا نکاح ٹوٹ گیا۔

واللہ تعالیٰ اعلم وصلی اللہ تعالیٰ علی سیدنا و مولانا محمد و



والد واصحابہ وبارک وسلم.

حقہ الفقیر الیہ الرحمہ محمد نور الدین غفرلہ

بانی و مستم دار العلوم حنفیہ فریدیہ بصیر پور ضلع ساہیوال بھارت

۲۳ ربیع الاول ۱۳۹۱ھ، ۲۰/۵/۲۰

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اندر اس مسئلہ کہ لاعلمی میں نکاح پر نکاح کیا گیا، اب نکاح پڑھانے والوں کے حق میں علمائے کرام کیا فیصلہ فرماتے ہیں؟ بیسوا توجروا۔

مورخہ ۱۶ رمضان المبارک ۱۳۹۸ھ بروز دوشنبہ وار



اگر واقعی لاعلمی میں غلطی ہو گئی تو وہ معذور ہیں، ان پر کوئی گناہ نہیں۔ ہاں جو دیدہ دانستہ نکاح پر نکاح پڑھائے وہ بڑا سخت گنہگار اور سزاوار عذابِ نار ہے اور اگر نکاح پر نکاح پڑھانا حلال جانتے ہوئے پڑھایا تو وہ اسلام و ایمان سے خارج ہو گئے، ان پر لازم کہ از سر نو کلمہ اسلام پڑھ کر مسلمان ہوں اور اپنے نکاح سے

سرسے سے پڑھائیں کہ مزد کا اپنا نکاح بھی لوٹ جاتا ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم وعلہ جل مجدہ اتم واحکم وصلى اللہ
تعالیٰ علی حبیبہ والہ واصحابہ وبارک وسلم۔

عزہ الفقیر الیہ ابو الخیر محمد زور اللہ انعمیٰ مغفر

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع دین کہ اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک عورت نے ایک امام مسجد کو یہ کہا کہ میرا خاوند دس ماہ سے مرجھا رہا ہے اور میری عدت گزر چکی ہے، اس عورت کے ہمراہ دو آدمی تھے انہوں نے بھی اس عورت کی تصدیق کی، اس بنا پر امام صاحب نے اس کا نکاح اپنے گاؤں میں کسی آدمی سے کر دیا نکاح ہو جانے کے کچھ دن بعد سرخ چلا ہے کہ اس عورت کا پہلا خاوند ابھی زندہ ہے، دریافت طلب یہ امر ہے کہ اس امام مسجد پر شرعاً کوئی تعزیر ہے یا نہیں؟ امام مذکور بہت نیک اور دیانت دار آدمی ہے، اس سے قبل کوئی ایسا معاملہ اس سے وقوع میں نہیں آیا، بیینوا تو جروا۔

سائلین: مسلمان خونی چمک ضلع گجرات ۵۴-۸-۲۷

(بوساطت مولانا ابوالعباس غلام علی صاحب ادکار ۵)



نکاح خواں تو صرف نکاح خواں ہی ہے، ایسی خیر کی بنا پر خود عورت بھی نکاح

کر سکتی ہے، مگر بھروسے غاوند کی بیوی بن سکتی ہے اور ایسے ہی
 مرد غاوند بن سکتا ہے، زندگی بھر زن و شو کی فرائض انجام دے سکتا ہے، پھر یہاں تو
 تین خبریں اور شرعاً صرف ایک کی خبر پر بھی اعتماد کیا جا سکتا ہے اگرچہ عادل بھی نہ ہو،
 عقود الدیہ ج ۱ ص ۵۵ میں ہے و ذکر فی العیون اذا اخبرت المرأة بموت
 زوجها اور دتہ او بتطليقہ ایاها حل لها التزوج اه و مثله فی جامع
 الفصولین و البزازیة و الجوهره و البحر شامی ج ۲ ص ۸۴ میں (قول علی
 ید شقہ) ہذا غیر قید کما فی الولوجیۃ و فی جامع الفصولین اخبرها
 واحد بموت زوجها او برتہ او بتطليقہا حل لها التزوج۔ در المختار میں
 فرمایا لو قالت امرأة لرجل طلقني زوجي وانقضت عدتي لا بأس ان
 ینکحها۔ شامی علیہ الرحمۃ نے اس پر فرمایا فی الخانیۃ قالت اردت زوجی بعد
 النکاح وسعدان یعتمد علی خبرها وتزوجها بکے صرف اقدام علی النکاح
 کو بھی ہمارے مشائخ عظام نے حکماً اقرار قرار دیا ہے۔ شامی ج ۲ ص ۸۴، والاقدام
 علی النکاح اقوار بمعنی العدة۔ تو ثابت ہوا کہ صرف مخرج نہیں بلکہ اس کا پہلا
 غاوند خود آبلے اور صد ہا گواہوں سے اس کا غاوند ہونا ثابت بھی ہو جائے تب بھی اس
 امام مسجد پر کوئی جرم عائد نہیں ہوتا کہ اس نے تین مجرموں کی خبر پر اعتماد کرتے ہوئے اعتماد
 کیا ہے اور ان کے جھوٹ یا جس نے انہیں جھوٹی خبر دی ہے، اس کا بوجھ شرعاً صرف
 جھوٹوں پر ہی ہے قرآن کریم کا ارشاد ہے علیہا ما اکتسبت۔ لا تزوا زرة



۱۔ کہ ایسی خبر ایک شخص سے سن کر دل مان بلے تو شہادت بھی دے سکتا ہے چہ بائیکہ خبر یا تصدیق خبر شامی میں
 عبارت جامع الفصولین مذکورہ کا ترجمہ ہے ولو سمع من هذا الرجل اخر له ان یشہد لانه من باب
 الدین فیثبت بخبر الواحد ۱۲ منہ مغفرہ

وذر اخری۔ وان یک کاذباً فعلیہ کذبہ۔ بدائع صنائع ج ۳ ص ۲۱۲ میں
 ہے وحمل امور المسلمین علی الصلاح والسداد واجب ما امکن
 اور قرآن کریم نے تاکید فرمایا ان بعض الظن اشہر، تو ماہ نیم ماہ و مہر نیم روز کی مانند
 نمایاں ہو کہ تعزیر تو بہت بڑی چیز ہے اس امام مسجد پر زنی بدگمانی بھی حرام ہے۔
 واللہ تعالیٰ اعلم وصلى الله تعالى على حبيب والہ وصحبہ وسلم۔

مراد الفقیر الی الخیر محمد زکریا اللہ اعلمی غفرلہ

۲۸ رذی الحجۃ المبارکہ ۱۴۳۳ھ



باب نکاح المعتدات والمحامل

باب نکاح المعتد والحوامل

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اندر یہ مسئلہ کہ مہندہ کا خاوند بتاریخ ۲۴ کو فوت ہوا اور بتاریخ ۱۱ کو اس کا نکاح کیا گیا، حالانکہ اس نے کوئی بچہ نہیں جنا بلکہ حمل ہی نہیں تھا تو کیا اس کا نکاح درست ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

سائل : علاء اول از جمال کوٹ ٹھکر کا



اگر صورت سوال صحیح ہے تو وہ نکاح صحیح نہیں ہوتا بلکہ فاسد ہے اس کا حکم بعد از مجامعت (چنانچہ سائل نے ذہانی بیان کیا) یہ ہے کہ مرد یا عورت



صرف زبان سے کہہ دے کہ میں نے چھوڑ دیا اس نکاح کو یا فلاں مرد کو یا عورت کو اور تین حیض اس کے بعد گزر جائیں تو نکاح ہو سکتا ہے علی ما فی الشاشی عن البحر حیث قال ج ۲ ص ۸۴۲ اما فی الدیانتہ لو علمت انہا حاضت بعد اخر وطئ ثلاثا حل لہا التزوج بما لائق ج ۲ ص ۸۴۶ اور اگر نکاح فاسد میں مرد یا عورت الگ نہ ہوں تو اہل اسلام پر لازم کہ الگ الگ کر دیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم وعلیہم اتم واحکم وصلى الله تعالى عليه وسلم۔

عزہ الفقیر الی الخیر محمد نور اللہ العی غفرلہ

۳ ربیع الاول ۱۳۶۶ھ

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ہندہ کا خاوند ۲۳ اکتوبر ۱۹۴۶ء مطابق ۲۷ ذیقعدہ ۱۳۶۵ھ کو فوت ہو جاتا ہے۔ ہندہ مذکورہ مورخہ ۲۱ فروری ۱۹۴۷ء مطابق ۲۹ ربیع الاول ۱۳۶۶ھ کو (یعنی بچہ ۲ بقری ۴ ماہ ۴ دن اور بحساب شمسی ۴ ماہ ۱ دن بعد) نکاح ثانی کر لیتی ہے، آیا یہ نکاح از روئے شرع شریف درست اور جائز ہے؟ قرآن مجید اور معتبر کتب کا حوالہ دیکر فتوے دیا جائے، اگر از روئے شرع شریف نکاح جائز نہیں تو نکاح خواں کے متعلق بھی فیصلہ دیا جائے۔ بینوا توجروا۔

سائل: عاشق محمد برادر ہندہ مذکورہ





سائل منظر کہ ہندہ کو حمل نہیں تھا تو عدت چار ماہ اور دس دن تھی حضرت رب العالمین قرآن کریم میں ارشاد فرماتا ہے وَالَّذِينَ يَتُوفُونَ مِنْكُمْ وَيُذَرُونَ اَنْوَاجًا يَتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ اَرْبَعَةَ اشْهُرٍ وَعَشْرًا اور یہی حکم احادیث شریفہ اور کتب فقہیہ میں واضح طور پر مبین ہے تو یہ نکاح عدت میں ہوا یعنی سائل کے حساب سے چھ دن انصرام عدت سے پہلے ہوا اور عند تحقیق ممکن کہ بقیہ ایام بھائے ۶ کے سات یا آٹھ یا نو یا دس ہوں کہ یہ وفات اول ماہ میں نہیں بلکہ اثنار ماہ میں ہے اور جب اثنار ماہ میں وفات ہو تو چار ماہ دس دن بحساب ایام معتبر ہوتے ہیں یعنی ایک سو تیس دن تو اگر ماہ بھائے مذکورہ فی السؤال کل یا بعض اتیس دن کے ہوں تو اسی حساب سے بقیہ ایام میں اضافہ ہوگا۔ شامی ج ۲ ص ۸۲۹، فتاویٰ ہندیہ ج ۲ ص ۱۳۵ میں ہے والنظم من الهندية وفي الوفاة يعتبر مائة وثلاثون يوما كذا في المحيط اور جب عدت میں ہوا تو صحیح اور درست نہیں ہو سکتا کہ حضرت رب العالمین نے دوران عدت میں نکاح سے منع فرمادیا ہے، ارشاد ہوتا ہے وَلَا تَحْزَمُوا عَقْدَةَ النِّكَاحِ حَتَّى يَبْلُغَ الْكِتَابُ أَجْلَهُ اور در حقیقت عدۃ کا تقاضا یہی ہے اور کتب مذہب مہذب میں عدۃ کو محرمات نکاح میں شمار فرمایا ہے، فتاویٰ عالمگیری ج ۲ ص ۱۷۷ میں ہے لَا يَجُوزُ لِلرَّجُلِ أَنْ يَتَزَوَّجَ وَجْهَةً غَيْرَهُ وَكَذَلِكَ الْمَعْتَدَةُ كَذَا فِي السَّرَاجِ الْوَهَّاجِ اور نکاح خواں نے اگر بقلائے عدت کو جانتے ہوئے



نکاح کیا ہے تو اس کے متعلق نئے فیصلے کی ضرورت نہیں بلکہ قرآن کریم کی صریح
 خلاف ورزی کرنے والوں میں شمار ہوگا اور ان کے فیصلے میں شریک ہوگا۔
 واللہ تعالیٰ اعلم وعلیہ السلام وحکم وعلیہ السلام وحکم وعلیہ السلام وحکم
 محمد والہ وصحبہ وبارک وسلم۔

عزہ العزیز الباقی محمد نور الشانعی غفرلہ
 مستم دارالعلوم ہذا غفر اللہ من ذنوبہ من الحی والموتی
 یکم جمادئ الثانیہ ۱۳۶۶ھ

الاستفتاء



کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ
 نشان بی بی دختر امام شاہ پیر کو کاراساکن بھرت گڑھ کی شادی محمد امیر ولد حیدر شاہ پیر
 کو کاراساکن ہمال مہار سے ہوئی تھی، چند سال گزرنے کے بعد محمد امیر مذکور بقضاء الہی
 پوہ بتاریخ ۲۸ مطابق جنوری ۱۹۵۲ء کو فوت ہو گیا ہے اور محمد امیر مذکور کا
 بڑا بھائی بنام محمد علی نے جیت کی ۲ تاریخ کو بمطابق مارچ ۱۳/۱۹۵۲ء کو محمد امیر
 کی زوجہ بیوہ نشان بی بی کو حمل نہیں تھا، ان کا رواجی نکاح یعنی چاول پھینک کر کر لیا
 ہے اور نشان بی بی نکاح مذا میں راضی نہیں ہے، کیا یہ شرعی نکاح صحیح اور درست
 ہے یا نہیں؟ جواب آیات قرآنی سے دیں، اجر ملے گا۔

سائل ، حقیر بندہ محمد علی امام مسجد بھرت گڑھ



یہ نکاح نکاح نہیں، بالکل لغو اور باطل ہے، حسب ارشاد قرآن کریم: ہو وہ
غیر حاملہ کی عدت چار مہینے دس دن ہے، اس مدت میں تو صراحتہ نکاح کا پیغام
دینا بھی جائز نہیں، یترتبصن بانفسہن اربعۃ اشہر وعشرا - ولا
تعزموا عقدۃ النکاح حتی یتبلغ الکتاب اجلہ - واللہ تعالیٰ
اعلم وصلى الله تعالى على حبيب والہ واصطحابہ اجمعین۔

قرۃ الغفر الباقی محمد نور اللہ انعمی غفرلہ

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرح متین اندر میں مسئلہ کہ ایک
عورت کا نکاح ایک مرد کے ساتھ ہوا اور چھ ماہ تک اس کے پاس بطور بیوی بستی
رہی پھر ایک شخص اغوا کر لے گیا اور نو سال اس کے پاس رہی اور دو تین بچے بھی پیدا
ہوئے اور اب اس نکاح والے مرد نے طلاق ہی امر بعد از طلاق جلدی ہی آئندہ شب
میں نکاح کر لیا ایک پر صاحب کے کہنے اور زور دینے سے تو کیا یہ نکاح جائز
ہو گیا یا نہ، اگر جائز نہیں تو نکاح خوال اور گواہوں کے نکاحوں کا کیا حکم ہے
جبکہ وہ بیچارے دھوکا میں آگئے ہیں اور ارادۃ انہوں نے یہ کار بد نہیں کیا۔



بینوا توجروا۔

سائل : مولوی ولی محمد صاحب امام مسجد موضع ادھو پاڑی
تحصیل دیپالپور ۱۹ جمادی الاخریٰ ۱۳۷۳ھ

نوٹ :- عورت مذکورہ بوقت طلاق غیر حامل تھی۔



اگر عورت مذکورہ بح نوٹ ٹھیک ہے تو یہ نکاح بالکل نہیں ہوگا کہ عورت
مدخول بہا پر عدت لازم ہے جو اس صورت میں تین حیض مکمل ہیں، قرآن کریم میں ہے
والمطلقات يتربصن بأنفسهن ثلثة قروء توب تین حیض پورے
ہو جانے کے بعد نکاح ہو سکے گا اور اگر تین حیض پورے ہونے سے پہلے حل
ہو جائے تو وضع حمل کے بعد نکاح جائز ہوگا، قرآن کریم میں ہے واولات الاحمال
اجلھن ان یضعن حملھن، فتاویٰ عالمگیری ج ۲ ص ۳۵ میں ہے سواء
كانت حاملا وقت وجوب العدة او حبلت بعد الوجوب کذا فی
فتاویٰ قاضی خان اور نکاح خوان وگواہاں کے نکاح نہیں ٹوٹے کہ وہ بیچارے
دھوکے میں آگئے مگر توبہ واستغفار ضرور کریں کہ بے احتیاطی کیوں کی ذرا اٹھ جاتے
اور علمائے کرام اہل السنۃ والجماعت سے باقاعدہ تسلی کر لیتے، ایسے جاہلوں
اور گمراہوں سے بچنا نہایت ضروری ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم وصلی اللہ
تعالیٰ علی حبیب والہ وسلم۔

حقہ الفقیر الی الخیر محمد زکریا اللہ تعالیٰ غفرلہ

۱۹ جمادی الاخریٰ ۱۳۷۳ھ بوقت عصر

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید نے بمعاوضہ مال اپنی عورت مدخول بہا جو ان غیر عامل کو طلاق دی، عورت نے صرف ایک ماہ سات دن گزار کر عمرہ کے ساتھ نکاح کر لیا، کسی مفتی بننے والے نے لکھ دیا کہ یہ خلع ہے صرف ایک حیض ہی کافی ہے اور حدیث ربیع بنت معاذ کا اجمالاً حوالہ دیا تو کیا یہ نکاح درست ہے؟ بینوا ماجورین من رب العلمین۔

السائل: غلام حسین عفی عنہ یک ۲۲۳ ۱۸۱ شوال المکرم ۱۳۴۰ھ



نکاح مذکور درست نہیں کہ عدت کے اندر واقع ہوا، شرعاً ایسی مطلقہ کی عدت تین حیض ہیں، قرآن کریم کا ارشاد ہے والمطلقات یتربصن بانفسهن ثلاثہ قروء، رہا مولوی مدعی منسوب افتاء کا دعویٰ خلع اور اس کے لئے صرف ایک حیض پر اکتفا تو اولاً یہ صورت خلع کی نہیں کما س میں لفظ خلع شرط ہے کما صرح به العلماء الاعلام والائمة الکرام بلکہ طلاق بالمال ہے اور ثانیاً اگر بالفرض خلع بن بھی جائے تو وہی طلاق ہی ہے کما صرح به سید الاولین والآخرین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حسب روایت سید المحدثین البخاری فی صحیحہ اور عدت



طلاق قرآن کریم نے بیان فرمادی جو حاملہ جو ان کے حق حیض ثلاثہ ہے اور حدیث
محولہ بالا خبر واحدہ ہے، قرآن کریم کا مقابلہ نہیں کر سکتی بلکہ وہ بھی قرآن کریم کے موافق
احتمال رکھتی ہے یعنی حیضہ کی تہہ اتارنے و حدت نہ مانی جائے اور تاہم حیضیت قرار
دی جائے تو موافق قرآن کریم ہو جائے گی حالانکہ توفیق ضروری ہے، اگر نہ ہو سکے تو
معارضہ وغیرہ کی نوبت آتی ہے تو یہ احتمال یسین ہوا لہذا اکثر اہل علم صحابہ وغیرہم کا یہی
مذہب ہے کما صرح بہ الترمذی فی سننہ، فتاویٰ عالمگیریں ہے
وحکمہ وقوع الطلاق البائن۔ واللہ تعالیٰ اعلم وعلما جل مجدہ اتم و
احکم وصلی اللہ علی حبیب اللہ وصحبہ وبارک وسلم۔

عزہ الفقیہ الہدایہ الخیر محمد زوال الشانعی عفرلہ

۱۸ سوال المکرم

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک
عورت عمرہ ۳ سال اس کو اس کے خاوند نے طلاق دیدی ہے بعدہ اس کے وارثوں
سے پوچھا گیا ہے کہ اس کو تین حیض آئے ہیں یا نہیں؟ (اس لئے کہ وہ حاملہ نہیں تھی)
انہوں نے کہا تین حیض آگئے ہیں اور وہ عورت بد معاش ہے اور دو ماہ کے بعد
استفسار کے بعد اس کا نکاح پڑھا گیا ہے کہ اس کا نکاح جائز ہے یا نہیں؟
جواب دیں، ثواب پائیں۔

السائل: علم الدین ولد حاجی غلام فرید قوم رنگریز منڈی کشمیش ساسا والا
ضلع منٹگمری



ہمارے امام عالی مقام امام عظیم علیہ الرحمۃ کے نزدیک دو ماہ اقل مدت عدت
بجائز ثلاثہ ہے، درالحنا طبع مع الشامی ج ۲ ص ۴۷ میں ہے و اقل مدة عدة
عنده بغيض شہران، فتاویٰ عالمگیری ج ۲ ص ۱۱ میں ہے لا تصدق فی
اقل من سنتین یوم ما الخ اور جب دو ماہ کے بعد وراثت رکستے ہیں کہ تین حیض
آگئے ہیں اور عورت نے نکاح کر لیا ہے تو یہ نکاح بلاشبہ جائز ہے، درالحنا ج ۲
ص ۴۷ میں ہے ان اقدامها علی التزوج دلیل الحل۔ واللہ تعالیٰ
اعلم وصلى الله تعالى على حبيب والہ وصحبہ وسلم۔

فتوہ الفقیر الراجح محمد زکریا الداعی غفرلہ

۱۰ محرم الحرام ۱۳۷۴ھ

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اندر یہ مسئلہ کہ مسماۃ جنت
دختر صادق محمد کو مورخہ ۱۱ شہ ۱۳ کو طلاق حاصل ہوئی جس سے مورخہ ۱۱ شہ ۱۳ کو جان محمد
ولد صوبہ امام مسجد پاکپتن نے نکاح کر لیا، مسماۃ جنت کو اس کے حقیقی چچا مولوی شہ بخش
ولد شہ دین نے نکاح پڑھایا اور جان محمد کو مولوی سید محمد ولد سردار محمد نے نکاح پڑھایا

جان محمد بیان کرتا ہے کہ اس کو آج سے زائد از ایک ماہ قبل معلوم ہوا کہ مسماۃ جنت اس کی منکوحہ بیوی کو حمل ہے مگر مؤرخہ ۲۹؎ کو اس کا لڑکا بھی پیدا ہو چکا ہے اور مؤرخہ ۲۰؎ سے ایک ماہ تیرہ دن قبل تک یعنی کہ بچہ پیدا ہونے سے ایک ماہ قبل تک وہ مسماۃ جنت سے مباشرت بھی کرتا رہا ہے، اس سے قبل اس کو شبہ پڑتا تھا کہ مسماۃ جنت کا پیٹ کیوں بڑھا ہوا ہے اور مسماۃ جنت سے اس کی وجہ دریافت کی وہ کہتی تھی کہ اس کو تپ ملا ہے، بچہ پیدا ہونے کی تاریخ سے قبل مجھے اس طرح معلوم ہوا کہ جنت حاملہ ہے کہ اس کے پیٹ سے بچہ ہلتا ہلتا معلوم ہوا، میں نے اس کو کہا کہ یہ تو بچہ ہے، تم مجھے پہلے کیوں جھوٹ بولتی رہی ہو؟ مسماۃ جنت نے جواب دیا کہ پہلے اگر سچ بتا دیتی تو تم مجھ سے نکاح نہ کرتے۔ جب سے مجھے اس حمل کا علم ہوا میں نے مسماۃ جنت سے قطع تعلق قہر کم کر لیا یعنی کہ اس کے ہاتھ کا روٹی یا پانی نہیں کھایا یا مگر مسماۃ جنت رہی میرے گھر میں ہی ہے اور اب تک اسی گھر موجود ہے۔

مسکدہ یافت طلب یہ ہے کہ اب مسماۃ جنت کو بطور جائز بیوی رکھنے کے لئے کیا کرنا چاہئے؟

مستفتی: جان محمد بقلم خود از پاکستان شریف ۲۹؎ بروجنۃ المبارک میرے دو برو جان محمد نے تحریر لکھائی ہے۔ سید الطاف حسین شاہ بقلم خود۔ فیض محمد بقلم خود، عبد المجید بقلم خود

ہم اس امر کی شہادت دیتے ہیں کہ مولوی جان محمد بہت سیدھا سادھا آدمی ہے جو دھوکہ میں آسکتا ہے۔ فیض محمد بقلم خود، عبد المجید بقلم خود، سید الطاف حسین بقلم خود

نیز سائل نے زبانی بیان کیا کہ جب حمل کا علم ہوا تو میں نے عورت کو گھر سے



نکاح چاہا مگر عورت نے مجھے ڈرایا کہ تمہارے خلاف کچھ لوں میں بیان دوں گی
 کہ اسی کا حمل ہے اور تو ذلیل ہوگا لہذا میں ڈر کے مارے چپ رہا مگر علم کے بعد نزدیک
 وغیرہ نہیں کی نیز سائل یہ بھی کہتا ہے کہ بعض مولوی صاحب کہتے ہیں کہ تم اس عورت کے
 ساتھ اب جائز نکاح نہیں کر سکتے مگر پہلے گھر سے نکال دو اور عورت اپنے چچا یا بہنوئی
 کے گھر چلی جائے بعد ازاں تمہیں اور ان کو منزا لگائی جائیگی پھر نکاح کر دیں گے اور
 صدق دل سے سائل و عورت تائب ہو کر نکاح کرنا چاہتے ہیں۔
 العبد سائل : جان محمد تقی خود



مسماۃ جنت اور ہر اس شخص نے جس کو حمل کا علم تھا اور نکاح میں کوشاں یا گواہ
 حاضر ہوا، بڑے سنگین جرموں کا ارتکاب کیا، وہ سب مستوجب غضب جبار و قہار اور
 مستحق عذاب نار بنے اور اگر حلال بھی جانا تو اسلام سے خارج ہوئے اور کافرو
 بے ایمان بن گئے، دونوں صورتوں میں شرعاً مستحق سزا ہیں اور ان پر لازم کہ صدق
 دل سے توبہ کریں اور صدق دل سے توبہ برگزیدہ اور کفر و شرک سے شرعاً مقبول
 ہے قرآن کریم میں ہے انما التوبۃ علی اللہ للذین یعملون السوء
 بحیث لا الایۃ اور منزا لگانے سے پہلے بھی مقبول ہے، قرآن کریم میں ہے الا
 الذین تابوا من قبل ان تقدروا علیہم فاعلموا ان اللہ
 غفور رحیم نیز قرآن کریم میں ہے فان تابوا واصلحوا فاعرضوا
 عنہما ان اللہ کان تواباً رحیماً اور سائل اور عورت کا تائب ہونا اپنے



فرض کی ادائیگی ہے، ضرورتاً نبہوں اور توبہ نبی ظاہر کریں اور بعد از توبہ بلا کسی شک و شبہ کی نکاح ہو سکتا ہے، قرآن کریم میں ہے فاستکحوا ما طاب لکم من النساء، نیز قرآن کریم میں ہے واحل لکم ذلکم اور یونہی احادیث پاک اور مذہب مہذب خفییہ سے صریحاً صاف جواز ثابت ہے بلکہ زانیہ تک کا جواز نکاح منصوص ہے، فتاویٰ عالمگیری ج ۲ ص ۲۸ وغیرہ میں ہے وقال ابو حنیفہ و محمد رحمہما اللہ تعالیٰ یجوز ان یتزوج امرأة حامل من الزنا نیز اسی میں ہے اذا تزوج امرأة قد زنی هو و ہا وظہر ہا حبیل فالنکاح جائز عند الكل نیز ج ۲ ص ۸ میں ہے واذا رأى امرأة تزنی فتزوجها حل وطہا تو ماہ نیم ماہ و مہر نیم روز کی طرح واضح و ہرید ابوہریرہؓ کہ سادات جنت کا نکاح جدیدیسی جان محمدؐ سے صورت مذکورہ میں یقیناً ہو سکتا ہے اور بلاشبہ جائز ہے، جو نکاح ناجائز بنائے وہ کوئی آیت یا حدیث یا اجتہاد فقہیہ دکھائے و انی لہ ذلک ہاں گنہگار دل کو حسب قواعد شریعت پاک طاقت کے مطابق سزا دی جائے اور توبہ کرائی جائے مگر یہ نہیں کہ اگر گنہگار خود بخود اپنی رضا و رغبت سے توبہ اور کوئی جائز کام شریعت کی اجازت کے مطابق کرنا چاہے تو اسے منع کیا جائے اور ناجائز بتایا جائے، ہمیں تو تعاونوا علی البر والتقویٰ کا حکم دیا گیا ہے کہ نیکی اور پرہیزگاری پر ایک دوسرے کا تعاون کرو۔ توبہ و نکاح بھی نیکی اور پرہیزگاری کا سبب ہیں اور مستحق تعاون ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم وعلیہ جل مجدہ اتحدوا حکم و صلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ والہ واصحابہ وبارک وسلم۔

فتوہ الفقیر الی الخیر محمد نور الدین نعمی غفرلہ

۱۴ رمضان المبارک ۱۴۰۸ھ، ۵۹۱/۲۰۲۳

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اندر یہ کہ ایک عورت جو ان خولیا
غیر حامل کو تین طلاقیں دی گئیں، وہ کتنی ہے کہ بچہ ایک حیض آیا اور اس کے بعد غیر مطلق
کا حمل ہوا اور وقوع طلاق سے تین ماہ گزرنے پر عدت کا پورا ہونا سمجھ کر غیر مطلق مذکورہ
کے ساتھ نکاح کیا گیا وضع حمل سے پہلے آیا یہ نکاح درست ہے؟ بینوایان اجودین۔
استفتی : علام محمد بصیر پوری عفی عنہ



نکاح مذکور غیر صحیح ہے کہ مطلقہ مذکورہ کی عدت اولاتین حیض تھی کہ قرآن کریم میں
فرمان عظیم ہے والمطلقات یتربصن بانفسھن ثلاثہ قرو
اور تین ماہ گزرنے سے مطلقہ جو ان مائضہ کی عدت تین حیضوں کے سوا ہر گز ہر گز پوری
نہیں ہو سکتی، یہ جملائے زمانہ کا محض خیال خام ہے اور تین ماہ میں حیض ثلاثہ کا پایا
جانا گونگن مگر یہ نہیں کہ یقیناً پائے جاتے ہیں کہ اکثر طہر کی مدت غیر معین ہے اور جب
ایک حیض کے بعد اسے حمل ہوا تو اس کی عدت وضع حمل ہو گئی۔ شامی ج ۲ ص ۸۳۹،
فتاویٰ عالمگیری ج ۲ ص ۱۳۵ والظہر منها وعدۃ الحامل ان تضر
حملہا کذا فی الکافی سواہر کانت حاملاً وقت وجوب العدة
او حبلت بعد الوجوب کذا فی فتاویٰ قاضی خان بحر الرائق ج ۴



ص ۱۴۲ میں ہے وان حبلى معتدة عن ثلاث فعدتها بالوضع
 قرآن کریم میں ہے واولات الاحمال یضعن حملهن توجب وضع
 حمل سے پہلے نکاح کیا گیا تو یہ نکاح یقیناً عدت میں واقع اور جو نکاح عدت کے اندر ہو
 وہ نکاح صحیح ہو کر نہیں ہو سکتا کہ عدت بھی مہر مات سے ہے بلکہ فاسد ہوتا ہے۔ درالمختار
 مطبوع مع الشامی ج ۲ ص ۳۸۰، بحر الرائق ج ۳ ص ۹۲، فتاویٰ عالمگیری ج ۲ ص ۷
 والنظم منها لا يجوز للرجل ان يتزوج زوجة غيره وكذا
 المعتدة فكذا في السراج الوهاج، قرآن کریم میں ہے ولا تعزوا عتدة
 النکاح حتى يبلغ الكتاب اجله، شامی ج ۲ ص ۴۸۲، بحر الرائق ج ۳ ص ۱۶۹
 وغيره میں ہے والنظم من البحر والميراد بالنکاح الفاسد النکاح
 الذى لم يتجتم شرايطه كزوج الاختين معا والنکاح بغیر شهود
 ونکاح الاخت في عدة الاخت ونکاح المعتدة والخامسة
 في عدة الرابعة والامة على الحرية اور نکاح فاسد کا حکم یہ ہے کہ اس کا نسخ
 نہایت ضروری ہے کہ گناہ سے بچیں، بحر الرائق ج ۳ ص ۱۶۹، درالمختار شامی ج ۳ ص ۴۸۳
 عالمگیری ج ۲ ص ۳۵ والنظم منها اذا وقع النکاح فاسدا فارق القاضي
 بين الزوج والمرأة، شامی میں ہے ای ان لم يتفرقا عدت مرد و دون
 میں سے جو چاہے اس نکاح کو نسخ کر سکتا ہے، فتاویٰ عالمگیری ج ۳ ص ۳۵، فتح القدیر
 مہر ج ۳ ص ۲۴۵، درالمختار و المختار ج ۲ ص ۴۸۳، بحر الرائق ج ۳ ص ۱۷۲، میں ہے
 والنظم للزین رضى الله تعالى عنه ولكل واحد من الزوجين
 فسخ هذا النکاح، قبل دخول مطلقا اتفاقا اختيارا فسخ ہے اور بعد از دخول بھی
 صحیح ہے کہ مطلقا اختیار ہے کہ عورت مرد جو چاہے تنہا یا دوسرے کے رُو برو
 اس نکاح فاسد کو نسخ کرے۔



بحر الرائق میں ہے بغیر محضر من صاحبہ عند بعض
المشائخ وعند بعضهم ان لم يدخل بها فكذلك وان دخل
بها فليس لواحد منهما حق الفسخ الا بمحض من صاحبها
هكذا في الخلاصة وهذا يدل ان للمرأة فسخه بمحض
النزوح اتفاقا ولا شك ان الفسخ متاركة الا ان يفرق بينهما
وهو بعيد والله سبحانه وتعالى اعلم.

در المختار میں ہے ولو بغیر محضر من صاحبہ دخل
بها اولا في الاصح خروج عن المعصية، شامی میں ہے وقيل
بعد الدخول ليس لاحدهما فسخ الا بمحض الآخر كما في
التهرود وغيره اور ایسے ہی فتح القدیر کے ج ۳ ص ۲۲۵ میں ہے۔ والتعبير
بقليل يقيد الضعف كما هو منصوص في كتب القوم: ہاں جو نسخ
کرے دوسرے کو جزا دے کہ دوسرے کا علم شرط صحت ہے۔ عالمگیری ج ۲
ص ۳۵ بحر الرائق ج ۳ ص ۲۷۲ میں ہے والنظم من البحر وما علم
غير المتاركة بالمتاركة نقل في القنية قولين صحيحين الاول ان
شرط لصحة المتاركة هو الصحيح حتى لو لم يعلمها لا تنقض
عدها ثانيها ان علم المرأة في المتاركة ليس بشرط في الاصح
كما في الصحيح الخ ولا فرق بين المتاركة والفسخ. شامی بلذاتی کفر
میں ہے فالحق عدم الفرق ولذا جزم به المقدسی فی شرح نظم
الکنز نیز شامی ج ۲ ص ۲۷۲ میں ہے قال فی البحر ورجحنا فی باب
المهرانها تكون من المرأة ايضا ولذا ذكر مسكين من صورها
ان تقول فارقتك اھ ورجعہ باتفاقہم علی ان لكل منهما فسخ



هذا النکاح والفسخ متاركة المزاج بعد از شیخ عدوت پور می گوید که چون ادا نک
 سواش سے چاہے نکاح کر سکتی ہے یہ چونکہ نکاح مذکور میں ہوا ہوا اور وہ نہیں
 تو مدت بھی نہیں، فتاویٰ عالمگیری ج ۲ ص ۳۵ وغیرہ اسفار الفقہ میں ہے فان
 لم یکن دخل بها فلا مهر لها ولا عدة وان کان قد دخل بها
 فلها الاقل مما سمي لها ومن مهر مثلها ان کان تمہ مسمی
 وان لم یکن تمہ مسمی فلها مهر المثل بالغلام ما بلغ
 وتجب العدة اور زوج اول سے اس لئے نکاح نہیں کر سکتی کہ اس کی مطلقہ
 مغلطہ ہے جب تک نکاح صحیح سے دخول متحقق نہ ہو، اس پر بدل نہیں چکتی کما
 فی اسفار الفقہ بل القرآن الکریم واحادیث الرؤف الرحیم صلی اللہ
 تعالیٰ علیہ وسلم اور حکم فساد نکاح جب ہے کہ اسے عدم انصرام عدت کا علم
 نہ ہو ورنہ اگر ہو تو یہ نکاح محض باطل ہے، تفریق و فسخ کے بغیر ہی نکاح کر سکتی ہے
 بحر الرائق ج ۳ ص ۱۴۴، شامی ج ۲ ص ۴۸۲ میں ہے اما نکاح منکوحۃ الغیر
 ومعتدتہ فالدخل فیہ لایوجب العدة ان علم انہا للغیر لا ذہبا
 لم یقل احد بجوازہ فلم ینعقد اصلا وفي فتح القدیر ج ۵ ص ۲۰۶ فی
 الکافی لحافظ الدین منکوحۃ الغیر ومعتدتہ ومطلقة الثلاث
 بعد التزویج کالمعرم انتہی، وحی رانہ اذا کان عالما بعدم انصرام
 حیض ثلاث واعتقد ان العدة تمت بنمضی ثلاثہ اشهر
 خصوصا اذا افتاه بهذا من اعتقده عالما من الجهلة هل يعد
 الناکح عالما بعدم مضي العدة باعتبار علمه بعدم وجود الحيض
 الثلاث ام غیر عالم لا اعتقاده ان العدة ثلاثہ اشهر وهل يعتبر
 هذا الجهل مخالفا للقرآن والاحادیث وجميع الاکتة فی



دار الاسلام وليعبر ايضا ان حكم المرأة في هذا ما ذوالظاهر
ان لها حكم الرجل في الاخر واما العدة فحق الرجل فليحفظ
والله تعالى اعلم وعلما تم واحكم.

عنه الفقير الياخيز محمد نور الشاذلي

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اندرین کہ زید نے اپنی عورت کو
تین طلاقیں دیں بعد ازاں عدت گزرنے سے پہلے وہ عورت کسی ناجائز طریقہ سے
عامل ہو گئی۔ اب اس کا نکاح وضع حمل سے پہلے جائز ہے یا نہیں؟ بینوا تو جروا
اساکی: محمد سحان از سوچی کے ضلع منٹگمری



بلا شک و شبہ و ریب وضع حمل سے پہلے نکاح کسی صورت میں نہیں
ہو سکتا۔ مولیٰ تبارک و تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے واولات الاحمال اجل من
ان یضعن حملهن (ترجمہ) حمل والیوں کی عدت یہ ہے کہ اپنے حملوں کو
جن میں سے فتاویٰ عالمگیری ج ۲ ص ۱۳۵، فتاویٰ قاضیخان ج ۲ ص ۲۶۳۔

خلاصۃ الفتاویٰ ج ۲ ص ۱۱۸، فتح القدیر ج ۲ ص ۱۴۰، در المختار و شامی ج ۲ ص ۸۳۱، بحر الرائق ج ۲ ص ۱۴۲ میں ہے والنظم من البحر وان حبلى معتدة عن ثلاث فعدتها بالوضع یعنی اگر تین طلاؤں سے معتدہ حاملہ ہو جائے تو اس کی عدت وضع حمل ہے تو روزِ روشن کی طرح ثابت ہو کہ وضع حمل سے پہلے اس عورت کا نکاح ہرگز ہرگز جائز نہیں ہے، جو شخص جائز بنائے تو وہ قرآنِ کریم کے خلاف چلنے والا ہے، سن چکے کہ قرآنِ کریم نے صاف فیصلہ کر دیا کہ عدت والیوں کو حمل ہو تو عدت وضع حمل ہے، اب قرآنِ کریم کا حکم کسی کی غلط انگلیوں سے نہیں بدل سکتا، جاہل لوگ حبلی من زنا کے مسئلہ سے دھوکے میں پڑ جاتے ہیں حالانکہ وہ حکم غیر معتدہ کا ہے۔
واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم و احکم و صلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ محمد و آلہ و صحبہ و بارک و سلم۔

عزہ الغفران ابو النجیر محمد نور اللہ انعمی غفرلہ

۲ شعبان المعظم ۱۳۶۴ھ

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین متین اس مسئلہ میں کہ ایک عورت ہنہ پانچ چھ سال اپنے والدین کے گھر جدا از خانہ خود رہی اور اس ہنہ کو ایک شخص اغوا کر کے لے گیا، بعد ایک سال حرام خوری و مقدمہ بازی رہے، سال کے بعد مغویہ مذکورہ کو خانہ طلاق دے اور مغویہ حاملہ بوجہ حرام خوری یا اصلی خانہ کے ہو کیا عدت وضع حمل سے پہلے خانہ ثانی سے نکاح کر سکتی ہے یا نہیں اور اگر کسی نے نکاح کیا تو نکاح اول

نکاح خوال اور گواہوں کا کیا حکم ہے؟ بیسوا تو جروا۔
 السائل: غلام حسین خادم الفقار یک نمبر ۱۸/۱-آر
 تحصیل اوکاڑہ ضلع فٹکری
 ۸ ربیع الثانی ۱۳۶۵ھ



بلاشبک و شبہ دریب عورت مذکورہ وضع حمل سے پہلے قطعاً یقیناً کسی اور سے
 نکاح کی مجاز نہیں ہو سکتی کہ حضرت رب العالمین کا فرمان میں قرآن کریم میں مہر طوری پر وجود
 ہے واولات الاحمال اجلهن ان یضعن حملهن (ترجمہ) اور حمل
 دایوں کی عدت یہ ہے کہ اپنے حمل جنین؛ بسوط بلذ ثلث ص ۱۵، فتاویٰ مہر جیس، ۴،
 فتاویٰ قاضی خان ج ۲ ص ۲۶۳، فتح القدیر ج ۴ ص ۱۴۱، فتاویٰ عالمگیر ج ۲ ص ۱۳۵،
 بحر الرائق ج ۴ ص ۳۳ میں ہے والنظم من الدر فی حق الحامل
 مطلقاً ولو امته او کتابیۃ او من زنی (الی ان قال) وضع جمیع حملها
 ائمہ عظام نے بیان تک تشریح فرمائی کہ اگر بعد از طلاق بھی حمل ہو جائے یا قبل از نکاح
 حمل از زنا ہو تب بھی عدت وضع حمل ہی ہوگی بموجب ارشاد قرآن کریم، در المختار شامی
 ج ۲ ص ۸۳۱، فتح القدیر ج ۴ ص ۱۴۰، خلاصۃ الفتاویٰ ج ۲ ص ۱۱۸، فتاویٰ قاضی خان
 ج ۲ ص ۲۶۳، فتاویٰ عالمگیر ج ۲ ص ۱۳۵، بحر الرائق ج ۴ ص ۱۴۲ والنظم من
 البحر وان حبلیت معتمدۃ عن ثلاث فعدتہا بالوضع بحر الرائق
 ج ۴ ص ۱۳۵، شامی ج ۲ ص ۸۳۱، فتاویٰ عالمگیر ج ۲ ص ۱۳۵ والنظم من



الہندیۃ سواء كان الحمل ثابتا بالنسب ام لا ویصور ذلك فیمن
سزوج حاملًا بالزنا کذا فی السراج الوہاج، نوہ درہ روشن کی طرح و این
لرح ہو کہ عورت ناکورہ صورت سولہ میں قطعاً نکاح نہیں کر سکتی۔
واللہ تعالیٰ اعلم و علمہ جل مجدہ اتحدوا حکم و صلی اللہ تعالیٰ
علی سیدنا و مولانا محمد و بارک وسلم۔

قرۃ الغفران البخیر محمد زکریا اللہ تعالیٰ غفرلہ

۸ ربیع الثانی ۱۳۶۵ھ

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اندین 'میری لڑکی مطلقہ حاملہ کا
نکاح ثانی وضع حمل سے پہلے دھوکہ فریب سے کر دیا گیا ہے، از روئے شرع شریف
اس کے جواز و عدم جواز کے متعلق روشنی ڈالیں اور ایسے نکاح کرنے والوں اور شریک
ہونے والوں کا حکم بھی بیان فرماویں۔ بیسوا توجروا۔

السائل: علیم قوم شیخ ازکند و وال کلاں تحصیل دیپال پور ضلع مظفر گری



حمل والی مطلقہ کا نکاح وضع حمل سے پہلے نہیں ہو سکتا کہ اس کی عدت ہے ہی

وضع حمل قرآن کریم میں ہے واولات الاحمال اجلهن ان يضعن حملهن۔ فتاویٰ عالمگیری ج ۲ ص ۱۳۵ میں ہے عدة الحامل ان تضع حملها لهذا ویدہ دانستہ ایسا نکاح کرنے والے اور مشترکاً مجلس سب گنہگار اور بدکار مستحق عذاب نام ہیں، ان پر لازم کہ فوراً التوبہ کریں اور اس عورت اور مرد کو عینہ کر دیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم وصلى الله تعالى على حبيبہ وعلى الہ واصحابہ اجمعین۔

حقہ الفقیر الراحیم محمد نور الشانی غفرلہ

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین: پنج اس مسئلہ کے کہ ایک عورت کو یونین کونسل کی وساطت سے طلاقیں دی گئیں، بعد ازاں اس کے نکاح کی تجویز ہوئی تو نکاح خواں نے دریافت کیا کہ آیا عدت گزر چکی ہے؟ تو ورنہ اس نے کہا کہ عدت گزر چکی ہے اور یونین کونسل کا تحریری اجازت نامہ بھی پیش کیا تو نکاح خواں نے نکاح پڑھا دیا مگر دوسرے دن ظاہر ہوا کہ عورت کو طلاق کے بعد صرف دو حیض آئے ہیں، پھر زنا کا حمل ہو گیا تو اب دریافت طلب یہ امر ہے کہ اس نکاح خواں اور گواہوں کا کیا حکم ہے جبکہ وہ محض غلط فہمی بلکہ ورنہ کے غلط بیان سے دھوکہ میں آکر نکاح پڑھا یا ہے کہ وہ سب لوگ ایمان اور اسلام سے خارج ہو گئے اور ان کے نکاح ٹوٹ گئے ہیں یا نہیں؟

السائل: غلام محمد فی محلہ امام مسجد منڈی بہاؤ سنگھ مسجد تقانے والی ضلع منٹگری ۲۲۶۳



اگر یہ صورت سوال صحیح اور واقعی ہے کہ غلط فہمی اور دھوکہ سے نکاح خواہ درگواہاں یہ سمجھ گئے کہ عدت پوری ہو چکی ہے تو ایسی صورت میں نکاح کو ناجاہ گواہ بننا موجب کفر و ارتداد نہیں اور نہ ہی کسی کا نکاح فاسد کرتا ہے کہ انسان غلطی اور بھول کا پتلا ہے ہاں اگر دیدہ دانستہ جانتے ہوئے کہ عدت ختم نہیں ہوئی، نکاح کر دیں تو یہ بڑا سنگین جرم ہوگا اور اگر عدت کے اندر نکاح کرنا حلال جانتے ہوئے کہ دیں تو پھر ایمان و اسلام سے خارج اور سب کے نکاح فاسد ہو جائیں گے کہ حرام کو حلال جاننا کفر ہے جبکہ حرمت قطعاً ہو۔ امام اہل سنت والجماعت مجدد ائمہ حاضرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے المفوض کے ج ۱ ص ۴۲ میں ارشاد پاک ہے "جس نے دانستہ عدت میں نکاح پڑھایا، اگر حرام جان کر پڑھایا سخت فاسق اور زنا کا دلال ہوا مگر اس سے اس کا اپنا نکاح نہ گیا اور اگر عدت میں نکاح حلال جانا تو خود اس کا نکاح جائز ہوا اور وہ اسلام سے خارج ہو گیا۔"

بہر حال مسئلہ آفتاب و ماہتاب سے بھی زیادہ واضح ہے کہ اگر صورت سوال صحیح ہے تو وہ لوگ حسب سابق ایماندار اور مسلمان اور اپنے نکاحوں پر قائم ہیں اور کسی اس قسم کے طعن و تشنیع کے قابل نہیں البتہ یہ ضروری ہے کہ ایسے معاملوں میں نہایت احتیاط سے کام لینا چاہئے کہ اس قسم کی دھوکہ بازی عام ہو رہی ہے واللہ تعالیٰ اعلم وصلى الله تعالى على حبيبہ والہ وصحبہ وبارک وسلم۔

عزہ الفقیر الی الخیر محمد زکریا الشافعی غفرلہ

۲۲/۵/۶۳

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و شرع متین اس مسئلہ میں کہ ہندہ کا خاوند فوت ہو چکا ہے جس کو چار سال تقریباً ہو چکے ہیں، اب ہندہ مذکورہ زنا میں مبتلا ہو گئی اور زنا سے حمل ہو گیا، ابھی حمل وضع نہیں ہوا تھا کہ ہندہ کا نکاح دوسرے شخص کے ساتھ ہو گیا ہے، چند روز کے بعد وہی زانی اس زانیہ عورت کو لے گیا، اب نکاح جو حمل کے اندر ہو چکا ہے، یہ نکاح شرعاً درست ہے یا نہیں؟ اگر نہیں تو وہ زانی بغیر طلاق عدت نکاح کر سکتا ہے یا نہیں؟ بینوا تو جروا۔

سائل، عبد الواحد بمقام مولانا سائل



سائل زانی منظر کراغتضائے عدت وفات کے بعد ہند کا حمل زنا ہو سکتا ہے نکاح ہوا، شریعت نزا کے رو سے ایسے حمل کی صورت میں نکاح صحیح ہو جاتا ہے گو غیر زانی قربت وضع حمل تک نہیں کر سکتا، جب نکاح صحیح ہو گیا تو منکوحہ کا نکاح زانی قیام نکاح تک نہیں ہو سکتا۔ بدائع الصنائع، فتاویٰ عالمگیری، درالمختار شامی وغیرہ اسفار مذہب مذہب میں ہے والنظم من الدرر وصح نکاح حبلی من زنا۔

واللہ تعالیٰ اعلم وصلى الله تعالى على حبيبہ والہ وصحبہ

وبارك وسلم۔

قدّمه الفقير الی الخیر محمد نور الدین نعمی غفرلہ

۲۴ رجب المرجب ۱۴۰۸ھ

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اندر یہ مسئلہ کہ ایک بیوہ جس کی عدت عرصہ سے گزر چکی اور اب اس کو زنا کا حمل ہو گیا ہے تو کیا اس زانی کے ساتھ جس کے زنا سے حمل ہوا ہے، نکاح جائز ہے یا کہ نہیں؟ بینوا توجسروا۔

السائل: قطب ا ولد احمد الدین قوم شاری سکھ ہریکے ڈاکخانہ جویلی ضلع منٹگمری



یہ نکاح ہمارے ائمہ کرام کے اتفاق سے شرعاً جائز ہے، فتاویٰ عالمگیری ج ۲ ص ۲۴۰ فی مجموع النوازل اذا تزوج امرأة قد زنى هو جہا وظہر بہا حبل فالنکاح جائز عند الكل، قرآن کریم میں ہے احل لکم ما اوراہ ذلکم۔ واللہ تعالیٰ اعلم وصلى الله تعالى على جيبته

فتوہ الفقیر الیہ الخیر محمد نور الشدائی غفرلہ

۶ صفر المظفر

الاستفتاء

کیا علمائے کرام فرماتے ہیں اس مسئلہ کے متعلق اور کیا فتوے دیتے ہیں؟
ایک شخص نے ایک عورت سے شادی کی اور دو سال تک منکوحہ عورت اس
کے گھر میں آباد رہی، بعدہ ان کی مخالفت پڑ گئی اور اس شخص نے اپنی عورت
کو مؤرخہ ۲۷ ذیقعدہ کو ایک طلاق بائن دے دی، اس عورت کی عدت بھی ختم ہو چکی
ہے اور تین حیض بھی آپکے ہیں، اس کے بعد ایک اور شخص اس مطلقہ عورت
سے زنا کاری کرتا رہا، اس عورت کو اب حمل ہو گیا ہے اور جس شخص نے
زنا کاری کی ہے وہ اس عورت سے شادی کرنا چاہتا ہے، کیا اب وہ شخص
اس عورت سے نکاح کر سکتا ہے یا کہ نہیں کر سکتا؟ اب اس کا نکاح کرنا
جائز ہے یا کہ جائز نہیں؟



جب مطلقہ کی عدت تین حیضوں سے پوری ہونے کے بعد حمل زنا ہوا تو اس

عورت سے زانی کا نکاح ہمارے ائمہ عظام کے نزدیک بالاتفاق جائز و روا ہے
اور بعد از نکاح مجامعت بھی جائز ہے، فتاویٰ ہندیہ مجیدہ ج ۲ ص ۷۷ میں ہے
وفي مجموع النوازل اذا تزوج امرأة قد زنى هو وبها وظهر بها
حبلا فالنكاح جائز عند البكلى ولان يطأها عند الكل وتستحق
النفقة عند الكل كذا في الذخيرة۔

والله تعالى اعلم وعلمه جل مجده استمر واحكم صلى الله
تعالى على حبيب والوصحب وسلم۔

فتوہ الفقیر الراجح محمد نور اللہ النعمی غفرلہ

۲ رجب المرجب ۱۳۷۶ھ

الاستفتاء

قبلہ مولوی نور اللہ صاحب ام اقبالہ

السلام علیکم کے بعد عرض ہے کہ ایک عورت طلاق شدہ جس کی عدت طلاق
پوری ہو چکی ہے اور اب اپنے ایک رشتہ دار کے ساتھ ناجائز تعلق سے حاملہ
تقریباً پانچ چھ ماہ کی ہے اور ایک مولوی صاحب نے اسی آدمی کے ساتھ نکاح
کر دیا ہے، اس کے متعلق آپ فیصلہ فرمادیں کہ جائز ہے یا کہ نہیں، فیصلہ تحریری
مع فتوے لکھیں، زیادہ آداب۔

خیر اندیش : غلام محمد خاں از نقشہ تحفہ تحصیل پاکستان شریف





اگر واقعی عدت پوری ہو چکی ہے اور حمل عدت پوری ہونے کے بعد ہوا تو نکاح جائز ہے، قرآن کریم میں ہے وَاِذَا طَلَقْتُمُ النِّسَاءَ فَلْيُخْرِجْنِ مِنْ اَجْلِهِنَّ فَلَا تَعْضِلُوهُنَّ اِنْ يَنْكِحُنَّ اَزْوَاجَهُنَّ اِذَا تَرَائِعُوا بَيْنَهُنَّ حَيْثُ بِالْمَعْرُوفِ قَتَادَةُ عَالِ كِجَر ج ۲ ص ۷ میں ہے وَفِي مَجْمُوعِ النِّوَاوِلِ اِذَا تَزَوَّجَ امْرَاةً قَدْ زَنِيَ هُوَ بِهَا وَظَهَرَ بِهَا حَبْلٌ فَالنِّكَاحُ جَائِزٌ عِنْدَ الْكُلِّ مگر یہ تسلی کر لیں کہ واقعی حمل سے پہلے عدت پوری ہو چکی تھی اور یہ بھی سمجھ لیں کہ جو ان عدت کی عدت یہ ہے کہ اگر بوقت طلاق حمل ہو یا طلاق کے بعد تین حیض پورے ہونے سے پہلے حمل ہو جائے تو کچھ پیدا ہونے سے عدت پوری ہوتی ہے اور اگر حمل نہ ہو تو بعد از طلاق تین حیض پورے ہونے سے عدت پوری ہوتی ہے کما فی القہر ان الکریہ وکتاب المذهب المذهب۔ واللہ تعالیٰ اعلم وصلى الله تعالى على حبيبنا وانا واصحابنا وبارك وسلم۔

مقرہ الفقیر الراجح محمد نور الدین نعیمی غفرلہ

۲۹ صفر المظفر ۱۴۰۹ھ

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ عورت حاملہ

بالزنا کا نکاح کرنا جائز ہے یا ناجائز؟ اس کے علاوہ جو کہنا ہے کہ ایسا نکاح
کرنا والے کا نکاح فاسد ہو جاتا ہے اور گواہوں کا اور جو اس مجلس میں حاضر ہوں ان کا
نکاح بھی فاسد ہو جاتا ہے، کیا یہ واقع صادق ہے یا لائق سزا؟



نکاح مذکور جائز ہے کہ حمل زنا غیر ثابت النسب ہے لہذا اس کا اعتبار نہیں
اور وہ عورت عیون احل لکم ما وراء ذلکم اور فانکحوا ما طاب لکم من
النساء میں داخل ہے، ہمارے امام اعظم علیہ الرحمہ کا یہی مذہب ہے، ہدایہ، فتح القدیر
عناویہ، کفایہ ج ۳ ص ۱۴۶، بدائع صنف ج ۲ ص ۲۶۹، درالمختار رد المحتار ج ۲ ص ۱۸۱،
فتاویٰ عالمگیری ج ۲ ص ۷، وغیرہ کتب مذہب مہذب میں ہے والنظم من
الدرر (و) صحیح نکاح (حبلی من زنا) البتہ اگر غیر زانی سے نکاح ہوا تو وضع
بک جاع نہیں کر سکتا کما فی کتب المذہب اور وہ شخص جو دعویٰ کرتا ہے کہ
ایسا نکاح کرنے والے کا نکاح فاسد ہو جاتا ہے اور گواہوں کا اور حاضرین
مجلس کا تو وہ شخص مفتری کذاب سراسر باطل پر ہے اور مستحق سزائے سخت ہے
اس پر لازم ہے کہ اپنے اس سخت ترین افتراء سے توبہ کرے۔ واللہ تعالیٰ اعلم
وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ والہ وصحبہ وبارک وسلم۔

حرمہ الفقیر الی الخیر محمد نور اللہ النعمی نفعہ البیر پوری



الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اندرین مسئلہ کہ ایک کنواری عورت کا نکاح کیا گیا، بعد میں معلوم ہوا کہ اس کو زنا کا حمل ہے تو کیا وہ نکاح درست ہو گیا؟ بعض لوگ جو بے علم ہیں کہتے ہیں کہ وہ نکاح درست نہیں ہوا اور نکاح خوال اور گواہوں کے نکاح بھوٹ ٹوٹ گئے، کیا ان کا قول درست ہے؟

السائل: محمد شریف از بدال کوٹ مورخہ ۲۹ ذیقعدہ ۱۴۱۰ھ



وہ نکاح حضرت امام عظیم علیہ الرحمہ کے مازبب مہذب میں بالکل درست ہے اگرچہ نکاح کے وقت بھی حمل زنا کا علم ہو، قرآن کریم کا فرمان ہے و احل لكم ما وراء ذلکم . فانتکحوا ما نطاب لکم . ہدایہ ، فتح القدیر ، سنایہ . کنایہ ج ۳ ص ۱۴۵ ۱۳۶ : بدائع صنائع ج ۲ ص ۲۶۹ : کنز الدقائق ، بحر الرائق ج ۳ ص ۱۰۶ ، تنویر الابصار در المختار . شامی ج ۲ ص ۱۴۱ ، فتاویٰ عالمگیری ج ۲ ص ۱۰۱ میں ہے والنظر من الهدایۃ فان تزوج حبلی من زنا جاز النکاح البتۃ اگر غیر زانی نکاح کرے تو صحبت و بوس و کنار سے بچہ پیدا ہونے تک پر سبیر رکھے۔ اور یہیں سے واضح ہو گیا



کہ وہ لوگ جو نکاح کو درست نہیں کہتے، غلطی پر ہیں اور نکاح خواں اور گواہاں کو تنگ کرنا شرعاً حرام ہے اور اس پر یہ کہنا کہ ان کے نکاح ٹوٹ گئے، بڑا سنگین جرم ہے، ایسا کہنے والوں پر توبہ لازم ہے ومن ادعی الخلاف فعليه البيان بالبرهان والانعصاف۔ واللہ تعالیٰ اعلم وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیب والہ وصحبہ وبارک وسلم۔

عزہ الفقیر الی الخیر محمد نور الشاذلی نعیمی عفرلہ

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام و بزرگان دین اس مسئلہ کے بارہ میں خالد کی ایک عورت سے محبت تھی، محبت کے دوران میں عورت مذکورہ کو خالد کا حمل پڑ گیا، حمل کے وضع ہونے سے قبل عورت کے والدین نے اس کا نکاح خالد سے ہی کر دیا ہے شرعاً کیا حکم ہے؟
سائل: محمد صدیق بھٹہ ازبک ج ۲، تفصیل اوکارہ ضلع منٹھگری ۲۰/۴/۵۳



اگر صورت مذکورہ بالا صحیح اور واقعی ہے تو یہ نکاح صحیح اور درست ہے، فتاویٰ عالمگیری ج ۲ ص ۴۷ میں ہے اذا تزوج امرأة قد زنى هو بها وظاهر بها حمل فالنكاح جائز عند الكل وله ان يطأها عند الكل۔ واللہ تعالیٰ

اعلم وصلى الله تعالى على حبيبہ والہ وصحبہ وسلم۔

قلوب الغیر الباکیر محمد نور اللہ انیس غفرلہ

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ کنواری لڑکی حاملہ ہے اور حمل نہ نکلا ہے، غیر زانی کے ساتھ نکاح پڑھا گیا ہے، اب نکاح خواں پیش امام مسجد ہے لوگ چرچا کرتے ہیں کہ اس کے پیچھے نماز پڑھنا منع ہے اگرچہ منع ہے تو کس صورت سے اس کے پیچھے نماز درست ہو سکتی ہے یا یہ کہ نکاح درست ہے اور نکاح خواں کو شریعت کوئی جرمانہ یا کفارہ صادر نہیں ہے جب نکاح پڑھا گیا ہے تو لڑکی اپنے خاوند کے ساتھ صحبت بھی باقاعدہ کرتی رہی ہے۔ ساتھ سند کے تحریر فرما دیں، حاملہ ہونے کی خبر نکاح پڑھنے سے پہلے مشورہ تھی، تقاضے تک یہ واقعہ گزر چکا تھا، نکاح پڑھنے بعد اس کو منع کیا ہے کہ قطعی نہ کرنا۔

اسأل : حافظ محمد خلیل مہاجر شاہ پور تحصیل دیبا پور ضلع منٹگمری



صورت مذکورہ میں نکاح جائز ہے، قرآن کریم میں ہے و احل لکم مساوارہ

ذلکم حل زنا کا شرعاً لحاظ نہیں صحیح روایت مشہور میں تصریح ہے وللعاهر الحجر
فتاویٰ قاضی خان ج ۱ ص ۱۶۸، بدائع الصنائع ج ۲ ص ۲۶۹، فتاویٰ عالمگیری ج ۲ ص
در المختار و شامی ج ۲ ص ۱۰۴ میں ہے والنظم من الدرر و مع نکاح جلی
من زنا اور اسی طرح تمام کتب مذہب میں مصرح و مشرح ہے البتہ
پیدا کثرت بچہ سے پہلے وطی جائز نہیں، سمجھ والوں کا کام منع کرنا تھا آگے ان کا نہ رکنا
صرف ان کا گناہ ہے، امام مسجد بیچارے پر طعن و تشنیع حرام اور سخت حرام ہے
یہ شرع شریف کا قاعدہ کلیہ ہے کہ بلا وجہ شرعی مسلمان کو ذلیل کرنا حرام ہے و
الذین یؤذون المؤمنین والمؤمنات بغير ما اکتسبوا
فقد احتملوا جهتنا واثما مبینا اور مروی مشہور ہے کل
المسلم علی المسلم حرام تو امام مسجد کو ذلیل کرنا زیادہ سنگین جرم ہے
جس سے توبہ لازم ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم و علمہ جل مجدہ اتعوا حکم و صلی
اللہ تعالیٰ علی حبیبہ و آلہ و صحبہ و بارک و سلم۔

طرز الفقیر الی الخیر محمد نور اللہ النعمی غفرلہ

الاستفتاء

بیان سائل مظہر کہ ہند کا زوج فوت ہوا اور اس وقت اسے حل نہیں
تھا، تقریباً دو سال بعد وفات سے اس کا نکاح کیا گیا اور نکاح سے پہلے
بھی اس سے حلفیہ بیان لیا گیا اور اس نے یہی حلفا بیان دیا کہ مجھے حل نہیں

اور یہ بیان اس لئے لیا گیا ہے کہ اس عورت کا اس مرد کے ساتھ جس کے ساتھ اب نکاح کیا گیا، ناجائز تعلقات کا اشتباہ قوی تھا لہذا وہ ہم پر انکشاف یہ اس مرد کا حمل ہو گیا ہو مگر جب اس نے اطمینان دلایا کہ حمل نہیں تو نکاح کیا گیا اب نکاح سے ساتویں ماہ میں بچہ پیدا ہوا تو اندازاً معلوم ہوتا ہے کہ بچے کا حمل تھا، عموماً حمل نو ماہ سے لہذا دریافت طلب یہ امر ہے کہ صورت مذکورہ میں نکاح جائز و صحیح ہو یا غلط اور اس کے پڑھانے والے اور حاضرین مجلس کے نکاح بھی فسخ ہو گئے۔



اگر بیان سائل صحیح و واقعی ہے تو نکاح مذکور بلا شک و شبہ صحیح و درست ہے، عورت اپنے معاملہ کے بارہ میں امین ہے اور امین کا قول شرعاً معتبر ہے۔ حمل کی اقل مدت چھ ماہ ہے، جب نکاح کے بعد چھ ماہ کو پیدا ہو تو شرعاً وہ بچہ نکاح ہی کا ہو گا۔ یہ وہم کہ عموماً حمل نو ماہ سے مھن بے جا اور جہالت اور شرع مطہر کے خلاف ہے لہذا نکاح مذکور بلا شبہ جائز ہے اور جو انکار کرے وہ یا جاہل ہے یا متجاہل۔ فعلیہ البیان بالبرہان۔ واللہ تعالیٰ اعلم و صلی اللہ تعالیٰ علی محبوبہ الاکرم والہ وصحبہ وسلم۔

عزہ الفقیر الیہ الحاج محمد نور الدین عفی عنہ

الاستفتاء

قبلہ جناب مولوی صاحب

السلام علیکم : ایک مسئلہ کے تعلق دریافت طلب باتیں میں جس کا جواب اب
جیسی طرح تحریر فرمادیں !

ایک شخص کا لہجہ ایک عورت سے تھا، عورت کو حمل ہو گیا، تقریباً چار ماہ
کے حمل میں اس کا نکاح اسی شخص سے ہو گیا،

(۱) کیا نکاح جائز ہے یا ناجائز؟

(۲) کیا پیدا ہونے والی اولاد حرام ہوگی یا حلال؟

(۳) پیدائش ہونے سے پیشتر نکاح ہو سکتا ہے یا نہیں؟

(۴) اگر نکاح ناجائز ہے تو نکاح پڑھانے والا یا گواہاں کو کیا سزا کے مستحق ہوں گے؟

(۵) اور نکاح کے وقت جو مرد ماں اس مجلس میں موجود ہوں گے ان کے متعلق لا:

ہے؟

اور کتاب یا حدیث کا پتہ تحریر فرمادیں تاکہ کتاب منگو کہ دوسرے اشخاص کو
دکھلائی جا سکے لہذا امور ان کا پتہ تحریر فرمادیں۔ نہایت مہربانی ہوگی۔

جواب کا منتظر : امام مسجد محمد ضلیل چک ۱۸-۵-۹ ڈاک خانہ خاص

برائے پتہ تحصیل و ضلع ساہیوال

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ
الْجَوَابُ
اللَّهُمَّ اجْعَلْ لِي الْيُسْرَى وَالصَّوَابَ

۱۔ بارز ہے، قرآن کریم میں ہے احل لکم ما وراء ذلکم، فتاویٰ عالمگیری ج ۲ ص ۷۷ میں ہے وفی مجموع النوازل اذا تزوج امرأة قد زنى هو بها وظهر بها حبل فالنکاح جائز عند الكل، اور بینیں سے ۲ کا جواب بھی ظاہر ہو گیا اور ۲ دورہ ساقط ہو گئے۔

۲۔ اگر نکاح کے چھٹے ماہ یا زیادہ پر پیدا ہو تو حلال اور اگر چھٹے ماہ سے پہلے پیدا ہو تو حرام، فتاویٰ عالمگیری ج ۲ ص ۱۴۰، فتاویٰ قاضی خان ج ۱ ص ۱۷۰، شامی ج ۲ ص ۱۴۰، والنظم من الهندية ولو زنى بامرأة فحملت شمر تزوجها فولدت ان جاءت بثلثة اشهر فصاعدًا ثبت نسبه وان جاءت بثلثة اقل من ستة اشهر لم يثبت الا ان يدعي ولم يقل من الرنا، اور ملال ہونے کی صورت میں ملال اس وجہ سے ہے کہ جسے حمل زنا سمجھا گیا تھا، احتمال ہے کہ وہ نفع بطن ہو اور حمل بعد از نکاح ہو اور شامی ج ۲ ص ۱۴۰ میں ہے لاحتمال علوق بعد العقد وان ما قبل العقد كان انتفاخا لاحملا، اور یہ اگرچہ احتمال ہے مگر شرعاً احتیاطاً حکم اسی پر ہے کہ اثبات نسب میں حتی الامکان احتیاط کی جاتی ہے، اسی میں بھی احتیاط فی اثبات النسب ما امکن، یہ جواب جب ہے کہ تعلق سے مراد ناجائز تعلق یعنی زنا ہو اور مردانہ انفرادی ہو کہ حمل زنا ہے اور یہی طرز سوال سے ظاہر ہے لہذا اسی پر بنائے جواب ہے اور اگر تعلق سے مراد زنا نہ ہو یا مرد نسب کا دعویٰ کرے اور



زنا کا حصہ نہ کہے تو جواب بدل جائے گا، چھ ماہ سے قبل پیدا ہونے کی صورت میں
ورہ نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم و صلی اللہ تعالیٰ علی حبیب و
الہ واصحابہ وبارک وسلم۔

مقرہ الفقیر البراجیح محمد نور الشانعی غفرلہ

الاستفتاء

جناب محدث صاحب حضرت مولانا مریوی نور اللہ صاحب دست برکاتہم
السلام علیکم : مزاج شریف ! احوال آنکہ :

ایک عورت کنواری کو حمل ہو گیا ہے جو زنا سے ہے اور زانی کا پتہ بھی
نہیں اور اس عورت کا زانی کے علاوہ دوسرے شخص سے نکاح کرنا چاہتے ہیں
کیا یہ نکاح حمل کی حالت میں جائز ہو سکتا ہے یا نہیں ؟

فتوے لکھ کر بدست حاملہ رقمہذا ارسال کریں، عین نوازش ہوگی۔
مستفتی: خادم الفقیر عبدالعزیز امام مسجد اسکھالادھو کا ضلع عمری، ۱۴۰۱ھ رجب الاول



علیکم السلام ورحمۃ وبرکاتہ : مزاج شریف ! ہاں جائز ہے، فتاویٰ عالمگیر
ج ۲ ص ۷۷ میں ہے یجوز ان یتزوج امرأة حامل من الزنا

البیتہ جامع اور بروس و کنارے وضع حمل تک پر میز رکھے، اسی میں ہے و کما
لا یتباح وطہا لا یتباح دواعیب۔ واللہ تعالیٰ اعلم و علمہ جل مجدہ
انتم واحکم و صلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ والہ واصحابہ وبارک وسلم۔

عزہ الفقیر الباقی محمد نور اللہ انیسوی نغزلہ

۱۴ ربیع الاول ۱۴۸۸ھ

الاستفتاء



محرم و معظم جناب مولانا مولوی صاحب دام ظلکم
السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ :- مزاج اقدس : مندرجہ ذیل مسئلہ کو پورے ثبوت
سے حل فرماویں، عین نوازش ہوگی۔

بچہ نے ایک کنواری لڑکی سے شادی کی، نکاح کرنے کے تیسرے ماہ بعد اس
لڑکی کو لڑکی پیدا ہوئی، یعنی جس وقت نکاح کیا گیا تھا اس وقت وہ لڑکی حاملہ تھی،
سوال نمبر ۱ : کیا حاملہ عورت کا نکاح جائز ہے؟

سوال نمبر ۲ : اگر وہ نکاح ناجائز ہے تو کیا مولوی صاحب نکاح خواں یا گواہ جو موجود تھا
ان کے واسطے کیا حکم ہے؟ پورا ثبوت تحریر فرمائیں۔

سوال نمبر ۳ : اگر لڑکی کو جو پہلے حمل تھا اگر وہ بچہ کا جو جس کے ساتھ اس کا نکاح ہوا
ہے وہ جائز ہے یا کہ نہیں؟

سوال نمبر ۴ : اگر وہ حمل کسی اور مرد کا ہو تو کیا یہ نکاح جائز ہوگا؟ مکمل ثبوت تحریر فرمائیں۔

السائل : چوہدری برکت اللہ خاں ممبر یونین کونسل جسو کے دھون

تتمعیل دیپالپور ضلع منٹگری



(۱۱) غیر سحور نہ ہو۔ یہی ہو یا بیوہ یا مطلقہ ہو جس کا حمل بلاشبہ زنا سے ہی ہو کہ شرعاً اس حمل والے بچے کا کوئی باپ نہ بن سکے تو ایسی حاملہ کا نکاح ہمارے امام عظیم حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک بلاشبہ جائز ہے، کسی آیت یا مستند صحیح حدیث میں ایسے نکاح کو حرام نہیں فرمایا گیا بلکہ قرآن کریم میں محرمات کے ذکر کے بعد فرمایا و احل لکم ما وراء ذلکم (ترجمہ) اور حلال کی گئی ہیں واسطے تمہارے وہ عورتیں جو محرمات مذکورہ کے علاوہ ہیں، حالانکہ حاملہ زنا کا پہلے ذکر نہیں تو یہ بھی حلال عورتوں میں داخل ہوئی۔ ہدایہ، فتح القدیر، کفایہ، عنایہ شروح ہدایہ طبع مصر ج ۳ ص ۴۶ میں بالغاظ متقاربہ ہے انہما من السحلات بالنص وهو قوله تعالیٰ و احل لکم ما وراء ذلکم اور یونی تبیین الفتاویٰ ج ۲ ص ۱۱۳ وغیرہ میں ہے۔ فتاویٰ عالمگیری ج ۲ ص ۷ میں ہے وقال ابوحنیفۃ ومحمد رحمہما اللہ تعالیٰ یجوز ان یتزوج امرأۃ حامل من الزنا اور حاملہ مندرجہ بالا کے سوا دوسری کسی حاملہ کا نکاح جائز نہیں بلکہ حرام ہے، فتاویٰ عالمگیری وغیرہ میں ہے وحبلی ثابت النسب لایجوز نکاحها یعنی ایسی حاملہ جس کے حمل والے بچے کی نسب ثابت ہو اور شرعاً اس کا باپ معین ہو تو اس کا نکاح جب تک حمل رہے، حرام ہے، یہ مسئلہ اچھی طرح سمجھ لیں، لوگوں کو اس میں طرح طرح کی غلط فہمیاں لگ جاتی ہیں۔

۲۔ ظاہر صورت مسئلہ یہ ہے کہ وہ نکاح جائز ہے اور جب جائز ہو تو نکاح



خوال اور گواہوں کا کیا قصور؟

۱۳ اور ہم کے جواب میں ہی آگئے ہیں، کوئی نئی چیز نہیں کہ نئے جواب ہوں
ہاں نکاح جائز ہونے کے بعد اتنا فرق ہے کہ اگر وہ حمل بکر کا ہو تو جس طرح نکاح جائز
ہے اسی طرح بکر کے لئے ہم بستری اور بوس و کنار بھی جائز ہے اور اگر وہ حمل بکر
کا نہیں تو نکاح جائز ہونے کے باوجود بھی بچہ پیدا ہونے تک بکر کے لئے
ہم بستری اور بوس و کنار ناجائز ہے کما فی الفتاویٰ الہندیہ وغیرہ۔
واللہ تعالیٰ اعلم وصلى الله تعالى على حبيب و الو
امحاب و باريك وسلم۔

مروہ الفقیر البراۃ الخیر محمد نور اللہ انیسوی غفرلہ

۶/۱۱/۶۲

الاستفتاء

بخدمت اقدس حضرت علامہ مفتی الاسلام مفتی اعظم پاکستان محدث اعظم دارالافتاء دارالعلوم
السلام علیکم ورحمۃ وبرکاتہ : حضور اکرم فرماتے ہوئے مسئلہ درج ذیل پر فتوے
مرحمت فرمائیں :-

۱۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین متین اندریں مسئلہ کہ گواہی حاملہ کے ساتھ حالتِ حمل میں نکاح
درست ہے؟

۲۔ جس شخص سے حاملہ ہوئی کیا اس کے ساتھ نکاح صحیح ہو سکتا ہے؟
ج۔ جس سے حاملہ ہوئی اس کے سوا دوسرا شخص نکاح (عقد) کرے تو اس کا
نکاح (عقد) درست ہوگا؟



د۔ اگر کنواری حاملہ کے ساتھ نکاح درست نہ ہو تو نکاح خوالا اور گواہوں کے بارے شریعت مطہرہ کا کیا فیصلہ ہے؟ نیز نکاح خوالا اور گواہ اس کے حمل سے علم نہیں رکھتے تھے مگر بعد میں پتہ چلا کہ یہ حاملہ تھی تو اس صورت میں ان پر حکم شرع کیا ہے؟ بیٹا تو جروا۔
السائل: محمد منشا بکشن قصوری غفر خطیب جامع مسجد حنفیہ اتحاد کالونی
تاجپورہ روڈ مغل پورہ لاہور



۱۔ یقیناً درست ہے۔

۲۔ ہاں ہو سکتا ہے۔

۳۔ ہاں درست ہو گا مگر وضع حمل تک ہم بستی نہیں کر سکتا، فتاویٰ عالمگیری ج ۲ ص ۲، وغیرہ میں ہے اذا تزوج امرأة قد زنى هو بها و ظهر بها حمل فالنكاح جائز عند الكل ولا ان يطاها عند الكل، نیز اسی میں ہے یجوز ان یتزوج امرأة حاملا من الزنا ولا يطاها حتى تضع، مگر یہ جواب ایسی کنواری حاملہ کے متعلق ہے جو واقعی کنواری یعنی اس کا نکاح کسی سے نہیں ہوا، یہ اس لئے کہ محاورات میں ایسی لڑکی کو بھی کنواری کہا جاتا ہے جس کا نکاح ہو چکا ہو مگر رخصتی نہ ہوئی ہو، اگر ایسی ہو اور اس کو حمل ہو گیا اور زوج نے طلاق دے دی تو اس کا نکاح اس زوج کے ساتھ تو جائز ہے مگر کسی اور کے ساتھ وضع



حل سے پہلے ہرگز ہرگز جائز نہیں۔ اسی میں ہے وحیلی ثابت
النسب لایجوز نکاحها اجماعاً، نیز اسی میں ہے ویجوز
لصاحب الحدة ان یتزوجها۔
واللہ تعالیٰ اعلم وصلى اللہ تعالیٰ علی سیدنا
ومحبوبنا الاعظم وعلیٰ ال وصحب وبارک
وسلم۔

مرکز الفقیر الی الخیر محمد نور اللہ النعمی غفرلہ
۲۱ شوال المکرم ۱۳۸۶ھ یکم فروری ۱۹۶۷ء

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اندر اس صورت
کہ ناجائز حمل سے حاملہ کنواری عورت کا نکاح بعد از وضع حمل ایام نفاس
میں روا ہے یا نہیں؟

سائل :- میاں اللہ بخش ساکن چک ۴۳/۵ P.S.
کھرچ ضلع منٹگمری



ہاں روا ہے، قرآن کریم میں ہے و احل لکم ما وراء ذلک



کسی ایک فقہی کتاب میں بھی یہ نہیں لکھا کہ نفاس میں نکاح جائز نہیں، جو ناجائز بتاتا ہے غلط بتاتا ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم وصلى الله تعالى على حبيب و
آل وصحبہ وسلم۔

مترجم الفقیر الیہ النجفی محمد نور اللہ النعمانی

۳۰/۱۲/۶۰



باب المصاهرة

باب المصاهرة

الاستفتاء

سائل مظهر کہ زید نے ہندہ کے ساتھ زنا کیا، زید و ہندہ دونوں اقراری ہیں، بعد ازاں زید نے ہندہ کی لڑکی سے نکاح کیا، آیا یہ نکاح درست ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔



کتب مذہب مذہب میں متونا و شرعاً و فتاویٰ صراحۃً و زبوراً کی طرح مصرح ہے کہ زانی پر مہر زنیہ کی لڑکی ہمیشہ کے لئے حرام ہے تو نکاح صحیح کیسے ہو سکے لہذا یہ نکاح واجب الرفع ہے، عورت یا مرد بظاہر رضا و حضور دوسرے کے ہر ایک فسخ کر سکتا ہے یعنی یہ کہے کہ میں نے اس نکاح کو اٹھا دیا یا چھوڑ دیا یا اس مرد یا عورت کو چھوڑ دیا

وغیرہ الفاظ بایں معنی در المختار میں ہے و یثبت لكل واحد منهما فسخ
 ولو بغير محضر من صاحب دخل بها اولاً
 الا صحر خروجا عن المعصية اور اگر وہ نہ کریں تو صاحب طاقت پر
 لازم کہ تفریق کرادے، حدیث شریف میں ہے من رآی منکم منكراً
 فليغيره بيده، الحدیث رواہ مسلم و تحجب العدة بعد الفسخ
 ان كان بعد الدخول و ایضاً شیئی کالمهر کما صرح بہ فی مظانہ۔
 واللہ تعالیٰ اعلم و علمہ جل مجدہ اتمو
 احکم و صلی اللہ تعالیٰ علی حبیب و آلہ و صحبہ
 و بارک و سلم۔

فتوۃ الفقیر الراجح محمد زکریا النعمانی غفرلہ

۱۴ جمادی الاولیٰ ۱۳۶۹ھ

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اندر میں مسئلہ کہ ایک مرد ایک عورت
 سے ناجائز تعلقات سے بدکاری کرتا رہا، اس امر کے چار گواہ چشم دید میں، بعد ازاں
 اس مرد نے اس عورت کی لڑکی سے جبراً نکاح کر لیا ہے حالانکہ وہ لڑکی بیوہ اولاد
 والی ہے اور اس نے ایجاب و قبول بالکل نہیں کیا بلکہ زبردستی اس کا انگوٹھا لگوا یا گیا
 ہے اور اسی رات موقع پاکر بھاگ کر اپنے میکے چلی گئی تو کیا یہ نکاح شرعاً صحیح ہے یا
 نہیں؟

سائل: حسن احمد ازلیکے تارو، سائل: شیر محمد از لدائی شاہ ج. ۳۰



نکاح نام ہے ایجاب وقبول کا، انکو ملے لگانا ایک رسمی چیز ہے تو جب ایجاب وقبول نہیں ہوا تو نکاح نہیں ہوا اور اس صورت میں تو اگر ایجاب وقبول ہو بھی جاتا، تب بھی نکاح صحیح نہ ہوتا کہ مزنیہ کی لڑکی زانی پر ہمیشہ ہمیشہ حرام ہو جاتی ہے فتاویٰ عالمگیری ج ۲ ص ۱۵۱ میں ہے واما رکنہ فالایجاب والقبول نیز ج ۲ ص ۱۵۱ میں ہے فمن زنی بامراة حرمت علیہ امہا وان علت وابنتہا وان سفلت۔

واللہ تعالیٰ اعلم وعلیہ اتھوا حکم وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ والہ وصحبہ وبارک وسلم ومنجد وکوم۔

عزہ الفقیر الی الخیر محمد نور اللہ النعمی غفرلہ
۱۰/ جمادی الاخریٰ ۱۳۶۹ھ

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اندر میں مسئلہ کہ زید ہندو کو اغوا کر کے برکاری کرتار ہا میگھ حکومت ماڈل لارنے خاوند کو واپس کرا دی تو کیا ہندو کی لڑکی زید کے نکاح میں آسکتی ہے یا نہیں؟ بیسوا توجروا۔



حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک حرمت مصاہرت زنا اور شہوت سے بوس و کنار کے ساتھ بھی محفل ہو جاتی ہے، فتاویٰ عالمگیری ج ۲ ص ۴۲، برکات صناع ج ۲ ص ۲۶۰، مبسوط ج ۴ ص ۲۰۷، ۲۰۸ میں ہے والنظر من البدائع وثبتت حرمة المصاهرة بالزنا والمس الخ تو بندہ کی لڑکی زید پر حرام ہے فتاویٰ عالمگیری میں ہے فمن زنی بامرأة حرمت علیہا ما هو وان علت وابنتها وان سفلت یعنی جو کسی عورت کے ساتھ زنا کرے تو زانی پر اس عورت کی ماں اور لڑکی حرام ہو جاتی ہے، نیز اسی میں ہے تثبت بالمس والتقبیل والنظر الى الفرج بشهوة کہ یہ حرمت چھونے اور بوسہ دینے وغیرہ سے جبکہ شہوت سے ہو، ثابت ہو جاتی ہے لہذا زید کے ساتھ اس کا نکاح جائز صحیح نہیں، واللہ تعالیٰ اعلم وصلى الله تعالى على حبيبنا ورسولنا محمد وآله واصحابه وبارك وسلم۔



عزوة النقيب الربا خير محمد نور الشانسي غفرله

الاستفتاء

بخدمت جناب حضور فیض گنجور جناب حضرت مولانا نور اللہ صاحب دایم اقبالہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ : کے بعد گزارش ہے کہ ہمارے خاندان میں ایک شخص بنام خوشی محمد ہے جس کا واقعہ یوں ہوا کہ ایک عورت میرا بی بی کے ساتھ اس کے ناجائز تعلقات رہے جس سے ایک لڑکی بنام حمیدہ بی بی پیدا ہوئی۔ جب اس لڑکی کی عمر پانچ چھ سال ہوئی تو اس کا نکاح اسی خوشی محمد کے ساتھ کرنے لگے جس سے تمام گاؤں والوں، جنکو حالات معلوم تھے انہوں نے شور کرنا شروع کر دیا کہ یہ تو اس کی بیٹی ہے۔ اس کا نکاح کسی لحاظ سے بھی نہیں ہو سکتا لیکن اس کنبہ والوں نے چوری چپکے سے نکاح کر دیا، جب لڑکی سمجھا رہی ہوئی تو ان کے آپس میں اختلافات پیدا ہو گئے جس سے لڑکی اپنے ختم دیدہ واقعہ کا ثبوت دیتی ہے کہ جب سے میں نے ہوش سنبھالی ہے تو میں خود دیکھ رہی ہوں کہ ہماری ماں کے ساتھ ناجائز تعلق ہیں اب میں اپنی ماں کی جگہ پر نہیں رہ سکتی، ایک تو ہمارا باپ، دوسرا ہمارا خاوند، میں ہرگز نہیں رہوں گی، اس وجہ سے شرارت بازی ہے، جس کے حالات کے واقف لوگ بدستور گواہی دے سکتے ہیں۔

اب گزارش ہے کہ برائے مہربانی شریعت نبوی کے مطابق فتویٰ تحریر فرمادیں کہ مطابق اسلام محمدی ہونا چاہئے۔

تالبعدار : نواب ولد مجیدہ قوم راجپوت

العمر گواہ شد

غلام محمد ولد نگر راجپوت نشان انگوٹھ

العمر گواہ شد

نشان انگوٹھ دنیا راجپوت

العمر گواہ شد

نشان انگوٹھ احمد حسن راجپوت

گواہ شد العمر

نشان انگوٹھا مند ولد فتح محمد قوم راجپوت

العمر گواہ شد

نشان انگوٹھا شیر محمد راجپوت

العمر گواہ شد

نشان انگوٹھا کریم بخش راجپوت



العبد گواہ شہد
فقیر محمد دستخط

(نوٹ) سائل نے دہانی بیان کیا جب حمیدہ بی بی پیا ہوئی ہے تو اس وقت اس کی ماں کا خاوند نکاح والا موجود تھا۔



شرعاً حمیدہ بی بی کا باپ اس کی ماں کا جائز نکاح والا خاوند ہی ہے اور زانی باپ نہیں حدیث پاک میں ہے الولد للفرأش وللعاہر الحجو، ہاں اگر یہ صحیح اور واقعی ہے کہ خوشی محمد کے میراں بی بی کے ساتھ ناجائز تعلقات رہے ہیں تو خوشی محمد پر حمیدہ بی بی حرام ہے ان کا نکاح جائز و صحیح نہیں ہو سکتا، مبسوط ج ۴ ص ۲۰۴ میں ہے و اذا وطئ الرجل امرأة بملك یمین او نکاح او فجور یحرم علیہ امہا و بنتہا تو اگر بعد از نکاح خوشی محمد نے حمیدہ بی بی کے ساتھ ہم بستری کی ہے تو حمیدہ بی بی پر عدت واجب ہے یعنی جس وقت اس نے خوشی محمد کے حق میں رہنے سے انکار کیا ہے، اگر اس وقت حمل تھا تو بچہ پیدا ہو جائے ورنہ اس وقت کے بعد تین حیض پورے ہو جائیں، بعد ازاں حسب دستور شرع جس سے چاہے جائز نکاح کر سکتی ہے اور اگر ہم بستری نہیں ہوئی تو عدت بھی نہیں مگر یہ صحیح ہو کہ خوشی محمد کے میراں بی بی کے ساتھ ناجائز تعلقات رہ چکے ہیں تب یہ جواب ہے ورنہ جواب بدل جائے گا۔

واللہ تعالیٰ اعلم وصلى الله تعالى على حبيبہ وآلہ وصحبہ

محرم الفقیر الی الخیر محمد نور اللہ شاہی مدظلہ

۲۴ جمادی الاولیٰ ۱۴۰۹ھ

الاستفتاء

بخدمت جناب محترم جناب عالم دین صاحب دام اقبالہ
السلام علیکم ورحمۃ اللہ علیہ واجبا عرض ہے سائل جوانی میں اپنی پھوپھی کی لڑکی سے
بوس و کنار بایا تھہ درازی کر چکا ہے۔ سائل کو یہ لاعلمی تھی کہ ایسی کوتاہی کرنے سے آئندہ
شادیوں میں بھی حرج ہوتا ہے، سوائے اس کوتاہی سے صحبت بالکل نہیں کی ہے
یعنی دخول وغیرہ نہیں کیا ہے۔ اب یہ مسئلہ درپیش ہے کہ اب سائل کو شادی کی
ضرورت ہے، برادری نے کہا ہے پھوپھی کی لڑکی کی لڑکی سے شادی کر لے مگر سائل
کو یہ شبہ پڑا ہے کہ یہ شادی ہو سکتی ہے یا نہیں؟ برادری کو ابھی کوئی جواب نہیں دیا،
برادری کا معاملہ عجیب ہوتا ہے کہ مسئلہ خلوت صحیحہ جو پوچھا جاتا ہے وہ گھروں میں
بے تکلف آنا جانا ہوتا ہے اس لئے یہ واقعہ خلوت والا ہو جاتا ہے۔ سائل یہ
شادی کرنا چاہتا ہے، اگر غلطی کی وجہ سے کفارہ وغیرہ یا کوئی اور صورت ہو تو بتائیں
جب تک یہ مسئلہ صحیح نہ ہو جائے تب تک سائل برادری کو کوئی جواب نہ دے گا،
فقط سلام سنون۔

الاستفتی: محمد بشیر احمد ستیری ساکن میانوالی خاص، ۲۰ صفر المظفر ۱۴۰۸ھ



سائل نے زبانی بتایا کہ وہ لڑکی اس وقت تقریباً چودہ سال کی تھی اور ظاہر سوال تحریری
 یہ کہ بوسہ منہ پر دیا اور یہ سارے افعال بوسہ و کنار یا ہاتھ دراز می شہوت سے ہی تھے
 اور خلوت میں تھے تو گو محبت یعنی دخول بالکل نہیں کیا مگر تہمت عصابت ثابت ہوئی لہذا
 اس لڑکی کی لڑکی سے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے شادی نہیں کر سکتا حضرت امام اعظم ابو حنیفہ
 رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہی مذہب ہے، فتاویٰ علی گڑھ ج ۲ ص ۴۲ میں ہے وکما
 ثبتت هذه الحرمة بالوطئ تشبث بالمس والتقبيل والنظر
 الى العزج بشهوة كذا في الذخيرة سواء كان بنكاح او ملك او فجور
 عندنا كذا في الملتقط، نیز اسی میں ہے والمباشرة عن شهوة
 بمنزلة القبلة وكذا المعانقة هكذا في فتاویٰ قاضیخان وكذا
 لوعضا بشهوة هكذا في الخلاصة۔ فتح القدیر ج ۳ ص ۳۰ میں ہے اذا
 قبلها متشرافان لا یصدق فی دعوی عدم الشهوة، نیز اسی میں ہے
 وفي المباشرة اذا قال بلا شهوة لا یصدق اور جب ہمیشہ کے لئے
 حرام ہے تو کفارہ وغیرہ کی کوئی صورت نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم وعلیہ جل جودہ
 اتحر واحکم وصلى الله تعالى على حبيبنا و آله واصحابه وبارك وسلم۔

عزہ الفقیر ابو الخیر محمد نور الشانی غفرلہ

۲۱ صفر المظفر ۱۳۷۸ھ

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ مستثنیٰ زنیہ خالہ و بالغ ہے، اس کا بیان خدا و رسول کو حاضر و ناظر جان کر حلفیہ بیان ہے؛ ایک عورت جو کہ بالغ ہے اور کنواری ہے، زید مذکور اس عورت مذکور کو گلے لگا کر ملتا رہا ہے، منہ چومتا رہا ہے پستان پکڑتا رہا ہے لیکن وطی نہیں کر سکا اب عورت مذکور کو زید اپنے پیسر حقیقی کے لئے لینا چاہتا ہے، آیا وہ شرع محمدی کے نزدیک اپنے پیسر کے ساتھ نکاح کر سکتا ہے یا نہیں؟ اگر نکاح نہیں کر سکتا تو کون چیز بالغ ہے جب کہ زید نے وطی کی؟ جواب سے اندر راہ کہم ہفتہ کے اندر مستفیض فرمادیں، خدا آپ کو اجر دے گا۔

المستفتی: خان محمد دوکاندار چیک ۳۴/۳-۴، ایل، رحمان آباد
ڈاک خانہ خاص براستہ و ضلع منٹگمری



مذہب مہذب احناف کی رو سے ایسی عورت کے ساتھ زید کا لڑکا نکاح نہیں کر سکتا کہ جس طرح زنا کے ساتھ بیچہرمت ثابت ہوتی ہے اسی طرح منہ چومنے یا شہوت سے ہاتھ لگانے یا ملنے کے ساتھ بھی ثابت ہو جاتی ہے فتاویٰ عالمگیری ج ۲

ص ۴ میں ہے کہ تثبت هذه الحرمة بالوطئ تثبت بالمس و
التقبيل والنظر الى الفرج بشهوة كذا في الذخيرة نیز اسی میں ہے
والمباشرة عن شهوة بمنزلة القبلة وكذا المعانقة هكذا في
فتاویٰ قاضیخان، نیز ص ۵ میں ہے یفتی بالحرمة فی القبلة فی الفم
والخد والرأس وان كان علی مقنعة نیز اسی میں ہے ولو اخذ ثديها
وقال ما كان عن شهوة لا یصدق لان الغالب خلافه۔
والله تعالى اعلم وصلى الله تعالى على حبيب واله وصحبه
وبارك وسلم۔

قره الفقیر ابو الجحیم محمد نور اللہ النعمانی غفرلہ

۱۷ ماہ رمضان المبارک ۱۴۰۹ھ

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک
بالغہ عورت نے نابالغ لڑکے سے بوس و کنار کیا، اس چھوٹے اور دست اندازی سے
حرمت مصاہرت ثابت ہوتی ہے یا نہیں؟ اب اس لڑکے کا نکاح اس عورت کی
لڑکی سے ہو سکتا ہے یا نہیں؟ بیسوا توجبروا۔

سائل: مستری عبد المجید، گکو منڈی

سائل نے بعد ازاں لکھا کہ اس عورت نے دس یا نو سالہ لڑکے سے بوس و کنار
کیا اور گلے لگایا اور وہ عورت شہوت والی بالغہ تھی۔

عبدالحق تعلیم خود ۲۳/۵/۶۸





اگر بڑکا واقعی نو یا دس سالہ تھا اور عام بڑکوں جیسا تھا تو حرمت مصاہرت
حسب تصریح مشائخ کرام ثابت نہیں ہوتی تو اس عورت کی بڑکی سے نکاح کر سکتا ہے۔
شامی ج ۲ ص ۳۸۶ میں ہے فتحصل من هذا انه لا بد في كل منهما من
سن المراهقة واقبله للانثى تسع وللذكر اثنا عشر لان ذلك اقل
مدة يمكن فيها البلوغ كما صرحوا به في باب بلوغ الغلام
وهذا يوافق ما مر ان العلة هي الوطئ الذي يكون سببا
للولد او المس الذي يكون سببا لهذا الوطئ ولا يخفى ان غير المراهق
فمنهما لا يمتأق منه الولد - والله تعالى اعلم وصلى الله تعالى على
حبيبنا الاعظم والى وصحبه وبارك وسلم -

قدوة الفقير الی الخیر محمد نور الشانی غفرلہ

بانی دارالعلوم خفیر فریدیہ بصیر پورہ

۲۴ محرم الحرام ۱۴۰۸ھ ۲۳/۵/۶۸

الاستفتاء

کیا فراتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اندر یہ مسئلہ کہ زینب بنت نورانے

اپنی چھ سالہ لڑکی علیہا اپنے بھائی احمد الدین مامل رقعہ بڑا کوغدا واسطے بخش دی۔ جب احمد الدین کے زیر پرورش جوان ہو گئی تو احمد الدین ولد نورمانے بشیر ولد احمد الدین ولد کندا کے ساتھ عقد نکاح کر دیا، اب زینب بنت نورمان جو بشیر و احمد الدین ولد نورمان ہے، نے شور مچایا کہ بشیر کے ساتھ نکاح ناجائز ہے، وجہ یہ ہے کہ والدہ بشیر کے ساتھ میرے والد نورمان کے ناجائز تعلق تھے لہذا بشیر میرا بھائی اور میری لڑکی کا مامل ہے، جب ناجائز تعلق کا شبہ کیا جاتا ہے، اس وقت بشیر کا والد زندہ تھا، اب پرورش کرنے والا احمد الدین ولد نورمان کو فکر لاحق ہوا اور اہل شرع سے دریافت کرنا شروع کیا، ملاؤں نے فتوے دیا کہ نکاح حرام ہے، اب آپ جناب کی خدمت سگ در نے روانہ کیا کہ وہاں سے حق ثابت ہوگا۔

عرض ہے کہ قرآن و حدیث اور اقوال فقہ سے ثابت کہیں کہ نکاح جائز ہے یا نہیں؟ بیوقوف تو جروا۔

خدا و مصطفیٰ کے واسطے آپ اپنی خاص نظر کرم فرمادیں، سگ در غیر حاضری اور سرفیضہ حاضر کرنے کی وجہ سے سخت پریشان ہے۔

مستفتی: مولانا ابوالوفار محمد اسماعیل از مکتبہ سید علی دغلی کماں اسلام پور
ڈاک خانہ کماں اسلام پور ضلع بنکمری ۲۸ فروری القعد المبارک ۱۴۳۸ھ



اگر صورت سوال صحیح ہے یعنی حلیمہ کے نانے نے بشیر کی ماں کے ساتھ بدکاری کی ہے تب بھی حلیمہ اور بشیر کا نکاح صحیح ہے، زنا کے ساتھ بھائی اور مامل نہیں بنتا

اور نہ ہی ایسی حرمت ثابت ہوتی ہے، شامی ص ۳۸۴ بحوالہ رائق ص ۳۵۵ و مجل
لاصول الزانی و ضروعه اصول السمزی بہا و ضروعه یعنی زانی کے
اصول (باپ، دادا، نانا، ماں، دادی، نانی) اور زانی کے فروع (لڑکا، لڑکا، پوتا، دو پوتا
لڑکی، پوتی، دو بہتی) زانیہ عورت کے اصول و فروع کے لئے حلال سب سے اور صورت
سوال میں حلیمہ نور کے کی فرع ہے اور بشیر اپنی والدہ کی فرع ہے تو نکاح جائز ہوگا اور
قرآن کریم میں تو صاف فرمایا احل لکم ما وراء ذلکم اور حدیث پاک میں ہے
للعاهر الحجر یعنی زانی کے لئے پتھر ہے، اور نسب ثابت نہیں ہوتی تو مایوں
کیسے بنا؟ بدکاری ثابت ہونے کی صورت میں نکاح جائز ہے اور اگر ثابت ہی
نہیں تو بطریق اولیٰ جائز ہے، تو روز روشن کی طرح واضح ہوا کہ ان تلامذوں کا
فتوئے محض غلط ہے ان پر توبہ فرض ہے کہ وہ شریعت مطہرہ پر چھوڑا اور افتراء
یاندھ کر سخت مجرم و گنہگار، مستوجب عذابِ نار بن چکے ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم
وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ و آلہ و اصحابہ و بارک وسلم۔

عزہ الغفر الہو الخیر محمد زکریا الشافعی غفرلہ

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و عامیانِ شرع متین کہ اگر کوئی شخص اپنی عورت
منکوحہ کی کئی ماں سے بدظنی کا ترکب ہو تو کیا اس لڑکی کا نکاح قائم رہے گا یا فسخ مقصود

ہوگا جبکہ لڑکی خود اپنی والدہ کی اس جہرم کی عینی شہادت پیش کرے۔



اگر واقعی کوئی ایسا فعل بد کرے تو عورت ہمیشہ ہمیشہ اس پر حرام ہو جاتی ہے
میسوط مخری ج ۴ ص ۲۰۴ میں ہے و اذا وطئ الرجل امرأة بملك يمين
او نكاح او فجور يحرم عليه امها و بنتها مگر یہ چیز ضروری ہے کہ وہ فعل بد
ثابت ہو جائے، خواہ اقرا رفاعل سے ہی ثابت ہو۔ یہ فتوے بے سوال مذکور کا
فیصلہ نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم و علمہ جل مجدہ اتحدوا حکم و صلی
اللہ تعالیٰ علی حبیبہ و آلہ و صحبہ و سلم۔

مقرہ الفقیر الراجح محمد نور الشافعی غفرلہ

۷ جمادی الاولیٰ ۱۳۷۷ھ

الاستفتاء

کیا فراماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک آدمی اپنی

عینی شہادت سے مراد لڑکی کا یہ کہنا کہ میں نے اپنی آنکھ سے دیکھا ہے فقط جیسے سائل نے زبانی بیان کیا ۱۳

بیوی کی والدہ کے ساتھ زنا کرتا ہے اور ایک گواہ نہیں بلکہ دس گواہ گواہی زنا کی دیتے ہیں کہ اس نے تین سال تک اپنی بیوی کی طرح بسایا ہے، آیا اس کا نکاح باقی رہا یا کہ فاسد ہو گیا۔ بحوالہ قرآن کریم اور حدیث شریف اور فقہ شریف کے بعد صفحہ نمبر مشکوٰۃ فرمادیں۔ مبینا اتجروا، اور عدت زنا کرنے سے شروع ہوتی ہے یا بدائی سے؟



اگر یہ فعل شنیع فی الواقع قابل اعتبار شہادتوں سے ثابت ہو گیا تو اس کی بیوی ہمیشہ ہمیشہ اس پر حرام ہو گئی اور نکاح فاسد ہو گیا وذا مبین برہن علی عامۃ اسفار المذهب المہذب مگر متارکہ کے بغیر دوسری جگہ نکاح نہیں کر سکتی، در المختار، شامی ج ۲ ص ۳۸۹، بحر الرائق ج ۳ ص ۲۳۰ میں ہے والنظم من الدر ومجتمۃ المصاحف لا یرتفع النکاح حتی لا یحل لها التزوج باخرا لا بعد المتارکۃ وانقضاء العدة اور مدخل بہا کے حق میں متارکت قول سے ہوا کہ تا بے مثلاً کہہ دے کہ میں نے تجھے چھوڑ دیا، شامی میں ہے ان المتارکۃ لا تتحقق الا بالقول ان کانت مدخل بہا کترکتک الخ اور حسب تحقیق صاحب تنویر الابصار ودر المختار عورت بھی متارکت کی اہل ہے کہ ج ۲ ص ۳۸۳، در المختار علی الشامی جلد دوم میں ہے یتثبت لكل واحد ما فسخا ولو بغیر معض من صاحب دخل بها والا فی الاصح خروج عن المعصیۃ فلا ینافی وجوبہ بل یجب علی القاضی التفریق بینہما، اور عدت بعد از تفریق یا متارکت شروع ہوتی ہے۔



بحر الرائق ج ۳ ص ۱۷۲، در المختار شامی ج ۲ ص ۸۴۱ میں ہے والنظم من البحر
والصحيح انه من وقت التفريق الخ شامی ج ۲ ص ۸۳۷ میں ہے ثلاث
حيض ان كن من ذوات الحيض والا فلا شهر او وضع الحمل
وهذا ان كانت المنكحة نكاحا فاسدا۔ واللہ تعالیٰ اعلم وصلى اللہ
تعالیٰ علی سیدنا محمد والہ وصحبہ وبارک وسلم۔

الفقیر ابو الخیر محمد نور الدین نعیمی غفرلہ البصیر نور
۱۸ ردی القندۃ المبارکہ ۱۳۶۹ھ

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اندر یہ مسئلہ کہ ایک شخص شادی شدہ
نے اپنی بیوی کی ماں کے ساتھ زنا کیا چنانچہ اس کی ماں بھی اس پر بیکاری کا اقرار کرتی ہے
اور وہ خود بھی اقرار ہی ہو کہ فرار ہو گیا اور ایک معتبر عینی گواہ بھی ہے تو اب اس نکاح
کا کیا حکم ہے؟ آیا اس کی بیوی کسی اور جگہ نکاح کر سکتی ہے؟ اس زنا سے پہلے میاں پر
باجمراضی خوشی میاں بیوی بن کر رہا کرتے تھے اور اسے حمل نہیں ہے، بیٹا تو جوڑا۔
السائل: کریم ولد روشن قوم ماچھی کسنہ چک نور محمد



اگر سوال واقعی و صحیح ہے تو اس کا نکاح فاسد ہو گیا اور بیوی حرام ہو گئی کما

فی عامۃ المعتبرات اور اس نکاح کا فسخ کرنا ضروری ہے اگر وہ نہیں ملتایا مانتا
نہیں تو بیوی بھی فسخ کر سکتی ہے، تنویر الابصار، در المختار، رد المختار ج ۲ ص ۸۳ نم غیر
میں ہے والنظم من الدر و متن و یثبت لكل واحد منهما فسخه
ولو بغیر محضر من صاحبہ دخل بها ولا فی الاصح خروجاً عن
المحضیۃ تو بیوی رو بہ رو گواہوں کے اس خاوند کے اس عیب کو بیان کر کے
کہہ دے کہ میں نے وہ نکاح فسخ کر دیا اور بعد ازاں تین حیض پورے
ہو جانے کے بعد جہاں چاہے نکاح کر سکتی ہے؛ انہیں کتابوں میں ہے وتجب
العدة بعد الطی لا الخلوة للطلاق لا للموت من وقت التفريق
شامی میں ہے ومثل التفريق وهو فسخهما او فسخ احدهما۔ اور اگر
سوال غلط ہو تو پھر یہ فتویٰ نہیں، اچھی طرح غور سے سمجھا جائے۔

واللہ تعالیٰ اعلم وصلى الله تعالى على حبيب والہ و
صحب وبارک وسلم۔

حررہ الفقیر الی الخیر محمد نور النعمی القادری الحنفی

مہتمم دارالعلوم خفیہ فریدیہ

بصیر پور ضلع شگلری

۲۶ رجب المرجب ۱۳۷۵ھ ۱۲ رجب المبارک



حرمة المصاهرة ترفع المناكحة

حُرْمَةُ الْمُصَاهَرَةِ تَرْفَعُ الْمَنَاحَةَ

الاستفتاء



کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اندر یہ کہ زید کی ماں نے اس کی رضیمہ بیوی کو اپنا دودھ پلایا یا زید نے بیوی کی ماں سے زنا کیا تو کیا اس کا نکاح زائل و باطل مرفع و منفسح ہو گیا یا باقی ہے؟ اگر باقی ہے تو طلاق یا تفریق قاضی یا متارکہ کی ضرورت ہے یا کیا کریں؟ اور زوجہ بھی متارکہ کر سکتی ہے یا نہیں؟ کئی علمائے کرام فرماتے ہیں کہ گو زید کی بیوی زید پر ہمیشہ کے لئے حرام ہو گئی مگر جب تک تفریق قاضی یا متارکہ وضع بقول نہ ہو نکاح بیشک باقی ہے قائم ہے، زائل نہیں ہوا، یہ ہرگز نہیں کہ ٹوٹ گیا، فسخ نہیں ہوا عورت نکاح نہیں نکلی اور کسی سے نکاح نہیں کر سکتی کہ امام محمد علیہ الرحمۃ نے ذکر فرمایا ان النکاح لا یرتفع بحرمة المصاهرة والرضاع بل یفسد الم بھرم الم و دور المختار و دور المختار میں عبارت مندرجہ بالا کی بنا پر ایسے نکاحوں کو صرف فاسد بتایا کہ بلا تفریق و متارکہ زائل نہیں ہوتے اور عورت کسی اور سے نکاح نہیں کر سکتی اور بعد از تفریق و متارکہ عدت بھی پوری کرے۔ فحققوا الحق عند الاحناف بالدلائل والانصاف من حیث الاعتشاف ما جورین من رب العلمین۔



الحمد لله رب العلمین وصلى الله تعالى على حبیبہ و
الہ واصحابہ اجمعین وسلم فی کل حین۔

الْجَوَابُ الَّذِي جَعَلَ فِي الْتَوْبَةِ الْقَوَامَ

بلا شک وشبہ دریب از روی مذہب مہذب حنفیہ صورت مذکورہ میں نکاح ٹوٹ گیا، اس کا بطلان آفتاب نصف النہار سے بھی زیادہ عیاں اور اس کے ارتقاع و انفساخ کی تصریحات جلیلہ و جزئیاتِ بلیہ سے اسفارِ معتدہ مذہب متروک و شروعا و حواشی و فتاویٰ گونج رہے ہیں حتیٰ کہ یہی بحر و دریا بحیثی شامی بھی ان سے پُر ہیں۔ اہل یہ سہ کے حرمتِ رضاع یا حرمتِ مصاہرت (جن میں عموم و خصوص من وجہ ہے) اگر قبل از نکاح موجود ہو تو مانع انعقادِ نکاح صحیح ہے اور اگر صحیح و ثابت شدہ پر طاری ہو جائے تو باقی نہیں چھوڑنی



۱۔ لے نقصاد قہسافی ام الزوجۃ و ابنہا رضاعاً و تفارق المصاہرۃ فی المہما و ابنہا نسباً ۱۲
۲۔ برائے ج ۲ ص ۲۵۶ میں ہے فان كانت محرمة علی التابید لا یجوز نکاحہا لان الانکاح
احلال و احلال المحرم علی التابید محال و المحرمات علی التابید ثلاثۃ اقول محرمات
بالقرابۃ و محرمات بالمصاہرۃ و محرمات بالرضاع انتہی و مثلاً المعنی فی عامۃ الکتاب ۳
۳۔ ج ۲ ص ۲۰۸ میں مرتبہ سدا کی شہنائی میں حکم حرمت کی توجیہ میں فرماتے ہیں ان الحرمة بسبب المصاہرۃ
مثل الحرمة بالرضاع و النسب و ذلك كما یمنع ابتداء النکاح یمنع بقاء النکاح فكذا
هذا یمنع بقاء النکاح كما یمنع ابتداءه نیز اس کے ۵ ص ۴۱ میں ہے ان المحرمۃ کما تنافی
ابتداء النکاح تنافی البقاء بعد ما انعقد صحیحاً کما لو اعترضت المحرمۃ فی نکاح
المسلمین برضاع ان مصاہرۃ نیز ج ۲ ص ۱۳۱ میں سدا کی پہلی شہنائی کے متعلق ہے لان المحرمۃ قسمین
النکاح بملک: المناقاة فان یبین العہد و الحرمة فی المہل منافاة و المناقی کما یؤثر انی ان قال
بینا فی البقاء اذا طهر علیہ نیز ج ۲ ص ۱۵۶ میں ہے بعد ثبوت حرمة المہل اما بالطلقات الثلاث

نکاح کو سرے سے زائل کر دیتی ہے، حکم طلاق میں ہے اس سے جو ارتفاع نکاح ہوتا ہے وہ
پہ نسبت اس ارتفاع کے جو طلاقات ثلاثہ باطلع و لعان سے ثابت ہو، بہت ہی زیادہ سخت
ہوتا ہے کہ یہ جرمت مؤبدہ منکوحہ کو مکمل نکاح ہی باقی نہیں رہنے دیتی اور ابتدا و بقائے
نکاح کی مطلقاً منافی ہے اور طلاقات ثلاثہ وغیرہ منافی ابتداء نکاح نہیں و لو بعد تحلیل
او تکذیب کہ حملیت باقی رہتی ہے اور یہ تو نہایت ہی پر زور ٹکڑی ثابت کہ رضاع سابق
از نکاح و طاری بر نکاح دونوں تحریم میں برابر ہیں اور قواعد مذہبیہ سے
او بالمصاہرۃ یتعدوا بقاء النکاح حکما، مبسوط ج ۶ ص ۸۸ و كذلك المرأة یجامعها ابو

نوعیہا و ابنہ او جامع الزوج امہا و ابنتها فقد وقعت الفرقة بینہما بغیر طلاق لان
المحرمة بالمصاہرۃ تنافی النکاح ابتداء و بقاء كالمحرمة بالرضاع والنسب و علیہا
العدة ان كان قد دخل بها، نیز ج ۶ ص ۸۸ میں ہے اذا حرمت المرأة علی زوجها بدتھا و طلاقا
لابنہ او جماعا مع امہا ان قال، ان ارتفاع النکاح بهذه الاسباب ابلغ منه
بالظلم الا ترى انها صارت محرمة علی التابید انتہی اقولو والتحلیل بصیرورتھا حرمۃ
التابید فی المصاہرۃ وعدمہا فی الخلع یجعی فی الرضاع والطلقات الثلاث و اللعان
وغیرھا کما لا یخفی۔ نیز ج ۶ ص ۳۲۰ میں ہے و منها رای ما یرفع حکم النکاح المصاہرۃ الطاریۃ
بان وظن ام امراة او ابنتها و الفرقة فرقة بغیر طلاق لانہا حرمۃ مؤبدہ کہ حرمۃ الرضاع
والفرق فی هذه الوجہ بائنتہ، نیز ج ۶ ص ۲۹۵ میں ہے ان الفرقة بغیر طلاق تكون فسخا للعقد
نیز وہی ہے ان فسخ العقد رفع من الاصل وجعل کان لم یکن، و یہی منقول آئندہ بار بار کیونکہ ثابت ہے

سہ۔ نیز ج ۶ ص ۱۰، فتاویٰ امام غنیان ص ۱۹۰، بحر الرائق ج ۳ ص ۲۳۱، ہندیہ بن الخطیب ج ۲ ص ۴۳، شامی ج ۲ ص ۵۶۴ میں
ہے و النظم لملك العلماء یستوی فی تحريم الرضاع المقارن بالنکاح و الطاری علیہ لان
دلائل التحريم لا تجب الفصل بینہما و بیان هذا الاصل فی مسائل، اور اس میں کہ مسائل کا یہ ہے کہ اگر بیعت غیر
کے آہے میں ۱۳ من غفرلہ

صہ قال فی فتم القدر ۳ ص ۳۲۲ ان ثبتت الحرمة رای من الرضاع لا یتبیل عن زوال الملك
فی باب النکاح لانہا مؤبدہ بخلاف الحرمة بالعیض و نحوہ ۳ من غفرلہ
للعہ کما سیأتی بہان فی ذکر العدة باذنہ تعالیٰ منملا ۱۳ من غفرلہ



حررتِ معاہرت کا رضاء و زنا و تقبیل وغیرہ سے ثابت ہو جانا بھی نہایت نمایاں طور پر ثابت ہے، تقبیل ہے کہ ایسا واضح و ظاہر و عیاں امر بعض حضرات اکابر علمائے متفقین سے کیے نہاں رہا حالانکہ اصول و مسائل رضاء کتب معتدہ فقہیہ کا سرسری مطالعہ بھی اس وقوعِ بیہوشی کی صدا با صاف تصریحیں ہوئیں کہ دیت ہے اور ایسے ہی وقوعِ فرقت

۱۰۔ کما فی عامۃ المعتمدات ہاں چند کلمے بطور تبرک درج ہیں، قاضی خان ص ۱۶۵ تثبت بالعقد العاجز وبالموطن حلالات کان او عن شبهة او زنا، ج ۲ ص ۲۶۰ میں ہے بالنسب والنسب والنظر ببدون النکاح والملک وشبهة ۱۲ منہ

۱۱۔ اکثر بعینہ کلمے ماضی ثبت اور بعض مضارعات ثبت و مصدر بیہوشی اور اسم مفعول ابانت ہیں، ان تمام عبارات کا احصاء نہایت ہی متسرّع و معروف چند کتب معتدہ کی رضاء سے متعلق اجمالی اشارت دے کر جاتے ہیں کہ باعث تنبیہ ہیں۔ موطا ج ۵ ص ۱۴۲ تا ۱۴۳ میں دس مرتبہ اور ج ۳ ص ۲۹۸ تا ۳۰۰ گیارہ مرتبہ، فتاویٰ قاضی خان ص ۱۶۰ تا ۱۹۱ سات مرتبہ، بدائع ج ۲ ص ۱۳ تا ۱۳۳ دس مرتبہ، بحر الرائق ج ۳ ص ۲۳۰ تا ۲۳۱ اٹھارہ مرتبہ، عالمگیری ج ۲ ص ۴۴ نور تہ، فتح القدر ج ۳ ص ۳۲۳ تین مرتبہ، مثنوی ایک دفعہ نیز الام سرخسی علیہ الرحمۃ کی ایک عبارت سنئے اذا استروح صبیعتین رضیعتین فارضعتہما امراة معا او احدہما بعد الاخری مانتا جمیعا لانہما صارتا اختین حین ارضعتا الثانیۃ منہما فتقتور الجمع المنافی ولیست احدہما ببطلان نکاحہما باولی من الاخری ۱۲ منہ عنقریب

۱۲۔ موطا ج ۵ ص ۱۴۱ تا ۱۴۳ سات مرتبہ اور ج ۳ ص ۲۹۹ تا ۳۰۰ سات مرتبہ، فتاویٰ قاضی خان ص ۱۶۰ میں ایک مرتبہ، بدائع ص ۱۴ ج ۲ ص ۱۲۰ ۱۱ ۱۲ چودہ مرتبہ، بدائع ج ۲ ص ۳۳۳ و در تہ، فتح القدر ج ۲ ص ۳۲۰، ۳۲۱ چار مرتبہ، در المختار و شامی ج ۲ ص ۵۶۵ ایک ایک مرتبہ ہے، بطور تبرک ہر ایک کے ایک جہد پر اکتفا ہے لہذا ان عبارت جہات من قبلہا ۱۳

منہ عنقریب



نفی اور دفع و دفع نکاح یعنی نکاح کا اہل سے اٹھا کر یوں بنا دینا کہ گویا تمہاری زمین پر پھر نہ بار
والفاسخ و ارتقاع نکاح کے جھلکے جملات تعلیلیہ و تفریعیہ سے شکوک و شبہات طائرۃ

۱۔ اس کی تفریح بھی بکثرت ہے مگر اختصارِ اعراف چند کا ذکر کیا جاتا ہے، مبطوط ج ۵ ص ۱۴۲ میں ہے
کہ ایک شخص نے تین شیر خوار لڑکیوں سے نکاح کیا اور کسی عورت نے ان تینوں کو یکے بعد دیگرے
دو دوہ پلایا تو پہلی دونوں نکاح سے جدا ہو گئیں اور تیسری پرستور ہوئی ہے کیونکہ جب دوسری
کو دوہ پلایا تو پہلی اور دوسری کا بہن ہونا ثابت ہو گیا فتقم الفرقة بیینہما
نکاح و زواج الثابتہ و لیس فی نکاح غیرہا فبطل نکاحہا، اور ایسے
ہی ج ۵ ص ۱۴۱، ۱۴۳ اور ج ۳۰ ص ۲۹۹ میں بھی مقرر و مکرر ہے۔ فتاویٰ قاضی خان ج ۱
ص ۱۹۰ میں ہے لو تزوج رضيعتين فارضعتها امرأة واحدة معا او واحدة بعد
واحدة بطل نکاحهما نیز ایک اور جزئیہ میں لکھتے ہیں وبطل نکاحها والصغيرة
الثانیه امرأتہ (الی ان قال) و لیس فی نکاح غیرہا۔ بدائع صانع ج ۴ ص ۱۳۱ ارضعتہا
(ای الزوجه الکبیرۃ التی حسنت) وہی اجنبیۃ الخ، فتح القدیر ج ۳ ص ۳۲۲ من
شرط بطلان النکاح وقد وجد اور ج ۳ ص ۳۲۳ میں ہے بابت الاولیان والثالثۃ
امرات۔ لادھن حین ارضعتا حرمتا فحین ارضعتا الثالثۃ لم یکن فی عصمتہ
سواہا نیز فرماتے ہیں لم یکن فی نکاح غیرہا، نیز مکرر فرماتے ہیں لم یکن فی نکاح غیرہا
بموازئی ج ۳ ص ۲۳۰ میں ہے لم یکن فی نکاح غیرہا ۱۲ منہ

۲۔ تبینا مما سبق وقد مر من البدائم تنصيصا فتذكر ۱۳ منہ

۳۔ يستلزم السابق وصرح به الشامي ج ۲ ص ۵۶۴ وانفسخ النکاح في
الاوليين مكررا، نیز ص ۵۶۵ انفسخ نکاحها ۱۲ منہ

۴۔ يستلزم السابق وقد مر النص من المبسوط اور بدائع ج ۴ ص ۱۱ میں ہے لان اقدامها
على الارضاء دلالة الرضا بارتقاع النکاح و سياتی فی من البدائم
ایضا باذنہ تعالیٰ ۱۲ منہ



کو کافر بنا دیتا ہے جن سے پوری پوری وضاحت ہو جاتی ہے کہ اس حرمت کے طاری ہوتے ہی نکاح ^{لے} گھٹ گیا اور تفریق و متارکہ وغیرہ پر انفسخ موقوف نہیں رہا اور عدت دخول یا فلتوت کی صورت میں شروع ہوگی ورنہ لازم ہی نہیں اور مہانہ کی بنیت و اخت سے حسب دستور نکاح جائز ہو گیا اور پانچویں سے عقد کر سکتے ہیں لبطلان نکاح السابقات او بعضہا و عدم العدة في صورة عدم الدخول حقيقة و حکماً

وله لان الاصل هو الحقيقة ولا يصار الى المجاز الا لمانع وليس
ههنا ۱۲ منہ

۱۳ موطا ج ۵ ص ۴۴ میں ہے ان الفرقة بالردة كانت لغوات صفة العزل ذلك منافع للنكاح لا تنوي ان الفرقة لا تتوقف على قضاء القامني فانه ينافي النكاح ابتداء و بقاء فيكون نظيرا للمحرمة و الملك يزفاته من لما لا تتوقف الفرقة على القضاء اشبه الفرقة بسبب المحرمية ، درالمختار مطبوع مع الشامی ج ۲ ص ۲۲۲ ، بشرح المحوى للاستبصار و النظام ص ۲۶۶ تقبیل سببی مع الایلام یا املی اور اسی وقت سے ابتداء عدت جس کے مزج دلائل بغضد و کرم قلعے آگے آ رہے ہیں وہ اس عدم توقف کے دلائل مزج ہیں کہ اگر یہ توقف ہوتا تو عدت تفریق و متارکہ کے بعد شروع ہوتی کما فی الفاسد ۱۲ منہ غفرلہ

۱۴ مروحوبہ فی الرضاع ایضا و لكن یکتفی بما ینقل عن ابواب العدة عن قریب باذنہ تعالی لان فیہ غنیه عما سواہ ۱۲ منہ غفرلہ
۱۵ کما فی عامة المعتمبرات اور تبرکاً امام قاضی خان ص ۱۹۰ و لہ ان یتزوج الصغیر بعد ذلك لانها صارت ابنة امراء و لم یدخل بها ، فتاویٰ عالمگیری ج ۲ ص ۴۳ میں ہے و لہ ان یتزوج واحدة منهن ایقن شام ۱۲

منہ غفرلہ



اور وہ بھی غیر سے نکاح کر سکتی ہے نیز مکرر بصورت تسمیہ تفصیل معروف سے لزوم نصف کل یا سقوط ثابت ہو گیا ورنہ منقہ و مهر المثل کا واجب الاداء ہونا نفیاً یا اثباتاً یہ سب وجوہ اسی ارتفاع نکاح کا بین ثبوت سے رہے ہیں اور ایسے ہی

لہ فی صورة عدم الدخول الحقيقي لانعدام العدة وكذا بعد انقضاء العدة عند الدخول وذا ظاهراً بما مضى ولتسمع عبارة المبسوط ج ۳ ص ۲۹۸ ولان يتزوج الكبيرة في الحال لان الصغيرة ليست في عدت والكبيرة تمتد منه وعدت لا تمنع نكاحاً وبعد انقضاء عدة الكبيرة له ان يتزوج ايتها ما شاء اقول ولا فرق في التزوج بينه وبين غيره الا في الكبيرة اذا كانت معتدة منه ونفقت في الحال نص على المطلوب لان اعتداء الكبيرة في الحال ينفي التفريق او المتاركة بعد الحرمة فاحفظ ۱۲ منه

لہ هذا الاذن ما مر وجاء مصرحاً في الجامع الصغير ص ۳، مبسوط ج ۵ ص ۱۴۱ الى ۱۴۳ ج ۳ ص ۳۰ الى ۲۹۷، فتاویٰ قاضیخان ص ۱۹۰ الى ۱۹۲، بدائع ص ۱۶۷ ج ۳ ص ۱۲، ہدایہ، فتح القدیر ج ۳ ص ۳۲۲ الى ۳۲۳، کنز الدقائق، بحر الرائق ج ۳ ص ۲۳۱ الى ۲۳۲، تنویر الابصار، در المختار، رد المحتار ج ۲ ص ۵۶۵، ہندیہ ج ۲ ص ۳۴، ۳۵، ۳۶، ۳۷، ۳۸، ۳۹، ۴۰، ۴۱، ۴۲، ۴۳، ۴۴، ۴۵، ۴۶، ۴۷، ۴۸، ۴۹، ۵۰، ۵۱، ۵۲، ۵۳، ۵۴، ۵۵، ۵۶، ۵۷، ۵۸، ۵۹، ۶۰، ۶۱، ۶۲، ۶۳، ۶۴، ۶۵، ۶۶، ۶۷، ۶۸، ۶۹، ۷۰، ۷۱، ۷۲، ۷۳، ۷۴، ۷۵، ۷۶، ۷۷، ۷۸، ۷۹، ۸۰، ۸۱، ۸۲، ۸۳، ۸۴، ۸۵، ۸۶، ۸۷، ۸۸، ۸۹، ۹۰، ۹۱، ۹۲، ۹۳، ۹۴، ۹۵، ۹۶، ۹۷، ۹۸، ۹۹، ۱۰۰، ۱۰۱، ۱۰۲، ۱۰۳، ۱۰۴، ۱۰۵، ۱۰۶، ۱۰۷، ۱۰۸، ۱۰۹، ۱۱۰، ۱۱۱، ۱۱۲، ۱۱۳، ۱۱۴، ۱۱۵، ۱۱۶، ۱۱۷، ۱۱۸، ۱۱۹، ۱۲۰، ۱۲۱، ۱۲۲، ۱۲۳، ۱۲۴، ۱۲۵، ۱۲۶، ۱۲۷، ۱۲۸، ۱۲۹، ۱۳۰، ۱۳۱، ۱۳۲، ۱۳۳، ۱۳۴، ۱۳۵، ۱۳۶، ۱۳۷، ۱۳۸، ۱۳۹، ۱۴۰، ۱۴۱، ۱۴۲، ۱۴۳، ۱۴۴، ۱۴۵، ۱۴۶، ۱۴۷، ۱۴۸، ۱۴۹، ۱۵۰، ۱۵۱، ۱۵۲، ۱۵۳، ۱۵۴، ۱۵۵، ۱۵۶، ۱۵۷، ۱۵۸، ۱۵۹، ۱۶۰، ۱۶۱، ۱۶۲، ۱۶۳، ۱۶۴، ۱۶۵، ۱۶۶، ۱۶۷، ۱۶۸، ۱۶۹، ۱۷۰، ۱۷۱، ۱۷۲، ۱۷۳، ۱۷۴، ۱۷۵، ۱۷۶، ۱۷۷، ۱۷۸، ۱۷۹، ۱۸۰، ۱۸۱، ۱۸۲، ۱۸۳، ۱۸۴، ۱۸۵، ۱۸۶، ۱۸۷، ۱۸۸، ۱۸۹، ۱۹۰، ۱۹۱، ۱۹۲، ۱۹۳، ۱۹۴، ۱۹۵، ۱۹۶، ۱۹۷، ۱۹۸، ۱۹۹، ۲۰۰، ۲۰۱، ۲۰۲، ۲۰۳، ۲۰۴، ۲۰۵، ۲۰۶، ۲۰۷، ۲۰۸، ۲۰۹، ۲۱۰، ۲۱۱، ۲۱۲، ۲۱۳، ۲۱۴، ۲۱۵، ۲۱۶، ۲۱۷، ۲۱۸، ۲۱۹، ۲۲۰، ۲۲۱، ۲۲۲، ۲۲۳، ۲۲۴، ۲۲۵، ۲۲۶، ۲۲۷، ۲۲۸، ۲۲۹، ۲۳۰، ۲۳۱، ۲۳۲، ۲۳۳، ۲۳۴، ۲۳۵، ۲۳۶، ۲۳۷، ۲۳۸، ۲۳۹، ۲۴۰، ۲۴۱، ۲۴۲، ۲۴۳، ۲۴۴، ۲۴۵، ۲۴۶، ۲۴۷، ۲۴۸، ۲۴۹، ۲۵۰، ۲۵۱، ۲۵۲، ۲۵۳، ۲۵۴، ۲۵۵، ۲۵۶، ۲۵۷، ۲۵۸، ۲۵۹، ۲۶۰، ۲۶۱، ۲۶۲، ۲۶۳، ۲۶۴، ۲۶۵، ۲۶۶، ۲۶۷، ۲۶۸، ۲۶۹، ۲۷۰، ۲۷۱، ۲۷۲، ۲۷۳، ۲۷۴، ۲۷۵، ۲۷۶، ۲۷۷، ۲۷۸، ۲۷۹، ۲۸۰، ۲۸۱، ۲۸۲، ۲۸۳، ۲۸۴، ۲۸۵، ۲۸۶، ۲۸۷، ۲۸۸، ۲۸۹، ۲۹۰، ۲۹۱، ۲۹۲، ۲۹۳، ۲۹۴، ۲۹۵، ۲۹۶، ۲۹۷، ۲۹۸، ۲۹۹، ۳۰۰، ۳۰۱، ۳۰۲، ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۰۵، ۳۰۶، ۳۰۷، ۳۰۸، ۳۰۹، ۳۱۰، ۳۱۱، ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۴، ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۴، ۳۲۵، ۳۲۶، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۳۳، ۳۳۴، ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۲، ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸، ۵۴۹، ۵۵۰، ۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۳، ۵۵۴، ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۴، ۵۷۵، ۵۷۶، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸، ۱۳۰۹، ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۱۷، ۱۳۱۸، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳۲۳، ۱۳۲۴، ۱۳۲۵، ۱۳۲۶، ۱۳۲۷، ۱۳۲۸، ۱۳۲۹، ۱۳۳۰، ۱۳۳۱، ۱۳۳۲، ۱۳۳۳، ۱۳۳۴، ۱۳۳۵، ۱۳۳۶، ۱۳۳۷، ۱۳۳۸، ۱۳۳۹، ۱۳۴۰، ۱۳۴۱، ۱۳۴۲، ۱۳۴۳، ۱۳۴۴، ۱۳۴۵، ۱۳۴۶، ۱۳۴۷، ۱۳۴۸، ۱۳۴۹، ۱۳۵۰، ۱۳۵۱، ۱۳۵۲، ۱۳۵۳، ۱۳۵۴، ۱۳۵۵، ۱۳۵۶، ۱۳۵۷، ۱۳۵۸، ۱۳۵۹، ۱۳۶۰، ۱۳۶۱، ۱۳۶۲، ۱۳۶۳، ۱۳۶۴، ۱۳۶۵، ۱۳۶۶، ۱۳۶۷، ۱۳۶۸، ۱۳۶۹، ۱۳۷۰، ۱۳۷۱، ۱۳۷۲، ۱۳۷۳، ۱۳۷۴، ۱۳۷۵، ۱۳۷۶، ۱۳۷۷، ۱۳۷۸، ۱۳۷۹، ۱۳۸۰، ۱۳۸۱، ۱۳۸۲، ۱۳۸۳، ۱۳۸۴، ۱۳۸۵، ۱۳۸۶، ۱۳۸۷، ۱۳۸۸، ۱۳۸۹، ۱۳۹۰، ۱۳۹۱، ۱۳۹۲، ۱۳۹۳، ۱۳۹۴، ۱۳۹۵، ۱۳۹۶، ۱۳۹۷، ۱۳۹۸، ۱۳۹۹، ۱۴۰۰، ۱۴۰۱، ۱۴۰۲، ۱۴۰۳، ۱۴۰۴، ۱۴۰۵، ۱۴۰۶، ۱۴۰۷، ۱۴۰۸، ۱۴۰۹، ۱۴۱۰، ۱۴۱۱، ۱۴۱۲، ۱۴۱۳، ۱۴۱۴، ۱۴۱۵، ۱۴۱۶، ۱۴۱۷، ۱۴۱۸، ۱۴۱۹، ۱۴۲۰، ۱

البواب المہر کے قواعد و جزئیات مینونت و فرقت ارتفاح کی روکرو کی روشن نشاندہی

۱۷ ہجری ج ۲ ص ۲۱ میں ہے واذا تاکد المہر لم یسقط وان جارت الفرت من قبلها بان ارتدت او طاعت ابن زوجها بعد ما دخل بها او خلا بها وقبل ذلك یسقط جسیم المہر لجمی الفرت من قبلها کذا فی المحيط۔ نیز مبروط ج ۶ ص ۶۲، ۶۳، ۶۴، ۶۵، ۱۷۵، بجز الرابع ج ۳ ص ۱۴۷ میں ہے والنظم من القاضی خان اذا وقت الفرت ببن الزوجین قبل الدخول بها بفعل من قبل المرأة کالردة وتقبیل ابن الزوج وخیار البلوغ (الی ان قال) یسقط کل المہر ولا یمجب شیء۔ نیز تزیید دریں ہے و یمجب نصفه بطلاق قبل وطئ او خلوة۔ ابن پرمار شامی نے ج ۲ ص ۴۵۶ میں فرمایا ولوقال بكل فرقة من قبله شمل مثل ردة وزناه وتقبیلہ ومعانقت لامرأتہ وبنثها قبل الخلوة قبتی من النظم، نیز قول در تزیید بیتا کد عند وطئ او خلوة کے تحت فرماتے ہیں ج ۲ ص ۴۵۳، ۴۵۴ ان المہر وجب بنفس العقد لکن مع احتمال سقوطه بردتها وتقبیلها ابنہ او تنصف بطلاقها قبل الدخول، نیز وہی فرماتے ہیں قال فی البدائم واذا تاکد المہر بما ذکر لا یسقط بعد ذلك وان كانت الفرت من قبلها لان البذل بعد تاکد لا یمحیل المسقوط، نیز سقوط وغرم مہر کے سائل کثیرہ مبروط ج ۳ ص ۳۰، ۳۱، ۳۲، ۳۳، ۳۴، ۳۵، ۳۶، ۳۷، ۳۸، ۳۹، ۴۰، ۴۱، ۴۲، ۴۳، ۴۴، ۴۵، ۴۶، ۴۷، ۴۸، ۴۹، ۵۰، ۵۱، ۵۲، ۵۳، ۵۴، ۵۵، ۵۶، ۵۷، ۵۸، ۵۹، ۶۰، ۶۱، ۶۲، ۶۳، ۶۴، ۶۵، ۶۶، ۶۷، ۶۸، ۶۹، ۷۰، ۷۱، ۷۲، ۷۳، ۷۴، ۷۵، ۷۶، ۷۷، ۷۸، ۷۹، ۸۰، ۸۱، ۸۲، ۸۳، ۸۴، ۸۵، ۸۶، ۸۷، ۸۸، ۸۹، ۹۰، ۹۱، ۹۲، ۹۳، ۹۴، ۹۵، ۹۶، ۹۷، ۹۸، ۹۹، ۱۰۰، ۱۰۱، ۱۰۲، ۱۰۳، ۱۰۴، ۱۰۵، ۱۰۶، ۱۰۷، ۱۰۸، ۱۰۹، ۱۱۰، ۱۱۱، ۱۱۲، ۱۱۳، ۱۱۴، ۱۱۵، ۱۱۶، ۱۱۷، ۱۱۸، ۱۱۹، ۱۲۰، ۱۲۱، ۱۲۲، ۱۲۳، ۱۲۴، ۱۲۵، ۱۲۶، ۱۲۷، ۱۲۸، ۱۲۹، ۱۳۰، ۱۳۱، ۱۳۲، ۱۳۳، ۱۳۴، ۱۳۵، ۱۳۶، ۱۳۷، ۱۳۸، ۱۳۹، ۱۴۰، ۱۴۱، ۱۴۲، ۱۴۳، ۱۴۴، ۱۴۵، ۱۴۶، ۱۴۷، ۱۴۸، ۱۴۹، ۱۵۰، ۱۵۱، ۱۵۲، ۱۵۳، ۱۵۴، ۱۵۵، ۱۵۶، ۱۵۷، ۱۵۸، ۱۵۹، ۱۶۰، ۱۶۱، ۱۶۲، ۱۶۳، ۱۶۴، ۱۶۵، ۱۶۶، ۱۶۷، ۱۶۸، ۱۶۹، ۱۷۰، ۱۷۱، ۱۷۲، ۱۷۳، ۱۷۴، ۱۷۵، ۱۷۶، ۱۷۷، ۱۷۸، ۱۷۹، ۱۸۰، ۱۸۱، ۱۸۲، ۱۸۳، ۱۸۴، ۱۸۵، ۱۸۶، ۱۸۷، ۱۸۸، ۱۸۹، ۱۹۰، ۱۹۱، ۱۹۲، ۱۹۳، ۱۹۴، ۱۹۵، ۱۹۶، ۱۹۷، ۱۹۸، ۱۹۹، ۲۰۰، ۲۰۱، ۲۰۲، ۲۰۳، ۲۰۴، ۲۰۵، ۲۰۶، ۲۰۷، ۲۰۸، ۲۰۹، ۲۱۰، ۲۱۱، ۲۱۲، ۲۱۳، ۲۱۴، ۲۱۵، ۲۱۶، ۲۱۷، ۲۱۸، ۲۱۹، ۲۲۰، ۲۲۱، ۲۲۲، ۲۲۳، ۲۲۴، ۲۲۵، ۲۲۶، ۲۲۷، ۲۲۸، ۲۲۹، ۲۳۰، ۲۳۱، ۲۳۲، ۲۳۳، ۲۳۴، ۲۳۵، ۲۳۶، ۲۳۷، ۲۳۸، ۲۳۹، ۲۴۰، ۲۴۱، ۲۴۲، ۲۴۳، ۲۴۴، ۲۴۵، ۲۴۶، ۲۴۷، ۲۴۸، ۲۴۹، ۲۵۰، ۲۵۱، ۲۵۲، ۲۵۳، ۲۵۴، ۲۵۵، ۲۵۶، ۲۵۷، ۲۵۸، ۲۵۹، ۲۶۰، ۲۶۱، ۲۶۲، ۲۶۳، ۲۶۴، ۲۶۵، ۲۶۶، ۲۶۷، ۲۶۸، ۲۶۹، ۲۷۰، ۲۷۱، ۲۷۲، ۲۷۳، ۲۷۴، ۲۷۵، ۲۷۶، ۲۷۷، ۲۷۸، ۲۷۹، ۲۸۰، ۲۸۱، ۲۸۲، ۲۸۳، ۲۸۴، ۲۸۵، ۲۸۶، ۲۸۷، ۲۸۸، ۲۸۹، ۲۹۰، ۲۹۱، ۲۹۲، ۲۹۳، ۲۹۴، ۲۹۵، ۲۹۶، ۲۹۷، ۲۹۸، ۲۹۹، ۳۰۰، ۳۰۱، ۳۰۲، ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۰۵، ۳۰۶، ۳۰۷، ۳۰۸، ۳۰۹، ۳۱۰، ۳۱۱، ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۴، ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۴، ۳۲۵، ۳۲۶، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۳۳، ۳۳۴، ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۲، ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸، ۵۴۹، ۵۵۰، ۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۳، ۵۵۴، ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۴، ۵۷۵، ۵۷۶، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸، ۱۳۰۹، ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۱۷، ۱۳۱۸، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳۲۳، ۱۳۲۴، ۱۳۲۵، ۱۳۲۶، ۱۳۲۷، ۱۳۲۸، ۱۳۲۹، ۱۳۳۰، ۱۳۳۱، ۱۳۳۲، ۱۳۳۳، ۱۳۳۴، ۱۳۳۵، ۱۳۳۶، ۱۳۳۷، ۱۳۳۸، ۱۳۳۹، ۱۳۴۰، ۱۳۴۱، ۱۳۴۲، ۱۳۴۳، ۱۳۴۴، ۱۳۴۵، ۱۳۴۶، ۱۳۴۷، ۱۳۴۸، ۱۳۴۹، ۱۳۵۰، ۱۳۵۱، ۱۳۵۲، ۱۳۵۳، ۱۳۵۴، ۱۳۵۵، ۱۳۵۶، ۱۳۵۷، ۱۳۵۸، ۱۳۵۹، ۱۳۶۰، ۱۳۶۱، ۱۳۶۲، ۱۳۶۳، ۱۳۶۴، ۱۳۶۵، ۱۳۶۶، ۱۳۶۷، ۱۳۶۸، ۱۳۶۹، ۱۳۷۰، ۱۳۷۱، ۱۳۷۲، ۱۳۷۳، ۱۳۷۴، ۱۳۷۵، ۱۳۷۶، ۱۳۷۷، ۱۳۷۸، ۱۳۷۹، ۱۳۸۰، ۱۳۸۱، ۱۳۸۲، ۱۳۸۳، ۱۳۸۴، ۱۳۸۵، ۱۳۸۶، ۱۳۸۷، ۱۳۸۸، ۱۳۸۹، ۱۳۹۰، ۱۳۹۱، ۱۳۹۲، ۱۳۹۳، ۱۳۹۴، ۱۳۹۵، ۱۳۹۶، ۱۳۹۷، ۱۳۹۸، ۱۳۹۹، ۱۴۰۰، ۱۴۰۱، ۱۴۰۲، ۱۴۰۳، ۱۴۰۴، ۱۴۰۵، ۱۴۰۶، ۱۴۰۷، ۱۴۰۸، ۱۴۰۹، ۱۴۱۰، ۱۴۱۱، ۱۴۱۲، ۱۴۱۳، ۱۴۱۴، ۱۴۱۵، ۱۴۱۶، ۱۴۱۷، ۱۴۱۸، ۱۴۱۹، ۱۴۲۰،

سلا علیہ السلام نے فرمایا کہ اگر زوج کی مرض الموت میں بوجہ تقبیل المرأة ابن زوجها و غیرہ صورتوں سے
 ہو تو عورت وراثت نہیں ہوتی، بحر الرائق ج ۴ ص ۴۹، فتح القدیر ج ۴ ص ۵، بدائع ج ۳ ص ۲۲۰، ہندیہ ج ۲
 ص ۱۰۶، شامی ج ۲ ص ۷۱۸، ہدایہ، فتح القدیر ج ۴ ص ۱۲، قاضی خان ص ۲۶۷، مسرود ج ۶ ص ۱۶۴ میں ہے
 والمنظر من البهران الفقة لو قعت بتقبیل ابن زوجها لا تریث مطاوعة او مکرهة اور اگر
 باپ نے ملکہ کو کما کہ عورت کو مجبور کر کے بیکاری کرے تو اس بیکاری سے عورت کا حق ماقط نہیں ہوتا کہ
 فرقت زوج کی طرف سے ہے۔ مسرود بدائع کے انہیں صفات میں ہے والمنظم من المبسوط فان
 كان الزوج امرا بنة بذلک كان لها الميراث لانه قاصد الى ابطال حقها الم بکھ ہندیہ
 ج ۲ ص ۱۰۶ میں عبط ہے کہ اصل میں عورت مذہب علیہ الرحمہ کی یرض ہے اذا جامعها ابن المریض مکرهة
 لم تریث قال فی الاصل الا ان يكون الاب امرا لای بذلک فينتقل فعل الابن الى الاب
 فی حق الفقة کانه باشر بنفسه فیصیر فارقا کذا فی المحيط اور جامع الفقہین ج ۲ ص ۱۷۴ میں
 برزہ اصل ہی طرح ہے اور شامی نے ج ۲ ص ۱۸، پر اسے نقل کر کے فرمایا ومثله فی الذخيرة معنی الاصل
 وکذا فی الوالوجية والهندية اور اگر مطقة الرحمی مطاوعة وقیل مذکورہ کرے تو وراثت نہیں ہوتی کہ
 بدائی اس کی طرف سے آئی، توبہ، در شامی ج ۲ ص ۷۲۰، بحر الرائق ج ۴ ص ۴۹، فتح القدیر ج ۴ ص ۱۱ میں ہے
 والمنظم من الفقه اذا اطاعت بعد الرجعی لا تریث کما لو طاعت حال قیام النکاح اور ایسے
 ہی اگر عورت اپنے مرض میں ایسے نکاح سے بدائی کرے تو مرد وراثت ہوتا ہے۔ جامع کبیر ص ۱۰۷، بدائع ج ۳ ص ۲۲۰،
 فتح القدیر ج ۴ ص ۵، توبہ لا بصار، در شامی ج ۲ ص ۷۲۶، بحر الرائق ج ۴ ص ۴۹ میں ہے والمنظم لمحل المذهب
 فی باب من الفقة فی المرض وکذا لک امرأة ارتدت فی مرضها او قبلت ابن زوجها او دعت
 او اباه الى جامعها ففعل، وایسے ہی اور کی مائیک و قور فرقت پر دلالت کرتے ہیں موت ایک یا فقہار کیا جا سکے
 چاہے میں فرمایا عدلن ما اذا طاعت فی حال قیام النکاح لانها تثبت الفقة فتكون راضية بطلان
 السبب، معنی شرح الہدایہ اور فتح القدیر ج ۴ ص ۱۲ میں فرمایا وهو النکاح، بدائع ج ۳ ص ۲۲۰ میں ہے وان رأت
 البینونة من قبل المرأة کما اذا قبلت ابن زوجها او اباه بشهوة طائفة او مکرهة او اختار
 نفسها فی خيار الادراك او الحاق او عدم الکفاءة فان كان ذلك فی حالة الصحة فانها لا تریثان
 بالاجماع کما اذا كانت البینونة من قبل الزوج ۱۲ منہ



اور کتب مدو سے بھی اس میں نیت کبریٰ کا پتہ چلتا ہے، پھر ضوابط و فروغ کثیر ابواب عدلت نے نو مرتب فیصلہ ہی کر دیا کہ یہ فرقت طلاق یا کن کا حکم رکھتی ہے کہ قبل از دخول غلوت ہو تو عدت سے ہی نہیں ورنہ لازم اور وقت فرقت ہی سے شروع ہو جاتی

ملہ کسی فرقت میں مدنی گئی اگرچہ حرام جانتا ہو، مبسوط ج ۹ ص ۸۸، قاضی خان ص ۸۲۰ میں ہے والنظم من قاضی خان وكذا الوازنت وحرمت عليه وحرمت بجماع امها او ابنتها او عبطا وعنتها ابن الزوج ثم جامعها وان قال علمت انها على حرام لاحد عليه وكذا في البحر ج ۵ ص ۱۲ والفتح ج ۵ ص ۳۵ والدروجا شية الشاى ج ۳ ص ۲۰۹ فذكر واعم الردة وفي المبسوط ففى لقياس انديلز من الحد لان ارتفاع النكاح بهذه الاسباب ابلغ منه بالعلم الا ان

انها صارت محرمة على التابيد ولكنه استحسن فدف عنه الحد ۱۲ ملہ عدة العدة للطلاق والفسخ التي تنوي لا يمار، در الفار، شامی ج ۲ ص ۸۲۵، كنز الدقائق، بحر الرائق ج ۳ ص ۱۲۸، شرح الوقایہ ج ۲ ص ۴۴ میں ہے اور ہایہ ج ۲ ص ۴۰۲، ہندیہ ج ۲ ص ۱۳۴ میں ہے او وقت الفرقة بغير طلاق، ہایہ میں ہے والفرقة اذا كانت بغير طلاق ذی فی معنى الطلاق، راننا میں ہے ومنه الفرقة بتقبيل ابن الزوج وكردہ الشاى بتقبير حسن ونحوه في شرح الوقایة بحر الرائق میں ہے لوجوبها اسباب منها الفرقة فی النكاح الصحيح سواء كانت بطلاق او بغير طلاق بعد وطئ او خلوة نیز ص ۱۲۹ میں ہے وشمل جميع اسبابه من الفسخ الى ان قال والفرقة بتقبيل ابن الزوج ونحوه، منه الفاق من الرافق سے جان الفرقة بالتقبيل من الفسخ، ملہ ہایہ ج ۲ ص ۴۰۵، در، تنوير، شامی ج ۲ ص ۸۳۹، شرح الوقایہ ج ۲ ص ۱۵۰، ہندیہ ج ۲ ص ۱۳۴، كنز، بحر ج ۳ ص ۴۴ میں بالفائستادہ ہے ومبدأ العدة بعد الطلاق او الموت، بحر الرائق میں ہے من وقتہ وكذا في الهداية وغيرها، فق القدیر ج ۳ ص ۱۵ میں ہے فيكون مبدأ العدة من غير فصل بالضرورة اور اسی الطلاق میں یقیناً فرقت بوجہ رضاع ومعاہرت طارر بھی داخل ہے لعماس قویا وبعبید نیز ایسے مسائل میں ملائے اس شمول کی تقریر بھی فرمائی۔ بحر الرائق ج ۲ ص ۱۵۰ میں تحت قول كنز متحد معتدة البت ہے اطلقه فشملت الطلاق واحدة واكثر والفرقة كافي الخاتمة نیز ص ۱۵۲ تحت قول الكنف ولا تخريج معتدة الطلاق من بيته لہ والمراد معتدة الفرقة



ہے جس میں بشرط معتبرہ اور تہ پر حداد اور بیت فرقت میں رہنا لازم اور مرد پر نان و نفقہ

سواء كانت بطلاق أو بغيره ولو كانت بمعصية كما في البدائم نیز شامی ج ۲ ص ۴۶۱ تحت قول
المعتن طلقت قبل الرطی ہے والمراد بالطلاق فرقة جاءت من قبل الزوج (الی ان قال)
وتقبيل ابنتها او امها بشهوة نیز ج ۲ ص ۴۱۰ قال ط والطلاق ليس بقيد بل كذا لك لو
ابانها بنحيا وبلوغها وتقبيلا ما او بنتها او ردت كما في البدائم وكان كفى بعن فرقة الخ ۱۲ منه
له من الاسلام والعقل ونحوها في الحداد والنفقة والسكنی ونحوهما ۱۲ منه

کے بموجب ج ۲ ص ۶۶۱، قاضی خان ص ۲۶۶، ہدایہ ج ۲ ص ۴۰۰، فتح القدر ج ۲ ص ۱۶۰، شرح الوقایہ ج ۲ ص ۱۵۲، بحر الرائق
بحر الرائق ج ۲ ص ۱۵۰، بیانی ج ۳ ص ۲۰۹، فتاویٰ عالمگیری ج ۲ ص ۱۳۰، تنویر در شامی ج ۲ ص ۴۴۹ میں ہے و النظم من
المبسرط والعدة بعد الفرقة من نکاح صحيح يجب فيها الحداد وتدخل فيها المبثوثات
بطارئ الرضاع والمصاهرة وذا اظهر جدا منه ۱۲ منه فخر

کے قاضی خان ص ۲۶۵، بموجب ج ۲ ص ۳۲، ہدایہ ج ۲ ص ۴۰۰، شرح الوقایہ ج ۲ ص ۱۵۳، بحر الرائق ج ۲
ص ۱۵۲، تنویر در شامی ج ۲ ص ۴۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، بیانی ج ۳ ص ۲۰۵، فتاویٰ عالمگیری ج ۲ ص ۱۳۰ میں ہے و
النظم من البصر تحت قول الكتن ولا تخرج معتدة الطلاق من بيتها والمراد معتدة الفرقة
سواء كانت بطلاق أو بغيره ولو كانت بمعصية كتقبيلها ابن الزوج كما في البدائم نیز مہندی

میں ہے لو قبلت المسلمة ابن الزوج حتى وقعت الفرقة لوجب العدة إذا كان بعد الدخول
فليس لها ان تخرج من منزلها كذا في البدائم نیز می میں ہے علی المعتدة ان تعتد في المنزل
الذي يعانف اليها بالسكنی حال وقوع الفرقة والموت كذا في الكافي انتهى وكذا في الهداية

کے بموجب ج ۵ ص ۲۰۳، ۲۰۴، بیانی ج ۲ ص ۱۶۱، ۱۶۲، ۱۶۳، فتاویٰ قاضی خان ج ۲ ص ۲۰۰، فتح القدر ج ۲
ص ۲۱۵، شرح الوقایہ ج ۲ ص ۱۶۹، بحر الرائق ج ۲ ص ۲۰۰، تنویر در شامی ج ۲ ص ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۲، ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸، ۵۴۹، ۵۵۰، ۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۳، ۵۵۴، ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۴، ۵۷۵، ۵۷۶، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸، ۱۳۰۹، ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۱۷، ۱۳۱۸، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳۲۳، ۱۳۲۴، ۱۳۲۵، ۱۳۲۶، ۱۳۲۷، ۱۳۲۸، ۱۳۲۹، ۱۳۳۰، ۱۳۳۱، ۱۳۳۲، ۱۳۳۳، ۱۳۳۴، ۱۳۳۵، ۱۳۳۶، ۱۳۳۷، ۱۳۳۸، ۱۳۳۹، ۱۳۴۰، ۱۳۴۱، ۱۳۴۲، ۱۳۴۳، ۱۳۴۴، ۱۳۴۵، ۱۳۴۶، ۱۳۴۷، ۱۳۴۸، ۱۳۴۹، ۱۳۵۰، ۱۳۵۱، ۱۳۵۲، ۱۳۵۳، ۱۳۵۴، ۱۳۵۵، ۱۳۵۶، ۱۳۵۷، ۱۳۵۸، ۱۳۵۹، ۱۳۶۰، ۱۳۶۱، ۱۳۶۲، ۱۳۶۳، ۱۳۶۴، ۱۳۶۵، ۱۳۶۶، ۱۳۶۷، ۱۳۶۸، ۱۳۶۹، ۱۳۷۰، ۱۳۷۱، ۱۳۷۲، ۱۳۷۳، ۱۳۷۴، ۱۳۷۵، ۱۳۷۶، ۱۳۷۷، ۱۳۷۸، ۱۳۷۹، ۱۳۸۰، ۱۳۸۱، ۱۳۸۲، ۱۳۸۳، ۱۳۸۴، ۱۳۸۵، ۱۳۸۶، ۱۳۸۷، ۱۳۸۸، ۱۳۸۹، ۱۳۹۰، ۱۳۹۱، ۱۳۹۲، ۱۳۹۳، ۱۳۹۴، ۱۳۹۵، ۱۳۹۶، ۱۳۹۷، ۱۳۹۸، ۱۳۹۹، ۱۴۰۰، ۱۴۰۱، ۱۴۰۲، ۱۴۰۳، ۱۴۰۴، ۱۴۰۵، ۱۴۰۶، ۱۴۰۷، ۱۴۰۸، ۱۴۰۹، ۱۴۱۰، ۱۴۱۱، ۱۴۱۲، ۱۴۱۳، ۱۴۱۴، ۱۴۱۵، ۱۴۱۶، ۱۴۱۷، ۱۴۱۸، ۱۴۱۹، ۱۴۲۰، ۱۴۲۱، ۱۴۲۲، ۱۴۲۳، ۱۴۲۴، ۱۴۲۵، ۱۴۲۶، ۱۴۲۷، ۱۴۲۸، ۱۴۲۹، ۱۴۳۰، ۱۴۳۱، ۱۴۳۲، ۱۴۳۳، ۱۴۳۴، ۱۴۳۵، ۱۴۳۶، ۱۴۳۷، ۱۴۳۸، ۱۴۳۹، ۱۴۴۰، ۱۴۴۱، ۱۴۴۲، ۱۴۴۳، ۱۴۴۴، ۱۴۴۵، ۱۴۴۶، ۱۴۴۷، ۱۴۴۸، ۱۴۴۹، ۱۴۵۰، ۱۴۵۱، ۱۴۵۲، ۱۴۵۳، ۱۴۵۴، ۱۴۵۵، ۱۴۵۶، ۱۴۵۷، ۱۴۵۸، ۱۴۵۹، ۱۴۶۰، ۱۴۶۱، ۱۴۶۲، ۱۴۶۳، ۱۴۶۴، ۱۴۶۵، ۱۴۶۶، ۱۴۶۷، ۱۴۶۸، ۱۴۶۹، ۱۴۷۰، ۱۴۷۱، ۱۴۷۲، ۱۴۷۳، ۱۴۷۴، ۱۴۷۵، ۱۴۷۶، ۱۴۷۷، ۱۴۷۸، ۱۴۷۹، ۱۴۸۰، ۱۴۸۱، ۱۴۸۲، ۱۴۸۳، ۱۴۸۴، ۱۴۸۵، ۱۴۸۶، ۱۴۸۷، ۱۴۸۸، ۱۴۸۹، ۱۴۹۰، ۱۴۹۱، ۱۴۹۲، ۱۴۹۳، ۱۴۹۴، ۱۴۹۵، ۱۴۹۶، ۱۴۹۷، ۱۴۹۸، ۱۴۹۹، ۱۵۰۰، ۱۵۰۱، ۱۵۰۲، ۱۵۰۳، ۱۵۰۴، ۱۵۰۵، ۱۵۰۶، ۱۵۰۷، ۱۵۰۸، ۱۵۰۹، ۱۵۱۰، ۱۵۱۱، ۱۵۱۲، ۱۵۱۳، ۱۵۱۴، ۱۵۱۵، ۱۵۱۶، ۱۵۱۷، ۱۵۱۸، ۱۵۱۹، ۱۵۲۰، ۱۵۲۱، ۱۵۲۲، ۱۵۲۳، ۱۵۲۴، ۱۵۲۵، ۱۵۲۶، ۱۵۲۷، ۱۵۲۸، ۱۵۲۹، ۱۵۳۰، ۱۵۳۱، ۱۵۳۲، ۱۵۳۳، ۱۵۳۴، ۱۵۳۵، ۱۵۳۶، ۱۵۳۷، ۱۵۳۸، ۱۵۳۹، ۱۵۴۰، ۱۵۴۱، ۱۵۴۲، ۱۵۴۳، ۱۵۴۴، ۱۵۴۵، ۱۵۴۶، ۱۵۴۷، ۱۵۴۸، ۱۵۴۹، ۱۵۵۰، ۱۵۵۱، ۱۵۵۲، ۱۵۵۳، ۱۵۵۴، ۱۵۵۵، ۱۵۵۶، ۱۵۵۷، ۱۵۵۸، ۱۵۵۹، ۱۵۶۰، ۱۵۶۱، ۱۵۶۲، ۱۵۶۳، ۱۵۶۴، ۱۵۶۵، ۱۵۶۶، ۱۵۶۷، ۱۵۶۸، ۱۵۶۹، ۱۵۷۰، ۱۵۷۱، ۱۵۷۲، ۱۵۷۳، ۱۵۷۴، ۱۵۷۵، ۱۵۷۶، ۱۵۷۷، ۱۵۷۸، ۱۵۷۹، ۱۵۸۰، ۱۵۸۱، ۱۵۸۲، ۱۵۸۳، ۱۵۸۴، ۱۵۸۵، ۱۵۸۶، ۱۵۸۷، ۱۵۸۸، ۱۵۸۹، ۱۵۹۰، ۱۵۹۱، ۱۵۹۲، ۱۵۹۳، ۱۵۹۴، ۱۵۹۵، ۱۵۹۶، ۱۵۹۷، ۱۵۹۸، ۱۵۹۹، ۱۶۰۰، ۱۶۰۱، ۱۶۰۲، ۱۶۰۳، ۱۶۰۴، ۱۶۰۵، ۱۶۰۶، ۱۶۰۷، ۱۶۰۸، ۱۶۰۹، ۱۶۱۰، ۱۶۱۱، ۱۶۱۲، ۱۶۱۳، ۱۶۱۴، ۱۶۱۵، ۱۶۱۶، ۱۶۱۷، ۱۶۱۸، ۱۶۱۹، ۱۶۲۰، ۱۶۲۱، ۱۶۲۲، ۱۶۲۳، ۱۶۲۴، ۱۶۲۵، ۱۶۲۶، ۱۶۲۷، ۱۶۲۸، ۱۶۲۹، ۱۶۳۰، ۱۶۳۱، ۱۶۳۲، ۱۶۳۳، ۱۶۳۴، ۱۶۳۵، ۱۶۳۶، ۱۶۳۷، ۱۶۳۸، ۱۶۳۹، ۱۶۴۰، ۱۶۴۱، ۱۶۴۲، ۱۶۴۳، ۱۶۴۴، ۱۶۴۵، ۱۶۴۶، ۱۶۴۷، ۱۶۴۸، ۱۶۴۹، ۱۶۵۰، ۱۶۵۱، ۱۶۵۲، ۱۶۵۳، ۱۶۵۴، ۱۶۵۵، ۱۶۵۶، ۱۶۵۷، ۱۶۵۸، ۱۶۵۹، ۱۶۶۰، ۱۶۶۱، ۱۶۶۲، ۱۶۶۳، ۱۶۶۴، ۱۶۶۵، ۱۶۶۶، ۱۶۶۷، ۱۶۶۸، ۱۶۶۹، ۱۶۷۰، ۱۶۷۱، ۱۶۷۲، ۱۶۷۳، ۱۶۷۴، ۱۶۷۵، ۱۶۷۶، ۱۶۷۷، ۱۶۷۸، ۱۶۷۹، ۱۶۸۰، ۱۶۸۱، ۱۶۸۲، ۱۶۸۳، ۱۶۸۴، ۱۶۸۵، ۱۶۸۶، ۱۶۸۷، ۱

اور کنی و کسوت کو کئی صورتوں میں ضروری اور کہاں ضروری نہیں اور اسی بیان سے وزر و شن
 اوایا تھا اذا اسلم عروسی وثنیۃ او محوسۃ وردتھا فلا تجب لھا نفقة لانھا والحالة هذه حابست
 نفسها بغير حق فكانت كالناشرة واما بغير معصية مثل الفرقة بغير البلوغ والعق وعدم الكفاة
 ووطئ ابن النزوج لھا مكروه تجب لانھا حبست نفسها بحق لھا او عذرت شرعاً فیه ولھا السكنى
 فی جمیع الصور لان القرار فی منزل النزوج حق علیھا فلا یسقط بمعصیتھا اما النفقة فتحق لھا فحتماً
 بسقوط بمعصیتھا محرر مذہب علیہ الرضی کہ جامع کلمات جامع کبیر ص ۱۹۳ کہ یہ ہیں جو بطور ہیک درج ہیں وکل
 بینونة جارت من قبل النزوج بمعصية او غیرھا اوجاءت من قبل المرأة من غیر معصية فلھا
 السكنى والنفقة فی العدة وکل بینونة جارت من قبل المرأة بمعصية فلا نفقة لھا پھر اس کے تحت
 فرایا امرأة ارتدت ثم اسلمت اولم تسلم فلا نفقة لھا ولھا السكنى وكذلك لو قبلت ابن النزوج - ہدایہ
 ج ۳ ص ۴۲۴، عایہ ج ۴ ص ۲۱۵، کنز الدقائق، بحر الرائق ج ۴ ص ۲۰۰ نیز ج ۴ ص ۱۵۳، در المختار، شامی ج ۲ ص ۸۵۶ نیز
 ج ۲ ص ۸۸۹ میں ہے والنظم من المهدیة وکل فرقة جارت من قبل المرأة بمعصية مثل الردة
 وتقبيل ابن النزوج فلا نفقة لھا الخ ویفهم من هذا باعتبار المعنوم كما مر الان مفصلاً بدائع
 صناع ج ۴ ص ۱۰۱، بحر الرائق ج ۴ ص ۲۰۰، شامی ج ۲ ص ۹۲۳، عایہ، فتح القدر ج ۲ ص ۲۱۲، ہندیہ ج ۲ ص ۱۳۸
 میں ہے والنظم من البیدائع ولو طاعت ابن زوجها او اباه فی العدة ولمسته بشهوة فان
 كانت معتدة من طلاق وهو زوجی فلا نفقة لھا، ہندیہ کہ اسرا سبب فی بالغایہ مقارنہ یکہ می علت
 بیان فرائی والنظم من العنایۃ لان الطلاق الرجعی لا یقع به الفرقة وكان وقوع الفرقة
 بسبب وجع منها وهو معصية فيوجب ذلك سقوط النفقة، نیز فتاویٰ قاضی خان ص ۱۹۴ میں
 بتاتیل ہے وكذا اذا طاعت ابن النزوج وقبلت اذا فعلت ذلك فی العدة عن طلاق
 زوجی سقطت النفقة، جامع کبیر ص ۱۹۴ میں ہے امرأة طلقها زوجها ثلاثاً او واحدة بائنة
 (الی ان قال) ثم قبلت فی العدة ابن النزوج ولم تستلم تبطل نفقتها، اور اس کی مثل اور
 بہت کی کتابوں میں بھی ہے اور یہ بھی اپنے منہم مخالف سے مسئلہ سابقہ پر بھی دال ہے ومفہوم الکتاب
 معتبر، کنز، بحر الرائق ج ۴ ص ۱۹۸، تنویر الابصار، در المختار، شامی ج ۲ ص ۹۲۱ میں ہے والنظم من البحر
 والمنقول فی الذخيرة والحائنة والعنایة والمجتمی ان المعتدة تستحق الكسرة ۱۲



کی طرح روشن ہوا کہ ایسی صورت میں نکاح صحیح فاسد بن کر بھی باقی نہیں رہ سکتا کہ فاسد میں فرقت پائی نہیں جاتی بلکہ تفریق قاضی یا مست کہ دفع سے لائی جاتی ہے پھر اس میں عدلت کا ابتداء بھی تفریق وغیرہ کے قبل نہیں ہو سکتا اور وہ بھی صرف عدلت سے نہیں بلکہ بشرط دخول ہے اور عورت پر عداوت

۱۵ کہ کافی عامۃ المعتربات مرفوع القدر ج ۳ ص ۲۴۵ کی عبارت پر اکتفا کیا جاتا ہے و دفع ہذا الشبهة بالتفریق او بالافتراق اذ لا یتحقق الطلاق فی النکاح الفاسد فلا یرفع الجماع الا ان یتحول

۱۶ ہدایہ ج ۲ ص ۴۵، شرح الوتایہ ج ۲ ص ۱۵۰، ہندیہ ج ۲ ص ۱۳۷، فتح العالیہ ج ۳ ص ۲۴۵ و ج ۲ ص ۱۵۵،

حنایہ ج ۳ ص ۲۴۵، و ج ۲ ص ۱۵۵، کنز الدقائق، بحر الرائق ج ۳ ص ۱۴۶ میں ہے والعدة فی النکاح

الفاسد حقیب التفریق نیز فتاویٰ قاضی خان ص ۲۹۳، علامۃ الفتاویٰ ج ۲ ص ۱۱۸، ہندیہ ج ۲

ص ۱۳۴ میں ہے والنظم من الهندیۃ کان علیہا الاعتماد من وقت التفریق و کذا الو

کانت الفرقة بغیر قضاء کذا فی الظہیریۃ، تنزیل البصار، در المختار، شامی ج ۲ ص ۸۴۱،

۸۴۲، فتح القدر ص ۱۵۵ و حنایہ ج ۲ ص ۱۵۵ میں ہے والنظم من الدر ومقتنہ وسبأ فی

النکاح الفاسد بعد التفریق (الی ان قال) او المتارکۃ ای اظهار العزم من الزوج علی

توکل وطمہا بان یعول بلسان توکلت الخ ۱۲

۱۳ فتاویٰ قاضی خان ص ۲۹۳، فتح القدر، حنایہ ج ۳ ص ۲۴۵، شامی ج ۲ ص ۸۳۵، نیز تنزیل البصار

در المختار، شامی ج ۲ ص ۸۴۳، ہندیہ ج ۲ ص ۱۳۴ میں ہے والنظم من التنویر مع الدر و نجیب

العدة بعد الوطی لا الخلوة الخ ۱۲

۱۴ بسوط ج ۶ ص ۵۸، ۵۹، ہندیہ ج ۲ ص ۱۳۷، ہدایہ، فتح القدر، حنایہ ج ۳ ص ۱۹۴، قاضی خان

ص ۲۶۶، بحر الرائق ج ۳ ص ۱۷۲، کنز الدقائق، بحر الرائق ج ۳ ص ۱۵۱، برائے مسائل ج ۳ ص ۲۰۹، تنزیل

الابصار، در المختار، شامی ج ۲ ص ۸۵۰ میں ہے والنظم لقاضی خان والمعتدة عن النکاح

الفاسد تخرج ولاحد اد علیہا ۱۲

عہ الفرقة زوال النکاح او شبهتہ، شامی ج ۲ ص ۵۲۸، ۱۲



اور بیت فرقت میں رہنا لازم نہیں اور نہ ہی مرد پر نان و نفقہ دکنی و کسوت دہا عبادت مذکورہ فی الاستغناء استدلال تو وہ بھی خالی از اختلاف نہیں کہ اس کا تعلق درالحد کے ساتھ ہے جس کے لئے نکاح کا وجود یکیشہ بھی ضروری نہیں جیسے استیجار علی الزنا وغیرہ بکثرت ایسی صورتیں ہیں جن میں نکاح یا شہ نکاح کا قطعاً نام و نشان تک نہیں اور حد بھی لازم نہیں تو اصطلاحاً ان میں بجا امت پر لفظ زنا کا اطلاق نہ ہوگا، ہندو ج ۲ ص ۲۲۷ میں ہے الطحاوی موجب للحد هو الزنا کذا فی الکافی حالانکہ معنوی طور پر زنا ہی ہے تو ہو سکتا ہے کہ یہ حکم ان النکاح لا یرتفع بوجہ بقاء العاقبہ وغیرہا ہو کہ آثار نکاح ہیں جیسے معتدہ طلاق بائن کی وحی مستلزم مد نہیں

۱۔ ہندو ج ۲ ص ۱۳۸، بحوالہ ائ ج ۲ ص ۱۵۳، ج ۲ ص ۱۳۶، دراختار، شامی ج ۲ ص ۸۵۶، ج ۲ ص ۸۵۷، بدائع صانع ج ۳ ص ۲۰۷، قاضی خان ص ۲۶۶، خلاصۃ الفتاویٰ ص ۱۱۸ میں ہے و النظم من البدائم واما المعتدة فی النکاح الفاسد فلها ان تخرج لان احکام العدة مرتبة علی احکام النکاح بل هی احکام النکاح السابق فی الحقيقة بقیة بعد الطلاق والوفاة والنکاح الفاسد لا یفید المنع من الخروج فکذا العدة ۳ من غفرلہ

۲۔ فتاویٰ قاضی خان ص ۲۰۱، بدائع صانع ج ۳ ص ۲۱۱، شامی ج ۲ ص ۹۲۱ میں ہے والنظم للشامی تحت قول المتن و المطلقة الرجعی والبائن والفرقة بلامعصية کتیار عتق النفقة والسکنی وکسوة وقييد بالرجعی والبائن احترازاً عما لو اعتنق ام ولده فلا نفقة لها فی العدة کما فی کافی الحاكم وعمما لو کان النکاح فاسداً (الی ان قال) و فی المجتبیٰ و نفقة العدة کنفقة النکاح ۳ من غفرلہ

۳۔ بالتفصیل بین مبانة الثلاث والخلم بین مبانة الادبی من الثلاث کما فی حدود دہامت الکتب ۱۲

منه غفرله



اور فساد مجنی بطلان بھی شائع ذائع ہے تو حاصل یہ ہوا کہ حکم نکاح انعدام حد الواطیٰ بوجہ بقائے عدت مرتفع نہیں ہوتا اور نفس نکاح باطل ہو جاتا ہے یا لا یرتفع کا یہ معنی ہو کر لا یرتفع عند جمیع الفقہاء لکھنا کہ کما فی فساد الوضوء والصلوة بل وفی النکاح ایضاً یرد بمعنی البطلان کما لا یخفی علی من طالع کتب المذہب ففی احکام القرآن ج ۲ ص ۱۴۴ اللہام ابی بکر الجصاص المتوفی شہدہ فی بیان المناظرۃ فی ثبوت المصاہرۃ بالزنا باہم الزوجۃ وغیرہا ان احدا لا یمتنع من اطلاق القول بفساد صلوتہ اذا فعل فیہا ما یوجب بطلانہا کما لا ینتہی عن اطلاق القول بفساد النکاح اذا وجد فیہ ما یبطلہ فان کان الذی اوجب الفرق بینہما انہ لا یطلق اسم الفساد علی الصلوۃ مع بطلانہا مع اطلاق الناس کلہم ذلک فیہا فانہ لا یموزخص من یقول مثل ذلک فی النکاح انی لا اقول ان نکاحہ یفسد والنکاح لیکون فاسدا فانما فعلہ وہو انہ ناکھ الفاسد فاما النکاح فلم یفسد لکن المراءۃ بانست منه وخرجت من حبلہ فہما سوار من ہذا الوجه ۱۳ منہ غفرلہ



کھا قول ہذا هو المختار وصرح بہ فی تقلیل عدم حد الواطیٰ بعد حرمتہ المصاہرۃ فی مبسوط ج ۹ ص ۸۸، فتح القدیر ج ۵ ص ۳۵، بحر الرائق ج ۵ ص ۱۱۲، الدر المختار والشامی ج ۳ ص ۲۰۹ والنظم من المبسوط قال واذا حرمت المرأة علی زوجہا بردتہا او مطاوعتہا لابنہ او جماعہ مع امہا ثم جامعہا وہو یعلم انہا علیہ حرام فی القیاس انہ یلزمہ الحد لان ارتفاع النکاح بمذہب الاسباب ایلغی عنہ بالخلم لا تروی انہا صارت محرمۃ علی التابید ولكن استحسن قدر معنی الحد لان العلماء یختلفون فی عدتہا ومنہم من یقول یتوقف زوال الملک بالردۃ علی نقضاء العدۃ وكذلك یختلفون فی ثبوت حرمتہ المصاہرۃ بأوطی الحرام بل الشامی قال لحدوث المشافعی رحمہ اللہ تعالیٰ ارجح وقد صرحوا بعدم الحد فی وطی المبانی بالکتابات ولوبنیۃ الثلاث للاضحیٰ کما فی الہدایۃ والعنایۃ ج ۵ ص ۳۵ وفتح القدیر ج ۵ ص ۳۴ والبحر الرائق ج ۵ ص ۱۱۲ والدر المختار وردد المحتار ج ۳ ص ۲۰۸ ۱۲ منہ غفرلہ

ص بطرح ج ۸ ص ۸۸ میں ہے وبسبب العدۃ لم علیہا ملک الید وقد بینا ان ملک الید معتبر فی الاشتباہ برائۃ سائے ج ۲ ص ۲۰۸ میں ہے ان بعض احکام النکاح حالۃ العدۃ قائم فکان النکاح قائما من وجہ اثبت من وجہ کالتابیت من کل وجہ۔ ہایہ سنایہ، فتح القدیر ج ۳ ص ۱۳۲ ان نکاح الاولیٰ قائم لبقا بعض حکمہ اور ایسے ہی اور بہت سی کتابوں میں بھی ہے ۱۲ منہ غفرلہ

فی جمیع الصور کہ امام شافعی علیہ الرحمۃ کے نزدیک زنا وغیرہ حرام کاری سے مصاہرت ثابت ہی نہیں ہوتی اور ایسے ہی رضاع قلیل سے بھی حرمت نہیں ملنے لگتا ان کے نزدیک بعض مواد میں نکاح باقی رہیگا اور بعض ائمہ کے نزدیک نکاح کا ہونا درالحکم کیلئے کافی ہے اور قبل التفریق کی قید اس لئے کہ تفریق قاضی اختلاف اٹھا دیتی ہے کما صرحوا بہ فی حکم القاضی فی المجتہد فیہ، میرے خیال میں بعض متاخرین حضرات کو اسی قبل التفریق سے زیادہ دھوکا لگا کہ

ملہ ثلاثین شامی ج ۱ ص ۱۳ میں ہے قلت فحیث علمت وجوب انتہاء الراجح من الاقوال وحال المرجح لہ تعلم لہ لا تفتہ بما یفتی بہ اکثر اهل زماننا بجمہد مرا جعة کتاب من الکتب المتأخرہ خصوصاً غیر المحررة کشر النفاۃ للمہستافی والدراختار والانتباہ والنظائر ونحوها فانہا نشد الاختصار والایجاز کادت تلقى بالولفاز مع ما اشتملت علیہ من السقط فی النقل فی مواضع کثیرة و ترجیح ما هو خلاف الراجح بل ترجیح ما هو مذہب الغیر مع ما یقل بہ احدث من اهل المذہب والاختلاف سند احادیث میں ولی نکاح فاسد و ملک فاسد کو برابر فرمایا، اس پر شامی فرماتے ہیں کذا فی شرح الوہابیۃ عن الشنف وتبعہا المصنف فی المنہم وهو خلاف نص المذہب ففی کافی الحاكم رجل اشترى جاریۃ شوار فاسدا فوطئہا ثم قدفہ انسان قال علی فاذا ذہ الحدائم شامی ج ۲ ص ۸۴ میں قول در وقیدہ فی البحر یحتمل بکونه بعد العدة لعدم الحد بوطئ المعتدة کے تحت ہے قدرہ السامعانی بان هذا البحث وان تابعہ علیہ غیر واحد فیہ غفلت عن فهم تعلیل المسئلۃ المیزاۃ الفارکۃ ایک کے ہیں در المختار میں قوت فرمایا، شامی میں ہے صوابہ لم ترث نیز اسی صغیر میں ہے وللحکم هنا کلام مصادم للنقول فهو غیہ مقبول اور اس کے نظار بے شمار ہیں، شامی علیہ الرحمۃ ثلاثین ج ۱ ص ۱۳ میں فرماتے ہیں وقد یتفق نقل قول ف نحو عشرین کتابا من کتب المتأخرین و میكون القول خطأ اخطأ به اول واضع لہ فیا فی من بعده وینقلہ عنہ و هكذا ینقل بعضهم عن بعض کما وقع ذلك فی بعض مسائل ما یصم تعلیقہ و ما لا یصم کما شبه علی ذلك العلامة ابن نجیم فی البحر

الرائق الم ۱۲ منہ تحفولہ

لہ ج ۳ ص ۳۳۲



نکاح فاسد میں بھی تفریق قاضی ہوتی ہے پھر بدل یفسد کو جس سے اصل شہ پیدا ہوا تھا
نکاح فاسد اصطلاحی پر محمول کر کے و ان مضی علیہ السنون و غیرہ احکام نکاح فاسد
چسپاں کر دئے یا اس نکاح سے مراد ہی نکاح فاسد ہو تو مطلب یہ بنانا کہ نکاح فاسد حرمت
طار سے مرتفع نہیں ہوتا بلکہ فاسد ہی رہتا ہے کما فی طہارۃ المعد و دم النافض
الطامی فی الوقت اور اس میں بھی مد نہیں ان توجہیوں سے تضاد اقوال اٹھ گیا اور اتفاق
اقتیام عبارات ثابت ہو گیا اور یہی بہتر ہے عبارات ائمہ و مشائخ میں اس کی لغائر
بجزرت ہیں کہ تنقیدات سے تطابق پیدا کیا جاتا ہے بلکہ علماء فرماتے ہیں کہ اطلاق
فتہا رفا لبا ایسی قیدوں سے مقید ہوتے ہیں جنہیں فہم مستقیم والے پہنانتے ہیں و ان
اطلاقات سے ان کا ایک خاص مقصد بھی ہوتا ہے اور اگر کسی صاحب کو اصرار ہے ہو کہ

لع یزوجہم و ۸۸ میں ہے قال الرجل خلق امرأتہ ثلاثا و خالہا شہ و قم علیہا فی عد نہا
فان قال ظننت انہا تحمل لی فلاحد علیہ و ان قال علمت انہا علی حرام فلیا لحد
و فی الاصل او طلقہا و احدثہ بانث و المراد الخلع فاما ما یكون بلفظ
البینونۃ قد ذکر بعد ہذا انہ لاحد علیہ علی کل حال اور اس کے بجا ہر
تذکرہ خادم کتب پر مبنی نہیں ۱۲ منہ غزلہ

کے تاثر ج ۱ ص ۲۳۵، بحر الرائق ج ۱ ص ۴۷ میں ہے ان اطلاقات الفقہاء فی الغالب
مقیدہ بقیود یعرفہا صاحب الفہم المستقیم الممارس للاصول و الفروع و
انما یسکتون عنہا اعتمادا علی صحۃ فہم الطالب ۱۲

کے شہ، رد المحتار ص ۴۲۰ بدلول میں فرماتے ہیں قال الرحق و اطلق اعتمادا علی ما
تقدم و یأتی کما مر ہا دتہر فی الاطلاق اعتمادا علی التقدید فی محلہ قال فی
البحر و قصد ہر بذلک التلایدی علی علمہم الا من زاحمہم علیہ بالربک و لیعلم انہ
لا یحصل الا بکثرة المراجعة و تلعب ہا دتہم و الاخذ عن الاشیاء الخ ۱۲ منہ غزلہ

سہ شامی ج ۲ ص ۳۹۰ میں فرماتے ہیں و ان کان فاسد ایسی نکاحا کما شہ فی عباراتہم ۱۲ منہ غزلہ



یہ عبارت اپنے اطلاق پر ہی ہے تو مروض کہ چونکہ یہ عبارت مبسوط کی ہے جسے اصل کہا جاتا ہے واصل
اولیٰ تصانیف ظاہر الروایہ ہے اور ثانی تصنیفات جامع کبیر میں متعدد جزئیات تحریر و قریب بیئرت
بحرمت مصاہرت و رضاع موجود ہیں اور جامع صغیر ثانی تصانیف میں بھی میں حالاکہ خود موصول بہ
قول آخر ہی ہے کہ سابق و متاخر میں تضاد نہیں ہو سکتا تو وہی مذہب تھا اور یہاں جو عنہ قرار پایا ہذا
مبسوط خشی میں حرمت مصاہرت میں صاف صاف فرمایا لان ارتفاع النکاح بهذه الاحساب

سہ جامع کبیر ص ۷۰ باب من الفقه فی المرض میں ہے او قبلت ابن زوجها او دعت او اباه الی جامعتها
ففعلاً ص ۷۰ میں ہے او قبلت ابن النور بشہقہ نیز باب من الوکالة والتفقی من الوکالة ص ۹۹ میں ہے
اوزوجا ختها فقد انتقض نکاح الاولیٰ اور اسی طرح دو اور کھوں میں بھی فرمایا نیز ص ۱۰۱ میں ہے ثم زوجه
الآخر ختها انتقض النکاح فی الاولیٰ نیز ص ۱۹۳ میں ہے وکل بیئوت جارت من قبل المرأة بمعیتہ
فلا نفقة لها نیز اس کے تحت فرمایا میرا مرأتہ ارتدت ثم اسلت ولم تسلم فلا نفقة لها وكذلك قبلت ابن النور
سہ جامع صغیر طبع عربی ص ۴۰ رجل تزوج صغيرة وكبيرة فارفعت الكبيرة الصغيرة ولم يدخل بالكبيرة
وقد علمت الكبيرة ان الصغيرة امرأتہ فعليه للصغيرة نصف المهر ولا يرجع به على الكبيرة الا
ان تكون تقدمت الفساد ولا شيء للكبيرة فی الزوجین ۱۲ من غفر

عسہ بحر الرائق ج ۲ ص ۱۵۸ شامی ج ۱ ص ۶۵ نقیص ج ۱ ص ۱۹ میں ہے والنظم للشامی وفی بابا لعیدین
من البحر والنهران الجامع الصغير صنفه محمد بعد الاصل فنافیه هو المعول علیہ
ثم قال فی النہم سمل الاصل اصلاً لانه صنف اولاً ثم الجامع الصغير ثم الكبير ثم الزيادات کذا
فی غایة البیان انتہی اقول ولذا عینہ اقول مافی الجامع الكبير هو المعول علیہ ایضاً بالنسبة
الی الاصل ۱۲ ابوالخیر ^{نظم} عفر

سہ شامی ج ۱ ص ۶۴ میں ہے واعلم ان من كتب مسائل الاصول كتاب الكافي للحاكم الشهيد و
هو كتاب معتقد في نقل المذهب شرح جماعة من المشائخ منهم الامام
شمس الائمة السرخسی وهو المشهور بمبسوط السرخسی قال العلامة الطرسوسی
مبسوط السرخسی لا یعمل بما یخالفه ولا یرکن الالیه ولا یفتی ولا یعمل الا علیہ کذا فی ثلاثین
للشامی علیہ الرحمة ج ۲ ص ۲۰ وفی زیادة من النظم ۱۲ من غفر



ابلاغ منہ بالخلم ج ۹ ص ۸۸ بلکہ بفنلہ وکرہ تعالیٰ اصل سے ہی امام محمد علیہ الصلوٰۃ کی نص مل جاتی
جامع الفضولین ج ۲ ص ۴۴، البرز اصل ہندیہ ج ۲ ص ۱۰۶ محیط سے شامی ج ۲ ص ۱۸
میں ذخیرہ سے الفاظ متعارف ہے والنظم من الہندیۃ اذا جامعہا ابن المایض
مکروہۃ لم نرت قال فی الاصل الا ان یکون الاب امر الابن بدلك فينتقل
فعل الابن الى الاب فی حق الفرقة کانت باشر بنفسه فیصیر حاراً تو
صاف صاف حکم فرقت ہے اور ایسے ہی فارہوئے کا حکم بھی لگا دیا مالک کا فرقت و بینہ
میں ہی بنتا ہے حتیٰ کہ طلاق رجعی سے فارہوئے بنتا کما هو مقرر اور اس جزئیہ رسول
میں جو اصل سے منقول ہوا حتیٰ غائیہ سے نفی مد کا صاف صاف ذکر ہے جو قرینہ اختصار
حکم عدم ارتفاع نفی الحد ہے تحقیق سائل و تنقیح حتیٰ کے لئے یہ ضروری ہے کہ صرف
ظاہری اطلاق پر نظر نہ رہے بلکہ تنقید خفی کا بھی لحاظ رکھا جائے اور وجہ الحکم پر نظر رکھی
جائے ورنہ اشتباہ و حیرت کا ہونا لازمی ہے، بحر الرائق ج ۱ ص ۳۲ میں ہے ان
فہم المسائل علی وجه التحقيق يحتاج الى معرفة اصلین احدهما
ان اطلاقات الفقہاء فی الغالب مقیدۃ بقیود یعرفہا صاحب الفہم
المستقیم الممارس للاصل والعروۃ وانما یسکتون عنها اعتماد علی
صحة فہم الطالب والثانی ان ہذہ المسائل اجتہادیۃ معقولۃ المعنی لا
یعرف الحکم فیہا علی الوجه التام الا بمعرفۃ وجہ الحکم الذی بنی علیہ وتفرع
عنه والافتتنب المسائل علی الطالب ویحار ذہن فیہا لعدم معرفۃ
الوجہ والمبنی ومن اہمل ما ذکرناہ حار فی الخطأ والغلط۔

بیان سابق پر ادنیٰ غور صاف صاف بتا دیتا ہے کہ یہی صورت یہاں پیش آئی
کہ ان النکاح لا یرتفع الی اخرہ میں ظاہری اطلاق پر نظر رہی اور مبنائے حکم کا خیال بھی
نہ کیا گیا تو حیرت و خطا و قتل سے واسطہ پڑ گیا۔



بہر حال حضرت امام محمد علیہ الرحمہ کے ارشاد است عالیہ سے ہی ثابت ہو گیا کہ
بینونت ہو گئی، پھر صد ہا ضوابط و اصول و فروع جن کی جانب اجمالی اشارے ہو چکے
نہایت پُر زور منادی کر رہے ہیں کہ مذہب یہی ہے کہ نکاح بالکل باقی نہ رہا تو وہ
استدلال بھی ہبائے منثور ہو گیا تو اس کو کالعدم تصور کیا جائے نہ یہ کہ اس کی وجہ
سے صد ہا خصوص اصول و ضوابط و جزئیات مذہبیہ صریحہ کو پامال کر دیا جائے۔
لہذا الحمد کہ توفیقہ تعالیٰ ماہِ نیم ماہ و مہر نیم روز کی طرح واضح و ہدیہ ہو گیا
کہ صورتِ مذکورہ کی دونوں شقوں میں نکاح اصلاً باقی نہ رہا، ذائل و باطل و منفع
ہو گیا اور عورت ہمیشہ ہمیشہ کے لئے حرام ہو گئی اور یہ نہیں کہ بصورتِ فاسد باقی
رہ گیا کہ صحیح تو اٹھ گیا اور فاسد بچا ہی نہیں اور نہ ہی نئے سرے سے منعقد
کیا گیا تو رہا کیا؟

رہا یہ شبہ کہ اگر حرمت سابقہ ہو اور قصد انکاح کیا جائے تو بصورتِ
فاسد منعقد ہو جاتا ہے لہذا حرمت طاریہ میں بھی بصورتِ فاسد باقی رہ جانا
چاہئے، تو یہ محض دھوکا ہے، اگر یہ قیاس صحیح ہوتا تو جن جن چیزوں کے ہونے
ہوئے نکاح صحیح منعقد ہو جایا کرتا ہے، ان کے طاری ہونے کی صورت میں
صحیح ہی رہتا حالانکہ کئی ایسی چیزیں ہیں کہ طاری ہو جائیں تو صحیح کیا فاسد کی شکل میں
بھی نہیں رہتے دیتیں جیسے طلاق بائن و خلع وغیرہ کے بعد مطلقہ و مغلوطہ سے
نکاح صحیح ہو جاتا ہے مگر نکاح صحیح پر طلاق بائن یا خلع طاری ہو جائے تو بالکل
ذائل ہو جاتا ہے۔

صورتِ مسؤل غنما کی دونوں شقوں کے مزید جزئیہ بھی بکثرت کتب
فقہیہ میں موجود ہیں بطور مثال صرف ایک پر ہی اکتفا کیا جاتا ہے۔ بدائع صناع
ج ۲ ص ۳۴۰ وجوہ ما یرفع حکم النکاح کے بیان میں ہے ومنها الرضا
الطارئ علی النکاح کمن تزوج صغیرۃ فارضا علیہا ما یأنت منه لانہا
صارت اختا لمن جہت الرضا فی اسی میں ہے ومنها المصاہرۃ الطارئۃ



بنا و طعی امر امرات او ابتدئها والفرقة بها فرقة بغیر طلاق لانها حرمة
مؤبدہ کہ حرمة الرضاع والفرق فی هذه الوجهه کلها بائنة نیز اسی کے
۲۶ ص ۲۹۵ میں ہے ان الفرقة بغیر طلاق شکون فسخا للعقد نیز اسی میں
ہے ان فسخ العقد رفعه من الاصل وجعله کان لم یکن اور اس وقت
حق کے ساتھ ساتھ یہ بھی واضح ہو گیا کہ ان اکابر حضرات (جو بقاء نکاح مع العناد کا حکم
دے کر نکاح فاسد کے احکام ضرورت لفریق و متارکہ وغیرہ ثابت کرتے ہیں) سے
سہو و نسیان ہو گیا ہے اور انسان پر سہو و نسیان کا طاری ہو جانا کوئی نئی چیز نہیں، پھر یہ
سہو و سہو بھی ہو گیا کہ مطلقاً تفریق و متارکہ ضروری قرار دیتے ہوئے متارکہ و فسخ کو
مختص بہ زوج اور وہ بھی مقید بہ قول کر دیا حالانکہ اگر بالفرض نکاح فاسد بن کر باقی رہ بھی
جاتا جب بھی حق جواب ہرگز ہرگز یہ نہ ہوتا بلکہ نیوں ہونا تھا کہ اگر دخول حقیقی فساد نکاح سے
قبل اور بعد مطلقاً نہیں پایا گیا تو صرف متارکہ ہی کافی ہے گو بہ نیت عدم خود تفریق ابدان



۱۔ قاضی خان ص ۲۶۳، ج ۳ ص ۱۹۲، کنز الدجرج ص ۳ ص ۱۷۲، ہندیہ ج ۲ ص ۱۳۲، تنویر، درو شامی ج ۲
ص ۸۳ میں ہے والنظم من الدرعم المتن وتجب العدة بعد الطی لا الخلو للطلاق لا للموت
من وقت التفریق او متاركة الزوج والزوج في الكتب المعتمدة الاخر ۱۲ امنہ
۲۔ دایہ، حنایہ، فتح القدر ج ۲ ص ۱۵۵، کنز الدقائق، بحار الرائق ج ۲ ص ۱۳۶، ہندیہ ج ۲ ص ۱۳۷، تنویر، درو
شامی ج ۲ ص ۸۴، ج ۲ ص ۵۶۹ میں ہے والنظم من التنویر مع الدر مبدأها فی النکاح
الفاسد بعد التفریق من القاضي بينهما الى ان قال او المتاركة ای اظهار العزم
من الزوج علی ترك وطئها (الی ان قال) لو مدخوله والا فیکفی تفرق الابدان
فتح القدر ج ۳ ص ۲۴۵ میں ہے ولا تتحقق المتاركة الا بالقول (الی ان قال) قال الشيخ (الهام)
فخر الدین قاضی خان هذا فی المدخول بها اما فی غيرها فبتفرق الابدان
بان لا یعود علیها بحوار الرائق ج ۳ ص ۲۳۰ میں ہے او المتاركة بالقول فی المدخوله و فی
غیرها یکتفی بتفرق الابدان ۱۲

سے ہی ہوا اور عدت ہرگز ہرگز نہیں کما اور فساد نکاح سے پہلے ہی دخول ہوا تھا بعد
میں نہ ہوا تو چونکہ فاسد من حیث ہو فاسد میں دخول نہ پایا گیا لہذا اس صورت میں بھی ہی
تفرق ابدان ہی کافی ہے کہ نکاح فاسد کا قبل از دخول کوئی حکم ہی نہیں اور نکاح صحیح میں
دخول حکما بھی دخول فی الفاسد نہیں بنتا اگرچہ العقد فاسد استقلا لا ہو البتہ نکاح اول کے
دخول بلکہ خلوت کی بھی عدت من حیث ہی حکم الاول لازم ہوگی در اگر فاسد ہونے کے بعد دخول ہوا تو متاثر کہ
بالقول ضروری ہے اور سب صورتوں میں عدت بھی متاثر کہ رکھتی ہے کہ نکاح فاسد واجب

لہ قایم من ۱۶۰، ہندیہ ج ۲ ص ۳۵، خلاصۃ الفتاویٰ ج ۲ ص ۴۱، بدائع صانع ص ۳۳۵ میں ہے
والتظلم من البدائم واما النکاح الفاسد فلا حکم له قبل الدخول وكذا في الكتب
الآخر ۱۲ منہ غفرلہ

لہ فتح القدیر ج ۴ ص ۱۵۸، قاضی خان ص ۱۶۲، بحر الرائق ج ۲ ص ۱۴۹، شامی ص ۸۴۳ میں ہے والنظم
من الفتم ولو كان على القلب يان تزوجها صحيحا ولا ثم طلقها بعد الدخول شر
تزوجها في العدة فاسد الا يجب عليه مهر ولا عليها استقبال العدة ويجب
عليها تمام العدة الاولى بالاتفاق والفرق لهما انه لا يتمكن عن الوطئ في
الفاسد فلا يجعل واطنا حكما لعدم الامكان حقيقة ولهذا لا يجعل
واطنا بالخلوة في الفاسد حتى لا يجب عليها العدة بها ولا عليها المهر ۱۲
ص فتح القدیر ج ۳ ص ۲۷۵، ج ۲ ص ۱۵۵، بحر الرائق ج ۲ ص ۲۳۰، شامی ودر ج ۲ ص ۵۶۹ شامی
ج ۲ ص ۵۶۷ وغیر میں ہے والنظم من الفتم الرابع وفي الخلاصة والنصاب المتاركة

في النكاح الفاسد بعد الدخول لا تكون الا بالقول الخ ۱۲ منہ غفرلہ

للعده تنويه، در بخش ج ۲ ص ۸۳، شامی ج ۲ ص ۸۳۲، خلاصہ ج ۲ ص ۴۱، ہندیہ ج ۲ ص ۳۵ فتح القدیر
ج ۳ ص ۲۷۵، حنایہ ج ۳ ص ۲۷۵، بحر النذیرہ ج ۳ ص ۱۷۲ والنظم من التنويه مع الدر
فاتہ التمر والتفن وبيثبت لكل واحد منهما فسخه ولو بغير محضر من
صاحب دخل بها او لا في الاصح خروجا عن المعصية فلا ينافي
وجوب ۱۲ منہ غفرلہ



الرفخ اور مرد کی طرح عورت بھی مکلف ہے، اس پر بھی گناہ سے فرار لازم ہے۔ ہاں بعض حضرات نطفہ متارکہ میں مناقشہ کرتے ہیں کہ مختص بفسخ مرد ہے تو لفظی بحث ہے فسخ المرأة سے تعبیر کر لیا جائے تو وہ مناقشہ بھی نہیں رہا تعمد فساد کا عذر بوجہ نقصان عقل تو وہ بھی غیر مسلموں کے فقہائے کرام نے تعمد فساد بصورت ارضاع تقبیل وغیرہ میں بھی صریح حکم بیہودت ہی مقرر رکھا فضل الرحمن حق الفسوخ اور اگر یہ عذر بالفرض مسرور بھی ہوتا تو پھر بھی مختص بمصیبة المرأة ہی ہوتا نہ یہ کہ مطلقاً وہ حکم جبروتی لگا دیا جائے کہ حرمت طلاق میں عورت حق فسخ نہیں رکھتی گو زوج یا کسی اور کے فعل مباح یا ظلم صریح سے ہی حوالہ لکھ ایسے مسائل میں المرأة کالفاضی مامورة باتباع الظاہر فرما میں فقہائے کرام سے ثابت ہے اور اگر مرد و زن متارکہ نہ کریں تو فاضی پر تفریق لازم ہے کما لای خفی علی من طالع الاسفار المذهبية۔

بہر حال بفضلہ و کرمہ تعالیٰ حق نہایت ہی واضح ہے اور یہ بھی واضح کہ سہو و خطا اگرچہ کسی نمایاں شخصیت سے سرزد ہو قابل اقتدار نہیں اور نہ ہی قابل مواخذہ و طعن و تشنیع والحق احق بالاحذ والافتاء۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیب الاعلیٰ والہ واصحابہ اولی
الصدق والصفاء وبارک وسلم فی الاخرة والاولی۔

طرحہ الفقیر الی الخیر محمد نور اللہ النعمی غفرلہ

۱۴ شہر رمضان ۱۴۵۵ھ

تنبیہ

ابتداءً عدت نکاح فاسد میں جو اختلاف ہے کہ عند الامتہ الثلاثة من التفریق

او التا کر ہے و عند زفر من آخر الوطأت ہے فتح القدیر میں ہے کہ یتضاء ہے اور دیانۃ نہیں ہے ج ۳ ص ۲۲۵، ج ۴ ص ۱۵۶ میں ہے والنظر من الثالث و يجب ان يكون هذا كله في القضاء اما فيما بينهما وبين الله تعالى فاذا علمت انها حاضنت بعد اخرو طي ثلاثا ينبغي ان يحل لها التزويج فيما بينهما وبين الله تعالى على قياس ما قدمناه من نقل العتابي اور جلد رابع میں فرماتے ہیں و مقتضى ما قدمناه في باب المهر من قول طائفة من المشائخ وهو الوجه انها تزوجت عالمة بانها حاضنت ثلاث حيض بعد وطئ كان صحيحا فيما بينهما وبين الله تعالى انما اشترط كونها بعد الترك في القضاء بحر الرائق ج ۳ ص ۱۲، ثالث فتح القدیر سے نقل کرتے ہوئے فرمایا و محلہ فیما اذا فرق بينهما اور جلد رابع ص ۱۳۶ میں اس نقل کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا ان وجودہا فیہا انما هو فی القضاء اما فی الديانۃ لو علمت انها حاضنت بعد اخرو طي ثلاثا حل التزويج من غير تفريق ونحوه اور شامی علیہ الرحمۃ نے ثالث بحر الرائق کی نقل مع و محلہ فیما اذا فرق بينهما ج ۲ ص ۸۳ میں بقرار رکھی اور اسی طرح عبارت رابع بحر کی ج ۲ ص ۸۲ میں بقرار رکھی اور بحر کی ان دونوں عبارتوں کے آخری جملوں میں تعارض ہے البتہ اگر من غیر تفريق ونحوہ کو حاضنت کے متعلق کیا جائے اور محلہ فیما اذا فرق بينهما کو تزوجت عالمة کی قید بنایا جائے تو بن سکتا ہے و ہذا هو الظاہ اور فتح القدیر میں ابوالقاسم صفار علیہ الرحمۃ سے اقتیار قول زفر علیہ الرحمۃ نقل فرمایا، دونوں جلدوں کے صفحات مزبورہ میں اور توجیہ قول زفر علیہ الرحمۃ ج ۴ ص ۱۵۵ میں تحقیقا ذکر فرمائی۔

الواخیر النعمی غفرلہ



الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اندر یہ مسئلہ کہ ایک شخص اپنی
ساس کو بد معاشی کے ارادے سے لے کر چلا گیا اور سال بھر تک اس سے فعل
حرام کا ترک نہ ہوا۔ اس کے بعد وارثان عورت بد معاشہ مذکورہ کو واپس لائے تو آیا اب
اس کی بیوی جو اسی ساس کی لڑکی ہے اس پر حلال ہو سکتی ہے یا نہیں؟ مبینوا
توجروا من رب العالمین۔

سائل: مہربان از موضع سابقہ منظمی ۱۵/۵/۸۰



اگر سوال صحیح اور واقعی ہے تو شخص مذکور پر اس کی بیوی ہمیشہ ہمیشہ کے لئے
حرام ہو گئی۔ بدائع ج ۲ ص ۳۴۰ میں ہے ومنہا ای ما یرفع حکم النکاح المصاة
الطائفة بان وطئ ام امرأتہ لوانتہما والفرقة بہا فرقة بغیر طلاق لانہا
حرمة مؤبدہ کحرمة الرضاع والفرق فی ہذہ الوجہ، بسوط ج ۴
ص ۲۰۸ میں ہے ان الحرمة بسبب المصاهرة مثل الحرمة
بالرضاع والنسب وذلك كما يمنع ابتداء النکاح یمنع بقاء
النکاح فکذلک هذا یمنع بقاء النکاح اور ایسے ہی کتب مذہب مہذب



حنفی میں متنازعاً و شروفاً و فتاویٰ و حواشی ملاحظہ مذکور و فیہ صیح ہے۔ واللہ تعالیٰ
اعلم و صلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ و آلہ و اصحابہ و
بارک و سلم۔

فتوا الغفر البواکیر محمد نور اللہ انعمی غفرلہ

۱۵/۵۸

الاستفتاء

بخدمت جناب مولوی محمد نور اللہ صاحبی دام اقبالہ

جناب عالی

عرض یہ ہے کہ سخی شاہ محمد قوم رنگریز سکھ چک ۵/۴۲ آپ کی خدمت میں
حاضر ہو رہا ہے اور سائل سے زبانی بھی دریافت کر لیا ہے اور میں تحریر کرتا ہوں کہ ایک
شخص جس کا نام سخی ظہور احمد ہے وہ اپنی عورت نکاحی ہوئی چھوڑ کر اپنی سس کے ساتھ
براکر رہا ہے، آخر کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ اس کو لے کر کہیں بھاگ گیا۔ اس بات کو دس ماہ
کا عرصہ گزر چکا ہے۔ اب آپ کی خدمت میں عرض یہ کہ بطور شریعت کے اس کی نکاحی ہوئی
عورت کا نکاح خارج ہوا یا کہ نہیں؟ اس لئے آپ جناب مہربانی فرما کر شریعت پر
مد نظر رکھتے ہوئے فتویٰ مشکور فرمادیں، آپ کی عین نوازش ہوگی۔

تحریر کنندہ محمد ربیع بقلہم خود ، شاہ محمد سکھ چک نمبر ۴۲/۵

محمد صدیق امام مسجد بقلہم خود گواہ شد نویشر

گواہ شد عطیہ ارخان محمد قوم گنپال ، نشان انگوٹھا نمبر ۱۷۰ کھا چک نمبر ۴۲/۵



نوٹ : سائل نے زبانی بیان کیا کہ ٹی ٹیو احمد کی ساس اس کی بیوی کی حقیقی ماں ہے۔



اگر صورت سوال صحیح اور واقعی ہے تو جس دن سے پہلی مرتبہ سمی ظہور احمد نے اپنی ساس یعنی بیوی کی حقیقی ماں کے ساتھ بدکاری کی، اسی دن سے اس کی بیوی اس کے نکاح سے خارج ہوگئی اور وہ نکاح بالکل باطل ہو گیا، عدت پوری ہونے کے بعد حسب دستور شرع جہاں چاہے نکاح کر سکتی ہے۔ مبسوط شری ج ۲ ص ۲۰۸، بدائع صنائع ج ۲ ص ۳۴۰ میں ہے (و النظم لملك العلماء رحمة الرحمة) و منها (ای من اسباب وقوع الفرقة) المصاهرة الطارئة بان وطئ ام امرأتہ او ابنتها والفرقة بها فرقة بغير طلاق لانها حرمة مؤبدة۔ نیز مبسوط ج ۹ ص ۸۸ میں ہے ان ارتفاع النکاح بهذه الاسباب ابلغ منه بالخلع الاترى انهما صارت محرمات على التاييد۔ واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ جل مجدہ اتعوا حکم وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ والہ واصحابہ وبارک وسلم۔

مقرہ الفقیر الراجح محمد زور الشانعی غفرلہ



الجواب صحیح
ابوالیسر محمد امین الفریدی الفافقی، ۲۳ ذی الحجۃ المبارکہ ۱۳۷۸ھ

الاستفتاء

حضرت محترم علامہ زمان شیخ الحدیث والفقہ دامت برکاتہم العالیہ
السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ : مزاج عالی !

قبل ازیں چند مسائل کے استفسار پر تشریحی عرضیہ پیش خدمت ہوا ہوگا جس کا جواب اب تک نہیں آیا، امید کہ آپ جناب تکلیف محسوس نہیں فرمائیں گے کہ یوں اتفاق سے راہ حق متعین کرنے میں آسانی ہوتی ہے، اللہ تعالیٰ آپ کو اجر جزیل نصیب فرمائے آمین۔ چند امور میں درپیش ہیں، جواب باہواب سے نوازیں :-

۱۔ اگر کوئی عورت کچھ عرصہ سے غیلا باد ہو اور عرصہ غیر بادی اس قدر ہو کہ اس کا غیر عالمہ ہونا متیقن ہو مثلاً تین سال اور اس کو اب اسی حالت میں طلاق ہو جائے سو کیا اب بھی بوجہ احترام نکاح سابق عدت لازم ہوگی یا کہ فوری نکاح کرنا جائز ہوگا۔

۲۔ اگر کسی شخص نے اپنی ساس سے زنا کیا ہو تو بقاعدہ وطی الانہیات یحرم البنات (قاضی خان) اس کی بیوی تو اس پر حرام ہو جائے گی تو کیا اب وہ (بیوی) عورت دوسری جگہ پر نکاح کر دے سکتی ہے اور اب اس صورت میں مزید شوہر سے طلاق کھلوانا تو ضروری نہیں ہوگا یا ہوگا؟ اور کیا زانی کے اقرار سے زنا ثابت ہو جائے گا جبکہ اس کے اقرار کے دو گواہ موجود ہوں۔ بیوا تو جبردار۔

السائل : قاضی غلام محمد خطیب جامع مسجد عید گاہ نیا محلہ جہلم شہر
(تقریباً ۵ ارجب ۱۳۷۸ھ کے بعد کا لکھا ہوا ہے مگر سائل نے تاریخ نہیں لکھی)





۱- ایسی مطلقہ جس کا نکاح دخول سے متاكد ہو چکا ہو اس پر عدت بحکم قرآن کریم لازم ہے اگرچہ طلاق سے پہلے کئی سال غیر آباد رہ چکی ہو، ارشاد ہے والمطلقات يتوبعن الآية، فتاویٰ ہندیہ ج ۲ ص ۳۴۳ میں ہے ہی انتظار مدت معلومتہ یلزم المرأة بعد زوال النکاح حقیقتہً او شبہتہً المتاكد بالدخول او الموت الخ وکذا فی سائر اسفار المذهب المذهب وهذا مما لا اعتبار علیه۔

۲- اگر قبل از نکاح ذکر کیا ہو تو نکاح منعقد ہی نہیں اولعنا زکاح واقع ہو تو فاسد یعنی باطل و زائل ہو جاتا ہے اور یہ بطلان متاكد یا قفلاً کے قاضی پر موقوف نہیں، اگر عورت مدخول بہانہ ہو تو فوراً کسی در سے نکل کر سکتی ہے اور مدخول بہا ہو تو بعد از انقضائے عدت، یہ ہے ہمارا مذہب جو فقہائے متقدمین نے متفقہ طور پر بیان فرمایا اور متاخرین نے بھی۔ مبسوط امام شری ج ۶ ص ۱۵۶ میں ہے بعد ثبوت حرمت المحل ایما بالطلقات الثلاث او بالمصاهرة يتعد رابقار النکاح حکماً، وكذلك المرأة یجامعها ابوزوجها او ابناً وجامع الزوج امها او بنتها فقد وقعت الفرقة بينهما بغیر طلاق لان المحرمية تنافی النکاح ابتداءً وبقائه كالمحرمية بالرضاع والنسب وعليها العدة ان كان دخل بها بدائع صنائع ج ۲ ص ۳۴۳ میں ہے (وجوه ما يرفع النکاح) بعد ازال فرمایا ومنها المصاهرة الطارئة



بان و طئی ام امراء او بنتها والفرقة بها خفة بغیر طلاق
لانها حرمة مؤبدة نیز اسی کے ص ۲۹۵ میں فرمایا ان الفرقة بغیر طلاق
متكون فسخا للعقد، نیز اسی میں ہے ان فسخ العقد رفعه من
الاحصل وجعله كان لم یکن مگر متأخرین میں سے بعض حضرات کو حضرت محرم المذنب
امام محمد علیہ الرحمۃ کی ایک عبارت سے اشتباہ لگا تو حکم لگا دیا کہ نکاح مرتفع نہیں ہوتا جب
تک کہ متاثر نہ کرے یا قاضی کی تفریق نہ ہو کما فی البحر والدر والہندیۃ
والشامیۃ اور زمانہ حال کے مفتی حضرات یہی فتوے دے رہے ہیں مگر فقیر کی نظر
قاصر میں حق وہی ہے کہ نکاح فوراً فسخ ہو جاتا ہے اور اس اشتباہ کا رد بلیغ خود حضرت
محرم المذنب کی تصریحات جلیلیہ اور مشائخ و فقہائے متقدمین کی صد ہا توضیحات و نصوص
جلیبے روز روشن کی طرح روشن ہے جس کی قدرے تفصیل فقیر کے فتاویٰ نور یہ
جلد ثانی کے ص ۲۳۸ سے ۲۵۸ تک ہے اور چونکہ اس دور میں تقلید جامد عروج
پر ہے لہذا بہتر و مناسب یہ کہ متاثر نہ کر لیا جائے۔

۳۔ ہاں زانی کے اقرار سے زنا ثابت ہو جاتا ہے جبکہ قاضی اسلام کے
سامنے چار مرتبہ چار مجلسوں میں اقرار کرے اور غیر قاضی کے پاس قلم سے ثابت نہیں
ہو سکتا، یہ اس زمانہ کے متعلق ہے جو موجب حد ہے کما فی الہندیۃ ج ۲ ص ۲۳۵،
البتہ حرمت مصاہرہ اس سے ثابت ہو سکتی ہے، فتاویٰ ہندیہ ج ۲ ص ۵
میں ہے لو اقرب حرمة المصاہرة یؤاخذ به ویفرق بینہما
نیز اسی میں ہے و تقبل الشهادة علی الاقرار بالمس و

۱۔ فتاویٰ نوریہ کے قلمی نسخے کا حوالہ دیا گیا ہے بحوالہ بلا فتویٰ حرمت المصاہرہ ترفع الناکحہ کے نام سے
رسالہ کی صورت میں فتاویٰ نوریہ کی زیر نظر جلد ص ۵۵۱ تا ۵۶۹ شامل کر دیا گیا ہے (محبت)

التقبیل بشہوة، اور پرہیزی در المختار وغیرہ میں ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم
وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

مولا الفقیہ ابو الجراح محمد زور الشافعی رحمہ اللہ

۱۹ رجب المرجب ۱۴۱۱ھ

الاستفتاء

(خط میں لکھا)

حضرت مفتی احمد یار خاں صاحب نے آپ کے فتوے کے خلاف فتوے
دیلتے۔ آپ کا فتوے آپ کے نام سے ظاہر نہیں کیا گیا البتہ حوالے دکھانے پر نہ صرف نے
فرمایا کہ یہ فتوے قلم ہے، کیا خیال ہے کہ جناب کا فتوے جناب کے اکرامی سے ظاہر
کر دیا جائے، آپ کا مشورہ تو یہ تھا کہ متاثر نہ کر لیا جائے مگر مصیبت یہ ہے کہ سب تو اس پر
کسی صورت راضی نہیں ہے۔ اب اس کی رضامندی کے بغیر یہ کیسے ممکن ہو سکتا ہے اور
عورت عرصہ تقریباً تین سال سے لٹکی ہوئی ہے۔ اگر طبیعت ٹھیک ہو تو کسی وقت مزید حوالے
اور مفصل بیان لکھ بھیجیں، ممکن ہے کہ ضرورت پڑ جائے۔ والسلام

دعا جو د دعا گو : ناچیز غلام محمد خاں از جامع مسجد عید گاہ جہلم ۶۵-۱۱-۲۹



بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ وَصَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَى حَبِيبِهِ الْأَحَبِّ الْكَرِيمِ
الرَّحِيمِ الْعَلِيمِ وَعَلَى آلِهِ وَصَحْبِهِ بِاللَّطْفِ الْعَمِيمِ۔

حضرت محترم المقام لانا لالت شمس خضام بار غتہ

وَعَلَيْكُمُ السَّلَامُ وَرَحْمَةُ وَبَرَكَاتُهُ : مزاج سامی ! عنایت نامہ طہ تفصیلی اطلاعات سے
سرور ہوا۔ رسالہ کبر الصوت پوسٹ کر دیا ہے، امید کہ مل چکا ہوگا، پورا پڑھنے کے بعد
اپنی رائے عالی سے مطلع فرمائیں، اس کے علاوہ بھی مسئلہ کے متعلق تحقیقی مضامین
فتاویٰ نور یہ میں ہیں، دل چاہتا ہے کہ مکمل چھپ جاتے مگر سر دست کوئی خاص
صورت نہیں، اس سال کوئی خاص کتاب بھی نہیں کہ موثوق بہ نقل کر سکے، کیا ہی اچھا
ہو کہ رمضان المبارک کی رخصتوں میں پہلے اطلاع دے کر تشریف لائیں تو مفصل مکالمہ
ہو سکتا ہے۔

مسئلہ مصاہرہ کے متعلق فقیر کے پاس کتب معتدہ کی اتنی نقول و خبریات ہیں کہ
ان کا احصاء متعذر اور بالفرض جمع کئے جائیں تو ضخیم کتاب بن جائے۔ بفضلہ و کرمہ تعالیٰ
یہ مسئلہ آفتاب نصف النہار کی طرح واضح ہے۔ اصل اشتباہ کا موجب حضرت مجر الذہبی
امام محمد علیہ الرحمۃ کے ایک مسئلہ اصل (مبسوط) کے نہ سمجھنے بلکہ غیر مجمل پر حمل کرنے سے
پیدا ہوا، شامی ج ۲ ص ۳۸۹ سے ہی سنئے ذکر محمد فی نکاح الاصل
ان النکاح لا یرتفع بحرمة المصاهرة و الرضاع بل یفسد حتی لو



وطہا الزوج قبل التفريق لا يجب عليه الحد۔

یہ چیز یہ مرد زنا کے متعلق ہے کہ اختلاف ائمہ کے سبب مد لازم نہیں ہوتی جیسے طلاق کناہ میں بھی یہی صورت ہے اگرچہ اس سے طلاق بائن واقع ہو چکی ہو اور لایر نفقہ کا معنی ہے لایر نفقہ حکم من کل وجہ (طعطاوی علی لدر) اور غیر رالحمد بوجہ تشبہ للاختلاف ہے کما فی الطعطاوی ایضا اور شامی میں ہے والوطی فیہا لایکون زنا لانہ مختلف فیہ۔ اور یہ تو واضح ہی ہے کہ اصطلاح فقہاء میں زنا اس وطی کا نام ہے جس پر مد لگتی ہے کما فی الہندیۃ وغیرہا اور یہ معنی ہرگز ہرگز نہیں کہ نکاح باقی رہتا ہے اور متار کہ ضروری نکاح بالکل نہیں رہتا جسے کہ غیر مدخل بہا ہو تو اسی وقت اور سے نکاح کر سکتی ہے۔

آپ دیکھ چکے ہیں عبارت اہل میں مصاہرت اور رضاع کو ایک ہی حکم دیا ہے، اب کتب فقہیہ کی معتبرت سے رضاع بعد از نکاح کا حکم دیکھیں نیز مہر عدت طلاق الغار، وراثت وغیرہ کے جزئیات سے یہ مسئلہ بڑا واضح ہو جاتا ہے مبسوط مرضی ج ۹ ص ۸۸، فتح القدیر ج ۵ ص ۳۵، بحر الرائق ج ۵ ص ۱۲، در المختار، شامی ج ۳ ص ۲۰۹ میں ہے والنظم من المبسوط وإذا حرمت المرأة علی زوجها بردتہا او مطاوعتہا لابنہ او جماعہ مع ما ہا ثم جامعہا وهو یعلم انہا علی حرام نفی القیاس انہ یلزم الحد لان ارتفاع النکاح بہذہ الاسباب اب لغرم من بالخلع الاتری انہا صارت محرمۃ علی التابید والکنہ استحسن قدر رعنہ الحد الخ فتاویٰ قاضی خاں ج ۱ ص ۱۹۰ میں ہے لو تزوج رضیعتین فارضعتہما امرأة واحدة معا او

سہ تفریق قاضی طلاق اٹھا دیتی ہے تو بعد از تفریق مد لازم ہوگی ۱۲



واحدة بعد واحدة بطل نکاحهما۔ نیز ایک اور جزیئہ میں وبطل نکاحا
ہے، آگے فرماتے ہیں و لیس فی نکاحہ غیرہا کتاب کمال کر دیکھئے خوب و نیک

ہے۔

غرضیکہ کثرت جزیئات بنیونت و بطلان میں، بطور تنبیہ اختصاراً عرض کہ مبسوط
ج ۵ ص ۱۴۲، ۱۴۳ میں دس مرتبہ اور ج ۳ ص ۲۹۸ تا ۳۰۰ گیارہ مرتبہ، قاضی خان
ص ۱۹۰، ۱۹۱ سات مرتبہ، بدائع ج ۴ ص ۱۱ تا ۱۳ اوس مرتبہ، بحر الرائق ج ۳ ص ۲۳۰ تا
۲۳۱ اعجازہ مرتبہ، عالمگیری ج ۲ ص ۴۴ نو مرتبہ، فتح القدیر ج ۳ ص ۳۲۳ تین
مرتبہ ہے، کلمات والفاظ متقاربہ میں، تبرکاً امام شری علیہ الرحمۃ کی ایک عبارت سنئے
اذا تزوج صبیعتین رضیعتین فارضعتہما امراة واحدة معا واحدا
بعد الاخری باننا جمیعاً ان قال، ولیست احدہما بطلان
نکاحہا باولی من الاخری۔

غرضیکہ کثرت جزیئات کثیر نہیں جو جامع صغیر و جامع کبیم امام محمد علیہ الرحمۃ بلکہ ان کی بڑی
میں بھی موجود ہیں اور حکم بڑا واضح ہے اور اگر متار کہ سی ضروری فرماتے ہیں (علماء کرام
عصر حاضر) تو مرد پر ہی کیوں موقوف رکھتے ہیں، عورت بھی تو متار کہ کر سکتی ہے، دیکھئے
تذویر الابصار اور در المختار میں ہے و یثبت لكل واحد منہما فسخہ ولو
بغير محضر من صاحبہ دخل بها اولاً فی الھدم خروجاً عن
العصیۃ الخ و قد رد الشامی ج ۲ ص ۸۳ و کذا فی البحر وغیرہ
بلکہ قبل الدخول تو تفرق بالابدان بھی بعض کے نزدیک کافی ہے، بلکہ شامی ج ۲ ص ۸۴
طحاوی علی الدر ج ۲ ص ۲۲۴ میں ہے وان وجوبہا اوی لعدة فی النکاح الفاسد



بعد المتارکت، فی القضاء اما فی الديانة لو علمت انها حاصت بعد اخر
وطی ثلاثا حل لها التزوج بلا تغریق و نحوه۔

بہر حال مسئلہ بڑا واضح ہے مگر ضرورت اس امر کی ہے کہ زنا بالام بھی واضح ہی ہو ورنہ اپنا
مشاہدہ وغیرہ جو عورت یا اس کا سر پرست دعویٰ کرے بلا دلیل کون مانے گا اور یونی جب
تک اپنے علماء کرام کا اتفاق نہ ہو زوج بھی آرام نہیں کرنے دے گا بلکہ مقابلہ میں فتویٰ لیکر
مقدمہ بازی وغیرہ سے تنگ کرے گا لہذا اس کا حل تلاش کر کے قدم اٹھائیں نیز مجھے
اپنوں سے مناقشہ وغیرہ قطعاً پسند نہیں، اسی بنا پر لکھا تھا کہ متارکہ کر لیا جائے۔
میرے نام یافتہ ظاہر کرنے میں بھی حرج نہیں اور حضرت مولانا العلامة الحاج مفتی
احمد یار خاں صاحب نعیمی تو میرے بڑے نعیمی بھائی اور کرم فرما ہیں، ان کے دکھانے
میں تو کیا خیر شے ہے، اگر وہ توجہ فرمائیں اور اتنا وقت نکالیں کہ ان کتب و ابواب
اسفار مذہبیہ کا مطالعہ فرما سکیں تو ہو سکتا ہے کہ موافقت یا کوئی راہنمائی فرمادیں مگر
ن شاید اتنا وقت وہ نکال نہ سکیں۔ اس مسئلہ پر حضرت مولانا الحاج ابو الفضل محمد شہرار احمد
صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ محدث لائپز کے ساتھ بھی مشافہت گفتگو ہوئی تھی مگر وہ
بھی وقت نہ نکال سکے، ایسے مسائل میں صرف آپ جیسے اہل علم سے بطور مشورہ تو
کچھ لکھ دیا جاتا ہے مگر فقیر فتوے نہیں دیتا، والسلام۔

عزہ انقیر الہامیہ محمد زور اللہ نعیمی غفرلہ

۱۳ شعبان المعظم ۱۳۸۵ھ

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع منین اندیک کہ زید کو بکر نے یہ بھت لگائی کہ اس نے اپنی ساس سے زنا کیا اور میں نے خود دیکھا ہے کہ اس نے اپنی ساس سے زنا کیا مگر تحقیق کی گئی تو ثابت ہوا کہ اس نے غلط الزام لگایا تو اسے کہا گیا کہ تم قسم اٹھاؤ یا گواہ پیش کرو کہ اس نے زنا کیا ہے مگر قسم اٹھانے سے اس نے انکار کیا اور گواہی پیش نہ کر سکا۔ آخر ایک شخص نے کہا زید کو کہ اپنی ساس کو کس طرح جانتے ہو تو اس نے کہا کہ میں تو اسے بجائے ماں کے جانتا ہوں تو اس شخص نے کہا اگر تو سچا ہے تو اپنی ماں کا پستان اپنے منہ میں پا، تو اس نے اس عرض سے پستان منہ میں پایا تو اس کا سچا ہونا ظاہر ہو گیا اور ثابت ہوا کہ وہ الزام غلط ہے۔ ایک سال کے بعد اب وہی الزام لگانے والا کہتا ہے کہ زید کی عورت زید پر حرام ہے کہ اس نے اپنی ساس کا پستان منہ میں ڈالا ہے اور میں نے اسے اپنی ساس سے زنا کرتے بھی دیکھا ہے حالانکہ ثابت ہو چکا کہ زنا کا الزام محض غلط ہے اور پستان کا منہ میں ڈالنا کسی بری نیت و شہوت سے نہیں بلکہ ماں سمجھ کر اور بجائے ماں ہونے کے ثابت کرنے کے لئے تھا اور ساس بھی اسے اپنا بیٹا ہی تصور کرتی ہے تو کیا واقعی زید پر زید کی عورت حرام ہو چکی یا نہیں؟ بیہنو! توجروا

سائل: لال خاں ولد فتا و ٹومانیکا

از کھٹا مہر شاہ ۱۳۶۲ھ
۳۱-۱۳



اگر بیان سائل صحیح و درست ہے تو زید کی عورت زید پر حرام نہیں ہوئی، محض غلط
 نہمت سے خصوصاً جبکہ اس کا غلط ہونا بھی ظاہر ہو چکا، کیونکہ حرام ہو سکتی ہے اور فرائض
 حال سے یہی واضح ہے کہ اس نے شہوت دہری نیت سے پستان منہ میں نہیں ڈالا
 اور وہ بیچارہ کہتا بھی یہی ہے اور اس بھی اسے بٹیا تصور کرتی ہے اور اس کا ظاہر
 حال بھی یہی بتاتا ہے تو اس کی عورت اس پر حرام نہیں ہو سکتی جب تک وجہ حرمت
 مستحق وثابت نہ ہوئے، فتاویٰ امام قاضی خان میں ہے وان انکر الشہوة
 فالقول قولہ الخ بحر الرائق وشامی میں جوہرہ سے ہے لو مس او قبل وقال
 لما شئت الخ شامی میں ہے اما اذا ظهر عدم الشہوة فلا تحرم ولو
 كانت القبلة علی المفرد فتاویٰ عالمگیری میں مجملًا اور فتح القدیر میں مفصلاً ہے
 والنظر من الفتح قال القاضی الامام یصدق فی جمیع المواضع حتی
 رأیتہ افعی فی المرأة اذا اخذت ذکر الختن فی الخصومة فقالت کان عن
 غیر شہوة انها تصدق او لا اشکال فی هذا فان وقوعہ فی حالة الخصومة
 ظاہر فی عدم الشہوة پس ظاہر ہو کہ زید کی عورت زید پر حرام نہیں ہوئی اور بکریہ
 لازم کہ زید کرے اور جھوٹے الزام سے باز آئے اور اپنے فدا کے قدوس سے
 ڈرے۔ واللہ ورسولہ اعلم و جل جلالہ و صلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ
 والہ وصحبہ وسلم۔

ترجمہ الفقیر الی الخیر محمد نور اللہ الحنفی القادری اربعی نورہ ربہ و تواتر علی کل غی و غوی ۱۳۶۲ھ

الاستفتاء

بخدمت اقدس حضرت الحاج محمد و منال اکبر قبلہ فقیہ اعظم محدث پاکستان امت برکاتہم اللہ
السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ :

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اندر میں مسئلہ کہ زید نے
اپنے نابالغ لڑکے کی منکوحہ بالغہ کے ساتھ جو اس کی سالی بھی ہے، نہ کیا ہے، کیا
اس صورت میں زید کے لڑکے کا نکاح برقرار ہے یا نہیں؟ یا زید کی منکوحہ اس پر
حلال ہے یا نہیں؟ اور اگر نکاح ٹوٹ گیا ہے تو کیا اب وہ یعنی زید کے لڑکے
کی منکوحہ بغیر طلاق کے دوسری جگہ نکاح کر سکتی ہے؟
(نوٹ) زید نے اور اس کی بہو نے رد و پروا ہوں گے ناکا باقاعدہ اقرار کیا ہے
سینوا توجروا۔

(نوٹ) لڑکی کی والدہ کا بیان ہے کہ نکاح کے وقت لڑکا آٹھ سال کا تھا اور اب
دس سال کا ہے اور اس بری حرکت کو چھ ماہ ہو گئے ہیں اور اس وقت سے لڑکی
میرے گھر ہے، اس وقت لڑکے کی عمر ساڑھے نو سال تھی اور ان دونوں میاں بیوی
کی خلوت نہیں ہوئی تھی۔

غلام محمد تقی خداداد امام مسجد حلال کوٹ۔
السائل: حافظ فتح محمد صاحب وٹو
۷ ابرجول ۱۹۶۷ء



اگر یہ سوال صحیح اور واقعی ہے تو زید کے لڑکے کا نکاح ختم ہو گیا اور جبکہ لڑکا نابالغ
 ساڑھے نو سالہ نے اپنی بیوی سے نزدیکی اور غلوت بھی نہیں کی اور نہ ہی اس کی عمر نزدیکی
 کے قابل تھی تو عدت بھی نہیں لہذا دوسری جگہ حسب دستور شرع نکاح کر سکتی ہے
 بمسوط خنری ج ۴ ص ۲۰۲ میں ہے واذا وطئ الرجل امرأة بملك یمین
 او نکاح او فجور یحرم علیہا و بنتہا و تحریم ہی علی ابائہ و
 ابنائہ نیز ج ۴ ص ۲۰۸ ہذا یمنع بقاء النکاح کما یمنع ابتداءہ
 نیز ج ۶ ص ۸۸ میں فرمایا وكذلك المرأة یجامعها ابو زوجها او ابنہ
 او جامع الزوج امہا او بنتہا فقد وقعت الفرقة بینہما بغیر
 طلاق الخ البتہ بعض متاخرین نے کہا کہ ایسی صورت میں خاوند یا بیوی میں سے
 کسی ایک کا یہ کہنا کہ میں نے یہ نکاح یا خاوند یا عورت کو چھوڑ دیا یا کوئی اور ایسا لفظ
 کہنا ضروری ہے، فتاویٰ عالمگیری ج ۲ ص ۳۵، تنویر الابصار، در المختار، شامی
 ج ۲ ص ۸۳ میں ہے والنظر من التئیر والدرو یثبت لكل
 واحد منہما فسخہ ولو بغیر محضر من صاحبہ الخ نیز فتاویٰ
 عالمگیری ج ۲ ص ۱۳۴ اور در المختار اور شامی ج ۲ ص ۸۳ میں ہے والنظم منہما
 در المختار میں ہے وتجب العدة بعد الوطئ لا الخلوة شامی نے فرمایا
 ای لا تجب بعد الخلوة المعجدة عن وطئ الخ لہذا وہ لڑکی جو بالغہ اور
 فاقہ ہے گواہوں کے روبرو یہ کہہ دے کہ میں نے اس خاوند کو چھوڑا کیونکہ اس



کنے باپ نے میرے ساتھ زنا کیا ہے اور پھر حسب دستور شرع کسی اور شخص سے
نکاح کر سکتی ہے اور زید کی بیوی کا نکاح نہیں ٹوٹا، درالمختار میں خلاصۃ الفتاویٰ سے ہے
(وقررہ الشامی ج ۲ ص ۳۸۶) وطی اخت امرأت لا تحرم علیا امرأتہ
واللہ تعالیٰ اعلم وصلى الله تعالى على حبيب وعلى اله
وصحب وبارک وسلم۔

مقررہ الفتاویٰ الراجحہ من نور اللہ النعمی غفرلہ

۲۶ جمادی الاولیٰ ۱۳۹۲ھ، ۶/۱۸

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علماء کرام اور مفتیانِ عظام خصوصاً حضرت فقیرِ اعظم اس مسئلہ
کے بارے میں کہ ایک آدمی اپنی حلال بیوی کے موجود ہوتے ہوئے اپنی سگی سالی سے
فعلی حرام کرے کہ جس سے حمل بٹھ جائے جس کا اقرار بھی طرفین کر لیں تو آیا اس آدمی کا
اپنی بیوی سے نکاح رہ جائے گا یا نسخ ہو جائے گا اور حمل حرام سے جو بچہ پیدا ہو اس
کے متعلق کیا حکم ہے کہ کس کی زیر نگرانی پر وکش پائے یا طرفین کو کیا سزا ہونی چاہیے؟
جس وقت کہ ملک میں اسلامی قانون رائج نہیں ہیں۔ فقط والسلام
السائل: محمد شریف بدر نوری خطیب پبلشریف ضلع راولپنڈی
تخصیص کوہ مری

نمبرار محمد زمان، ممبر بنیادی جمہوریت پاکستان



سالی سے فعل بد بیوی کو حرام ابدی نہیں کرتا یعنی نکاح فسخ نہیں کرتا اگرچہ حمل ٹھہر جائے
البتہ اگر بھول سے ایسا ہو جائے مثلاً اندھیرے میں سالی کو بیوی مان کر جماعت کر لی
تو سالی پر عدت لازم ہو جاتی ہے اور پھر اس عدت کے پورے ہونے تک بیوی سے
پرہیز ضروری ہے اور ایسی صورت میں حمل ہو جائے تو شرعاً بچہ اسی آدمی کا بنے گا تو
پرورش بھی اسی کے زیر نگرانی ہوگی یعنی پرورش کا خرچہ اسی کے ذمہ ہوگا اور اگر دیدہ دانستہ سالی
کے ساتھ زنا کرے تو عدت لازم نہیں ہوتی اور نہ ہی بیوی سے پرہیز لازم اور بچہ بھی اس کا
نہیں بنے گا اور نہ ہی پرورش اس کے ذمہ ہوگی، پھر اگر اس سالی کا خاوند ہے یا خاوند
کی عدت میں ایسا حمل ہوا تو بچہ خاوند کا بنے گا اور پرورش اسی کے ذمہ ہوگی ورنہ بچہ
صرف ماں کا بنے گا تو پرورش بھی اسی کے ذمہ ہوگی، ہاں اس زنا والی صورت میں گو
حلال بیوی سے پرہیز لازم نہیں مگر عدت کے انداز سے سے متعجب ہے کہ پرہیز کرے
در المختار اور شامی ج ۲ ص ۳۸۶ میں ہے وفي الخلاصة وطى اخت امرأته
لا تحرم عليه امرأته (هذا من الدر وقال الشامي) فالمعنى
لا تحرم حرمة مؤبدة ولا فتحرم الى انقضاء عدة الموطورة
لو بشبهة نیز شامی ج ۲ ص ۳۳۵ میں ہے ومنها (ای من انواع الاستبراء
المستحب) اذان فی باخت امرأته او بعمتها او بخالتها او
بنت اخيها او اختها بلا شبهة فان الافضل ان لا يطأ امرأته
حتى تستبرأ المزنية فلوزني بها بشبهة وجب عليها العدة



فلا یطأ امرأتہ حتی تنقضى عدة المزنیة. فتاویٰ مالکیہ ص ۲
ص ۱۳۹ میں ہے وکل امرأة وجب علیہا العدة فان نسب ولدها
یثبت نیز اسی کے ص ۲ ص ۱۳۹ میں ہے نفقة الاولاد الصغار علی الاب
کلی شارک احد اور حدیث متفق علیہ میں ہے الولد للفراش وللعاهر
الحجر۔

باقی سزا کیا ہونی چاہئے؟ تو سزا دینا حکومت کا کام ہے، ہاں پنچائتی طور پر
ہر وہ جائز طریقہ جو ایسے افعال پر سے باز رکھے، اختیار کر سکتے ہیں اور حتی المقدور
منزور کرنا چاہئے کہ حدیث صحیح میں ہے من رأى منكم منكرا فليغيره
بیہ الحدیث۔

والله تعالى اعلم وصلى الله تعالى على جيبه الاكرم
والله وصحبه وبارك وسلم۔

عزوة الفقیر البواخی محمد نور التتائمی غفرلہ

۱۳۸۸ھ
۱۴ جمادی الاخریٰ ۸۹

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اندر میں مسئلہ کہ زید نے ایک عورت سے نکاح
کیا جس کا لڑکا پہلے خاوند سے موجود تھا بعد ازاں زید نے ایک اور عورت سے نکاح
کیا تو پہلی عورت کے اس بچے لڑکے نے اس دوسری عورت کو اغوا کر لیا تو کیا وہ

عورت اغوار شدہ زید پر حرام ہوگئی یا نہیں؟ بےینوا توجروا۔
سائل: مولوی شیر محمد راز شہادہ ضلع منٹگمری



وہ عورت زید پر حرام نہیں ہوئی بلکہ باقاعدہ نکاح زید میں ہے کہ وہ اغوار کنندہ
زید کا لڑکا نہیں، اگر زید کا لڑکا ہوتا تو ضرور حرام ہو جاتی، فتاویٰ عالمگیری میں ہے
تحرم المیزنی جہا علی اباء الزانی واجدادہ اور قرآن کریم میں ہے واحل
لکم ما وراہ ذلکم۔ واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ جل مجدہ اتحدوا حکم
وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیب والہ واصحابہ وبارک وسلم۔

عزہ الغفر البواخیر محمد نور اللہ انیمی غفرلہ

سرمدی القعدۃ المبارکہ ۱۴۰۵ھ

الاستفتاء

مکرمی جناب مولانا صاحب مولوی محمد نور اللہ صاحب دکن
السلام علیکم: حسب ذیل واقعات کے مطابق حکم شریعت سے آگاہ فرمادیں :-
زید نے اپنے نابالغ لڑکا کی شادی نابالغ لڑکی سے کی اور لڑکی کو اپنے گھر

رکھا، جب لڑکی سال ڈیڑھ سال کے بعد حواں ہوئی تو اس سے حرام کاری کرنی شروع کر دی، پہلی بیوی سے خود بخود تعلقات خراب ہو گئے۔ لوگوں نے لعنت ملامت کی تو انکار جرم سے کنارہ نگار لڑکی نے اپنے باپ اور دیگر آدمیوں سے تمام واقعات بھی بیان کر دئے کہ میرے ساتھ میرا سرہ بغیر میری مرضی کے جبراً حرام کاری کرتا ہے، کسی نے اعتبار نہ کیا اور زید نے انکار کیا، آخر سال کے بعد لڑکی کو حمل ہو گیا، پھر دریافت کرنے پر زید نے اپنے فعل کا اقرار نہ کیا، لڑکی تو پہلے بھی ظاہر کر چکی تھی، لڑکا اس وقت بھی نابالغ ہے، جماع کے قابل نہیں، اب اس کے متعلق کیا حکم ہے شریعت کا؟ زید بڑے الفاظ میں اقرار انکار کرتا رہا ہے، واقعات اس کو پاک نہیں کرتے، آگے خدا جانتا ہے۔

السائل: محمد خدا یار مانیکا ۱۴۵۱ھ



اگر یہ صحیح اور ثبوت شرعی سے ثابت ہے کہ زید نے اپنے لڑکے کی بیوی سے حرام کاری یعنی زانیہ شہوت سے بوس و کنار وغیرہ کیا ہے اگرچہ صرف ایک مرتبہ ہی ہو تو وہ عورت اپنے شوہر پر ہمیشہ ہمیشہ حرام ہو گئی، اس کے حلال ہونے کی کوئی صورت نہ رہی مگر وہ عورت کسی اور سے اپنے طور نکاح بھی نہیں کر سکتی جب تک اس کا خاوند بالغ ہو کر متاثر نہ کرے مثلاً یہ کہہ دے کہ میں نے تجھے چھوڑا اور اگر حاکم شریع بعد از ثبوت جہائی کا حکم کر دے تو پھر بھی نکاح دوسری جگہ کر سکتی ہے کما صرح

بہ الفقہاء، اور زمانہ کے شرعی ثبوت کے لئے چار چشم دید نیک گواہ ضروری ہیں قرآن کریم میں ہے لولا جاور اعلیہ باربعۃ شہداء اور شہوت سے بوسہ و کنار وغیرہ کا ثبوت دو چشم دید گواہوں کی شہادت سے بھی ہو سکتا ہے، قرآن کریم میں ہے واشہدوا ذوی عدل منکم اور اگر چشم دید گواہ نہ ہوں تو صرف واقعات یا عورت کا کہہ دینا قابل اعتبار نہیں، نہ عورت حرام ہوتی ہے اور نہ ہی نکاح فاسد ہوتا ہے، ہاں اگر خاوند بالغ ہونے کے بعد تصدیق کر دے تو عورت حرام ہو جائے گی اور خاوند پر فرض ہو گا کہ اسے چھوڑ دے، فتاویٰ عالمگیری ج ۲ ص ۵ میں ہے قال لہما من افعلنک فقالت ابوک ان صدقہا الزوج بانف منہ (الی ان قالوا) وان کذبہا فہی امرأتہ کذا فی الظہیریۃ اور ایسے ہی زید کے دسبہ الفاظ سے اس کے لڑکے کا حق نکاح سلب نہیں ہو جاتا کہ باپ کی ولایت نظریہ ہے مگر محض کا مختار نہیں کما صرح جوابہ قاطبۃ البتہ بعد بلوغ لڑکا تصدیق کر دے تو حرمت ثابت ہو جائے گی۔ واللہ تعالیٰ اعلم وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ والہ واصحابہ وبارک وسلم۔

مفت الفقیہ الراجح محمد نور الدین نعمی رحمہ اللہ

۲۲ ربیع الاول ۱۴۰۷ھ

الاستفتاء

کیا فراتے ہیں علمائے دین و مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ زید



نے اپنے لڑکے بکر کی شادی کی، پھر چند دنوں کے بعد معلوم ہوا کہ زید خود بھی چوری اپنے لڑکے کی موٹورہ کے ساتھ وطنی کتنا ہوا پکڑا گیا، تمام پک میں شہرت ہو گئی کہ زید اپنی ہے، اب وہ لڑکی بکر کے لئے حلال ہے یا حرام؟ مکمل جواب باجواب سے آگاہ فرمائیں۔ بینوا توجروا۔

المستفتی: محمد یوسف جالندھری



اگر واقعی زید نے ایسی بدترین غلطی کی ہے تو وہ عورت زید کے لڑکے بکر پر ہمیشہ ہمیشہ کے لئے حرام ہو گئی، بکر پر لازم کیا ہے چھوڑ دے اور وہ عدت گزار کر حسب دستور شرع کسی اور سے نکاح کر سکتی ہے کما فی عامۃ المعتمدات فی المذهب المہذب الحنفیۃ۔

واللہ تعالیٰ اعلم وصلى الله تعالى على سيدنا محمد وعلى اله واصحابه وبارک وسلم۔

فقہ الغفر ابو الجحیم محمد نور اللہ انعمی غفرلہ

دارالعلوم حنفیہ فریدیہ بیسملیہ پور

۱۹ ستمبر ۱۴۲۵ھ

الاستفتاء

فیضد جت حضرت مولانا مولوی محمد نور اللہ صاحب

السلام علیکم : مزاج اقدس ! حامل رقعہ ہذا بخدمت عالیہ حاضر آتا ہے، چونکہ ایک غیر مقلد مولوی نے حنفی مذہب کے خلاف فتوے تحریر کیا ہے جو کہ حنفیوں کے کسرِ شان ہے اور ساتھ ہی تحریر کیا ہے کہ مسئلہ فتاویٰ عالمگیری میں موجود ہے، معلوم ہوتا ہے کہ حنفی مذہب پر بہتان لگاتا ہے۔ یہ فتوے میاں صاحب میاں نور الصمد خاں کے پیش کیا تو انہوں نے آپ کی خدمت میں برائے تصدیق مسئلہ کے بھیجا ہے لہذا آپ براہِ کرم فتاوے عالمگیری کی اصل عبارت بمعہ خلاصہ متن اور صورت مسئلہ بطور جواب تحریر فرمادیں۔

مستفتی : قطب بن قلم خود از دیو اسنگھ ضلع منٹگری

(نقل فتویٰ مولوی عبد العزیز غیر مقلد از دیو اسنگھ)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

(سوال) کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر ایک شخص کو شہوت کی وجہ سے آلت میں انتشار آگیا تو اس نے اپنی بیوی یعنی جود کو کو طلب کیا تو وہ نہ ملی لیکن شہوت سے آلت اسی طرح ہے تو وہ شخص اپنی بیوی کی ٹانگوں میں آلت داخل کر دے تو کیا یہ حنفی مذہب میں جائز ہے۔

سائل : سلیمان زنگر

(جواب)

ہاں حنفی مذہب میں بلا شک دے دھڑک جائز ہے، فتاوے عالمگیر کتاب النکاح ج ۱ ص ۹۹ میں ہے فمن انتشرت الت فطلب امرأته واولجها



بین فخذی ابنتہا لا تحرم علیہا امہا ما لم تزاد انتشارا کذا
فی التبیین، خلاصہ یہ کہ حنفی مذہب میں یہ جائز ہے بلکہ آلت کے زیادہ منتشر ہونے
سے اس کی جو روحرام ہو جائے گی ورہ نہیں۔

کتبہ عبدالعزیز مہاجر، ۲ ربیع الاول ۱۳۸۸ھ



یہ فتوے فتویٰ نہیں بلکہ فتنہ ہے اور محض بہتان ہے، بلا شک و شبہ و
ریب مذہب مذہب حنفی میں یہ فعل شیعہ ہرگز ہرگز جائز نہیں اور نہ ہی کوئی عقلمند اسے
جائز کہہ سکتا ہے، فتاویٰ عالمگیر اور تمام کتب مذہب میں صاف صاف تصریح ہے
کہ لڑکی محرماتِ ابدیہ سے ہے، لڑکی کے ساتھ کسی صورت میں بھی نکاح نہیں ہو سکتا
اور جب نکاح ہی نہیں ہو سکتا تو یہ فعل شیعہ کیسے جائز ہو؟ فتاویٰ عالمگیر کی اصل
عبارت یہ ہے فمن انتشرت التہ فطلب امرأتہ واولجھا
بین فخذی ابنتہا لا تحرم علیہا امہا ما لم تزاد انتشارا کذا
فی التبیین جس کا ترجمہ ہے پس جو شخص منتشر ہوئی آلت اس کی، پس طلب کیا اس
نے اپنی بیوی کو اور داخل کیا اسے اپنی عورت کی لڑکی کے دونوں رانوں میں تو اس
شخص پر اس لڑکی کی ماں حرام نہیں ہو جاتی جب تک انتشار زیادہ نہ ہوا ہو، اس طرح
تبیین میں ہے۔ اس کا خلاصہ یہ ہے کہ اگر کوئی شخص اپنی بیوی کو طلب کرے اور

رات وغیرہ کے اندھیرے میں بھول کر بیوی کے بجائے بیوی کی لڑکی کے رانوں میں داخل کر دے اور جدا ہو گیا، زنا نہیں کیا تو اگر اس وقت انتشار زیادہ ہو گیا تو اس کی بیوی حرام ہو جائے گی کہ لڑکی کے ساتھ صرف اتنی ہی شہوت رانی سے اس کی ماں حرام ہو جاتی ہے گو غلطی سے ہی ہو اور اگر انتشار زیادہ نہ ہو تو بیوی حرام نہیں ہوتی کہ لڑکی پر شہوت نہ پائی گئی اور طلب بیوی والی شہوت ہی رہی تو یہ مسئلہ صرف بیوی کے حرام نہ ہونے کا ہے اور اس عبارت میں اس فعل کے جائز ہونے کا کوئی تذکرہ ہی نہیں اور نہ ہی اس عبارت میں اپنی بیٹی ہے تو وہ یہودہ بات خلاصہ کیسے بنی، تو ثابت ہوا کہ غیر مقلد صاحب کا فتوے غلط ہے اور بہتان ہے اور غیر مقلد صاحب کے علم کا کیا کہنا کہ یہ چھوٹی سی عبارت بھی صحیح نہ لکھ سکا، علیہ کو علیہا، "الم نزد" کو "الم نزداد"، "التبیین" کو "التبیین" لکھا، جسے اتنی سمجھ ہے وہ یونہی شور برپا کرتا ہے ورنہ اپنے بزرگوں کو بھی دیکھنا کہ وہ کیا لکھ گئے ہیں، ان کے بڑے بزرگ قاضی شوکانی اپنی تفسیر فتح القدر مطبوعہ مصر ج ۱ ص ۱۰ پر لکھتے ہیں "لا تحرم علیہ امواتہ اذ ان فی باہما او بابتہا (ترجمہ) نہیں حرام ہوتی مرد پر اس کی عورت جس وقت زنا کرے اس کی ماں یا اس کی لڑکی کے ساتھ، تو کیا وہ مولوی صاحب اس عبارت سے بھی یہی سمجھتے ہیں کہ ان کے نزدیک اپنی لڑکی اور ساس کے ساتھ زنا جائز ہے؟

تغیب ہے کہ ان کے نزدیک تو ساس اور عورت کی لڑکی کے ساتھ زنا کرنے سے بھی عورت حرام نہیں ہوتی اور اعتراض کرتے ہیں مذہب احناف پر حضرت رب العالمین جل و علا ہایت فرمائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم وعلیہ جل مجدہ اتعرو احکم وصلى الله تعالى على حميدية والہ واصحابہ وبارک



و سلم۔

محرم الغیر الی الخیر محمد زوالہ اللہ تعالیٰ غفرلہ

مؤرخہ ۲۲ ربیع الاول ۱۴۸۸ھ

الاستفتاء



کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اندر یہ مسئلہ کہ ایک عورت اور اس کا خاوند دعویٰ کرتے ہیں کہ ہمارے داماد نے تقریباً عرصہ ڈیڑھ سال ہو چکا ہے کہ رات کے وقت جبکہ اس کی بیوی اور ساس ایک ہی چار پائی پر اکٹھی سوئی ہوئی تھیں، اگر اپنی ساس کو اپنی بیوی سمجھ کر چھو یا اور پاؤں دبائے۔ اب دریافت طلب یہ ہے کہ نکاح ٹوٹا ہے یا نہیں، جبکہ ان کا داماد اس کا قطعاً انکار کرتا ہے اور مدعیان نے بھی اس وقت اظہار نہیں کیا بلکہ اب جس وقت خاوند اور اس کی بیوی کے درمیان کچھ جھگڑا ہو گیا ہے تو ایسا کہتے ہیں، وہ ان کا داماد قسم اٹھانے کو تیار ہے کہ ایسا نہیں ہوا اور اس کی ساس قسم اٹھانے کو تیار ہے کہ ایسا ہوا ہے، تو ان میں کس کی قسم لی جاسکتی ہے؟

السائل: حافظ محمد اسلم (ساہیوال)



شرعاً داماد کا اپنی ساس کا پاؤں چھونا یا دبانا، اگر شہوت سے ہو تو نکاح ختم ہو جاتا

ہے مگر اندر میں صورت جبکہ داماد انکار کرتا ہے ثبوت مشکل ہے کیونکہ ساس مدعیہ ہے اور داماد منکر ہے اور یہ طے شدہ حقیقت ہے کہ البینۃ علی المدعی والیمین علی من انکر حالانکہ یہاں کوئی گواہ نہیں، فتاویٰ عالمگیریہ ج ۲ ص ۵ میں ہے وانکر النوح ان یكون بشهوة فالقول قول الزوج، تنویر الابصار اور المختار، شامی علی الدر ج ۲ ص ۳۸۹ میں ہے (وان ادعت الشهوة) فی تقبیلہ او تقبیلہا ابنہ (وانکر الرجل فهو مصدق) یوں ہی شامی نے فرمایا لانہ ینکر ثبوت الحرمة والقول للمنکر، خصوصاً دو سال کے بعد دعویٰ کرنا اور وہ بھی جبکہ زوجین میں جھگڑا پیدا ہوا، بظاہر ساس کی تکذیب کا قرینہ ہے حالانکہ فقہائے کرام نے قرآن کا بھی اعتبار فرمایا ہے کما فی الشامیۃ فی هذا الباب ایضاً لہذا اگر داماد دلف شرعی اٹھائے کہ کس ہی نہیں کیا یا کیا ہے مگر ثبوت سے نہیں تو نکاح بدستور سابق برقرار ہے اور ساس کا کسنا قابل اعتبار نہیں۔

واللہ تعالیٰ اعلم وصلی اللہ تعالیٰ علی سیدنا الحبيب
الا عظم وعلی آلہ واصحابہ وبارک وسلم۔

سردار الفقیر ابو الخیر محمد نور اللہ النعمی غفرلہ

۲۸ جمادی الاخریٰ ۱۳۹۷ھ ، ۱۶ ۱۷



باب الرضاع

باب الرّضاع

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اندر یہ صورت کہ خیر الدین چار ماہ چند دن کا تھا کہ ہندہ کی پرورش میں گیا، اس وقت ہندہ کی گود میں اس کا لڑکا نیاز احمد پچھلے سال کا تھا، ہندہ فوت ہو چکی ہے اور مدت ۱۸ سال گزر چکی، خیر الدین نیاز احمد اور ان کے قریبی تو کہتے ہیں کہ خیر الدین نے ہندہ کا دودھ پیا ہی نہیں، ہندہ کے دودھ ہی نہ تھا، نیاز احمد بڑا ہو چکا تھا بلکہ گائے کے دودھ پر پرورش کی اور بعض لوگ کہتے ہیں کہ خیر الدین نے ہندہ کا دودھ پیا تو ان حالات میں ہندہ کے کسی لڑکے کی لڑکی خیر الدین کے نکاح میں آسکتی ہے یا نہیں؟ اور کوئی مانع نہیں۔ بسینوا تو جروا
از پاکستان شریعت بمعرفت مولانا الحاج محمد شریعت



صورت مذکورہ بالا میں جب تک نصاب شرعی شہادت یعنی دو مرد عدل یا دو

عورتیں اور ایک مرد عدول کی شہادت نہ ہو، خیر الدین پرہندہ کی کوئی پوتی حرام نہیں
 ہو سکتی خواہ کئی عورتیں عدلات یا غیر عدل متعدد مرد اپنا دیکھا بیان کریں، شہادت دیں
 البتہ اگر خیر الدین ان کی تصدیق کر دے تو حرمیت ثابت ہو جائے گی اگرچہ ایک عورت ہی
 کی تصدیق کرے، فتاویٰ عالمگیری، بدائع صناع میں ہے والنظم من الہندیۃ
 ولا یقبل فی الرضاع الا شہادۃ رجلین او رجل وامرأتین عدول
 کذا فی المحيط وھکذا فی الخانیۃ والمبسوط والدر وغیرھا
 من اسفار المذہب المہذب۔ ہندیہ وغیرہ میں ہے وان صدقھا الرجل
 وکذبۃ المرأة فسد النکاح البتہ اشتباہ کی صورت میں پرہیز بہتر ہے، جتنا شبہ قوی
 ہو گا اتنا ہی بچنا بہتر ہو گا کہ یہ عمر بھر کا معاملہ ہے، ایسا نہ ہو کہ بھیجی کو جو لڑکی کا حکم رکھتی ہے
 بڑی بنائے رکھے مگر حرمیت کا حکم بلا شہادت شرعیہ یا تصدیق یا اقرار کے نہیں۔ واللہ
 تعالیٰ اعلم وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ والہ وصحبہ وبارک وسلم
 الفقیر البو الخیر محمد نور اللہ انعمی لا شرفی غفرلہ

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین معین شرع متین اس مسئلہ میں کہ سنی شمشیر علی براء سال
 کا نکاح پھوپھی زادہ بہن مسماۃ نوراں سے ہوا، شادی نہیں ہوئی، بوقت نکاح نکاح خواں
 کے دو برو کسی قسم کا کوئی ذکر اذکار یا اغراض نہ ہوا اور نہ ہی ذاتی طور پر نکاح خواں کو کوئی کلمہ تھا
 لیکن چند دن بعد شنید میں آیا کہ شمشیر علی مذکور نے اپنی دادی مسماۃ جگاں کا دو دھپیا ہوا ہے
 نکاح خواں نے شمشیر علی کے والد سنی رب نواز اور چچا امیر محمد کو بلا کر دریافت کیا تو معلوم ہوا

کہ شمشیر علی کی عمر تقریباً ایک سال کی تھی کہ اس کی ماں بیمار ہو گئی، حکماء کے فرمان کے مطابق شمشیر علی کو ماں کا دودھ پلانا بند کر دیا گیا تھا پھر بکری کے دودھ پکھن اور چوڑی پر پرورش شروع کی، ماہ دو ماہ بعد شمشیر علی کی ماں فوت ہو گئی اس کو دادی مسماۃ جگال نے پرورش بدستور جاری رکھی، اس وقت مسماۃ جگال کی عمر تقریباً ۶۵ سال کے قریب تھی دوسرے اس کے ہاں شیر خوار بچہ نہ تھا مسماۃ جگال کے آخری بچہ سٹی خدا بخش کی عمر تقریباً پندرہ سال سے زیادہ تھی نہ اس کے پستانوں میں دودھ تھا نہ اس نے اپنے پستان اپنے پوتے کے منہ میں دئے، ہم نے اپنی آنکھوں سے پستان ناک کے منہ میں نہیں دیکھے، اس وقت ناک کی دادی مسماۃ جگال فوت ہو چکی ہے ورنہ خود بیان کرتی نیز تسلی کے لئے نکاح خواں سے ناک کے چچا ملوک اور خدا بخش، چچی گانمی، اللہ داسائی پھر بھی، جٹو مائی سے دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ واقعی ناک کی پیدائش کے ایک سال بعد اس کی والدہ بیمار ہو کر ماہ دو ماہ بعد مر گئی تھی، ناک کو دادی نے پالا پوسا تھا مگر پستان خیم شمشیر علی کے منہ میں نہیں دیکھا مسماۃ جگال (دادی) کی عمر ۶۵ سال کے قریب ہو گئی اور اس کے ہاں کوئی شیر خوار بچہ نہ تھا، اس کے آخری بچے خدا بخش کی عمر بھی پندرہ سال سے زیادہ تھی، یہ سب لوگ ناک کے قریبی رشتہ دار صاحب اتفاق خیر خواہ اور قریبی ہی یہ ہیں پھر ان رشتہ داروں سے دریافت کرنا شروع کیا جن سے ناک کا اتفاق نہ تھا، سٹی اللہ بخش ناک کی دادی کا سگا بھائی بعمر ۹۰ سال مسماۃ امنال ناک کی دادی کی بھادجہ بعمر ۸۸ سال مسماۃ امنال ناک کی مانی کی ماں بیوہ فضلہ بعمر ۸۰ سال سٹی عطاء محمد بعمر ۴۴ سال ناک کا ماموں مسماۃ احمد ناک کی مانی مسماۃ بھادواں، مسماۃ گمنور، ناک کی مانی کی بہنیں مسماۃ پیٹھانی زود جلال، ناک کی دادی کی بھادجہ بعمر ۶۰ سال، ان سب کے بیان بھی یہی رہے کہ واقعی سٹی شمشیر علی ناک کی ماں بیمار ہو گئی تھی، اس وقت ناک کی عمر تقریباً ایک سال تھی، ماہ دو ماہ بعد اس کی ماں مر گئی، اس کی دادی جگال بعمر ۶۵ سال نے پالا پوسا تھا، اس کے ہاں شیر خوار بچہ نہ تھا، اس کے آخری بچے خدا بخش کی عمر اس وقت پندرہ سال سے



زیادہ مٹی مگر دادی جگاں کا پستان شمشر علی ناک کے منہ میں ہم نے اپنی آنکھوں سے نہیں دیکھا
انہی لوگوں میں سے دو گواہ اور بھی ملے جن کے بیان درج ذیل ہیں، ان کا ناک کے درتار سے
کچھ برادری تنازع بھی ہے۔

مستی کریم بخش و مستی عظیم بخش پسران لال قوم چھنبہ ناک کے رشتہ دار ہیں، کلمہ پڑھ کر
اپنے خدا کی قسم اس طریقہ سے اٹھائی کہ ہمیں قسم ہے اس اللہ کی جس نے ہمیں پیدا کیا جو عالم
الغیب ہے، ہم اس امر کی گواہی دیتے ہیں کہ مستی شمشر علی ناک کو اپنی دادی کا پستان منہ دبا
دیکھا تھا مگر دودھ کا ہمیں علم نہیں ہے کہ آتا تھا یا نہ، ویسے یہ ٹھیک ہے کہ مسماۃ جگاں
کے ہاں کوئی دوسرا شیر خوار بچہ نہ تھا اور اس کے آخری بچے خدا بخش کی عمر پندرہ سال سے
زیادہ تھی، اس وقت ہماری عمر فیض محمد ولد شیر محمد کی عمر کے برابر تھی، فیض محمد کو بلا کر دیکھا گیا
جس کی عمر تقریباً دس بارہ سال کے قریب ہے مسماۃ پٹانی مذکور مستی کریم بخش و عظیم بخش کی
ماں ہے جس کے بیان مندرجہ بالا بیانات میں گزر چکے ہیں اور اپنے بیٹوں کے خلاف میں
یہ سب بیانات ایک کثیر مجمع میں دوبارہ لئے گئے اور پڑھ کر سنائے گئے لہذا انہماں ہے
کہ اذروئے شرع شریعت واضح فرمادیں کہ شمشر علی ناک کا نکاح صحیح ہے یا نہیں؟ اگر
نہیں تو ناک ہنکوہ، نکاح خواں، وکیل، گواہاں، ورثاء اور شامل شدگان نکاح کے لئے
کیا حکم ہے؟ بیسوا تو جروا۔



اگر صورت سوال درست ہے تو نکاح صحیح ہے کیونکہ رضاع صرف بے سرو پاشنید
سے ثابت نہیں ہوتی، اس کا ثبوت اقرار ناک یا شہادت شرعیہ سے ہی ہو سکتا ہے یعنی

پابند شریعت دومر دیا ایک مرد اور دو عورتیں شہادت دیں۔ فتاویٰ عالمگیری ج ۲ ص ۲۴ میں
 ہے الرضاع یظهر بامریں احدهما الاقرار والثانی البینة کذا
 فی البدائع ولا یقبل فی الرضاع الا شهادة رجلین اور رجل وامرأتین
 عدول کذا فی المحيط۔

واللہ تعالیٰ اعلم وصلى الله تعالى على حبيبہ والذو صحبہ
 وبارک وسلم۔

حقہ الفقیر الراجی محمد زکریا اللہ العالی غفرلہ

۲۹ رجب المرجب ۱۳۹۶ھ، ۲۸-۶-۷۶

الاستفتاء

سکھیا فرماتے ہیں علمائے دین شرع متین اندر یہ صورت کہ لڑکی لڑکے کا نکاح ہونے
 کے بعد بھی اور پہلے بھی لڑکی اور لڑکے کی مائیں کستی تھیں کہ لڑکی کی ماں نے لڑکے کو دودھ
 پلایا ہے اور کوئی ان کے علاوہ گواہ نہیں، لڑکی اور لڑکا کہتے ہیں کہ دودھ نہیں پلایا گیا ہاں البتہ
 شریعت اس نکاح کو فسخ کر دے یہیں شریعت منظور ہے۔ لڑکے کی والدہ کستی ہے ایک دفعہ
 پلایا گیا ہے اور لڑکی کی والدہ مطلق کستی ہے کہ بس پلایا ہے۔ مبینا تو جوا۔

السائل: محمد صنیف چک ۴/۲ تحصیل اڈاکاڑہ





صورتِ مسکونہ اگر واقعی اور صحیح ہے تو یہ نکاح نافذ و غیر منقض ہے کہ رضاع دوم دیا ایک مرد، دو عورتوں کی شہادت سے ثابت ہوتی ہے بشرطیکہ وہ سب گواہ عادل ہوں فتاویٰ عالمگیری ج ۲ ص ۴۴ میں ہے ولا یقبل فی الرضاع الا شہادۃ رجلین اور رجل وامرأتین عدول کذا فی المحيط، ہذا یہ ج ۲ ص ۳۴ میں ہے ولا یقبل فی الرضاع النساء منفردات اور اخبار قبل نکاح اور بعد نکاح میں بھی ظاہر الروایۃ میں کوئی فرق نہیں، شامی ج ۲ ص ۶۸ میں بحر الرائق سے ہے ان ظاہر المتون انہ لا یعمل بہ مطلقاً فلیکن ہوا للعتد فی المذهب المذہب، فتاویٰ عالمگیری ج ۲ ص ۴۵ میں ہے ان کذابا ہا فالنکاح بحالہاں بہتر اور افضل یہ ہے کہ مفارقت کر دیں مگر لازم نہیں۔

واللہ تعالیٰ اعلم و علمہ جل مجدہ اتم و احکم و صلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ و آلہ و صحبہ و بارک و سلم۔

عزہ الفقیر الی الخیر محمد زور الشان نعمی غفرلہ

الاستفتاء

کیا فراتے ہیں علمائے دین،

ایک بچے کی پیدائش کے بعد اس کی والدہ بیمار ہو گئی اور علاج کے لئے اپنے دیہ

کے ہاں چلی گئی، وہاں ایک رات بچے کی والدہ بیمار ہی کی وجہ سے بیہوش ہو گئی تو بچے کی چچی نے اس کو اپنے ساتھ سلا لیا، اب شک گزار ہے کہ سوتے میں بچے نے دودھ نہ پی لیا تو اب اس بچے کی شادی اس کے چچا کی لڑکی سے ہونے والی تھی تو چچی نے وہم میں ڈال دیا ہے موقع کا کوئی گواہ بھی نہیں ہے اور وہ لڑکی اس لڑکے سے چار پانچ سال چھوٹی ہے کیا یہ نکاح شرعاً جائز ہے؟
الساکن : اللہ دتہ ڈسکہ کلاں مکان ۸۹ ضلع سیالکوٹ



چھوٹے بڑے ہونے کا تو اعتبار نہیں مگر من شب سے رمضان ثابت نہیں ہوتی
در المختار ج ۳ ص ۲۰۹ میں ہے لو التقم الحلمة ولم يدادخل اللبن في
حلقة ام لا لم يحرم لان في المانع شك انذایہ کما جاز ہے، واللہ تعالیٰ
علی سیدنا محمد وعلی الہ وصحبہ وبارک وسلم۔

حرره الفقیر الی الخیر محمد نور اللہ النعمی غفرلہ

۱۳۸۹ھ
۸ جمادی الاخریٰ ۲۲۶۹ھ

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اندر میں مسئلہ کہ ایک لڑکی نے دوسری عورت کا شیر دیا

عہ مطبع احمدی، دہلی

دوسری عورت کا لڑکا اس لڑکی کے ہم سن تھا، اب اس لڑکے کی شادی اس لڑکی کی بڑی
ہمشیرہ کے ساتھ کر لے، کیا وہ اس کے نکاح میں آسکتی ہے یا نہیں؟
سائل: مستری محمد رمضان فریدی عفی عنہ



جائز ہے، بدائع صناعہ ج ۴ ص ۵ میں ہے یجوز للرجل ان یتزوج اخت
اخته من الرضاع وهذا ظاهر۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب وصلى
اللہ علی حبیبہ وصحبہ وبارک وسلم۔

عزہ الفقیر الی الخیر محمد نور اللہ العسیمی غفرلہ

الاستفتاء

السلام علیکم: عرض احوال یہ ہے کہ آپ کی خدمت میں رقمہ ارسال ہے کہ جناب کو عرض
کیا ہے کہ دو بہنیں ہیں، بڑی بھین کے لڑکے کو چھوٹی بھین نے شیر ملا دیا ہے۔ عرض یہ ہے
کہ شیر دے لے لڑکے کے علاوہ بڑا لڑکا یا چھوٹا لڑکے کو اس کی لڑکی کی شادی ہو سکتی ہے یا
نہیں؟ عرض یہ ہے کہ اس مسئلہ کی تحریر کر دی جائے۔

سائل: مہر غاں دٹو ماہونکا سکھ لالو پور تحصیل دیبا پور ضلع منٹگمری



وعلیکم السلام ورحمة اللہ وبرکاتہ :

شیر پینے والے لڑکے کے علاوہ اس کے بڑے بھائی یا چھوٹے بھائی کے ساتھ شیر پلانے والی کی لڑکی کی شادی ہو سکتی ہے، اس میں کوئی حرج نہیں۔ فتاویٰ عالمگیری ج ۲ ص ۴۴ میں ہے وتحل اخت اخت رضاعا۔

واللہ تعالیٰ اعلم وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ والہ واصحابہ
و بارک وسلم۔

مفت محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہ العالی

مورخہ ۶۴ - ۸ - ۳۱

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اندریں کہ زید نے سلمیٰ سے نکاح کرنا چاہا مگر سلمیٰ کی والدہ ہندہ غیر عدلہ نے کہا کہ میں نے غلطی سے زید کو بچپن میں اپنا دودھ پلایا ہے اور اس پر کوئی شاہد نہیں اور زید وغیرہ اسے تسلیم بھی نہیں کرتے تو کیا زید کا سلمیٰ سے نکاح ہو سکتا ہے یا نہیں؟ بیواۃ جردار۔



صورتِ مسئلہ میں زید کا نکاح سلی سے ہو سکتا ہے کہ رضاع خصوصاً غیر عدل کے قول سے ثابت نہیں ہو سکتا، مبسوط شرعی ج ۳ ص ۳۰۲، ۳۰۳ میں ہے شہادۃ المرأة الواحدة على الرضاع لا تتم حجة الفرقة عندنا لئلا يقال ولا فرقة في الفصلين بين ان تكون الشهادة بعد عقد النكاح او قبله۔ شامی ج ۲ ص ۵۶۸ میں ہے لا تقبل شهادة المرضعة عندنا بحسب حنفية واصحابہ۔ فتاویٰ عالمگیری ج ۲ ص ۴۴ میں ہے ولا تقبل في الرضاع الا شهادة رجلين او رجل وامرأتين عدول كذا في المحيط، اور ایسے ہی کنز اور تنویر اور در المختار وغیرہ اسفار فقہ میں ہے بحر الرائق ج ۳ ص ۲۳۲، شامی ج ۲ ص ۵۶۸ میں ہے افادانہ لا یثبت بخبر الواحد امرأة كان او رجلا قبل العقد او بعده صرح به في الكافي والنهاية (الی ان قال) ظاهرا المتون انه لا يعمل به مطلقا فلیکن هو المعتمد في المذهب، فتاویٰ قاضی خان ج ۱ ص ۱۹۱ ان اراد الرجل ان یخطب امرأة فتشهدت امرأة قبل النكاح انها ارضعتها كان في سعة من تكذيبها نیز فتاویٰ قاضی خان ج ۱ ص ۱۹۱ میں ہے وكما لا يفرق بينها بعد النكاح ولا تثبت الخدمة بشهادتهم فكذلك قبل النكاح مگر جب ان کے دل میں یہ پڑے کہ یہ عورت سچی ہے تو بہتر ہے کہ بچے۔ فتاویٰ عالمگیری وغیرہ میں ہے وان كان المخبر واحدا ووقع في قلبه انه صادق فالاولى ان يتنزه و يأخذ بالثقة وجد الاخبار قبل العقد او بعده ولا يجب عليه ذلك كذا في المحيط۔



واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ جل مجدہ اتموا حکم وصلی اللہ تعالیٰ علی
خیر خلقہ محمد و آلہ وصحبہ وبارک وسلم۔

حرمہ الفقیر الی محمد نور الدین الغدیری نورہ ربہ وقوا علی کل غبی وغوی

۴-۱۳۶۲-۶

الاستفتاء

سائل منظر کرمہ عرشاں نے جب ڈھائی سال کی تھی تو اس نے اپنی مانی کا دودھ پینا
شروع کیا اور تقریباً چھ ماہ پیتی رہی تو اس کا نکاح مسی محمد صدیق کے ساتھ جائز ہے حالانکہ یہ
صدیق کرمہ عرشاں کا ماموں اسی مانی کا لڑکا ہے جس کا دودھ پیتی رہی تھی۔
السائل: چران ولد اسماعیل قوم ہجھی پک B.E/۱۶۱ ڈاکٹرانہ فتنہ ضلع منٹگمری
(نشان انگوٹھا سائل)



اگر کرمہ عرشاں نے صدیق کی ماں کا دودھ ڈھائی سال قمری کے اندر پیایا ہے اگرچہ
ایک ہی قطرہ پیایا ہو تو وہ صدیق کی بن بن جائے گی اور صدیق کا لڑکا محمد اس کا بھتیجا اور وہ اس
کی بیوی بھی ہوئی تو ان کا نکاح نہیں ہو سکتا، اور اگر پورے ڈھائی سال قمری کے پیچھے دودھ
پیایا ہے تو اس کا کوئی اعتبار نہیں اور نکاح جائز ہوگا، اچھی طرح تحقیق کر لیں، عمر بھر کے لئے



حرام وصال کا معاملہ ہے خدا نخواستہ اگر غلطی کریں تو عمر بھر زنا کا گناہ سب ذمہ داروں کو بھی ہوگا
قرنی سال بارہ ماہ کا چاند کے لحاظ سے ہوتا ہے اور انگریزی اور دیسی سال سے تقریباً دس
دن چھوٹا ہوتا ہے، اچھی طرح حساب لگالیں، حدیث شریف میں ہے یحرم من
الرضاع ما یحرم من النسب۔ فتاویٰ عالمگیری ج ۲ ص ۶ میں ہے فصل من
تحرم بالقرابة والصهرية تحرم بالرضاع، ص ۴۲ میں ہے و وقت
الرضاع فی قول ابی حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ مقدر بثلاثین شهرا۔ قرآن
کریم میں ہے ان عدة الشهور عند الله اثنا عشر شهرا فی کتاب اللہ یوم
خلق السموات والارض۔

واللہ تعالیٰ اعلم وصلى الله تعالى على حبيبہ والذوا صحابہ
وبارک وسلم۔

حقہ الغفران والآخر محمد نور الشامی غفرلہ

۲۷ جمادی الاخریٰ ۱۳۷۷ھ

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اندر یہ کہ ایک عورت نے زید کو ایک
سال کی عمر میں تقریباً دو دوہ پلایا، آیا وہ عورت زید کو اپنی لڑکی دے سکتی ہے یا نہیں؟ بینوا
توجروا۔

السائل : محمد رمضان ازرتیاں ٹبیاں ضلع منٹگمری



زید عورت مذکورہ کا دودھ پینے کی وجہ سے لڑکا بن گیا ہے تو اس عورت کی لڑکی
زید کی بہن بنی اور بہن سے نکاح یقیناً حرام اور سخت حرام ہے، اس میں کوئی ایماندار شک
نہیں کر سکتا۔ واللہ تعالیٰ اعلم وصلی اللہ تعالیٰ علی رسولہ سیدنا
محمد والہ واصحابہ وبارک وسلم۔

مقرہ الفقیر الباقی بحمدہ نور اللہ علی غفرلہ

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان بشرح متین اندر یہ مسئلہ کہ مسیحی زید کی زوجہ
منکوحہ جس میں سے دو لڑکیاں پیدا ہوئیں، بعد پرورش مذکورین مومنین کے یا قبل مذکور
مسیحی زید قضاۃ الہی سے فوت ہو گیا تو فوت ہونے کے بعد سمات مذکورہ نے کسی اور
رجل سے نکاح کیا پھر اسی رجل کے نکاح میں حاملہ ہوئی اور ایک لڑکا جنی تو اس لڑکے کی مادر
نے کسی اجنبی لڑکے کو دودھ پلایا، کیا وہ پہلی دونوں لڑکیوں سے یہ اجنبی نکاح کر سکتا
ہے یا نہیں؟





وہ لڑکیاں اور راہنہ لڑکا رضاعی بہن بھائی ہیں لہذا اس پر حرام ہیں اور اس صورت میں تو، اگر لڑکے نے دودھ بھی پیا ہو تا تب بھی اس پر حرام نہیں کہ دو بہنوں کا نکاح میں جمع کرنا حرام ہے، قرآن کریم میں ہے وَاخْوَاتُكُمْ مِنَ الرِّضَاعَةِ اور حدیث شریف میں ہے یَحْرُمُ مِنَ الرِّضَاعِ مَا يَحْرُمُ مِنَ النَّسَبِ اَخْرَجَهُ الشَّيْخَانِ نِزَاقُ الْقُرْآنِ کریم میں ہے وَاَنْ تَجْمَعَ بَيْنَ الْاَخْتَيْنِ - وَاللّٰهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ وَعِلْمُ جَلِ مَجْدِهِ اَتَمُّ وَاحْكُمْ وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم۔

حقہ الفقیر الیہ الخیر محمد نواز اللہ نعیمی غفرلہ

الاستفتاء

قید حضرت صاحب

السلام علیکم: بعد از سلام سنون!

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ میری ہمشیرہ کی سوکن کی لڑکی میرے لڑکے کے نکاح میں آسکتی ہے یا نہیں جبکہ میرے لڑکے نے میری ہمشیرہ کا دودھ پیا ہوا ہے، کیا رضاعت ہمشیرہ کی سوکن کی لڑکی کے ثابت ہے؟ بیّنہ توجروا۔

السائل: محمد یعقوب قوم ارٹھیں نزد مسجد بی کالونی تلج کاٹن ملز اوکاڑہ ۱۹۳۶





اگر اس سوکن کی لڑکی کے باپ کا دودھ آپ کے لڑکے نے پیسا ہے باپ صورت کہ
آپ کی ہمیشہ کا دودھ جو پیسا ہے وہ ہمیشہ کے اس بچے کے ہونے کی وجہ سے ہے جو
اس لڑکی کے باپ سے ہوا ہے تو آپ کا وہ نسی لڑکا اس لڑکی کے باپ کا رضاعی بیٹا
بن گیا ہے اور لڑکی کا رضاعی بھائی لہذا ان کا نکاح نہیں ہو سکتا اور اگر ہمیشہ کا وہ بچہ
کسی اور خاوند سے ہے جس کے ساتھ آپ کے لڑکے نے دودھ پیسا ہے یا وہ لڑکی سوکن
کے کسی اور خاوند سے ہے تو پھر رضاعی بہن بھائی نہیں بنیں گے اور نکاح جائز ہے کما
ہو مبین و متبین فی اسفار المذهب المہذب الحنفی۔
واللہ تعالیٰ اعلم و علمہ اتم و احکم و صلی اللہ تعالیٰ علی حبیب
الاعلیٰ و علیٰ آلہ و اصحابہ و بارک و سلم۔

فتوہ الفقیر الراجح محمد زور اللہ النعمی غفرلہ

۱۳۹۶ھ
۲۱ ربیع الاول ۱۴۰۱ھ

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اندر میں مسئلہ کہ مسیحی محمد کا بچہ پیدا ہوا
تو اس کی بیوی نے جو اس بچہ کی ماں ہے، مسیحی رجب علی کو عادت رضاع میں دودھ پلایا اور

اس وقت یہ خیال نہ تھا کہ رجب علی کو رشتہ دیں گے، تو کیا رجب علی مسٹی محمد کی لڑکی جو اس دودھ پلانے والی بیوی کے پیٹ سے ہے، نکاح میں لے سکتا ہے یا نہیں؟ نیز مسٹی محمد کی دوسری بیوی کے پیٹ سے جو لڑکی ہو اس کے ساتھ نکاح کر سکتا ہے یا نہیں؟ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ یہ نکاح ہو سکتا ہے مینو اما جودین من رب العالمین۔

الوالوفار از ٹھٹھ سید علی



لاحول ولا قوة الا بالله العلی العظیم بھائی کا نکاح بہن کے ساتھ کیے ہو سکتا ہے بلا شک و شبہ و گنجائش ریب سکھ مسولہ میں مسٹی محمد رجب علی کا رضاعی باپ بن گیا اور اس کی تمام لڑکیاں اس کی رضاعی بہنیں بن گئیں اور شریعت مطہرہ میں بہنوں کے ساتھ نکاح قطعاً نہیں ہو سکتا، خواہ باپ یا ماں دونوں یا ایک کے ذریعہ سے بہن بنے اور خیال نہ رہنے کا عذر بہ پردہ ہے نبی لڑکی پیدا ہونے کی صورت میں کسی کو یہ خیال اور دم نہیں آتا کہ اپنے لڑکے سے اس کا نکاح کرے گا تو کیا بعد میں کر سکتا ہے؟ قطعاً نہیں! قرآن کریم میں صراحتاً ارشاد ہے و اخوانکم من الرضاۃ اور احادیث محبوب اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نہایت نمایاں طور پر یہی ثابت کر رہی ہیں، بخاری شریف ج ۲ ص ۸۸، سنن نسائی ج ۲ ص ۶۷، سنن ابن ماجہ ص ۸، سنن ابوداؤد ج ۱ ص ۲۸۰، سنن ترمذی ص ۱۴۸، صحیح مسلم ج ۱ ص ۶۶، سنن بیہقی ج ۷ ص ۴۵۲، کنز العمال ج ۳ ص ۲۴۷ وغیرہ مکتب مقبہ حدیث شریف میں ہے بالفاظ متعارفہ مرفوعاً بحکم من الرضاۃ ما یحرم من النسب، فتاویٰ عالمگیری ج ۲ ص ۴۲ وغیرہ اسفار مذہب مہذب میں بالکل صاف صاف یہی فتوے اور حکم مندرج

سے و النظم من الهندية فالكل اخوة الرضيع و اخواته ، یہ تو صناعی باپ
کی نبی لڑکیاں ہیں شرعاً رضاعی لڑکیاں بھی رضاعی لڑکے پر حرام ہیں ، سنن بیہقی ج ۱ ص ۵۳
کنز العمال ج ۳ ص ۲۴۵ ، مسوط ج ۳ ص ۲۹۳ وغیرہ میں سیدنا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما
کا یہ فتوے موجود ہے سئل ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما عن رجل
یکون له امرأتان فتزنع احداهما صبیحا والاخری صبیحة قال
لا اللعالم واحد لا تحل له اور یہی حکم متون و شروح و فتاویٰ سے ثابت و مبرہن و
مبین ہے ، پس آفتاب نیر و زار مستاب نیم ماہ سے بھی نمایاں طور پر ثابت ہوا کہ رجب علی
مستحبی محمد کی لڑکی سے نکاح نہیں کر سکتا ، اس حکم کا خلاف وہی کرے گا جو محض جاہل اور
شرعی احکام سے غافل ہو یا بالکل دیوانہ یا شیطان کا فرزند فرزندانہ ہو۔
واللہ تعالیٰ اعلم و علمہ جل مجدہ اتعزوا حکم و صلی اللہ تعالیٰ
علیٰ حبیبہ و آلہ و صحبہ و بارک و سلم۔

النور غفرلہ

، ردی القعدة المبارک ۶۷ھ

الاستفتاء

چند سوالات کے مختصر جوابات





وعلیکم السلام ورحمۃ وبرکاتہ

جوابات

سوالات

سوال نمبر ۱: زید اور شمیم خاں زاد بن بھائی ہیں،
زید نے شمیم کے ہمراہ اس کی والدہ کا دودھ پیا
ہے اس طرح یہ دونوں رضاعی بن بھائی
بھی ہوئے۔

(ا) کیا ان دونوں کی شادی ہو سکتی ہے؟
(ب) کیا زید شمیم کی چھوٹی یا بڑی بہن سے
شادی کر سکتا ہے؟



لا ہرگز نہیں حکم قرآن کریم بہن بھائی ہیں۔
(ب) شمیم کی کوئی بہن یا بیٹی یا بھانجی یا اور
کوئی ایسی لڑکی جو شمیم کے والد یا والدہ کی
اولاد سے ہو، زید کے نکاح میں حکم حدیث
شریف نہیں آسکتی البتہ شمیم کی ایسی
رضاعی بہن جو شمیم کے والدین میں سے
کسی ایک کی رضاعی بیٹی بن کے تودہ جائز
ہے مثلاً کسی اجنبی عورت کا شمیم نے
دودھ پیا تھا تو اس عورت کی رضاعی یا
نسبی لڑکی شمیم کی رضاعی بہن ہوگی اور زید
کے لئے جائز ہوگی۔

(ج) ہاں جائز ہے بحکم القرآن الکریم۔

(د) جائز ہے۔

(ج) کیا شمیم کی شادی زید کے دوسرے چھوٹے یا بڑے بھائیوں میں کسی کے ساتھ ہو سکتی ہے؟

(د) کیا شمیم اور زید کے علاوہ ان کے دوسرے بہن بھائیوں کی ایک دوسرے سے

شادی ہو سکتی ہے؟

سوال نمبر ۲ :- مسرت جبین اور شرف الدین کی آپس میں کسی قسم کی رشتہ داری نہیں اور نہ ہی ایک قوم کے ہیں، مسرت جبین نے اپنا دودھ شرف الدین کے کان میں ڈالا جبکہ اس کے کان میں درد تھا، ایسی عمر میں جبکہ یہ شادی شدہ بھی ہیں اور نوجوان بھی، (ا) کیا اس دودھ کی وجہ سے شرعی حیثیت سے ان کے ایک دوسرے پر کوئی حقوق واجب ہو جائیگے؟

(ب) کیا یہ باوردی رشتہ میں منسلک ہو جائیں گے؟

(ج) اگر کچھ عرصہ بعد دونوں آپس میں شادی کرنا چاہیں تو کر سکتے ہیں؟

(ا) مدتِ رضاع (دو یا ڈھائی سال) کے بعد حرمتِ رضاعیہ ثابت نہیں ہوتی بحکم الحدیث الشریف، لہذا کوئی رضاعی رشتہ نہیں بن سکتا۔

(ب) ہرگز نہیں۔

(ج) ہاں کر سکتے ہیں بحکم القرآن الکریم۔



(د) کیا ان دونوں کے بچوں کی ایک دوسرے سے شادی ہو سکتی ہے؟
 سوال نمبر ۳۔ کیا بیوی کو خاوند کے کان میں دودھ ڈالنا چاہئے جبکہ اس کو تکلیف ہو؟

(د) ہاں ان کے بچوں کی بھی ایک دوسرے سے شادی ہو سکتی ہے۔
 (۳) ہاں ڈال سکتی ہے کہ مدت رضاع کے بعد حرمت نہیں ہوتی البتہ اگر خاوند بالکل چھوٹا بچہ مدت رضاع کے اندر ہو تو ہرگز نہ ڈالنا چاہئے کہ ثبوت حرمت پیچھے۔

واللہ تعالیٰ اعلم وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

فتوہ الفقیر ابو الجحیم محمد نور اللہ النعمی غفرلہ

۲۴ شعبان المعظم

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ زید بھی دو ماہ کا بچہ تھا، اس کی والدہ مر گئی، زید کی دادی جو عمر بھئی اور اس کی اولاد بھی ۹ سال پہلے سے بند ہو چکی تھی، بچہ کو اپنی گود میں لے لیا، ازراہ محبت دادی کو قدر سے دودھ بھی اتر آیا لیکن اس سے بچے کی خوراک پوری نہیں ہو سکتی تھی، اس لئے گائے کا دودھ بھی بچے کو پلانا شروع کیا، یہ دودھ بھی بچہ کو ہضم ہوتا رہا اور اسی کے سہارے بچہ میعاد معین تک پرورش پاتا رہا، اب بچہ جوان ہے، دادی کی اولاد دودھ شریک ہونے کی وجہ سے بچہ مذکور کے بھائی بہن ہیں، نسبی رشتہ کے لحاظ سے بچے، بھوپھیاں ہیں اور یہ سب صاحب ولاد ہیں کیا ان کی لڑکیاں اس کے نکاح میں آ سکتی ہیں؟ بینوا تو جردا۔ ۱-۵۱-۶-۲۹





صورتِ مسئلہ میں زید کی دادی زید کی ماں اور اس کی اولاد زید کے نسی منچے تائے
 بھوپھیاں اب بہن بھائی بن گئے اور ان کی اولاد بیٹی بھینجیاں، بھانجے بھانجیاں بن گئی لہذا
 ان کی لڑکیاں زید کے نکاح میں نہیں آسکتیں، اولاد بند ہونے یا دودھ کے کم ہونے کا
 قطعاً اعتبار نہیں حتیٰ کہ مردہ عورت کا دودھ گو ایک قطرہ بچے کے پیٹ میں چلا جائے تو
 حکم حرمت ثابت ہو جاتا ہے، فتاویٰ عالمگیری ج ۲ ص ۴۲ میں ہے حتیٰ ان المصنعة
 لو ولدت (الی ان قالوا) فالكل اخوة الرضيع و اخوات و اولادهم
 اولاد اخوت و اخوات نیز اسی میں ہے لبن الحیة و المیتة سوار فی
 التحريم نیز اسی میں ہے قليل الرضاع و كثيره اذا حصل فی مدة الرضاع
 تعلق به التحريم، تو لگائے وغیرہ کے دودھ پلانے کا کوئی اعتبار نہیں البتہ اگر عورت
 کا دودھ دوبا جائے اور اس میں لگائے بکری کا ملا دیا جائے تو بعد ازاں بچے کو پلا دیا جائے
 تو غالب یعنی زیادہ کا اعتبار ہوگا، فتاویٰ مذکور کے ص ۳۴ میں ہے ولو خلط لبن
 المرأة الخ اور یہاں ملائے کی شکل نہیں لہذا حرمت مذکور ثابت اور نکاح حرام ہے۔
 واللہ تعالیٰ اعلم و صلی اللہ تعالیٰ علی حبیب و آل
 و مصعب و بارک و سلم۔



عزہ العزیز الراجح محمد زکریا النعمی عفرلہ

الاستفتاء

بعضو رفیق بنی خور منبج شریعت طریقت حقیقت معرفت امام الکمل العالی
السلام علیکم ورحمتہ کے بعد بندہ درگاہ رب العالمین سے آپ کے در دولت کی عز و جاہ کا ہر
خواستگار ہے۔

ایک عورت بیمار ہو جاتی ہے اور اس کی حالت نازک کے وقت صرف دو دن اس کی
بہن نے بیمار عورت کے بچے کو دودھ پلایا ہوا ہے لہذا دودھ پلانے والی کی گود میں بھی اس
وقت لڑکا ہی تھا اور پھر دوبارہ دودھ پلانے والی عورت کے محل سے لڑکی پیدا ہوئی،
آپ مطلع فرمادیں کہ بیمار عورت کے بچے کو وہ لڑکی عقد میں آسکتی ہے یا نہیں؟ عین نوازش
ہوگی، جواب جلدی لکھ کر مشکور فرمادیں۔

السائل: مستری عبدالعزیز از شیرگرٹھ براستہ ربیاد خور و ضلع منٹگمری



وہ لڑکی اس لڑکے کی رضاعی ماں کی لڑکی ہے تو اس کی رضاعی بھین بنی اور حکم قرآن کریم
مراعاتی ہے، قرآن کریم میں ہے و اخواتکم من الرضاۃ (بچہ) فتاویٰ تاحسی خان ج ۱
ص ۱۸۹ میں ہے تتعدی الی اصول السراۃ و فری و عہا۔

واللہ تعالیٰ اعلم و صلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ و آلہ



مقود الغیر البواخیر محمد نور الدین النعمی غفرلہ

۲۷ جادی الاخریٰ ۱۳۷۵ھ

الاستفتاء

محترم جناب مفتی صاحب مدرسہ اسلامیہ پور ضلع ساہیوال

اسلام علیکم ورحمۃ وبرکاتہ : ماضی سہ ماہ کے عرصہ تقریباً ۲۰ سال ہو گئے ہیں کہ میری بھادج سخت بیمار ہو گئی تھی اور اس کے بچنے کی کوئی امید باقی نہ رہی تھی جس وقت وہ بیمار ہوئی تھی اس کی گود میں دو ماہ کا بچہ تھا، بچہ ماں کا دودھ نہیں پی سکتا تھا، اس مجبوری کی وجہ سے میری بڑی جس کی گود میں اس وقت ایک لڑکا تھا، اس کی عمر بھی تقریباً دو ماہ کی تھی تو میری بیوی نے میری بھادج کے لڑکے کو دودھ پلایا۔ اس کے بعد اس کی ماں صحت یاب ہو گئی، پھر میری بیوی کے ہاں تقریباً ڈھائی سال بعد ایک اور لڑکا پیدا ہوا، پھر اس کے تقریباً تین سال بعد ایک لڑکی میسرے ہاں پیدا ہوئی۔ اب ہمارا خیال میری بھادج کے لڑکے کے ساتھ اپنی لڑکی کا رشتہ کرنے کا ہے، میری بھادج بیوہ ہے اور اس کا ایک ہی دہ قیم لڑکا ہے آپ مہربانی فرما کر فتوے ارشاد فرمائیں کہ کیا ان دونوں کی یعنی میری لڑکی اور میری بھادج کے لڑکے کی شادی ہو سکتی ہے؟

از فرزند علی دوکاندار پور پورانہ دکان ۲۷ دھاڑی بازار پور پورانہ





وہ لڑکا جس نے آپ کی بیوی کا دودھ پیا، آپ کا اور آپ کی بیوی کا رضاعی لڑکا بن گیا لہذا آپ دونوں کی یا کسی ایک لڑکی اس لڑکے کی رضاعی بہن بنے گی لہذا ایسی کوئی لڑکی جو آپ کی اسی بیوی سے یا آپ کی کسی اور بیوی سے ہو، اس لڑکے کے نکاح میں نہیں آسکتی، ایسا کرنا بالکل ناجائز اور حرام ہے، یہ قرآن کریم اور حدیث پاک اور فقہ شریف کا مضبوط حکم ہے، قرآن کریم جو پختے پارے کے آخر میں ہے و اخوات کم من الرضاۃ یعنی تمہاری رضاعی بہنیں تم پر حرام کی گئی ہیں۔

واللہ تعالیٰ اعلم و رسولہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و علیٰ آلہ و اصحابہ اجمعین و بارک و سلم۔

محرمہ الغفرانہ ۱۰۸۹ھ ۲۶/۴

۸ صفر الخیر ۱۳۸۹ھ ۲۶/۴

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک لڑکا جس کی والدہ بچپن یعنی شیر خوارگی میں فوت ہو گئی، اس کے بعد اس بچے کی سگی چچی نے اس بچے کو گود میں لیا اور شیر پلایا، شیر کی پرورش پائی، اس بچے کے ساتھ اس کی چچی کی لڑکی نے بھی

دودھ پی لیا۔ اس سے پہلے مذکورہ چچی کی دو بڑی لڑکیاں تھیں، ان دو میں سے ایک بڑی لڑکی اس لڑکے کے گے ماموں کے نکاح میں آئی، اس لڑکے کے ماموں کی اب ایک نوجوان لڑکی ہے اور وہ بچہ بھی اب نوجوان ہے، اذرا وہ کم مطلع فرمادیں کہ اس لڑکے کا نکاح اس کے ماموں کی لڑکی سے ہو سکتا ہے یا کہ نہیں؟ جواب سے مطلع فرما کر نوازیں

والسلام

تحریر ۸ اگست ۱۹۷۳ء سائل
کنہ چک ۵۰/۱۰۰ تحصیل منڈی پرنسپل بلوچ



اس لڑکے کا نکاح اس ماموں زاد لڑکی سے نہیں ہو سکتا اس لئے کہ وہ لڑکی اسکی بھانجی بھی ہے جس عورت کا دودھ پلایا جائے اس کی تمام اولاد دودھ پینے والے کے بہن بھائی بن جاتے ہیں کما فی الاحادیث المبارکۃ و کتب المذہب المہذب العنقی، ہاں اگر وہ لڑکی ماموں کی کسی اور بیوی سے ہو تو اس کے مطابق حکم ہو گا۔

واللہ تعالیٰ اعلم وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ الاعظم و
الہ واصحابہ وبارک وسلم۔

مقرہ الفقیر الی الخیر محمد نور الشانعی غفرلہ

۱۱ رجب المرجب ۱۳۹۳ھ

۱۱



الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ سے متعلق، میری حقیقی خالہ نے حقیقی بڑے بھائی کے ساتھ میری حقیقی والدہ کا دودھ پیایا ہے، دودھ پینے کی مدت دو تین بار صرف لمحات بنی ہے، دودھ خالہ کو شغل پلا یا گیا ہے، کیا خالہ کی لڑکی کا عقد میرے ساتھ شرعاً جائز ہے؟ یا درہے کہ خالہ نے میرے بڑے بھائی کے ساتھ مل کر دودھ پیایا ہے، میرے ساتھ مل کر نہیں پایا۔

باقرین ایک از سب اسپیکر پاکستان ۶۵-۱۲-۳



آپ کی وہ حقیقی خالہ دودھ پینے سے آپ کی حقیقی رضاعی بہن بن گئی تو اس کی لڑکی آپ کی بھانجی بنی اور بھانجی سے نکاح شرعاً حرام ہے اگرچہ رضاعی ہو اور اس بات میں ایک ساتھ دودھ پینا شرط نہیں بلکہ آگے پیچھے پینے سے بھی رضاع ثابت ہو جاتی ہے اور یہ فرق بھی نہیں کہ قصد پلایا جائے یا شغل بلکہ دودھ حلق سے اتر جائے اگرچہ کم ہو تو حرمت ثابت ہو جاتی ہے۔ فتاویٰ عالمگیری ج ۲ ص ۴۲ میں ہے قلیل الرضاع و کثیرہ اذا حصل فی مدة الرضاع تعلق بہ التحیم نیز اسی میں ہے والقلیل مفسر بما یعلم انه وصل الی الخوف اور ص ۴۳ میں ہے ان القطرة من اللبن اذا دخلت حلق العصبی تکفی لثبوت الحد متہ، نیز اسی میں (ص ۴۴)

ہے حتیٰ ان المرضعۃ لو ولدت من هذا الرجل او غیرہ قبل الارضاع
او بعده الخ نیز ص ۶ میں ہے کل من تحرم بالقربۃ والصہرۃ تحرم
بالرضاع۔ واللہ تعالیٰ اعلم وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ والہ
واصحابہ وبارک وسلم۔

عقود النفعیۃ الیٰ الخیر محمد نور اللہ انیسوی غفرلہ

الاستفتاء

گرامی قدر جناب مفتی اعظم صاحب دام سلامت

السلام علیکم، مزاج گرامی !

(پہلی بیوی) ایک بیوی خاتون بی سے حاجی عطاء محمد دوسری بیوی سترائے یگم سے

محمد اسلم جہان خاں محمد اشرف ممتاز احمد امتیاز احمد سعید احمد مظہر نسیم
پہلی بیوی ۱۹۴۴ء میں فوت ہو گئی، دوسری شادی ۴۶ء میں ہوئی جو ۲۹ کو
فوت ہو گئی، دوسری بیوی کے امتیاز احمد کے ساتھ ایک کس جاویدا قبال کو میری بیوی سترائے یگم
نے اس وقت دودھ پلایا جبکہ جاویدا قبال کی والدہ کا دودھ نہ تھا، وہ تنگ بھٹ،
ہماری نظروں میں جاویدا قبال جلد سات بھائیوں کا بھائی ہو گیا ہے، کیا شرعیہ درستہ
ہے؟ اب جہان خاں اپنی لڑکی کا رشتہ جاویدا قبال کو دینا چاہتا ہے، کیا شریعت
میں یہ رشتہ جائز ہے یا نہ؟

براہ کرم فتویٰ مرتب فرما کر ارسال فرمائیں، شکور ہونگا، کوئی خدمت؟

حاجی عطا محمد ۴۳-۱۱-۸۳

حاجی ملک عطا محمد صاحب ریٹائرڈ S.P. جی ایسٹ پیزنٹنٹ پولیس



وعلیکم السلام ورحمة اللہ وبرکاتہ : مزاج ہمایوں !

ہاں آپ کا نظریہ درست ہے، جاویداقبال آپ کا لڑکا اور آپ کے سب لڑکوں کا بھائی بن گیا ہے تو جہان خاں کی لڑکی اس کی بھتیجی ہے اور اس پر حرام ہے متفق علیہ حدیث شریف میں ہے الرضاۃ تحرم ما تحرم الولادۃ یعنی وہ رشتے جو ولادت حرام کرتی ہے، ان کو دودھ پینا بھی حرام کر دیتا ہے تو جیسے جہان خاں کی لڑکی امتیاز احمد پر حرام ہے ویسے ہی جاویداقبال پر بھی حرام ہے، فتاویٰ عالمگیری ج ۲ ص ۴۲ میں ہے یحرم علی الرضیع ابواہ من الرضاۃ و اصولہما ورضوعہما من النسب والرضاۃ۔

واللہ تعالیٰ اعلم وصلى اللہ تعالیٰ علی حبیبہ و

الوصحبہ وسلم۔

مترجم الفقیر البرا کیم محمد نور اللہ انعمی غفرلہ

۲۲ سوال المکرم ۱۳۹۳ھ

۱۸/۳



الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اندر میں مسئلہ کہ زید نے اپنی چچا زاد سے نکاح کیا اور ایک بچہ پیدا ہو کر فوت ہوا اور دودھ خشک ہو گیا، بعد ازاں اسے حمل نہیں ہوا اور عورت کی شیر خوار بن کر پورش کے لئے لی اور عورت کو دودھ اتر آیا اور شیر خوار پتی رہی تو کیا یہ لڑکی زید کے بھائی عمرو کے نکاح میں آ سکتی ہے؟ مینا نوجروا

السائل: (مولانا) محمد عظیم نوری، امام مسجد چک نوابی تحصیل و ضلع ساہیوال

۱۴-۶-۷۷



ہاں بشر و صحت سوال جائز ہے کہ زید کا بھائی اس سے نکاح کرے کیونکہ زید کی بیوی کا یہ دودھ جو اس لڑکی نے پیا ہے زید کے بچہ پیدا ہونے سے نہیں اتر بلکہ ویسے ہی اترتا ہے تو وہ لڑکی زید کی نہیں بلکہ صرف زید کی بیوی کی لڑکی ہے اور پیلے کافی مدت جو بچہ ہوا اور دودھ اترتا وہ خشک ہو چکا تھا چنانچہ مسئلہ بنی الفحل فتاویٰ قاضی خاں ص ۱۹۰، خلاصۃ الفتاویٰ ج ۲ ص ۱، فتاویٰ عالمگیری ج ۲ ص ۴۳، فتح القدیر ج ۳ ص ۳۱۳، کفایہ علی الدرایہ ج ۳ ص ۳۱۴، بحر الرائق ج ۳ ص ۲۲۶، شامی ج ۲ ص ۵۶۵، موطاوی علی الدر ج ۲ ص ۹۴، حاشیہ کتاب الفقہ ج ۲ ص ۲۶۹ میں بالفائز متقارب والنظم للاول رجل تزوج امرأة فولدت منه ولدا فارضعت ولدها ثم ریس لبنها ثم دخلها لبن بعد ذلك فارضعت صبیا کان



لهذا الصبی ان یتزوج اولاد هذا الرجل من غیر المرضعة ، اور جب زید کی لڑکی نہ بنی تو نکاح جائز ہے کہ بنت العم کی طرح بنت بنت العم بھی مادر ازالہ میں نکل اور حلال ہے ۔

واللہ تعالیٰ اعلم وصلى اللہ تعالیٰ علی حبیبہ الاعظمہ
علی السوا صاحبہ وبارک وسلم۔

مقرہ الفقیر الی الخیر محمد نور اللہ النعمی غفرلہ

خادم دارالعلوم حنفیہ فریدیہ بصیر پور (ضلع ساہیوال)

۲۶ جنوری الاخریٰ ۱۳۹۷ھ ۶۶-۶-۱۳



باب الكفو

باب الکفو

الاستفتاء

کیا فراتے ہیں علمائے دین اندر میں مسئلہ کہ ایک لڑکی مراہقہ کھول قوم جس کا چچا حقیقی او
مبائی عاقل بالغ موجود تھے کسی کے اغوار سے ضلع بہاؤنگر سے ضلع ملتان چلی گئی اور ایک غریب
موجی کے ساتھ نکاح کر لیا اور جو سکتا ہے کہ اس وقت بالغ بھی ہو گئی ہو تو کیا یہ نکاح جائز
ہے یا نہیں حالانکہ کھول مشرب قوم ہیں اور ان کا رشتہ موجی کے ساتھ نہیں کیا جاتا اور
بڑا باعث عار شمار کیا جاتا ہے۔

سائل : مولوی نور محمد، نور احمد صاحبان



بشرط صحت سوال حسب تفریع مفتیان غلام یہ نکاح، نکاح ہی نہیں بلکہ ایک عقد باطل

ہے، فتاویٰ قاضی خاں ص ۱۵۵، فتح القدیر ج ۳ ص ۱۸۷، خیر بہ ج ۱ ص ۲۵، بحر الرائق ج ۳ ص ۱۱۰، مفتی الابکر، مجمع الاسرار، درالمنقذ ج ۱ ص ۳۳۲، تنزیل الابصار، درالمنقذ، رد المحتار ج ۲ ص ۴۰۸ و ۴۰۹ میں ہے والنظر من الدر مع التنویر و یفتی فی غیر الکفور بعدم جلزہ اصلا وهو المختار للفتویٰ۔ واللہ تعالیٰ اعلم، وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ والہ واصحابہ وبارک وسلم۔

مقرہ الفقیر الیہ الخیر محمد نور الشماعی غفرلہ

مہر دار العلوم ہذا

ما قالہ الفقیر العظیم هو الصغیر الاحکم
ابوالصیا محمد یاقصہ المدرس فی العلوم بذہ غفرلہ
تاریخ تحریر ۲۲ ذی القعدۃ المبارک ۱۴۷۷ھ

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان بشرع اندیس مسئلہ کہ ایک یتیم نابالغ لڑکی جو اپنی خالہ کے پاس پرورش پاتی تھی وہ اپنی بہن کو طے لگئی تو ایک غیر قوم نے اس کو اغوا کر لیا اور جبراً اپنی مرضی سے آپ نکاح کر لیا۔ دو سال کے بعد جب لڑکی نے تنگی عکس کی تو کسی جیلے بہانے سے بھاگ کر اپنی خالہ کے پاس آگئی، بعد ازاں حوران ہوئی تو اس نکاح کا صاف منہ لغفلوں میں رد کر دیا، اب سو سال سے خالہ کے پاس ہی ہے تو کیا وہ لڑکی اپنی مرضی سے

اپنے کسی ہم قوم کے ساتھ نکاح کر سکتی ہے یا پہلے ہی نکاح کی پابند ہے؟ میزا تو جبردا
السائل: محمد حسین بمقام یک کمرہ ڈاک کی نہ حجرہ شاد مقیم تحصیل دیالپور ضلع منٹگری
(نوٹ: اس مقیم لڑکی کے وارثوں سے صرف تالیازاد بھائی ہیں، جب ان کو اس نکاح
کا علم ہوا تو پسند نہ کیا۔ نشان انگوٹھا سائل محمد حسین



اگر صورت سوال صحیح اور واقعی ہے تو لڑکی اس نکاح کی ہرگز برگز پابند نہیں، اس
بیچاری پر بڑا سخت ترین ظلم ہوا لہذا اپنے اختیار سے اپنے کسی ہم قوم کے ساتھ حسب
دستور شرع نکاح کر سکتی ہے، فتاویٰ عالمگیری ج ۲ ص ۹ میں ہے و تثبت الولاية
باسباب اربعة الخ نیز ص ۱۱ میں ہے نفذ نکاح خرة مكلفة الخ والله تعالى
اعلم وصلى الله تعالى على حبيبہ والہ واصحابہ وبارک وسلم۔

فتوہ الفقیر البواکیر محمد نور اللہ انعمیٰ غفرلہ

۳-۵-۶۱

الاستفتاء

نوٹ: ذیل کا فتویٰ مولانا نصیر الدین رکن پوری علیہ الرحمہ سے طلب کیا گیا
تو موصوف نے حضرت فقیہ اعظم قدس سرہ کی طرف رجوع کیا۔

بخدمت جناب فیض باب مولانا مولانا مولوی محمد نصیر الدین سلمہ اللہ تعالیٰ عنہ المصائب

بعد از السلام یکم معروض آنحضرت مسمی محمد دین قوم ہمسٹہ عرصہ تقریباً اڑھائی سال ہوئے کہ اس کی شادی موضع یاہو ساڑو ریاست بہاولپور مسمی ملاول قوم گھرا یا کی لڑکی کے ساتھ ہوئی واقعاً یوں ہیں کہ میں نے اپنے بڑے بھائی اور دیگر شخص کو رشتہ کے لئے بھیجا جس پر لڑکی کے باپ نے کہا کہ ہم تمہارا گھر بار دیکھ کر فیصلہ کریں گے چنانچہ کچھ دنوں کے بعد لڑکی کا چچا میرے گھر آیا اور دیکھ کر جاتی دفعہ ان کو کہا آپ کچھ دنوں تک آجائیں، ہم صلاح و مشورہ کر کے آپ کو مکمل جواب دیں گے۔ جب یہ دوبارہ گئے تو انہوں نے کہا ہم مبلغ ۶۰۰ روپے نقد آپ سے لیں گے تب کریں گے، بعدہ باپ نے نکاح کر دیا اور بخیر و عافیت چھ ماہ گزر گئے تو وہ آئے اور میری عورت کو اپنے ساتھ لے گئے، وہاں جا کر انہوں نے عورت میرے ساتھ بھیجنے سے انکار کر دیا، برادرانہ کوشش کرنے کے بعد مجبوراً عدالت میں دعویٰ دائر کر دیا، دعویٰ کے آٹھ ماہ بعد انہوں نے بھی فیخ نکاح کے لئے عدالت میں دعویٰ کر دیا ہے کہ مسمی محمد دین ہمارا ہم کنوینین ہم قوم نہیں حالانکہ ہمارے ادران کے درمیان پہلے آشنائی اور ایک دوسرے سے ہمیشہ ملے رہتے ہیں، یہ ان کا محض غلط بیان ہے اس کے متعلق شرعی فیصلہ کیا ہے؟ بینوا تو خبر دے۔



اگر صورت واقعہ یہی ہے جو سائل نے بیان کی تو غلطی یہ ہے کہ لڑکی اور اس کے والد کو مسمی محمد دین کے متعلق اچھی طرت واقفیت ہوگی خصوصاً جبکہ لڑکی کا باپ کہتا ہے کہ ہم تمہارا گھر بار دیکھ کر فیصلہ کریں گے اور لڑکی کے چچا نے گھر بار دیکھ کر کہا کہ آجائیں، صلاح و

مشورہ کے بعد مکمل جواب دیا جائے گا اور مکمل جواب یہ دیا کہ رشتہ دنیا منظور کر لیا اور معاوضہ بھی مقرر کر لیا پھر نکاح ہوا اور خود باپ نے کر دیا اور چھ ماہ خیر و عافیت سے گزرے لڑکی خاندان کے پاس رہی، کیا کوئی ایسی صورت ہے کہ ان کو مسیحی محمد دین کے متعلق ہم قوم ہونا مسلم نہ ہوا ہوتا ایسی صورت میں نکاح جائز ہو گا بلکہ فتاویٰ عالمگیری ج ۲ ص ۱۴۱ اور درالمنہاجہ تحریراً رد المحتار میں تقریراً ہے ج ۲ ص ۴۳۷ والنظر من الہندیۃ وان کان الاولیاء ہم الذین باشرہوا عقد النکاح برضاہا ولم یعلموا انہ کفو او غیر کفو فلا خیار لواحدهما تو صورت سورہ میں بطریق اولیٰ جواز ثابت ہو گیا۔ واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ جل مجدہ اتعروا حکم وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ ونور عرشہ والہ وصحبہ وبارک وسلم۔

فتاویٰ الفقیر الی الخیر محمد نور اللہ النعمی غفرلہ

۱۱ محرم الحرام ۱۴۲۶ھ

الاستفتاء

آج سنی ماں ولد جو ایام متوفی کا چچا قوم کو کار آیا اور مسماۃ فاطمہ والدہ امام بھی آئی اور ان دونوں نے آپس میں سمجھوتہ کر لیا اور متفقہ طور پر مطالبہ کیا کہ متوفی امام کی نابالغ لڑکی جو اپنی والدہ مسماۃ اللہ جو ان کے پاس ہے حالانکہ وہ ایک غیر کفو کے ساتھ نکاح کر چکی ہے تو وہ لڑکی مسماۃ فاطمہ کو جو اس کی حقیقی دادی ہے دی جائے اور سنی ماں نے تسلیم کیا کہ میں دادی پوتی دونوں کی نگرانی اور پرورش کرتا رہوں گا، لڑکی دادی کے سپرد کی جائے اور شرعی حکم کے سائل ہوئے۔

نشان انگوٹھ مسماۃ فاطمہ

نشان انگوٹھ سائل ماں





اگر حقیقت سوال درست ہے اور لڑکی کی والدہ غیر کفو کے ساتھ نکاح کر کے لڑکی سمیت اس کے پاس بے تو اس کا لڑکی پر کوئی حق نہیں، تمام مستند شرعی کتابوں میں یہی حکم ہے، فتاویٰ عالمگیری ج ۲ ص ۴۱ میں ہے اور متزوجہ بغیر محرم اور جب ماں کا حق نہیں رہا اور لڑکی کی نانی بھی نہیں (حسب بیان سالکان) تو دادی ہی حقدار ہے اور یہ بھی تمام مستند کتابوں میں ہے، فتاویٰ عالمگیری کے لفظ یہ میں فام الاب اولیٰ ممن سواہا اور دادی کو پیر عمر ہے مگر بالکل کمزور نہیں اور ساتھ ہی ماں مذکور بھی ذمہ داری قبول کرتا ہے تو لڑکی دادی کے پیر کی جائے اور ماں کا کوئی حق نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ سجل مجدہ انہوا حکم وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ والہ واصحابہ وبارک وسلم۔

قرۃ العفرۃ ابو الخیر محمد نور الشامی غفرلہ

۳۴ ربی الحجۃ المبارک ۱۴۰۸ھ

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین شرع متین اس مسئلے میں ایک جوان لڑکی کو جبراً بیاہ کر ایک غیر قوم کے لڑکے نے لڑکی کی رہنمندی کے بغیر جبراً نکاح کر لیا، لڑکی کے والدین

غیر قوم کے ہونے سے رضا منہ نہیں اور ایسی قوم کو رشتہ دینا سخت بے عزتی اور ہتک سمجھے ہیں کیا لڑکی کا نکاح از روئے شریعت محمدی جائز ہے یا نہیں؟
خیر اندیش : چوہدری فضل محمد ولد چوہدری نور محمد قوم اراکین
درگاہ بازار پاکستان شریف ۴۳-۱۰-۵



جوان لڑکی کا نکاح جبراً یعنی اس کی رضا و اجازت کے بغیر ہرگز نہیں ہوتا، یہ مسئلہ مذہب مذہب حنفیہ کی تمام کتب فقہیہ میں لکھ کر روشن کی طرح واضح موجود ہے مثلاً کنز الدقائق میں ہے لا تجبر بکرب الغتہ علی النکاح لہذا غیر قوم کے سوال کی ضرورت ہی نہیں البتہ اگر لڑکی صرف دل سے رضا منہ نہ تھی مگر بظاہر راضی ہو گئی اور اجازت دے دی تو ایسی صورت میں غیر قوم کا مسئلہ ہے تو اگر وہ غویباً گھٹیا قوم کا ہے کہ عام عرف اور رواج کے لحاظ سے لڑکی کے والد اور اقربا کے لئے اس قوم کو رشتہ دینا سخت بے عزتی اور ہتک سمجھا جاتا ہو تو فسطے اس پر ہے کہ وہ نکاح سرے سے ہوا ہی نہیں چنانچہ فتاویٰ امام قاضی خاں ص ۱۵۵، فتح القدیر ج ۲ ص ۱۸۷، بحر الرائق ج ۳ ص ۱۱۰، تنزیل البصائر والفتاویٰ رد المحتار شامی کے ص ۴۰۸، ۴۰۹ میں ہے والنظم من التویر والدر (یعنی) فی غیر الکفو (بعدم جوازہ اصلاً) وهو المختار للفتویٰ (لفساد الزہان) واللہ تعالیٰ اعلم وصلى الله تعالى على حبيبہ الاعظم وعلى

الہ واصحابہ وبارک وسلم۔

محرم الغفر الہامی محمد زکریا النعمانی

۱۲ رمضان المبارک ۱۳۹۳ھ ۱۲

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک لڑکی عمر تقریباً آٹھ دس سال جس کا والد فوت ہو چکا ہو یا بے اور اس کی والدہ اور بھائی عمر تیرہ سال دونوں اس لڑکی کے وارث ہیں، لڑکی کا ایک حقیقی چچا بھی ہے جو لڑکی کی ماں سے بالکل نرک تعلق کئے ہوئے ہے، لڑکی کی ماں اپنے آپ کو اسلامی شرعی تو دسے مستثنیٰ سمجھتے ہوئے ہے حتیٰ کہ کلمہ تہنیت تک نہیں مانتی اور یہی لڑکی کا بھائی نماز روزہ کو جانتا تک ہے، لڑکی کی ماں لڑکی کو ساتھ لیکر لڑکی کے تیرہ سال بھائی کی موجودگی میں حسبِ رضامندی خود کچھ دے پے لے کر لڑکی کا نکاح شرعی کسی لڑکے سے کر دیتی ہے، لڑکی نابالغ ہے اپنے سرال کے گھر دو بیٹے رہتی ہے، مابعد لڑکی کی ماں اور بھائی اسے لیکر فرار ہو جاتے ہیں اور سابقہ نکاح سے تقریباً دو برس بعد اسی لڑکی کا نکاح دونوں ماں بیٹا مل کر کسی اور آدمی سے کچھ دے پے لے کر کر دیتے ہیں، ابھی تک لڑکی نابالغ تھی، دوسرے سرال کے گھر جا کر لڑکی نابالغ ہو کر حقوقِ زوجیت ادا کرتی ہے، ارمہ و سال تک دوسرے خاوند کے گھر رہ کر لڑکی کو پھر ماں اغوا کر لیتی ہے اور اپنے بڑے لڑکے کی رضامندی سے اپنے پاس لے آتی ہے۔ اب وہ عورت اپنی اس لڑکی کو ایک تیسری جگہ فروخت کرنا چاہتی ہے، لڑکی اب جوان ہے، تیسری جگہ فروخت ہونے اور بھائی اور ماں کی رضا پر لبیک کہنے کو ہرگز تیار نہیں، اب اس لڑکی نے اپنے ماسی زاد بھائی کے پاس پناہ لی ہے



وہ آدمی نماز روزہ کا پابند اور شرعی حدود قیود سے کچھ واقف ہے، لڑکی کے حصول کے لئے ماں اور بھائی دونوں بھراہی نئے خریداران کو شاں ہیں، لڑکی کی آرزو ہے کہ میں گنگناری کی زندگی سے نجات پاؤں اور جائز زندگی بسر کر دوں، وہ پوچھتی ہے کہ میرا جائز ٹھکانہ کونسا ہے یا مجھے اب کہاں زندگی گزارنی چاہئے، اب وہ جائز طور پر نکاح کی خواہاں ہے، اس صورت میں شریعت کی طرف سے کیا حکم ہے؟ پہلے نکاح کے وقت بھائی اگرچہ بلحاظ سن و سال نابالغ تھا تاہم حالات دنیا سے متاثر اور والدہ بوڑھی عورت جو عیاشی قسم کے کاموں میں مشغول رکھتی ہے اور کیا اب اس پناہ دینے والی لڑکی کے ماسی زاد بھائی کو کیا کرنا چاہئے جبکہ لڑکی کی ماں اور بھراہی تیسرے خریداران اس سے لڑکی طلب کرتے ہیں؟

السائل : عبداللطیف مجروح، منڈی میرا سنگھ

چند امور کے متعلق استفسار پر سائل نے دوبارہ سوال بھیجا جو درج ذیل ہے:

ابوالخیر غفرلہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک لڑکی نابالغہ حسن کا والد فوت ہو چکا ہے اور اس کا بھائی تیرہ چودہ سالہ اچھا سٹول اور قد و قامت رکھنے والا ہے اور اس کی والدہ جو دونوں علم شریعت سے قطعاً طور پر نا آشنا ہیں حتیٰ کہ نماز تک بھی نہیں جانتے، لڑکا اپنے آپ کو جوان محسوس کرتا ہے اور اس کے ذہن سے جوانی کے تاثرات ذیل کے اشخاص تک بھی پہنچے اور ان کے سامنے اس نے اپنے جوان ہونے کا دعویٰ کیا، والدہ اور بھائی دونوں نے مل کر ایک غیر رشتہ دار سے کچھ رقم لیکر اس نابالغ لڑکی کا نکاح کر دیا، کچھ عرصہ بعد لڑکی کو اس کے سرال کے گھر سے لیکر فرار ہو گئے اور ایک دوسری جگہ ان سے کہیں دور رہائش پذیر ہو گئے، دو سال بعد دوبارہ والدہ اور بھائی نے ایک اور جگہ سے کچھ اور عرصہ میں لڑکے کے لئے بیوی لیکر



دوبارہ فروخت کر دی اور نکاح بھی کر دیا۔ نکاح ثانی پر بھی لڑکی نابالغ تھی، نکاح سے کچھ ماہ بعد لڑکی جوان ہو گئی، جوان ہونے کے بعد لڑکی کے دل میں اپنے موجودہ شوہر کے متعلق نفرت رہی اور ان کا باہمی ربط قائم نہ رہ سکا ویسے وہ بطور میاں بیوی رہے، اب والدہ نے لڑکی کو اس جگہ سے بھی نکال لیا اور تیسری جگہ سے کچھ روپے لیکر فروخت کر دینا چاہا مگر لڑکی نے انکار کر دیا، لڑکی عہدِ ازدواج پہلے سسرال کے گھر جانے پر رضا مند ہے اور نہ دوسرے کے ہاں، وہ دونوں سے نفرت کرتی ہے۔ لڑکی کا ایک حقیقی چچا بھی ہے جس نے اپنے بھائی کی وفات کے بعد اپنی بھیا وجہ کی بے قاعدگیوں سے متاثر ہو کر اس کو بالکل عاق کر دیا تھا، وہ کسی قسم کا تعلق نہیں رکھتا، کوئی رائے یا اعتراض ان کے کسی معاملہ میں نہیں کرنا چاہتا۔ اب لڑکی کہیں فروخت نہیں ہونا چاہتی۔ اب اہل شریعت کیا فتوے دیتے ہیں کہ اس لڑکی کا جائز دارش کون ہے؟ اب جبکہ تیسرے فریق اس کی والدہ اور بھائی کی محبت میں لڑکی کے حصول کی کوشش کرتے ہیں اس حالت میں کیا کرنا چاہئے؟ پہلا نکاح لڑکی کا اس کی والدہ اور بھائی نے غیرت میں کیا تھا جو اس کے لئے باعثِ عار تھا۔

خوشی محمد ولد محمد اسماعیل ساکن منڈی ہیر سنگھ - عبد اللطیف مجروح منڈی ہیر سنگھ
محمد اسماعیل مری ساکن منڈی ہیر سنگھ



اگر سوال واقعی اور صحیح ہے تو حسب تصریح ائمہ احناف علیہم الرحمۃ نکاح اول جو غیر کفو میں ہوا سرے سے شرعاً ہوا ہی نہیں اور اگر چچا بھی اجازت دیتا تب بھی نہ ہونا کہ غیر باپ دادے کا کیا ہوا نکاح نابالغہ غیر کفو میں منعقد ہی نہیں ہوتا باتفاق ائمہ کرام، فتاویٰ عالمگیری

۲۶ ص ۱۵ میں ہے اجمعاً علی انہ لا یجوز ذلک من غیر الاب و الجد
ولا من القاضی کذا فی فتاویٰ قاضی خان اور وہ دوسرا بھی اگر غیر کفو میں ہوا یا
میراث میں کمی فاحش کے ساتھ ہوا تو وہ بھی نہ ہوا کہ باپ و داد سے کاغذ یا نہیں کر سکتا
کما مر اور اگر وہ دوسرا خاوند ہم کفو تھا اور میر بھی فاحش کی والا نہ تھا تو وہ نکاح منعقد
ہو گیا کہ بھائی کے ہوتے چچا و دل نہیں البتہ لڑکی کو بعد از بلوغ اختیار نسخ تھا مگر لڑکی وہ بھی
مناہج کر بیٹی کہ نفرت دل میں رہی از بان سے کچھ نہ کہا اور بچہ بطریق میاں بیوی رہی تو اب
اختیار نہیں رہا، فتاویٰ عالمگیری ص ۱۰ میں ہے وانما یبطل خیارھا اذا رضیت
بالنکاح صریحاً او یوجد منها فعل یستدل به علی الرضا کالتمسکین
من الجماع الخ تو اس صورت میں لڑکی پر لازم ہے کہ وہ اس دوسرے خاوند کے
گھر جا کر آباد ہو جائے اور اتفاق نہ بنے تو طلاق حاصل کر لے اور پہلی دو صورتوں میں خود ختم
ہے اپنی رضا و رغبت سے حسب دستور شرع جہاں چاہے نکاح کر لے۔
واللہ تعالیٰ اعلم و صلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ و آلہ
و اصحابہ و بارک و سلم

قرۃ العقیقۃ الراجحۃ محمد نور الدین نعیمی غفرلہ

۲۷ جمادی الاولیٰ ۱۳۷۳ھ

الاستفتاء

کیا فرمانے میں ملے دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ سادات کرام کی عورتوں

کانکاح ہاشمیوں کے سوا کسی غیر قوم کے آدمی کے ساتھ اگر اس عورت کے وارث منعقد کریں
تو کیا سید زادی کانکاح کسی دوسری پنج قوم کے آدمی کے ساتھ منعقد ہو جائے گا یا نہیں؟
بینوا توجروا۔

السائل: غلام مہر علی، فاضل حزب الاحناف، مستمدر رسد سنی نور المدارس
مسجد نور مسجد منڈی چشتیاں شریف



پُر ظاہر کہ عورتوں سے مراد عاقلات بالغات ایامی راضیہ بالنکاح ہیں اور ایسے ہی
وارث سے ولی شرعی ناکح حسب نسب سے قبل از عقد واقف مراد اور آدمی سے مسلم مائل
بالغ تو ایسے نکاح کے انعقاد و نفاذ کا زدم از روئے تصریحات کتب مذہبیہ توں شروع
حواشی و فتاویٰ اس دشمن کی طرح واضح دہریدا ہے اور خدام اسفار ائمہ کے نزدیک
مزدربايت ادلیہ سے اطمینان قلب کے لئے فتاویٰ مبارک رضویہ کتاب النکاح حصہ دوم
ص ۱۱۴ ۱۱۸ کا ایک مختصر مگر جامع فتویٰ حوالہ قلم ہے۔

مرسلہ حاجی مولیٰ عربی ۳۲ ذیقعدہ ۱۳۲۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ کے بارہ میں کہ سادات کرام پیروں سے
غیر قوم غیر سید شش بھٹل، پٹھان وغیرہ کانکاح جائز ہے یا نہ؟

الجواب

سید ہر قوم کی عورت سے نکاح کر سکتے ہیں اور سیدانی کانکاح قریش کے بر قبیلہ



سے ہو سکتا ہے خواہ علوی ہو یا عباسی ہو یا جعفری یا صدیقی یا فاروقی یا عثمانی یا اموی
 و سب غیر قریش جیسے انصاری یا منہل پٹھان، ان میں عالم دین معظم مسلمین ہو اس سے بھی
 مطلقاً نکاح ہو سکتا ہے ورنہ اگر سیدانی نابالغ ہے اور اس غیر قریش کے ساتھ نکاح
 کرنے والا ولی باپ دادا نہیں تو نکاح باطل ہوگا اگرچہ چچا یا سکا بھائی کرے، اگر بچہ
 دادا اپنی کسی لڑکی کا نکاح ایسے ہی پہلے کر چکے ہیں تو اب ان کے لئے بھی نہ ہو سکے گا،
 اور اگر بالغ ہے اور اس کا ولی نہیں تو اپنی خوشی سے اس غیر قریشی سے اپنا نکاح کر سکتی
 ہے اور اگر اس کا کوئی ولی یعنی باپ دادا پر دادا ان کی اولاد و نسل سے کوئی مرد موجود
 ہے اور اس نے پیش از نکاح اس شخص کو غیر قریشی جان کر صراحتاً اس نکاح کی اجازت
 دے دی جب بھی جائز ہوگا ورنہ بالغ کا کیا ہو بھی باطل محض ہوگا۔

ان تمام مسائل کی تفصیل در المختار و رد المختار وغیرہ کتب معتبرہ مذہب و رفیق
 کے فتاویٰ میں متعدد جگہ ہے۔ واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم، انہیں بلفظ الکیم
 وصلى الله تعالى على حبيبہ و آلہ واصحابہ وبارک وسلم

مفتی الفقیر الی الخیر محمد نور اللہ النعمی غفرلہ

مورخہ ۳ صفر المظفر ۱۳۷۳ھ



باب الولی

باب الولی

الاستفتاء

عالی جناب قنبد و کعبہ جناب مولوی ابو الخیر محمد نور اللہ صاحب سلمہ برتعالی
السلام علیکم :

کیا فرماتے ہیں آپ دربارہ نکاح بالغہ بشرع دین محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یعنی
ایک عورت بنام ہاجرہ بی بی دختر کا تو قوم کشمیل مسلمان عمر قریباً چودہ سالہ جس کو عرصہ دس ماہ
سے خون حیض باقاعدہ جاری ہوا در اس نے برہمنائے خود قریباً سات ماہ خون حیض
جاری ہونے کے بعد ستمی ظہو حسین ولد فیروز الدین جعفری قریشی مسلمان سے بچہ نکاح
رہ پیہ میل وغیرہا نکاح کیا ہوا یا وہ نکاح لمجاظ شریعت بچہ خود مختاری بالغہ جائز ہو سکتا
ہے یا نہیں جبکہ بالغہ کا والد کچھ عرصہ سے فوت ہو چکا ہو ؟

العبد : ظہور حسین ملازم شفا خانہ چک بیدی ۱۶ ۵/۴



اگر سوال واقعی اور درست ہے تو مسامحہ ہاجرہ بی بی شرعاً بالغ ہو چکی ہے تلمذ بحر الرأ

ص ۸۵، شامی ج ۵ ص ۱۳۲، ہدایہ ج ۳ ص ۳۴۱، فتاویٰ عالمگیری ج ۳ ص ۶۰۲ میں ہے
والنظم من الهندية بلوغ الغلام بالاحتلام او الاحبال او الانزال
والجارية بالاحتلام والحيض او الحمل كذا في المختار اور بالغه باختيار
خود بغير رضائے ولی نکاح کر سکتی ہے، در المختار، رد المحتار ج ۲ ص ۴۰۷، فتح القاری ج ۳
ص ۱۵۷، ہدایہ، کفایہ، غنائیہ ص ۱۵۷، بحر الرائق ج ۳ ص ۱۰۹، فتاویٰ عالمگیری ج ۲ ص ۱۱
ہے والنظم من الهندية نفذ نکاح حرة مكلفة بلا ولی
عند ابی حنیفة و ابی یوسف فی ظاہر الروایة كذا فی التبيين
لہذا صورتِ مسوَر میں نکاح صحیح اور درست ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ جل مجدہ اتموا حکمہ وصلی اللہ تعالیٰ
علی سیدنا و مولانا محمد و علی آل سیدنا و مولانا محمد بقدر
حسن و جمالہ و جودہ و افضالہ و باریک وسلم۔

حررہ الفقیر البواخیر محمد نور اللہ القادری النعمی غفرلہ

۱۳ جمادی الاخریٰ ۱۳۶۵ھ

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک لڑکی عاقل بالغ عمر میں
برس ۱۰ اس کے ولی حقیقی باپ نے بغیر رضامندی لڑکی کے ایک شخص سے نکاح کرنا شروع کر دیا
لڑکی کا کوئی رجوع نہیں تھا بلکہ پہلے دو تین دفعہ باپ کو عرض کی کہ میں اس سے شادی

کرنے کو تیار نہیں ہوں۔ واضح ہو کہ لڑکی کا سنگناں پہلے اور جگہ یعنی اس کے ماموں کے بیٹے سے ہوا جس پر وہ راضی تھی، تفصیل یہ ہے کہ اس کے باپ نے قاضی در پنچائت کو حکم دیا کہ لڑکی کا نکاح کر جس پر وہ راضی نہ تھی چنانچہ لڑکی مذکورہ مکان کے اندر جا کر اندر سے تالا لگا لیا اور رونا پیٹنا شروع کیا، غرض لڑکی نے نہ کوئی کلمہ پڑھا، نہ ایجاب قبول، نہ رجیٹر پر نکاح درج ہوا نہ انگوٹھا وغیرہ لگایا گیا۔ چند دن کے بعد لڑکی کے حقیقی برادر حقیقی والد نے لڑکی کا نکاح پہلے منگیتر سے کے ساتھ کر دیا جس پر وہ راضی تھی بعد ازاں انہوں نے ڈھونگ رچایا کہ لڑکی کا نکاح پید کیا گیا۔ برائے مہربانی جواب کتب و میرٹ رسول اکرم سے جواب بخوالدیں۔ اللہ آپ کو اجر عظیم دے گا۔ جواب جلد از جلد مہربانی کر کے اسی سوال کے نیچے درج فرمائیں، خدا کے لئے بواسطہ رسول اکرم جواب تحریر کر کے روانہ فرمادیں۔

السائل : صوفی مولوی محمد حیات امام مسجد الفت ۶۳ نظام قرنہ



جوان عورت عائدہ بالفہ کنواری یا بیوہ اپنے آپ کی اپنے ولی یا پ وغیرہ سے زیادہ حقدار ہے، صحیح مسلم ج ۱ ص ۴۵۵، سنن ابی داؤد ج ۱ ص ۲۸۶، سنن ترمذی ج ۱ ص ۱۴۳، سنن نسائی ج ۲ ص ۷۷، ابن ماجہ ص ۱۳۶، سنن بیہقی ج ۱ ص ۱۲۲، معانی الآثار طحاوی ج ۲ ص ۷ وغیرہ کتب احادیث میں سینا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے حضور پرنور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث شریف ہے الا یحاق بنفسہا من ولیہا لہذا بلا جازت عورت کسی کو جازت نہیں کر نکاح کر کے صحیح بخاری ج ۲ ص ۷۱، صحیح مسلم ج ۱ ص ۴۵۵، سنن ابی داؤد



ج ۱ ص ۲۸۵، سنن ترمذی ج ۱ ص ۱۴۳، سنن ابن ماجہ ص ۱۳۶، سنن بیہقی ج ۱ ص ۱۲۲ وغیرہ
کتاب حدیث میں بالفاظ متعارفہ حضرت ابی ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حدیث مرفوعہ
ہے لا تنکح الا یسرحی تستأمر ولا تنکح البکر حتی تستأذن
تو اگر دلی عورت کی ناپسندیدگی کی صورت میں نکاح کر دے تو عورت خود مختار پر لازم نہیں
ہوگا، خصوصاً صورت مذکورہ میں بوجہ انکار محض مرد و دو ناروا ہو گیا۔ سنن ابی داؤد ج ۱
ص ۲۸۵، ۲۸۶، سنن نسائی ج ۲ ص ۸، سنن ابن ماجہ ص ۱۳۶، سنن بیہقی ج ۱ ص ۱۱۷،
۱۱۸ وغیرہ میں حضرت ابن عباس سے ہے ان جاریۃ بکرا اتت النبی صلی
اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فذکرت لہ ان اباہا زوجہا وہی کارہتہ
فخیرھا النبی صلی اللہ علیہ وسلم، سنن بیہقی ج ۱ ص ۱۱۷ میں حضرت
ابن عباس سے یہ بھی ہے ان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رد
نکاح بکر و ثیب انکحہما ابوہما و ہما کارہتان۔ اور جب باپ
ظالم کا کیا ہو انکاح مرد و دو باطل ہو گیا تو دوسرا نکاح جو رضا و رضاکے ساتھ صحیح ہوا۔
واللہ تعالیٰ اعلم و صلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ والہ و صحبہ و بارک و سلم۔



عزہ الفقیر الی الخیر محمد نور اللہ النعمی غفرلہ

۱۴۰۲ ذی الحجۃ المبارکہ ۱۴۰۰ھ

الاستفتاء

کیا فراتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اندر میں مسئلہ کہ مسماہ عجاں قوم شیخ
نومسلم کی شادی سٹی سراج نومسلم کے ساتھ ہوئی اور اس سے ایک لڑکا مسلمان پیدا ہوا اور

سراج فوت ہو گیا تو دو سال کے بعد بچاں مذکورہ نے غلام محمد نو مسلم رجو ہندو مذہب چھوڑ کر مسلمان ہوا تھا، سے نکاح کیا اور اس سے ایک لڑکی مسماۃ ہاجراں پیدا ہوئی اور غلام محمد بھی فوت ہو گیا، اس کے بعد دو سال گزرے تو اقبال مذکورہ نے مسیحی نوشیر قوم مراٹھی سے نکاح کر لیا، اس وقت سے مسیحی نوشیر مذکورہ نے امین اور ماجراں مذکورہ کی پرورش شروع کی، کئی سالوں کے بعد جب لڑکی جوان نہیں ہوئی تھی، نوشیر نے امین کو کہا کہ لڑکیوں پر ہاجراں کی شادی کر دیں مگر امین اور اس کی والدہ بچاں نے کہا کہ ہم خود بٹلیس گئے، طلب گار آئے مگر امین کو رشتہ دینے پر کوئی بھی راضی نہ ہوا، جب نوشیر کے پرورش کرتے ہوئے بیس سال گزر گئے اور نوشیر نے ہاجراں کی شادی کا سامان بھی تیار کیا ہوا تھا کہ ایک نو مسلم بٹے پر ہاجراں کی شادی کرنا چاہتا تھا مگر ہاجراں نے اس نو مسلم کو پسند نہ کیا اور مسیحی ماہو قوم شیخ نو مسلم کے ساتھ اغوار ہو کر چلی گئی اور اپنی رضا و رغبت کے ساتھ اس سے باقاعدہ نکاح کر لیا اور نوشیر کا تیار کردہ سامان شادی کا جو تقریباً مبلغ یکھد کا تھا وہ بھی ساتھ لے گئی تھی، بعد ازاں نوشیر نے بڑی کوشش کی اور ڈیڑھ ماہ تک لگاتار تنگ و دو کو تار با کرایہ اور رکھائی رثوت وغیرہ پر روپیہ خرچ کرتا رہا تو وہ لڑکی مسماۃ ہاجراں پکڑی گئی اور نوشیر مذکورہ نے اس کو اپنے گھر واپس لے آنا چاہا تو مسماۃ ہاجراں کہنے لگی کہ میں چونکہ غلام محمد نو مسلم کی لڑکی ہوں تو مسیحی نوشیر مراٹھی کا میرے اوپر کوئی حق نہیں اور مسیحی امین جو سراج شیخ نو مسلم کا لڑکا ہے اس کا بھی میرے اوپر کوئی حق نہیں کہ وہ غیر قوم کا بچہ اور میرے باپ کے دوسرے سارے رشتہ دار ہندو تھے وہ انقلاب کے وقت ہندوستان چلے گئے ہیں لہذا میرے اوپر کسی کا کوئی حق نہیں، میں غافلہ بالغہ ہوں، اپنی خوشی سے خاوند چن لیا ہے اور نکاح کر لیا ہے اس جگہ کافی پہریں اکھی تھی تو پہریں نے یہ فیصلہ کیا کہ اس مراٹھی نے چونکہ تمہاری پرورش اور حفاظت میں سال تک کی ہے تو یہ وارث اور خمدار ہے تو پہریں نے ہاجراں نوشیر



کے قبضہ میں دے دی اور وہ اپنے گھر لے کر آگیا۔ اب امین مذکور کتاب ہے کہ ہاجراں کا مالک میں ہوں، میری ہمیشہ رہے اور نو شیرمراٹی کہتا ہے کہ حقدار میں ہوں کہ میں نے بیس سال تک پرورش کی ہے اور اس کے واپس لانے پر کما یہ مرکھائی و ثنوت وغیرہ پر کافی روپیہ خرچ کیا ہے، میرے اوپر قرض چڑھ گیا ہے، قرض وائے مجھے تنگ کرتے ہیں، اس لئے میں بھی حقدار ہوں، امین کہتا ہے تو کوئی حقدار نہیں، میں اس لڑکی اور اس کے باپ کے مال کا بھی مالک ہوں، ہاجراں کا ایک بھائی نابالغ مسمیٰ ستار نو شیرمراٹی کا لڑکا بھی ہے، تو شریعت اس میں کیا فیصلہ فرماتی ہے، کون سچا ہے، مبینا تو جروا۔

العبد : علی محمد ولد میاں سلیمان کلاس حمید . نشان انگوٹھا



اگر صورت مندرجہ بالا صحیح اور واقعی ہے تو مسماۃ ہاجراں سچی ہے اور نو شیرمراٹی اور امین شیخ یا ستارمراٹی کا اس پر ایسا کوئی حق نہیں کہ جہاں چاہیں اس کا نکاح کر دیں یا فروخت کر دیں یا اس کے اپنے کئے ہوئے نکاح کو توڑ دیں۔ مسماۃ ہاجراں کی عمر بائیس سال سے بھی زیادہ بنتی ہے اور ہے عاقلہ بالغہ تو اس پر ان لوگوں کا کیا حق ہو سکتا ہے، فتاویٰ عالمگیری میں ہے لایجوز نکاح احد علی بالغة صحیحة العقل خصوصاً امین کا کہنا کہ میں اس کا مالک ہوں اور اس کے باپ کے مال کا مالک ہوں کہ لڑکی کے باپ کا نہ وہ لڑکا ہے اور نہ ہی کوئی اور وارث ہے بلکہ اس کی قوم کا ہی نہیں ہاں عجائز کا صرف آٹھواں حصہ غلام محمد توفی کے کل ترکہ سے حق ہے باقی سب لڑکی ہاجراں کا حق ہے کہ غلام محمد کا کوئی اور وارث ہی نہیں تھا، اس کے دوسرے رشتہ دار سب



بند و بستے اور ہندو مسلمان کا وارث نہیں ہو سکتا لہذا امین کا دعویٰ محض اور یہودہ ہے اور جب ہاجراں خود مختار ہے اور یہ لوگ بطع ذریعہ شہادت اس پر ظلم کرتے رہے اور اس کی شادی اس کی مرضی کے مطابق نہ کی، پھر اس نے اپنی شادی اپنی رضا سے کر لی تو اس کا نکاح حشرنا جائز و نافذ ہے، کوئی اسے توڑ نہیں سکتا، فتاویٰ عالمگیری میں ہے نفذ نکاح حرۃ مسکلفۃ بلا ولی تو مرثیٰ نو شیر کا کوشش کرنا اور رشوت مرکھائی کرنا یہ وغیرہ پر اس سے خراج کرنا کہ لڑکی کو واپس لائے، یہ لڑکی پر ظلم ہے، اہل اسلام پر لازم کہ اس مظلوم لڑکی کی امداد کریں اور ان لوگوں سے اس کو نجات دلائیں، ہاں اگر لڑکی اس کا سامان لے گئی ہے تو وہ لڑکی کی غلطی ہے، واپس کر دے اور اگر اس کے باپ غلام محمد کا مال ہے تو اس سے اپنے شرعی حصہ کی حقدار بھی ہے۔

باقی نو شیر کا اس لڑکی کے مال و نفقہ پر خراج کرنا تو لڑکی سے اس کا مطالبہ نہیں کر سکتا، غدا واسطے خراج کیا، مسلمان یتیموں پر برائے ثواب خراج کیا ہی کرتے ہیں اور اس کا مطالبہ یتیموں سے نہیں کرتے اور اگر بعض مال خراج کیا تھا اور لڑکی کا مال اسی وقت لڑکی کی ماں نے بطور قیمت دے دیا تھا تو اس میں کچھ گنجائش ہو سکتی ہے۔ اور اگر کہے کہ لڑکی کو فروخت کر کے روپیہ لوں گا تو یہ محض غلط اور بے اصل ہے، آندہ کی بیع شرعاً بالکل باطل ہے کما نصوا علیہ قاطبۃ، اور اگر نکاح کے عوض روپیہ کا آرزو مند تھا تو یہ بھی غلط ہے کہ وہ رشوت ہے کما فی رد المحتار والبحر وغیرہما۔

رہا پیر کی کاروائی کو لڑکی کا وارث بنادینا تو یہ بھی شرعاً ناجائز ہے کہ وہ آزاد خود مختار ہے، ال نہیں ہے بھکلا و جہاں بھی میراث نہیں بن سکتا۔ واللہ تعالیٰ اعلم و صلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ و آلہ و اصحابہ و بآلک وسلم۔

فتوہ الفقیر الہامی محمد نور اللہ النعمی غفرلہ

۴۵
مرجاء الاولی



الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اندر میں صورت کہ بچہ نے اپنی لڑکی
سلمی کا رشتہ زید کو دینا کیا اور پھر دن مقرر کر دئے کہ فلاں تاریخ کو نکاح کر دوں گا مگر اس مقرر
تاریخ سے پہلے میں دن اپنے پختہ وعدوں سے پھر گیا، اس وقت سلمیٰ مذکورہ کی عمر پچیس
سال کی تھی تو لڑکی اپنے آپ چند دن کے انتظار کے بعد زید کے گھر چلی گئی اور زید نے ڈپٹی
صاحب کے پاس سلمیٰ کے بیان دلو کر نکاح کر لیا اور نکاح سلمیٰ کی اجازت صریحہ سے ایک
مولوی صاحب نے پڑھایا اور گیارہ ماہ سلمیٰ اس کے پاس رہی اور اسے حمل بھی ہو گیا مگر
انقلابِ ماضی میں ہجرت کر گئے ہوئے پاکستان کی سرحد کے قریب سلمیٰ کے باپ نے زید
سے جبراً بلا رضا سلمیٰ، سلمیٰ کو مار پیٹ کر حصین لیا بعد ازاں سلمیٰ سے لڑکی پیدا ہوئی اور اس کے
باپ نے بعض علماء سے فتوے حاصل کر لیا کہ یہ نکاح دلی کی اجازت سے نہیں ہوا لہذا باطل
ہے، بناءً علیہ بچہ نے سلمیٰ کا نکاح کسی اور جگہ کر دیا تو دریافت طلب یہ امر ہے کہ آیا نکاح
مذکورہ زید سلمیٰ صحیح ہے یا نہیں اور بچہ نے جو دوسرا نکاح کر دیا ہے اس کا کیا حکم ہے؟

بینوا تو جروا۔

سائل : ابراہیم ولد سوہنا قوم ترکھان صاحبِ حال حجوت ہامیم

سرحد جب المرجب، ۱۳۶۷ھ، ۱۳ مئی ۱۹۴۸ء



اسلام نے جہاں جہاں والوں کو جو رواستباد کے آہنی پنجوں سے نجات دلوائی،

وہاں مظلومہ عورت کو بھی مظالم سے آزا دی عطا فرمائی، آیات قرآن شریف اور احادیث مفیدہ
 اس مدنی پر نوا بدعا دلہ میں، قرآن کریم میں ارشاد ہوتا ہے حتی تنکح زوجا غیرہ
 نیز حکم ہوتا ہے فلا تعضلوہن ان ینکحن ازواجہن اور فرمایا ہے فلا جناح
 علیکم فیما فعلن فی انفسہن بالمعروف، نیز فرمان میں ہے یا ایہا الذین
 امنوا لا یحل لکم ان توثقوا النساء کما کرها اور فرمایا ہے و اخذت منکم
 میثاقا غلیظا۔ ان ارشادات سے ثابت ہوتا ہے کہ عورت عاقلہ بالغہ حرہ نکاح کے
 معاملہ میں مختار ہے اور احادیث شریفہ سے بھی اس امر کا ثبوت بکثرت ملتا ہے بلکہ صریحہ فرمان
 والا شان ہے امروا النساء فی انفسہن فان الشیء تعرب عن نفسها
 و البکر رضا رھا صمتھا۔ سنن بیہقی ج ۴، ص ۱۲۳، کنز العمال ج ۸، ص ۲۴۶، نیز کنز العمال
 ج ۸، ص ۲۴۷ میں حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت سے ہے امر النساء
 باید یہن و اذنہن سکوتہن اور اسی صفحہ میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ
 سے ہے لا نکاح الا باذن الرجل و المرأة اور سنن نسائی ج ۲، ص ۸۷ و کنز العمال
 ج ۸، ص ۲۴۶ میں حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ہے استأمر و النساء فی
 ابصارہن۔ صحیح مستدرک ج ۲، ص ۱۶۷ میں حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ہے لا تنکح
 النساء حتی تستأمر وھن فاذا سکتن فھو اذنہن اور سکوت بکر کے حق میں
 ہی اذن ہے۔ صحیح بخاری ج ۲، ص ۷۷، صحیح مسلم ج ۱، ص ۵۵، سنن بیہقی ج ۴، ص ۱۲۲، کنز العمال
 ج ۸، ص ۲۴۶، سنن ابن ماجہ ج ۱۳۶، سنن ترمذی ج ۱، ص ۱۴۳، سنن ابوداؤد ج ۱، ص ۲۵۸
 وغیرہ کتب حدیث شریف میں یکلمات متقاربہ یہ مضمون حضرت ابو ہریرہ کی روایت سے مروی
 ہے لا تنکح الا بعد حتی تستأمر و لا تنکح البکر حتی تستأذن بلکہ صحیح مسلم
 ج ۱، ص ۵۵، سنن ابوداؤد ج ۱، ص ۲۸۶، نسائی ج ۲، ص ۷۷، ترمذی ج ۱، ص ۱۴۳، ابن ماجہ
 ج ۱، ص ۱۳۶، طحاوی ج ۲، ص ۷۶، بیہقی ج ۴، ص ۱۲۲ وغیرہ کتب حدیث میں سیدنا ابن عباس



رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا الا یحاق بنفسہا من ولیہا، بے غاوند عورت اپنے آپ کی دلی سے زیادہ خفدار ہے اور چونکہ کنواری عاۃ شریعی ہوتی ہے اس لئے اس کی تخصیص بعد تنسیم فرما دی اور فرمایا والبکر تستاذن فی نفسہا واذنہا صما نہا اور کنواری سے اذن مانگا جائے اس کی ذات میں اور اذن اس کا سکوت ہے۔

ان تمام احادیث شریفہ کا خلاصہ یہ کہ عورت عاقلہ بالغہ عہدہ خواہ کنواری ہو خواہ بیوہ یا مطلقہ اس کا نکاح اس کی اجازت کے بغیر نہیں ہو سکتا اور وہ خود مختار ہے اور خود مختار بھی ایسی کہ دوسرے کو بھی مختار بنا سکتی ہے کہ اسی کا نام اذن اور اجازت ہے اور عقل سلیم کا بھی یہی تقاضا ہے کہ مشروریت نکاح کے مصالح اور فوائد اسی صورت میں با حسن وجہ پورے ہو سکتے ہیں اور حقوق زوجیت کا بارگراں صرف عورت پر ہی ہوتا ہے تو عاقلہ بالغہ عہدہ کو اپنے فرائض کی ادائیگی پر خود مختار راہ غور نہایت ہی ضروری ہوتا ہے البتہ بہترین صورت یہی ہے کہ اپنے والد اور والدہ کی وساطت سے غور و غوض کرے کہ بے حیائی کی طرف منسوب نہ ہو مگر والدین جب خود غرضی کی لغت میں گرفتار ہوں اور عورت کو مجبور کرنا چاہیں تو قطعاً نہیں کر سکتے حتیٰ کہ اگر اس کی اجازت کے سوا نکاح کیا جائے اگرچہ اس کا باپ ہی کرے تو بغیر اس کی اجازت صریحہ کے جائز نہیں ہو سکتا بخاری ج ۲ ص ۷۱، سنن ابن ماجہ ص ۱۳۶، سنن بیہقی ج ۲ ص ۱۱۹، سنن نسائی ج ۲ ص ۲۸۱، ابو داؤد ج ۱ ص ۲۸۱ میں شیب کے متعلق ہے والنظر من البخاری عن خنساء بنت خدام الانصاریۃ ان اباہا زوجہا وہی شیب فکرمہ ذلک فانت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فمرد نکاحا او بکر کے متعلق سنن نسائی ج ۲ ص ۷۸، سنن ابو داؤد ج ۱ ص ۲۸۵، ۲۸۶، سنن ابن ماجہ ص ۱۳۵، سنن بیہقی ج ۲ ص ۷۸، کنز العمال ج ۸ ص ۲۹۶ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما



ہے ان جاریۃ بکرۃ انت النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
 فذکرت لہ ان اباہا زوجہا وہی کارہنہ فخیرها النبی صلی اللہ
 تعالیٰ علیہ وسلم یزید بن ہشام ج ۴ ص ۱۱۷ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ
 عنہما سے ہے ان رسول اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رد نکاح بکر و شیب
 انکھما ابوہما و ہما کارہتان فرد النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ
 وسلم نکاحہما اور بن نمائی ۱۰ ابن ماجہ کی روایات کے آخر میں ہے والنظر
 من ابن ماجہ فقالت اجزت ما صنع ابی ولكن اردت ان تعلم
 النار ان لیس للابار من الامور شیء یعنی اس کنواری لڑکی نے عرض کیا کہ میں
 نے اپنے باپ کے کہنے کو جائز رکھا مگر میرا مطلب یہ تھا کہ عورتوں کو معلوم ہو جائے
 کہ نکاح کے بارے میں ان کے باپوں کو کچھ اختیار نہیں تو اس و شمس کی طرح واضح و
 واضح ہوا کہ صورت مذکورہ میں سلمیٰ کا نکاح زید سے ہو گیا اور ائین شرعی حکومت مغلیہ
 کا بھی یہی حکم تھا چنانچہ فتاویٰ عالمگیری ج ۲ ص ۱۱ میں ہے نفذ نکاح حوۃ مکلفۃ
 بلا ولی نیز اسی میں ہے لا یجوز نکاح احد علی بالغۃ صحیحۃ العقل
 من اب او سلطان بغیر اذنہا بکرا کانت او شیباً حتی کہ فرنگی حکومت
 نے بھی اسلامی قوانین کی رو سے یہی حکم جاری کیا ہوا تھا جس پر آج تک حکومت خداداد پاکستان
 بھی عامل ہے اور سلمیٰ عاقلہ بالغہ حرمہ نے بڑے انتظار کے بعد اپنے اختیار و اذن سے
 نکاح کرا یا ہے اور اس کے اذن کی ضرورت تھی چنانچہ صحیح حدیث متفق سے گزر چکا
 حتی تستأذن وہ پوری ہو گئی اور عبارت النساء والا غارہ بھی نہیں ہو سکتا کہ نکاح خواں
 مرد ہے، باقی وہ احادیث جن سے استدلال کیا جاتا ہے کہ ولی کی اجازت کے سوا
 نکاح نہیں ہوتا تو گورہ بظاہر دلائل مجوزہ مذکورہ سے متصادم و متعارض نہیں مگر طرق
 معبرہ ترجیح و توفیق سے تفسیق و تطبیق ہو سکتی ہے کہ وحی جلی و حق میں حقیقۃً تعارض



ناممکن ہے صرف ہمارے تصور عقل سے ہی صورتِ تعارض پیدا ہو جاتی ہے
جسے ائمہ دین متین و متقین سلف صالحین نے باحسن وجہ رفع فرما دیا اولاً تو اجماع
اختیار قوت کے لحاظ سے ارجح ہے کما بین فی محلہ و حقی و تقویٰ باقتضا
الصحيحین والسنن الاربعۃ علی تخريج احادیث الاستیذان
ثانیاً یہ کہ توفیق دلائل ظہرین ممکن ہے تو اہل علم ہی ہے کہ انسی راہ کو اختیار کیا جائے یعنی
دلائل اختیارِ حرمہ عاقل بالغہ کے ساتھ مخصوص ہیں اس کی اہلیت بخور و استنصاب کی
بنیاد پر اور دوسرے دلائل غیر بالغہ یا مجنونہ یا کنیز کے ساتھ مخصوص ہیں کہ ان میں اہلیت
استنصاب و بخور نہیں اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ولی سے مراد ہی مولیٰ ہو چنانچہ ابو داؤد
سنن بیہقی کی احادیث میں بالترتیب ہے بغیر اذن موالہا اور بغیر اذن
مولاہا وار د ہے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ولی سے مراد وہ ہو جسے عورت اجازت
اختیار نکاح دے خواہ کوئی بچہ ولی معافی متعذرہ کے لئے لغت عرب میں مشغول ہوتا
ہے بلکہ ولی کا یہ معنی حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث مرفوع سے مستفاد ہے
کنز العمال ج ۸ ص ۲۹۶ میں ہے قال رسول اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لا نکاح الا
بولی قبل یا رسول اللہ من الولی قال رجل من المسلمین یعنی ولی کے
سوا نکاح نہیں ہو سکتا کی گئی یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہولی کون ہے؟ فرمایا کوئی مرد
مسلمانوں سے! اور اس معنی کی تائید قرآن کریم سے بھی ہوتی ہے کہ فرمایا ہے والمؤمنون
و المؤمنات بعضهم اولى ببعض، اور احتمالات مذکورہ کے علاوہ اور بھی احتمالات
ہیں، تو اتنے احتمالات کے ہوتے ہوئے ولی کا ایک معنی متعین کر کے عریض دلائل اختیار
کو ترک کر دینا نہایت ہی بعید ہے۔

کاش ہمارے مہربان نزاکتِ زمانہ کو ملحوظ فرماتے ہوئے ایسی حرکات سے
باز آجاتے حالانکہ صورت مذکورہ میں تو سلمیٰ کا باپ بچہ ولی ہونے کے قابل ہی نہیں کہ



اس نے فرمانِ خداوندی اور ابوالعقود کی خلاف ورزی کی اور انکحوا الایامیٰ
مستم کی پرواہ نہ کرتے ہوئے پچیس برس تک لڑکی کو مقید رکھا، اور مکذوبہ شریف کی
حدیث مرفوع میں نورات شریف سے منقول ہے کہ جس شخص کی لڑکی بارہ سال کو پہنچے
تو اس لڑکی سے جو گناہ ہو وہ باپ پر ہے اور اس ظالم نے بارہ اور بارہ پچیس سال
سے بھی ایک سال زاد مقید رکھا، آخر لڑکی نے ناراض ہو کر راہ فرار اختیار کیا اور حدیث
شریف میں آیا ہے کہ مسخوط یعنی جس پر نادرنگی ہو، ولی نہیں بن سکتا۔ کنز العمال ج ۸ ص ۲۴۷ میں
ہے فان انکحها ولی مسخوط فنکاحها باطل اور سنن بیہقی ج ۷ ص ۱۲۴ میں
ہے فان انکحها ولی مسخوط علیہ فنکاحها باطل اور حضرت امام شافعی جن
کے دامان میں یہ لوگ اکثر پناہ لیا کرتے ہیں وہ بھی فاسق کو ولی شمار نہیں فرماتے میزانِ شعرائی
ج ۲ ص ۱۱۶ اور رحمة الامم فی اختلاف الامم ج ۲ ص ۶۴ میں ہے ولا ولاية للفاست
عند الشافعی و احمد و رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔

بہر حال ماہِ فہم ماہ و مہرِ نیروز کی مانند روشن و ہمدیا ہو کہ سلمیٰ کا نکاح زید کے ساتھ
منعقد و صحیح ہو گیا اور پھر دخول وغیرہ سے متاكد ہو گیا کہ کنز العمال ج ۸ ص ۲۹۶ اور سنن بیہقی
ج ۷ ص ۱۱۲ میں ہے والنظر من الكنز كان على اذا رفع اليه رجل
تزوج امرأة بغير ولی قد دخل بها امضاه وان علماء كثر حتى نہیں تھا کہ بطلان
نکاح کا فتوے دیتے اور بکہ کو بھی جائز نہیں تھا کہ نکاح پر نکاح کرتا، کیا قرآن کریم کا
ارشاد و مبین صراحتہ موجود نہیں والمحصنات من النساء لهذا نکاح ثانی باطل
ہے اور نہایت ہی ضروری ہے کہ عورت کو زید کے گھر بھیجا جائے کہ وہ صاحبِ نکاح
صحیح ہے۔ وایللہ ورسولہ اعلم وعلیہما اتعوا حکم جل جلال ربنا
المعطى وصلی اللہ تعالیٰ علی رسولہ وحبیبہ العاطی فالمعطى وعلی



الہ وصحبہ وبارک وسلم۔

حررہ الفقیر الی الخیر محمد نور اللہ الحنفی القادری الاشرافی نعیمی غفرلہ

المجواب صحیح والمحبیب مصیب

العیال المذنب زیبرا حمد الوطن بکرمی ضلع ننکری

۲۱ ۴/۸

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ عورت عدت و فوات گزار ہو ہی ہے اور عدت میں اس کے چلا جانے کا غالباً وہم ہے، بنا علیہ عدت کا لحاظ رکھتے ہوئے رو برو حاضرین مجلس کے ایک قاضی صاحب نے برائے جس کے ایک عورت اور مرد کے بالترافی انگریز لگا کر دیکھا کہ تہا نکاح ہو گیا ہے اور وہ اپنا نکاح سمجھ کر گھر واپس ہو گئے ہیں چلیہ اس لئے کیا گیا تاکہ عورت کے نہ جانے پر اطمینان ہو جائے، پھر عدت گزارنے پر نکاح کر لیا جائے گا، اس حید مذکورہ سے نکاح ہوتا ہے یا نہیں؟ اگر ہوتا ہے تو عدت میں ہوا لہذا کون کرانے والے پر کیا تعزیر ہونی چاہیے؟ اگر نہیں ہوتا تب بھی اس کے متعلق تحریر فرمادیں کیونکہ ذاکر نے پر یہ بھی ایک طریقہ جائز ثابت کر دینا ہے، بحوالہ کتب و ادلہ صحیحہ جواب تحریر فرما کر مشکور فرمادیں۔





یہ فعل شنیع قطعاً نکاح نہیں کہ صرف اگر بچہ لگانا نکاح نہیں بن سکتا اگرچہ عورت عدت میں بھی نہ ہو کہ نکاح ایجاب وقبول کا نام ہے اور وہ الفاظ ہیں، فتاویٰ علیگر ج ۲ ص ۱ میں ہے واما رکنہ فالایجاب والقبول کذا فی الکافی والایجاب ما یتلفظ بہ اولاً من ای جانب کان والقبول جوابہ کذا فی العنایۃ اور صورت مذکورہ میں تو ایجاب وقبول کے الفاظ کہ لینا بھی قطعاً نکاح نہیں ہو سکتا کہ صورت عدت میں ہے اور حقیقت عدت مدت مقررہ تک نکاح کرنا اور زینب زینت لگانا لازمی طور پر چھوڑ دینا ہے، شامی ج ۲ ص ۲۳۸ میں ہے فحقیقۃ الترتک للترجیح والزینۃ اللانہم شرعاً فی مدۃ معینۃ شرعاً قرآن کریم میں ہے ولا تعزموا عقدۃ النکاح حتی یمبلغ الکتاب اجلہ یعنی نکاح کی گہ چکی نہ کرو عدت کے پورے ہوتے تک؛

فقہائے عظام نے فرمایا کہ عدت پورے ہونے تک پہلا نکاح نکاح ثانی کے حرام ہونے کے حق میں گناہ جمیع وجوہ سے قائم رہتا ہے۔ بدائع صنائع ج ۲ ص ۲۶۸، ۲۶۹ اور ج ۳ ص ۲۰۴ میں ہے والنظم منہ واما المطلقة مثلثا واثناً والمتوفی عنہا زوجہا فلان النکاح حال قیام العدة قاسم من کل وجه لقیام بعض آثارہ کالتأبیت من کل وجه فی باب الحرمة، اور جب تک پہلا نکاح قائم ہے تو وہ عورت عدت پوری ہونے سے پہلے شرعاً محل نکاح ہی نہیں، فتح القدیر ج ۳ ص ۱۱۴، ۱۱۵ میں ہے وانقضاء محلیۃ المرأة للنکاح شرعاً باسباب (الی ان قال) الخامس حق الغیر کالمستکوحۃ والمعتدة





تو دوسرے نکاح کے جواز و انعقاد کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا لہذا کوئی امام بھی اس نکاح کا قائل نہیں اور کسی کے نزدیک منعقد نہیں ہوتا، فتاویٰ قاضی خان ج ۱ ص ۱۶ فتاویٰ عالمگیری ج ۲ ص ۵ میں ہے والنظم للامام فقیہ النفس ولا يجوز نکاح منکوحۃ الغیر ومعدۃ الغیر عند الكل. بحوالہ ابن جریر ص ۴۴۲، شامی ج ۲ ص ۸۳۵ میں ہے لم یقبل احد بجوازہ فلم یبق احد اصلا اور یہی وجہ ہے کہ عادت کے اندر صراحتاً مطالبۂ نکاح اور وعدہ نکاح بھی ممنوع ہے، قرآن کریم میں ہے ولا جناح علیکم فیما عرضتم بہ من خطبة النساء واکنتنم فی انفسکم علم اللہ انکم ستذکرونہن والکن لاتواعدن سراً الا ان تقولوا قولاً معروفاً بدائع صائغ ج ۲ ص ۲۶۹ میں ہے لا يجوز التصريح بالخطبة فی حال قیام العدة توجہ شخص عدت پوری ہونے سے پہلے دیدہ و دانستہ نکاح کرنا حلال جانے، قاضی ہریا گواہ یا کوئی اور تو وہ کافر ہو جاتا ہے فتاویٰ خیر یہ ج ۱ ص ۱۰۸، ۱۰۷ میں سوال و جواب میں ہے الذین یطلقون نساءھم فیتزوج الرجل منھم زوجۃ الاخر المدخولۃ بعد طلاقہ بجمعة او اقل وكذلك بعد الموت لا یعتدون مطلقا و یتحلون ذلك (الی ان قال) من استحل حکما علما مرہ و حرمتہ فی دین نبینا محمد صلی اللہ علیہ وسلم فہو کافر، تو ان سب پر لازم کہ کلمہ اسلام از سر نو پڑھیں اور سچے دل سے تائب ہوں اور چوتھا نکاح ان کے اپنے اپنے نکاح بوجہ کفر ٹوٹ چکے لہذا نکاح از سر نو کو کریں اور اگر عدت کے اندر نکاح کرنا حلال تو نہیں جانتے مگر محض عورت کے ڈرانے اور پابند کرنے کی وجہ سے کوئی مصنوعی صورت بنائیں تو کافر نہیں ہوں گے مگر پھر بھی یہ کام ہر امر ظلم اور فریب اور جھوٹ ہے، شرعاً صحیح وعدہ بھی ممنوع ہے تو مصنوعی صورت نکاح

بنانا اگرچہ تراضی سے ہو کیسے جائز ہو سکتا ہے؟ ہرگز ہرگز نہیں بلکہ محض حرام اور
خمر و خنزیر کے برابر ہے اور پھر عورت کے مجوس اور پابند کرنے کا کیا معنی؟ کافروں
کا یہ دستور تھا کہ غلام نہ مرنے کے بعد خاوند کے قریبی رشتہ دار عورت پر قبضہ
جایا کرتے تھے تو حضرت رب العالمین جل و علا نے یہ حرام کر دیا، ارشاد فرمایا
یا ایہا الذین امنوا لا یحل لکم ان ترثوا النکاح کرہا اسے یا ایہا الذین
تہیں ملال نہیں کہ عورتوں کے وارث بن جاؤ زبردستی۔“

تفسیر در المنثور ج ۲ ص ۱۳۱ میں ہے اخرج البخاری و ابوداؤد والنسائی
والبیہقی فی سننہما ابن جریر وابن المنذر وابن ابی حاتم من
طریق عکرمۃ عن ابن عباس فی قولہ تعالیٰ یا ایہا الذین امنوا
لا یحل لکم ان ترثوا النساء کرہا قال کانوا اذا مات الرجل کان
اولیاءہ احق بامراتہ ان شاء بعضہم تزوجہا وان شاء وزوجہا
وان شاء والہیز وجوہا فہذا حق بہا من اہلہما فنزلت ہذہ
الایۃ فی ذلک بلکہ ما قلہ بالغہ عورت پر اگرچہ کنواری ہی ہو، کوئی جبراً نکاح نہیں ٹھوس
سکتا اگرچہ سلطان اسلام ہو، فتاویٰ عالمگیری ج ۲ ص ۱۱ میں ہے لا یجوز نکاح
احد علی بالغۃ صحیحۃ العقل من اب او سلطان بغیراذنہا
بکراکانت او شیباً اور صورت مذکورہ میں کو ظاہر یہی ہے کہ وہ قاضی اور حاضرین
مجلس عدت کے اندر نکاح کرنا حلال نہیں جانتے اور محض ڈرانے اور پابند کرنے
کی وجہ سے ایسا کیا گیا ہے مگر پھر بھی گناہ عظیم سے بچ نہیں سکتے کہ عورت کی رضا
حاصل کرنے کے لئے نکاح کا صاف صاف نام لیا اور نکاح بنایا اور کہا کہ نکاح
ہو گیا ہے، یہ سب حرام اور جھوٹ ہے، پھر وہ عورت و مرد سمجھ گئے کہ نکاح ہو گیا
ہے، یہ ان کے حق میں ترین دھوکا کیا گیا جو گمراہی اور گمراہی ہے اور ہشیار



زنا کاریوں کا درد اذہ کھولنا ہے، وہ قاضی اور گواہان و حاضرین سب کے سب ان بدکاریوں میں شریک ہیں، ان سب پر فرض عین کہ سچے دل سے توبہ ظاہر کریں اور اس مرد و عورت کو واضح طور پر بتادیں کہ یہ نکاح ہرگز ہرگز نہیں ہوتا کہ وہ زنا سے بچیں اور دھوکا میں نہ رہیں ورنہ بدترین عذاب جہنم کے لئے تیار رہیں، باقی رہی تعزیر تو وہ بہت بڑی سخت ہے مگر جب کوئی لگانے والا ہی نہیں تو لکھنے کا کیا معنی؟ اس دورِ آندازی و بے باکی میں کیا کیا جائے؟ یہی غنیمت ہے کہ سچے دل سے علانیہ تائب ہو جائیں اور ایسے افعالِ شنیعہ سے باز آجائیں والی اللہ المشتکی و هو المستعان و علیہ التکلان، ہاں عدت گزرنے کے بعد اگر عورت اپنی رضا و رغبت اور اختیار سے پسند کرے تو اسی مرد کے ساتھ حسب دستور شرعی نکاح ہو سکتا ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم و علم جل مجدہ اتم و احکم و ملی
اللہ تعالیٰ علی حبیبہ والہ و اصحابہ و یارک و سلم۔

عزہ الغیر الی الخیر محمد نور اللہ النعمی غفرلہ

۲ ربیع الثانی ۱۳۷۷ھ

الاستفتاء

بخدمت جناب مولانا مولوی محمد نور اللہ صاحب ام اقبالہ

السلام علیکم : مزاج شریف !

لڑکی شہیل ختر کا ماموں دشمن پارٹی کی بہو سے بدکار غطا، وقوعہ کی رات

دشمنان کسی یہاں سے لڑکی کے ماموں کو گھر سے بلا کر کنوئیں پر لے گئے تو دشمن کی عورت کے دل میں خیال آیا کہ میں لاؤند لڑکی مذکورہ کے ماموں کو قتل کر دے گا، اس نے دوڑ کر لڑکی کی نانی کو خبر کر دی کہ میرا خاوند جو تمہارے لڑکے کو اس وقت بلا کر کنوئیں پر لے گیا ہے تمہارے لڑکے کو قتل کر دے گا اس واسطے دو چار آدمی ساتھ لے جاؤ اور لڑکے کو چھڑا لاؤ، چنانچہ لڑکی کے نانکے دونوں میاں بیوی اسی وقت کنوئیں پر گئے اور ساتھ ہی لڑکی کو اس خیال پر لے گئے کہ لڑکی ساتھ بطور میلہ یعنی کنبہ کے ہوگی اور ان کے دل میں رحم آجائے گا تو لڑکے کو چھوڑ دیں گے، چنانچہ کنوئیں پر جا کے ان سے دونوں میاں بیوی نے کہا لڑکے کو چھوڑ دو مگر انہوں نے کہا کہ تم لڑکی کا نکاح ہمیں دے دو تو چھوڑ دیتے ہیں ورنہ ہم تمہارے لڑکے کو ضرور قتل کر دیں گے لہذا دونوں میاں بیوی نکاح دینے پر رضامند نہ ہوئے تو انہوں نے زبردستی شروع کر دی یعنی نانے کو علیحدہ مکان میں بند کر دیا اور نانی کو علیحدہ مکان میں بند کر کے لڑکی سے زبردستی نکاح چھوڑا شروع کر دیا، لڑکی کو کہا اگر تو نے نکاح نہ چھوڑا تو ہم تجھے قتل کر دیں گے، انہیں مار چھوڑ دیں گے چنانچہ لڑکی نے رونا شروع کر دیا اور روتے روتے نکاح چھوڑتی رہی جو کہ صحیح لفظوں میں بھی نہ بڑھ سکی کیونکہ لڑکی کی رضامندی نہیں تھی، نانی نانا کی مرضی نہیں تھی، یہ سارا کھیل ڈرا دھمکا کر کھیلا گیا۔ چونکہ میں سٹی جلال دین لڑکی کا نایاں ہوں میں اس وقت یہاں کھر رہے ہیں اپنے گھر تھا، یہ کھیل پاکستان کے علاقہ کے گاؤں لندہا میں کھیلا گیا یعنی نہ تو نانکوں کی مرضی تھی اور نہ ہی میری مرضی تھی، اصل وارث تو میں ہی ہوں اور لڑکی کے دونوں جوان بھائی بھی وارث ہیں وہ دونوں بھی اس وقت یہاں موضع کھر رہے ہیں تھے اس لئے ہم وارثوں کی رضامندی کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا، ہماری قوم بھٹی ہے اور وہ لوگ جڈ، لڑکی اس وقت جوان ضرور تھی۔

خیر اندیش : جلال دین موضع ۳۴/ ایں پی کھر پہ ضلع منٹگمری



نوٹ :- جلال دین نے بیان دیا ہے کہ لڑکی اس وقت تیرہ سال کی تھی اور جوان نہیں تھی تو میں نے کہا کہ تحریر میں جوان لکھی ہے تو اس نے کہا کہ میں نے جوان نہیں کہا تھا مگر میں خود جاہل ہوں، لکھنے والے نے یوں لکھ لیا، بہر حال لڑکی جوان نہیں تھی۔

قلنا انعمیرا بالاجر محمد نور اللہ العسی غفرلہ

ارزی القعدة المبارکة ۷۷۷ھ



اگر سوال میں ترمیم بیانِ زبانی صحیح و درست ہے تو ترمیمِ آخر کا یہ مصنوعی نکاح قطعاً نہیں ہوا، غیر بالغ لڑکی کا نکاح بغیر ولی کے صحیح نہیں ہوتا اور ولی عصبہ ہے، عصبہ کے ہوتے ہوئے کوئی دوسرا ولی نہیں کما فی الہندیۃ وغیرہا من المعتبرات بلکہ اگر یہ ولی بھائی یا تایا بھی نکاح کر دیتا جب بھی بغیر کفو ہونے کے سبب منعقد نہ ہو سکتا، فتاویٰ ہندیہ ج ۲ ص ۱۵ میں ہے واجمعوا علی انہ لا یجوز من غیر الاب والجد ولا من القاضی کذا فی فتاویٰ قاضیخان بلکہ اگر لڑکی جوان ہوتی اور اپنے طور خوشی سے نکاح چڑھتی تب بھی صورتِ مذکورہ میں مفتی بہ قول پر اصلاً منعقد نہ ہوتا، تنویر الایصار، در المختار، شامی ج ۲ ص ۸۰، ۹۰ وغیرہ اکتب متدرہ مذہبیہ میں ہے ویفتی فی غیر الکفو بعدم الجواز اصلاً و هو المختار للفتویٰ، بہر حال یہ نکاح، نکاح نہیں۔



ہی ہوا اور اگر مغیرہ یا مجنونہ ہے تو ولی کے سوا اس کا نکاح کوئی نہیں کر سکتا، فتاویٰ عالمگیری ج ۲ ص ۲، فتاویٰ قاضی خان ج ۲ ص ۵۵ شرائط نکاح میں ہے منہا رضا المرأة اذا كانت بالغة بکرا كانت او ثیبا فلا یملك الولی اجبارها علی النکاح عندنا کذا فی فتاویٰ قاضی خان، فتاویٰ عالمگیری ج ۲ ص ۱۱ میں ہے لا یجوز نکاح احد علی بالغة صحیحة العقل من اب او سلطان بغیر اذنها در المختار، رد المختار ج ۲ ص ۴۱۰، کنز الدقائق، بحر الرائق ج ۳ ص ۱۱۰، ہدایہ، فتح القدیر ج ۳ ص ۱۶۱ میں ہے والنظر من الهدایة لا یجوز للولی اجبار البکر بالغة علی النکاح، فتاویٰ قاضی خان ج ۱ ص ۱۶۳، مبسوط ج ۴ ص ۲۱۹، ج ۴ ص ۲۲۳، ہدایہ، فتح القدیر ج ۳ ص ۱۴۵، فتاویٰ عالمگیری ج ۲ ص ۹، در المختار، شامی ج ۲ ص ۲۸۸، کنز الدقائق، بحر الرائق ج ۳ ص ۱۱۸، ۱۱۹ میں ہے والنظر من الهدایة والترتیب فی ولایة النکاح کالترتیب فی الارث والابعد محجوب بالاقرب، مبسوط ج ۴ ص ۲۲۲ میں ہے ولا یجوز لغير الولی تزویج الصغیر والصغیرة۔ ان تصریحات مذکورہ اور ان کی ہم مثل متعدد کتب مذہب و مذهب اور آیات احادیث سے یہ امر بخوبی ثابت ہے کہ انکار عاقدہ ولی کی صورت میں اجنبیوں کا ایجاب قبول غیر معتبر و بیہودہ حرکت ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم و علمہ جل مجدہ اتعروا حکم و صلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ و آلہ و صحبہ و بارک و سلم۔

مقرہ الفقیر البراۃ الخیر محمد زکریا اللہ تعالیٰ غفرلہ



الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علماء دین و شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ ایک لڑکی جس کا والد اور دادا دونوں فوت ہو چکے ہیں اور نہ ہی کوئی حقیقی بھائی بہنیں اور اس لڑکی کے پانچ حقیقی چچے زندہ موجود ہیں، اس لڑکی کے ایک حقیقی چچے کے ساتھ اس لڑکی کی والدہ کا نکاح بھی ہے، اس لڑکی کی والدہ اپنے خاوند سے گھر پر معاملات کی وجہ سے ناراض ہو کر کہیں چلی گئی اور اپنی نابالغ لڑکی کا نکاح اس کی مرضی کے خلاف اس کے چاچوں کی عدم موجودگی اور عدم علم میں کسی آدمی سے کر دیا، جب چچوں کو علم ہوا تو انہوں نے سخت ناراضگی اور مرٹنے کا اظہار کیا یہاں تک کہ خائفگی کا سخت خدشہ ہے۔ وہ لڑکی اب بالغ ہو چکی ہے اور بالغ ہوتے ہی اس نے اپنے نکاح سے انکار کر دیا دو برادر گواہوں کے اور اب تک لڑکی اس لڑکے سے الگ رہی ہے جس سے نکاح کیا گیا تھا، یہ بیان لڑکی کی والدہ اور چچے کا ہے، نیز وہ لڑکی اپنے چچوں کی مرضی کے مطابق کسی دوسری جگہ نکاح کر سکتی ہے یا نہیں؟ بیسوا توجروا۔

السائل : حافظ فتح محمد و ٹرسٹر جاکوٹ تحصیل دیالپور ضلع ساہیوال

گواہ شد : حاجی محمد عارف و ٹو مولوی غلام محمد و مولوی محمد فیصل نوریدی

(نوٹ) یہ استفتاء حافظ فتح محمد خاں صاحب و ٹو نے اپنی تحقیق اور تسلی کر کے

اپنی طرف سے بھیجا ہے۔





یہ نکاح جو نابالغ لڑکی بارہ سالہ تک اس کی ماں نے اس کی مرضی اور حقیقی پانچ چچوں کی اطلاع و اجازت کے بغیر کر دیا، نکاح موقوف تھا یعنی اگر کوئی چچا اطلاع پا کر اجازت دے دیتا تو جائز ہو جاتا مگر جب سب چچوں نے اطلاع پاتے ہی سخت ناراضگی اور مرعطی کا اظہار کیا تو وہ نکاح موقوف باطل ہو گیا اور جبکہ لڑکی اس لڑکے سے بالکل علیحدہ رہی ہے تو عدت بھی نہیں لہذا اب لڑکی کو اجازت ہے کہ حسب دستور شرع شریعت اور نکاح کر سکتی ہے، فتاویٰ عالمگیری ج ۱ ص ۲۸۵ طبع مصر میں ہے وان زوج الصغیر او الصغیرۃ بعد الاولیاء فان کان الاقرب حاضر او هو من اهل الولاية توقف نکاح الا بعد علی اجازتہ، نیز اس کے ص ۲۸۳، ۲۸۴ میں ہے وعند عدم العصبۃ کل قریب یرث الصغیر والصغیرۃ المہجۃ بہر مال ماں (جو چچوں کے ہوتے ہوئے ولی نہیں بن سکتی) کا یہ کیا ہوا نکاح ختم ہو چکا اور لڑکی کو نکاح جدید کی اجازت ہے بشرطیکہ سال صحیح اور واقعی ہو۔

واللہ تعالیٰ اعلم وصلى الله تعالى على حبيبہ الاعظم والہ
واصحابہ وسلم۔

حقہ الفقیر ابو الخیر محمد نور اللہ انعمی غفرلہ

۹ جمادی الاولیٰ ۱۳۹۴ھ ۶۴-۶۵

الاستفتاء

کیا فرمانے میں علمائے دین و مفتیان عظام اندر یہ صورت کہ زید نے اپنی لڑکی نابالغہ کی نسبت ایسے مرد سے کہنے کا فیصلہ کیا جو بہرا اور گونگا ہے اور کس پندرہ دن کے بعد تنگی بھی کر دی۔ پھر یہ بات تمام برادری اور بہت سے دوسرے لوگوں میں بھی مشہور ہوئی۔ تنگی سے تقریباً ڈیڑھ سال بعد تقریباً ایک ماہ کے دن مقرر کر دئے، اس دوران میں زید کی ہمیشہ نے بھی کہا اور کئی دوسرے افراد سے بھی جو معزز شمار کئے جاتے تھے کھلوایا مگر زید نے ایک نہانی، زید کو ہمیشہ نے یہ بھی کہا کہ ایک ہزار روپیہ بھی زیورات بھی، روٹی وغیرہ بھی ہم دیتے ہیں، یہ رشتہ میرے لڑکے کو دے دے حالانکہ اس کا لڑکا بے عیب اور ہم کفو تھا اور اس بات پر میرا چھوٹا بھائی عاقل بالغ دلا بھی متفق تھا کہ بھائی کو رشتہ دیا جائے۔ ایک زمیندار نے بھی ہدایت کی کہ برادری جس طرح کستی ہے تیرے لئے وہی بہتر ہے مگر زید ہر چند ہی جواب دینا رہا کہ میں زبان کر بیٹھا ہوں لہذا ادھر ہی رشتہ کروں گا، تنگی کے دن مندرجہ ذیل اشیاء زید نے یعنی مقرر کیں :-

چار سو روپیہ کچھ زیورات اور دو وقت کی روٹی،

اب جب کہ دن مقرر ہو گئے تو انہوں نے کہلا بھیجا کہ روٹی ہم نہیں دیں گے تو زید نے جواب دیا کہ پھر ماہ کا تک میں آئیں، اب میرے پاس بھی روٹی نہیں چنانچہ کافی لے دے کے بعد طے پایا کہ دوسروں نے زید کو اور دے دیا جائے اور روٹی زید ہی کے ذمہ رہے اور نکاح ہوا۔

القصد اب جبکہ لڑکی بالغ ہوئی تو اس نے شہر چھوڑنا شروع کر دیا کہ یہ تو بالکل کارہ



ہے، نہ بات سننے کا نہ کرنے کا چنانچہ وہ اب جبکہ میکہ چھوڑ کے جاتی نہیں، نزدیک ٹرسوس
ہوا اور مسئلہ پوچھنے چلا، اب دریافت طلب یہ امر ہے کہ اس قسم کی بے اعتناطیوں
اور سوراخ تیار یوں کے باوجود نکاح صحیح نافذ ہوا یا نہ؟ ببینوا اما جو رین من
رب العلمین۔

سائل: مستی محمد سلیمان اندر وڑھ میاں خاں
میں تصدیق کرتا ہوں کہ یہ بات ٹھیک ہے۔

(عطا محمد یقلم خود، ار وڑھ میاں خاں)

میں اس کی تاکید کرتا ہوں۔ (خادم حکیم محمد عارف منڈی بصیر پور)



اگر سوال و بیان مندرجہ بالا صحیح اور واقعی ہے تو از روئے تحقیق ائمہ کرام و علمائے
عظام شرع مطہر مذہب حنفیہ میں یہ نکاح با اتفاق و اجماع باطل ہے، ایسے غلط
نماط اور بے جوڑ نہ شننے سراسر باعث تکلیف و نقصان اور محض وبال جان، عمر بھر کے
لئے مرض لاعلاج اور سوہان مزاج ہوا کہتے ہیں، پھر ڈیڑھ سال سے زائد زمانہ تک یہ
مشہور و معروف اور موضوع بحث بنا رہا اور خویش و اقربا و دیگر بھی خواہ مشورے دیتے
رہے، سمجھاتے رہے مگر اس نے نہ ملتے ہوئے سراسر سفاہت و طبع ذرا اور پھر حیرت جالبہ
و نام نہاد زبان پروری کے لحاظ سے نکاح کر دیا، تو ایسی صورت میں باپ مختار و مجاز
نہیں رہتا تھا کہ خود ولایت نظریہ کا یہی تقاضا ہے، بدائع صناعہ ج ۲ ص ۲۴۵ میں ہے
والا اختار لا حید دخل تحت ولایت الولی۔ فتح القدیر ج ۳ ص ۱۹۴، کفایہ ج ۳ ص ۱۹۵

بحوالہ ج ۳ ص ۱۳۵، فتاویٰ غفری ص ۲۵، فتاویٰ عالمگیری من السراج الوہاج ج ۲ ص ۱۱۱،
تتویر الالبصار، در المختار، شامی ج ۲ ص ۸۸، مختار الخانی من النہر الفائق و شرح الجمع لابن کک
ج ۲ ص ۱۳۵ میں ہے و النظر من شرح المجموع لو عرف من الاب سوس
الاختیار لسمعہ او لطمہ لای جوز عقدہ اتفاقاً نیز شامی علیہ الرحمہ
نے فرمایا و الحاصل ان المانع ہو کون الاب مشہوراً بسبب الاختیار
قبل العقد خصوصاً یہاں توہم کفر و قابل رد کا بھی غلط و مطالب تھا تو یہ بھی ظلم
ظلمات بعضها فوق بعض بنا جو اس و شمس کی طرح ولایت نظریہ کی علامت خلاف ورزی ہے
بنائاً علیہ یہ نکاح صحیح و نافذ نہیں بلکہ محض باطل و ناروا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

فتوہ الفقیر الراجح محمد زور الشامی غفرلہ

۲۶ شوال المکرم ۱۴۳۳ھ ۲۸/۵/۱۴۳۳

اصحاب من اجاب

فقیر قادری ابوالحسنات سید محمد احمد قادری

خطیب مسجد وزیر خاں لاہور

الجواب صحیح عندی واللہ اعلم بالصواب۔

کتبہ العبد الضعیف غلام علی غفرلہ الولی

المدرس فی المدرستہ العربیۃ الکائنۃ فی اوکاٹہ

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین انڈین صورت کہ بکر منکوحہ زید کو



انوار کر کے لے گیا اور اس کے ہاں لڑکی پیدا ہوئی اور اس نے چار سال کی عمر میں لڑکی کا نکاح بلا اجازت زید کر دیا اور زید نے اس کا نکاح رد کر دیا۔ آیا یہ نکاح شرعاً نافذ ہے یا نہیں؟ بینوا ماجورین من رب العالمین۔



منکوہہ زید کی لڑکی زید کی لڑکی ہے، بیکر کا اس پر کوئی حق ولایت نہیں تو بیکر کا نکاح کر دینا حضولی ٹھہرے گا اور حضولی ہونے کی وجہ سے رد زید سے باطل و مردود ہو گیا لہذا یہ نکاح باطل و مردود ہے جس کے نفاذ کی اب اصلاً کوئی صورت نہیں الولد للفرش وللعاہر الحجر۔ واللہ تعالیٰ اعلم وعلتم جل مجلہ اتعوا احکم وصلی اللہ تعالیٰ علی سیدنا محمد و آلہ وصحبہ و یارک وسلم۔

حرره الفقیر ابو الخیر محمد نور اللہ الحنفی القادری انیمی نورہ اللہ ربہ وقواہ علی کل غبی وضوی وشقی۔

۲۸ رذی الحجۃ ۱۳۶۳ھ

الجواب صحیح لاریب فیہ

فقیر غلام رسول غفرلہ

نائب مدرس دارالعلوم حنفیہ فریدیہ فریدیہ پوریاگیر ضلع مظفر گڑھی

عہ حال شیخ الحدیث جامع ضویہ فیصل آباد (محبت)

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و بزرگان شرع متین ایک عورت کا نکاح زید سے ہے
موجب رسم و رواج شادی نہیں ہوئی تھی، اس کے والدین نے بلا طلاق حاصل کئے اسکو
کسی اور جگہ بیاہ دیا، کچھ عرصہ کے بعد عورت سے لڑکی پیدا ہوئی، لڑکی تولد ہونے
کے چار سال بعد ثانی خاوند عورت نے ایک لڑکے کے ساتھ اس لڑکی کا نکاح کر دیا
آیا وہ نکاح درست ہے؟



ثانی محض زانی ہے، عورت کا خاوند اور لڑکی کا باپ شرعاً وہی ہے جس کے ساتھ
نکاح ہوا تھا، یہی شادی کا قطعاً اعتبار نہیں لہذا یہ نکاح بلا اجازت والد شرعی شرعاً درست
نہیں کہ وہی ولی ہے اور نکاح نابالغہ کے لئے ولی کی اجازت ضروری ہے وکل ذل
ابین من ان یبین و اظہر من ان یرہن۔

واللہ تعالیٰ اعلم و علمہ جل مجدہ اتمہ و احکم و صلی اللہ تعالیٰ
علی حبیبہ و آلہ و صحبہ و بارک و سلم۔

مقرہ الفقیر الیہ الخیر محمد زور الشامی غفرلہ

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ زید کی منکوحہ بیوی بغیر طلاق حاصل کے عمر کے ساتھ چلی گئی، عمر کے ہاں ازدواجی زندگی بسر کرنے کے دوران میں اس کے ہاں ایک لڑکی پیدا ہوئی جس کا نکاح عمر نے گیارہ سال کی عمر میں کسی جگہ کر دیا، اس نکاح کے بارے میں کیا حکم ہے حالانکہ وہ لڑکی نابالغہ تھی اور جبکہ زید اس نکاح میں قطعاً رضا مند نہیں تھا۔

سائل، محمد صدیق بھٹہ ساکن ۲۸/۴-۲ تحصیل وکازہ ضلع شکرگڑی



شرعاً وہ لڑکی زید کی ہے تو اس کا نکاح جب تک نابالغ رہے، زید کر سکتا ہے، عمر کے لئے حق ولایت نہیں تو وہ نکاح موقوف براہ اجازت زید تھا اور جب تک وہ اجازت نہ دے، رد کر سکتا ہے، فتاویٰ عالمگیری ج ۲ ص ۹ میں ہے تثبت الولاية باسباب اربعة الخ

والله تعالى اعلم وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ والہ وصحبہ
وبارک وسلم۔

مقرہ الفقیر الراجح محمد نور اللہ انیس غفرلہ

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ستمی فلک شیر
کالنکاح موصد دس سال سے مسماہ چراغاں کے ساتھ کیا گیا ہے اور ستمی فلک شیر کی
عمر دس سال کی تھی اور اس کا ولی شرعی چچا رحمت علی تھا جس کی اجازت سے نکاح ہوا
اور مسماہ چراغاں کی عمر نیز دس سال کی تھی اور ولی شرعی اس کا چچا ولی محمد تھا جس نے نکاح
کر دیا اور نکاح میں کوئی مانع شرعی نہ تھا اور مسماہ چار سال سے بالغہ ہو چکی ہے، آیا یہ نکاح
صحیح ہو چکا ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

المستفتی : رحمت علی ساکن چک بیدی نانک سر۔
والمستفتی الثانی : ولی محمد ساکن چراما نیکا۔



اگر صورت مذکورہ بالا واقفیت ہے کہ وقت نکاح لڑکے اور لڑکی کے ولی شرعی بچھے
تھے یعنی ان کے ماسوا کوئی ولی اقرب موجود نہ تھا اور انہی نے نکاح کر دیا اور مانع شرعی
کوئی بھی موجود نہ تھا تو صحت نکاح مذکورہ میں کوئی شک و شبہ نہیں، فتاویٰ عالمگیری
ج ۲ ص ۹ میں ہے وکل هؤلاء لهم ولایة الاجبار علی البنت والذكر
فی حال صغرهما و حال کبرهما اذا اجنا کذا فی البحر الرائق و کذا فی



سائر اسفار المذهب المہذب متوناً و شروحا و فتاویٰ
واللہ تعالیٰ اعلم و علمہ جل مجدہ اتم و احکم و صلی اللہ علی
حبیبہ سیدنا و مولانا محمد و آلہ و صحبہ و بارک و سلم
حررہ الفقیر الی الخیر محمد نور اللہ الخفی القادری النضوی نورہ ربہ و قواد علی کل غی غوی و شقی

الجواب هو الموافق للصواب
خادم الطلبة: محمد حیان دین مدرس دارالعلوم خفیرہ فرید پور

الجواب صحیح و المہجیب مصیب
خادم العلماء محمد بشیر احمد صدر مدرس مدرسہ آستانہ عالیہ بی شریف بریلی پور
حال دار و دارالعلوم خفیرہ فرید پور جاگیر
۱۳ ربیع الثانی ۱۳۶۳ھ

الاستفتاء

باسمہ تعالیٰ

ایک لڑکی نابالغ کا نکاح والد کے چچا نے کر دیا تھا اور والد نے انکار کر دیا مجلس
نکاح سے چلا گیا، لڑکی کی عمر تین سال کی تھی، جب نو دس سال کی ہوئی تو لڑکی نے انکار
کر دیا کہ مجھے یہ نکاح منظور نہیں ہے، اب تک کتنی ہے کہ یہ نکاح مجھے منظور نہیں ہے
اور والدہ اس کی کتنی ہے کہ جب میری لڑکی کو پہلا حیض آیا تو اس نے انکار کر دیا الغرض
قبل بلوغ بعد بلوغ انکار کرتی رہی، یہ نکاح جائز ہے یا نہیں؟ اگر جائز ہے تو قابل فسخ
ہے یا نہیں؟

الندکن پورہ





صورت ستر میں نکاح نہیں ہے، فتاویٰ عالمگیری ج ۲ ص ۱۰ میں ہے و ان زوج الصغیرا و الصغیرة ابعد الاولیاء فان كان الاقرب حاضرا وهو من اهل الولاية توقفت نکاح الابعد علی اجازتہ یعنی اگر نابالغ اور نابالغہ کا نکاح دور کا ولی کر دے اور نزدیک ولی حاضر ہو اور وہ قابل ولایت بھی ہو (دیوانہ یا بچہ یا کافر نہ ہو) تو یہ نکاح نزدیک ولی کی اجازت پر موقوف ہے اور جب باپ انکار کرتا ہے اور راضی نہیں ہوا تو یہ نکاح جائز نہیں البتہ اگر عدم اہلیت ولایت ہو اور اس کے چچا سے قریب کوئی اور ولی نہ ہو تو نکاح جائز ہو گا اور اس کا دفع لوط کی کے انکار مذکور کے ثبوت شرعی پر بشرط القضاء ہو سکتا ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم و علمہ جل مجدہ اتم و احکم و صلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ و آلہ و صحبہ و بارک و سلم۔

فتوہ الفقیر الی الخیر محمد نور اللہ انیمی مغفرلہ

۲۰/۴/۹۰

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین شرع متین اس مسئلہ میں کہ میں نے ۱۹۳۸ء

میں اپنے حقیقی لڑکے کا نکاح مسیحی قطبہ ولد ترتیب کی لڑکی کے ساتھ کیا، بموجب مانع
 و رسوم علاقہ تمام برادری والوں کی بھی شمولیت ہوئی اور قطبہ کی طرف سے اس کے
 تینوں بھائی یعنی لڑکی کے حقیقی چچے اور لڑکی کے دادا دادی بھی شامل تھے، لڑکی اور
 لڑکا نابالغ ہونے کی وجہ سے چونکہ قطبہ لڑکی کا باپ تھا اور میں لڑکے کا بموجب حکم
 شرع شریعت ایجاب و قبول ہم دونوں کے موضع جبک ۲۳/۴- ایل قطبہ کے گھر میں
 ہوئی، احتیاطاً لڑکے اور لڑکی کو بھی کلمات پڑھا کر نہ وبرو گواہاں کے ایجاب و قبول
 کرایا گیا، اب قطبہ مذکور اپنی لڑکی کا نکاح اور جگہ کرنا چاہتا ہے اور ساتھ کہتا ہے
 کہ پہلا نکاح جائز نہیں ہے کیونکہ اس وقت لڑکی نابالغہ تھی اور رجسٹر پر بھی انگوٹھے
 نہیں لگے، اس واسطے پہلا نکاح ناجائز ہے لہذا بموجب حکم شرع شریعت و کتب فقہ
 و احادیث سے ثابت کریں کہ پہلا نکاح جائز ہے یا نہیں؟ اگر پہلا نکاح جائز ہے
 تو دوبارہ نکاح کرنے والے یا جن کی اس نکاح میں شمولیت ہوگئی، کس سزا کے مستحق
 ہوں گے اور ان کا کیا حشر ہوگا، کتب و احادیث محمدیہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ و صحبہ
 و بارک وسلم سے جواب دیں اجر ملے گا۔

السائل : بہادر علی ازمنڈی حویلی منصل شیش و ساکوالا ضلع منٹگری



بلاشبہ و شبہ و ریب صورت مسئلہ میں نکاح منعقد ہو چکا، اس کے انعقاد
 میں ائمہ مذاہب اربعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا اتفاق و اجماع ہے اور اس انعقاد و جواز پر

قرآن کریم ناطق ہے، ارشاد ہوتا ہے وَاللّٰی یَسْنَنُ مِنَ الْمَحِیْضِ مِنْ نِسَاءٍ کَمَ اِنْ رَتَبْتُمْ فَعَدْتُهُنَّ ثَلَاثَةَ اشْهُرٍ وَاللّٰی لَمْ یَحْضَنْ، عدت فرج نکاح ہے اور نکاح اصل اور اصل کے بغیر فرج کا وجود متصور ہی نہیں تو اس آیت کریمہ سے صراحت ثابت ہو گیا کہ بنا لفظ کا نکاح منعقد ہو جاتا ہے اور طلاق ہونے پر عدت پڑتی ہے اور اعادة نیت طبعی سے متوازن طور پر اس کا ثبوت صریح ہے کہ حضرت صدیق اکبر ابو بکر غلیفہؓ اولین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی نعت جبکہ حضرت صدیقہ ام المؤمنین محسبہؓ محبوب رب العالمین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا نکاح صرف چھ سال کی عمر میں کر دیا اور پھر حضرت قدام بن مطعون بدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حضرت زبیر جواری حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم نے اپنی لڑکی کا نکاح پیدا ہونے کے دن ہی کر دیا اور کسی صاحب نے اس کا انکار نہ کیا، کتب مذہب مذہب حنفیہ میں صراحت اس کا ثبوت بتین موجود ہے چنانچہ فتاویٰ عالمگیری وغیرہ میں ہے وَکُلُّ هُوَلَاءِ لَهَا وَلَا یَسْتَلِیْ الْجَبَّارُ عَلَی الْمَذْنُوتِ وَالذَّکَرُ فِی حَالِ صَغَرِهِمَا۔

باقی رہا یہ عذر خاتم کہ رجسٹر پرائنگوٹھے نہیں لگے، محض بے بنیاد اور رکھو کھلا ہے جس پر کوئی دلیل قائم نہیں بلکہ دلائل شرعیہ اس کا رد کرتی ہیں، یہ انگوٹھوں والا رجسٹرس زمان پر فتن کی نئی ایجاد ہے، شرعاً نکاح ایجاب وقبول کا نام ہے، فتاویٰ عالمگیری وغیرہ میں ہے ینعقد بالایجاب والقبول تو اس کا یہ عذر شریعت مطہرہ پر افترا بلکہ شریعت بیضار کا مقابلہ ہے۔

الحاصل اس وٹمس کی طرح واضح ولاح ہو کہ نکاح مذکور صحیح و نافذ ہے تو دوبارہ نکاح کرنا نکاح پر نکاح کرنا ہو گا جس کی حرمت قرآن کریم سے صاف ثابت ہے ارشاد ہوتا ہے وَالْمَحْضَنُ مِنَ النِّسَاءِ اور اس جرم عظیم کے ترک کی سزا کے وہی مدارج و اقسام ہیں جو شریعت مطہرہ کی کھلی خلاف ورزی کرنے والوں کے لئے معہود و معلوم ہیں لہذا



اہل اسلام پر لازم کہ اس کو اس فعل شنیع کے ارتکاب سے حتی المقدور سختی سے روکیں کہ حدیث میں وارد ہے صحیح مسلم وغیرہ میں ہے من رأى منكماً منكراً فليغيره بيده فان لم يستطع فليسهه بالحديث - واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ جل مجدہ اتموا حکم وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیب والہ وصحبہ وبارک وسلم

عزہ الغفر الابرار الخیر محمد نور اللہ النعمی غفرلہ

۳۳ شعبان المظہر ۱۴۱۵ھ

الاستفتاء



کیا فرماتے ہیں علمائے دین مقتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے اپنی نانا باندہ لڑکی کا نکاح ایک نابالغ لڑکے سے کر دیا، ایجاب وقبول دونوں کے والدوں نے کیا ہے، شاہدین موجود ہیں، کیا یہ نکاح صحیح اور جائز ہے یا نہیں؟
الاستفتیٰ: نور محمد مجتہد سکنہ چک ۲۱۹ لکھنؤ اولہ سہریج الاول شریعت



ایسا نکاح صحیح و نافذ ہوتا ہے کہ ایجاب وقبول رکن نکاح بلامانع پائے گئے، فتاویٰ عالمگیری ج ۲ ص ۲ میں ہے فاما رکن فالایجاب والقبول نیز اسی میں ہے ج ۲ ص ۱۰ فان زوجہا الالب والجد فلاخيار له ما بعد بلوغهما او ایسے

ہی تمام کتب مذہب میں صراحتہ مذکور و مبرہن و مبین ہے اور احادیث حضور پر نور فداء
روحی صلی اللہ علیہ وسلم سے بلکہ قرآن کریم سے صاف صاف ثابت ہے وللتفصیل وقت
آخر ولا خفاء علی من لا ادنیٰ ربطہما۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

حق الفقیر الی الخیر محمد نور اللہ النعمی غفرلہ

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اندریں صورت کہ مسیحی محمد دین کی لڑکی آٹھ سالہ نابالغہ
کا نکاح اس کی اجازت کے سوا کیا گیا، اطلاع ملنے پر مسیحی مذکور نے سخت ناپسند اور رد کر دیا
تو شرعاً اس نکاح کا کیا حکم ہے؟ کیا اس لڑکی کا نکاح اور جگہ کیا جاسکتا ہے۔

سائل: گیلانی سید محمد علی شاہ سکھ حویلی لکھا



سائل زبانی منظرہ کر نکاح کفو میں ہوا حالانکہ والد لڑکی کا نزدیک ہی موجود و معلوم تھا تو
شرعاً یہ نکاح موقوف براہ زنت والد لڑکی مسیحی محمد دین مذکور تھا جو اس کے رد سے رد ہو گیا
لہذا اب لڑکی مذکورہ کا نکاح اور جگہ کر سکے ہیں، فتاویٰ عالمگیری ج ۲ ص ۱۰، رد المحتار
رد المحتار ج ۲ ص ۳۲ میں ہے والنظر من الدر فلزوج الا بعد حال

قیام الاقرب توقف علی اجازت۔

بہر حال صورت مذکورہ بالا میں وہ نکاح مردود ہو چکا اب اور جبکہ نکاح ہو سکتا ہے کہ باپ مائل قابل و اہل ولایت نبی اقرب ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم و صلی اللہ تعالیٰ علی حبیب وآلہ وصحبہ وبارک وسلم۔

قرۃ الفقیر الیہ الخیر محمد زکریا اللہ تعالیٰ غفرلہ

۹ ربیع الثانی ۱۳۷۱ھ

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع و رسولِ کریم اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک لڑکی بعمر دس برس کا نکاح والد کے موجود ہوتے ہوئے لڑکی کی والدہ کسی سے نکاح کر دیتی ہے اور والد کی مرضی کے برخلاف نکاح کیا گیا، کیا یہ نکاح شریعت جائزہ رکھے گی یا نہ؟ جینواتوجروا۔

جواب: بجز ان کتب معتبرہ فقہیہ یا حدیث دیا جاوے۔

تصدیق کیا جاتا ہے کہ لڑکی تقریباً بعمر گیارہ سالہ نابالغہ ہے، میں نے بحثیم خود دیکھی ہے۔

حکیم محمد عبدالحق ولد حاجی مولوی جلال الدین بقم خود

(نوٹ، لڑکی کے والد نے زبانی بیان کیا کہ یہ نکاح میرے پس پشت ہوا ہے اور جب مجھے پتہ چلا تو میں نے کہا بُرا کیا، میرے اجازت کے سوا کیا میرے بیٹے میں گولی لگا دی اس سے تو بہتر تھا کہ میں مر جاتا اور اب تک میں ناراض ہوں اور اجازت نہیں دی، تو اس نکاح کا شرعاً کیا حکم ہے؟ بینوا ماحوجین۔



اگر صورت مندرجہ بالا صحیح ہے اور باپ نے یہ کلمات رد نکاح کے کہے تو وہ نکاح ضرور باطل ہو گیا ہے، فتاویٰ عالمگیری ص ۷۱ میں ہے کہ اگر فضولی کو صاحب اجازت کے بیٹس ماصنعت تو ظاہر الروایت کی رو سے یہ رد ہے اور اسی پر فتوے ہے وفی ظاہر الروایت یکون رداً علیہ الفتویٰ۔ واللہ تعالیٰ اعلم و صلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ والہ وصحبہ اجمعین۔

عزہ العقیبہ الراجح محمد نور الشافعی عفرلہ

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اندر یہ مسئلہ کہ ایک لڑکی نابالغہ کا نکاح باپ کے روکنے کے باوجود ادا لے کر دیا اس طبع پر کہ اس لڑکی کے عوض اپنے



لڑکے کے لئے رشتہ حاصل کرے، لڑکی مذکورہ کے باپ نے پہلے بھی مخالفت کی اور بعد میں بھی مخالفت کر رہا ہے اور نکاح اس کی بیوہ عسری میں ہوا ہے باوجودیکہ وہ اسی گاؤں میں تھا، اب لڑکی مذکورہ بالغ ہو چکی ہے اور وہ بھی نکاح مذکورہ کی سخت مخالفت ہے تو اندریں صورت شرعاً کیا حکم ہے؟

سائل : محمد علی ازبھینی عثمان خاں گدھوکا

ریاست بہاولپور

۷ محرم الحرام ۱۳۵۰ھ



اگر صورت مندرجہ بالا صحیح اور واقعی ہے تو نکاح مذکورہ سے ہوا ہی نہیں کہ باپ کے ہوتے ہوئے باپ کی مرضی کے خلاف کسی کو نکاح کا اختیار نہیں کما فی اسفار المذہب المہذب متون و شروحا و حواشی و فتاویٰ۔

واللہ تعالیٰ اعلم و علمہ جل مجدہ اتھوا حکم و صلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ و آلہ و صحبہ و بارک و سلم۔

عزیز الفقیر الی الخیر محمد نور اللہ انیمی غفرلہ

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس سلسلہ میں، زید نے بچہ کی بیوی کو اغوا کر لیا اور

ساتھ ہی اس کی شیر خوار بچی کو بھی لے گیا، پیچھے بکرے لے کر اس کی بیوی کو اپنے گھر لے آیا۔ اس کے تین چار سال بعد زید قتل کے مقدمہ میں منرا ہو گیا، عورت وہاں اکیلے رہ گئی۔ اس نے اس نابالغ لڑکی جس کو اس وقت ماہواری شروع نہیں ہوئی تھی، عمر نو سال تھی اور وہ ساتھ لے گئی تھی، کانکاح وہاں کے کسی باشندے سے کر دیا۔ اس کے بعد جب زید سزا ختم ہونے پر واپس آیا تو اپنی منویہ کو لڑکی کے نکاح کرنے پر ناپسندیدگی کا اظہار کیا اور اپنی منویہ کو بچہ بچی کے لے کر واپس جہاں سے گئے تھے آگیا یعنی بکرے سے اس کی رسائی ہو گئی۔ بکرہ کو جب معلوم ہوا کہ اس کی نابالغ بچی کا نکاح ہو گیا ہے تو اس نے بہت ناراضگی اور ناپسندیدگی کا اظہار کیا اب لڑکی جو بالغ ہو چکی ہے بالغ ہونے پر اس لڑکی نے اس نکاح سے انکار کر دیا ہے اور وہ اس نکاح کو نکاح تصور نہیں کرتی جو اس کی اور اس کے والد کی مرضی کے خلاف ہوا ہے لہذا اس کے متعلق فتوے صادر فرمایا جاوے کہ آیا وہ نکاح جو نابالغی کی حالت میں اور باپ کی عدم موجودگی اور اجازت کے بغیر ہوا تھا، جائز ہے یا نہیں؟

نشان انکوٹھا شباب دین

العید: شباب بن ولد رمضان قوم مسلم شیخ سکند شاد سے والا ۲۱

میں تصدیق کرتا ہوں کہ سائل کا بیان مندرجہ پیش ہذا درست ہے۔

محمد یاشم علی اعلم خود بصیر لود



سائل زبانی منظر کہ والد کو نکاح کا علم چھ سات ماہ کے بعد ہوا اور اس وقت بھی لڑکی

نابالغ ہی تھی، باپ نے نہ پسند رکھا تو یہ نکاح جو اصل میں باپ کی اجازت پر موقوف تھا باپ کی ناراضگی اور نہ پسند کرنے سے رد ہو گیا تو اب اس لڑکی کا نکاح حسب دستور بشرع کسی اور کے ساتھ کیا جاسکتا ہے بشرطیکہ سوال صحیح اور درست ہو، درالمنحاز میں ہے فلو زوج الابعد حال قیام الاقرب توقف علی اجانتہ۔

واللہ تعالیٰ اعلم وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ وآلہ
وصحبہ وبارک وسلم۔

مترجم الفقیر البراۓ محمد نور اللہ انعمیٰ مفتی

۲۱/۳

الاستفتاء

بخدمت جناب قبلہ وکعبہ مولانا مولوی محمد نور اللہ صاحب

السلام علیکم؛ گزارش ہے کہ بندہ کا ایک سوال آپ کی خدمت میں پیش ہے:

میری لڑکی مسماۃ عالم خاتون میرے تایا سکھن نے میری اجازت کے بغیر کر دیا ہے، بندہ اور میری بیوی گھر پر موجود نہ تھے، گھر آگے ہمیں پتہ چلا کہ میرے تایا نے میری لڑکی کا نکاح بختیا ولد ریگ کے ساتھ جو کہ ہمارا رشتہ دار بھی تھا، کر دیا ہے بندہ اپنے تایا سمی مکھن کے ساتھ سخت ناراض ہوا اور لڑائی جھگڑا کیا، یہ نکاح مجھے یہ نکاح منظور نہیں۔ اس وقت سے اب تک میری لڑکی میرے پاس ہے، اس وقت لڑکی کی عمر اسال تھی، اب چودہ سال ہو چکی ہے، شریعت کی رو سے لڑکی کا نکاح دوسری اور جگہ کرتا ہوں، مہربانی فرمائی جادے، لڑکی نے جوان ہونے پر



روبرو مندرجہ ذیل گواہوں کے نکاح سے انکار کر دیا۔
(تصدیق نمبر دار) میں تصدیق کرتا ہوں کہ مسیحی محمد دین بالکل سچائی پر ہے، یہ
کارگزاری میرے سامنے ہوئی ہے۔ محمد باقر خاں نمبر دار چک ۵/۳۳ بقلم خود
گواہ شد

محمد شاہ امام مسجد چک ۵/۳۳ محمد دین والد لڑکی چک ۵/۳۳ (نشان انگوٹھا)



مسماة عالم خاتون نابالغہ کا ولی شرعی اس کا والد محمد دین تھا اور اس کے گھر پر
موجود نہ ہونے کے سبب اس کا تایا نکاح کرنے کا حق دار نہیں تھا جبکہ محمد دین والد
کے متعلق تھا کہ کہیں نزدیک ہی گیا ہو اسے اور واپس آنے والا ہے لہذا وہ نکاح
محمد دین کی اجازت پر موقوف تھا اور جب وہ سخت ناراض ہوا اور لڑائی جھگڑا کیا
اور نکاح نامنظور کیا تو وہ نکاح اٹھ گیا لہذا اس لڑکی کا نکاح حسب دستور شریعت
دوسری جگہ کیا جاسکتا ہے، درالختار میں ہے لو زوج الایم بعد حال قیام
الاقرب توقف علی اجانت۔ ہاں اگر اس وقت محمد دین دیوانہ ہو یا ایسا
لاپتہ ہو کہ تلاش کے باوجود بھی اس کا کہیں سوراخ نہ ملا ہو تو تایا کے لئے حق ثابت
ہو سکتا ہے مگر اس صورت میں لڑکی کو بالغ ہونے پر نکاح فاسد کرنے کا اختیار ہے
جو اجازت قاضی شرعی سے لازم الفساد ہو گا۔ واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم



واحکم و صلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ والہ واصحابہ وبارک وسلم۔

محرم الفقیر البواخیر محمد نور الدین نعمی غفرلہ

۳۸ محرم الحرام ۱۴۰۸ھ

الاستفتاء

ازینہ نگر پنڈت
اسلام علیکم، مزاج گرامی!

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و شرع متین بارے اس مسئلہ کے کہ مسمیٰ گوماں شیخ کی لڑکی مسماۃ شہاں جس کی عمر اب تقریباً پندرہ سال ہے، آج سے چھ سال پہلے اس کا نکاح شرعی اس کے برادر حقیقی مسمیٰ صادق نے اپنے باپ مسمیٰ گوماں کی بلا اجازت کرایا تھا، کیا وہ جائز ہے یا نہیں؟ مسماۃ شہاں کا جب شرعی نکاح ہوا تھا، اس کی عمر ۹ سال کی تھی۔

آپ کا نائبہ دار: ملک امان اللہ میرپورین کونسل نمبر ۱۹۲، عبد علی اوتاڑ
سائل مسمیٰ گوماں ولد مومن قوم شیخ۔

لڑکی کا والدہ زبانی بیان کرتا ہے کہ جب مجھے اس نکاح کا علم ہوا تو میں نے تائبہ کیا اور لڑکی کو اپنے پاس لے گیا اور اب تک لڑکی میرے پاس ہے۔





یہ نکاح باپ کی اجازت پر موقوف تھا اور چونکہ باپ نے پسند نہ کیا اور ناراض
ہوا تو وہ نکاح رد ہو گیا، درالحفاظہ میں ہے فلوزوج الابعد حال قیام
الاقرب توقف علی اجازتہ، تو یہ سوال اگر واقعی اور صحیح ہے تو وہ نکاح
نکاح نہیں رہا، باپ کو اجازت ہے جہاں چاہے لڑکی کا نکاح حسب دستور شرع
کر دے۔ واللہ تعالیٰ اعلم وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیب
والہ وصحبہ اجمعین۔

عزہ الغیرہ البخیر محمد نور الشافعی غفرلہ

۴ جمادی الاخریٰ ۱۳۸۲ھ ۱۱/۶/۱۱

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و شرع متین اس سلسلہ میں، ایک لڑکی یتیمہ نابالغہ
جس کی عمر تقریباً سات سال ہے اس کا نکاح بوجہ واقرب ولی حقیقی بھائی دتا یا کہ اس
کے باموں نے بغرض حصول زرع کے کر دیا ہے غیر موجودگی اقرب ولی کے، یہ نکاح
جائز ہے یا نہیں؟

(۲) اب لڑکی مذکورہ اپنے حقیقی بڑے بھائی کے پاس ہے جس کو عرصہ تقریباً ایک



سال کا ہو گیا ہے۔

(۳) یہ لڑکی اب تک نابالغہ ہے۔

(۴) نکاح سے مطلع ہو کر ولی حقیقی بھائی اور تایا سخت ناراض ہوئے اور کہہ کر کہ نکاح

ہمیں منظور نہیں اور لڑکی واپس کرنے کی کوشش میں مصروف ہوئے

علمائے دین اس نکاح میں بروئے شریعت محمدی فتوے دیں۔

طالب مکہ ہذا: بندہ خاکی ولد میاں بلہا ساکن تھانوالہ، سراجہ دین بقلم خود



ولی اقرب کے ہوتے ہوئے بلا غیبت منقطعہ ولی ابعد کا نکاح موقوف براہِ اجازت

ولی اقرب ہوتا ہے، فتاویٰ عالمگیری ج ۲ ص ۱۰ میں ہے وان زوج الصغیر او

الصغیرۃ ابعد الاولیاء فان كان الاقرب حاضرا وهو من اهل

الولاية توقف نکاح الا بعد علی اجازتہ اور جب وہ ناراض ہیں اور

منظور نہیں کرتے اور لڑکی واپس کرنے میں کوشاں رہے تو وہ نکاح اٹھ گیا

اور لڑکی کا نکاح ولی اقرب اپنی تجویز سے بلاشبہ کر سکتے ہیں۔

واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ جل مجدہ اتمہ و احکم و صلی اللہ

تعالیٰ علی حبیبہ والہ وصحبہ و مبارک وسلم۔

حقرہ الفقیر الی الخیر محمد زکریا اللہ اعلم غفرلہ



الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ ایک شخص اپنے بھائی کی لڑکی صغیرہ
عدم موجودگی باپ کے جو کہ ایک شہر میں قیام رکھتے ہیں اور بلا اجازت باپ حقیقی کے
اور بلا رضامندی کے لڑکی شیرخوردہ مقلی جو کہ جھولی مادر میں مقلی، چچا نے اپنے آپ کو
وارث قرار دیکر جانبین نابالغین کی طرف سے اجازت دے کر نکاح کر دیا، باپ خیر
سن کر ناراض ہوا جو کہ آج تک ناراض ہے اور لڑکی جب بالغہ ہوئی تو خیر نکاح سنکر
انکار کر دیا۔ اب لڑکی جوان ہے، سابقہ کو تسلیم نہیں کیا بغیر اجازت والد حقیقی کے
نکاح نافذ ہو سکتا ہے یا کہ نہ؟ اب لڑکی جوان ہے، اجازت نکاح چاہی ہو،
کہ میں دوسری جگہ والدین کی رضامندی سے نکاح کرنا چاہتی ہوں، اجازت دی جاوے
جواب باصواب عطا فرمایا جاوے، بینوا تو خبروا۔
(نوٹ) کوئی حق مقرر نہیں ہوا۔

سید کریم حیدر شاہ بخاری قادری مغفرہ

سوال میں کافی اجمال ہے لہذا وضاحت کریں کہ :-

- ۱۔ یہ صغیرہ جو والدہ کی گود میں مقلی کہاں مقلی؟ کیا اسی مکان میں مقلی جس میں اس کے والد
بھی رہتے تھے؟
- ۲۔ صغیرہ کا والد صغیرہ سے کتنی مسافت پر تھا؟
- ۳۔ چچا نے صغیرہ کی جائے رہائش کے گاؤں یا شہر میں نکاح کرایا یا کسی وادی میں؟
- ۴۔ چچا کو والد کے متعلق علم تھا کہ کس گاؤں یا شہر میں ہے؟
- ۵۔ کیا چچا فوری طور پر والد کو منگوا سکتا تھا یا اس سے اجازت لے سکتا تھا یا



نہیں؟ مفصل جواب آنے پر انشاء اللہ تعالیٰ جواب باصواب دیا جائیگا۔

(نوٹ) سائل کو مستحق صاحب اپنے دستخط بمع تاریخ کریں۔

الفقیہ ابو الحیر النعمی غفرلہ دارالعلوم خفیعہ فریدیہ بصیر پور ضلع ساہیوال

الجواب

- ۱۔ لڑکی کا باپ کتنا ہے کہ لڑکی میرے پاس تھی، چک نہ سے ملنے کے لئے آئی تھی میں مربعہ میں تھا۔
 - ۲۔ جس وقت نکاح پڑھا گیا تھا لڑکی کا والد پانچ مربعہ کے فاصلہ پر تھا، چک نہ میں تھا۔
 - ۳۔ چچی غفور شاہ رہتا تھا اور نکاح غفور شاہ میں پڑھا گیا تھا، چک نہ اور غفور شاہ کو پانچ مربعہ کا فاصلہ۔
 - ۴۔ چچا کو معلوم تھا کہ میرا بھائی چک نہ میں ہے جو کہ پانچ مربعہ کا فاصلہ تھا۔
 - ۵۔ چچا فوری طور منگوا سکتا تھا، اگر والد کو طلب کرتا تو فوری آجاتا لیکن منگوا گیا اور اجازت لے سکتا تھا مگر اس نے بلوایا نہیں اور اجازت نہیں لی۔
- پانچ سوالوں کا تحریری ملاحظہ فرمایا جاوے۔
- سید کریم حیدر شاہ غفرلہ



یہ نکاح محض نکاح موقوف تھا جو باپ کی اجازت سے ہو سکتا تھا اور جب باپ نے اجازت نہیں دی بلکہ ایسی ناراضگی کی جواب تک جاری ہے اور انکار نکاح کی مزید واضح دلیل ہے تو وہ نکاح موقوف مردود ہو گیا اور باپ اگر ناراضگی نہ کرتا اور اجازت بھی نہ

دیتا تو پھر بھی یہ نکاح ٹکی کے جو ان ہوتے ہی خبر نکاح سنکر لکھا کر دینے سے مردود ہو جاتا
تو ایسا نکاح جو بالکل مردود ہو گیا، نافذ کیسے ہو سکتا ہے لہذا ٹکی آزاد ہے حسب دستور
شرع اطر جس دوسرے شخص سے چاہے نکاح کر سکتی ہے، باہلوں نے شرع کو کھلونا بنایا
ہے مسئلہ غیبت ولی میں غیبت لزویر مراد لے کر دھوکا دیتے ہیں حالانکہ اس غیبت
سے مراد غیبت منقطعہ ہے جو مسئلہ زیر بحث میں کسی معنی پر بھی نہیں پائی جاتی، بلکہ مسئلہ
ج ۲ ص ۲۵۰ میں ہے انما یتقدم الاقرب علی الابد اذا کان الاقرب
حاضرا او غائبا غیبة غین منقطعة فاما اذا کان غائبا غیبة منقطعة
فللا بعد ان یزوج فی قول اصحابنا الثلاثة۔ فتاویٰ مالگیری ج ۲ ص ۱۰ میں ہے
ان کان الاقرب غائبا غیبة منقطعة جاز نکاح الابد کذا فی
المحیط نیز اسی میں ہے ثم قدر الغیبة بمسافة القصر و هو اختیار
اکثر المستأخرین و علیہ الفتویٰ و قال شمس الائمة السرخسی
(الی ان قالوا) حتی لو کان مختلفیا فی البلدة لا یوقف علیہ یکون
غیبة منقطعة کذا فی شرح مجمع البحرین۔ قرآن کریم میں ہے ولا
تمسکوهن ضارا لتعتدوا۔

واللہ تعالیٰ اعلم وصلى الله تعالى على سيدنا و محبوبنا
الاعظم و على آله واصحابه و باریک وسلم۔

قره الفقیر الراجح محمد زکریا اللہ النبی غفرلہ

۹ شعبان العظم ۱۳۸۹ھ

۱۲۶۹



الاستفتاء

بخدمت جناب محترم المقام ذوالعزۃ والاقتسام قبلہ الحاج مولانا ابو الخیر محمد نور اللہ صاحب
دامت برکاتہم العالیہ

السلام علیکم ورحمۃ وبرکاتہ : مزاج شریف ! سلام سنون و منون خیریت و عافیت
طرفین کے بعد مکذبانہ التماس ہے آپ حضور سے ایک فتوے حاصل کرنے کو یہ عرض ہے
پیش خدمت ہے امید ہے کہ آپ مہربانی فرمائیں گے :

ایک نابالغ لڑکی جو اپنے چچا کے ہاں رہی اور اس نے ہی پرورش کی ابھی نابالغ
تھی کہ چچا نے اپنے گھر میں اس کا نکاح کر دیا۔

(نوٹ) اس لڑکی کا والد زندہ تھا اور اب تک زندہ ہے مگر نکاح کے طائم
موجود تھا، سب کچھ لڑکی کے چچا نے کیا اور یہ جو کچھ ہوا نابالغی میں ہوا، نکاح ویسے
ہی پڑھا گیا، فارم وغیرہ پڑھیں کئے گئے، عمر بھی سولہ سال کی نہ تھی کیونکہ قانون یوپی
میں تو لڑکی کی عمر سولہ سال کی اور لڑکے کی عمر اٹھارہ سال کی ہو اور گواہ بھی چار ہوں،
تمام وارث وغیرہ موجود ہوں تب نکاح ہوتا ہے، اس لڑکی کے نکاح کے طائم نہ تو
والد تھا اور نہ ہی فارم وغیرہ پڑ نکاح رجسٹرڈ کیا گیا اور نہ ہی چار گواہ جمع ہوئے اور عمر
بھی بہت چھوٹی تھی، آیا یہ نکاح ہوا یا نہیں؟

اس کے متعلق پوری تفصیل کے ساتھ تحریر فرمائیں کیونکہ فریقین کے اندر لڑکی
کشکش ہو رہی ہے۔ لڑکی والے کہتے ہیں نکاح نہیں ہوا اور لڑکے والے



کہتے ہیں نکاح ہو گیا، آپ حضور جو فیصلہ اور فتوے عطا فرمائیں گے اس پر عمل ہو گا۔

فقط والسلام مع الکرام

ابوالطاهر محمد عبد الستار یک، ۶/۹-۴۷، ساہیوال، ۳۱ برز پیر،

محمد مسنگا یک، ۶/۹-۴۷، آر،



وعلیکم السلام ورحمتہ وبرکاتہ :-

اگر لڑکی بالغ تھی یعنی اسے حیض آگیا تھا اگرچہ سولہ سال سے کم تھی اور اس نے نکاح کی اجازت دی یا نکاح ہونے کے بعد اس کو جائز نہ رکھا تو یہ نکاح صحیح ہوا اور یونہی اگر لڑکی کو حیض نہیں آیا تھا، شرعاً بالغ تھی اور لڑکی کے باپ نے لڑکی کے چچا کو اجازت دی تو وہ نکاح درست ہوا اگرچہ باپ مجلس نکاح میں حاضر نہیں تھا اور اگر پہلے اجازت نہیں دی مگر نکاح کی اطلاع ملنے پر رد نہیں کیا بلکہ اجازت دے دی تو پھر بھی نکاح ہو گیا اور اگر باپ نے پہلے بھی اجازت نہ دی اور بعد میں بھی نہ دی اور رد بھی نہیں کیا اور لڑکی شرعاً بالغ تھی اور بالغ ہونے کے بعد رد نہ کیا بلکہ اجازت دے دی تو پھر بھی نکاح درست ہو گیا۔ یہ پانچ صورتیں ہیں ان میں سے جو صورت بھی پائی گئی، نکاح درست ہو گیا اور اگر ان میں سے ایک صورت بھی نہ پائی گئی بلکہ لڑکی نے اپنے بلوغت کے وقت رد کر دیا یا بالغی کے وقت اس کے باپ نے رد کر دیا تو وہ نکاح نہ رہا کیونکہ ایسا نکاح نکاح موقوف ہے جو صاحب حق کی اجازت سے جائز ہو جاتا ہے اور رد سے مردود ہو جاتا ہے اور اجازت جس طرح زبان کیساتھ ہوتی ہے یونہی ایسے کام سے



بھی ہو جاتی ہے کما فی الفتاویٰ الہندیۃ وغیرہا۔ رہا ایتھنی قانون تو عجیب
ایوب کی ایک بھینٹک کڑی ہے اس کا شرعاً کوئی اعتبار نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مردہ الفقیر الیہ المیر محمد نور اللہ مای غفرلہ

۱۶ رجب المرجب ۱۳۹۲ھ

الاستفتاء



کیا فرماتے ہیں علمائے کرام و مفتیانِ عظام اس سلسلہ کے بارے میں کہ نابالغ لڑکی
کا نابالغ لڑکے سے باذن والدین نکاح ہوا، لڑکی سن بلوغت پر پہنچ کر عقد ثانی کی بغیر طلاق
کے مختار ہو سکتی ہے؟

۲۔ نابالغ لڑکا اپنی بیوی کو طلاق دے سکتا ہے؟ نیز نابالغ لڑکے کی طلاق مختار
ہو سکتی ہے؟

۳۔ نابالغ لڑکے نے نابالغ لڑکی کو طلاق دے دی، سن بلوغت سے پہلے لڑکی
کا دوبارہ نکاح ہو گیا، لڑکی کا مقام بلوغت پر پہنچنے کا کیا حکم ہے؟

۴۔ تین سال کی لڑکی کا ان الفاظ سے نکاح درست ہو سکتا ہے کہ قاضی اس کو
یہ کہے کہ فلاں بن فلاں کو بروئے ان دو گواہ اپنے نکاح میں قبول کر لے اور وہ آئے
الفاظ کہہ کر نہیں دے کہ میری ماں کو معلوم ہے، ہاں یہ سب کچھ باذن والدین ہے۔

سائل

حافظ محمد ایوب بمقام چک ۵۰۶ رتیاں اراکیاں
ڈاکٹریہ خواص برائے شہر بلوچان تحصیل و ضلع شیخوپورہ



- ۱۔ والد کا کیا ہوا نکاح لازم ہو جاتا ہے لہذا لڑکی کو بالغ ہونے پر اختیار نہیں۔
- ۲۔ نابالغ شرعاً طلاق نہیں دے سکتا اور اگر لفظ طلاق کہہ دے تو اس کا اعتبار نہیں۔
- ۳۔ یہ طلاق نہیں ہوئی لہذا لڑکی کا کسی اور سے دوبارہ نکاح غیر معتبر ہے اور وہ سب سابق اسی پہلے لڑکے کی منکوحہ ہے۔

۴۔ لڑکی تین سالہ کے الفاظ کا کوئی لحاظ نہیں، باپ وغیرہ ولی کی اجازت و الفاظ کا اعتبار ہے کما بین کلی ذلك في محله من اسفار المذهب المذهب الحنفی۔

والله تعالى اعلم وصلى الله تعالى على حبيب الاعظم
وعلى آله واصحابه وبارك وسلم۔

مقرہ الفقیر ابوالخیر محمد نور اللہ النعمی غفرلہ

۲۴ ربیع الثانی ۱۳۹۵ھ ۲۵

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اندرین مسئلہ کہ عورت کی دہ لڑکی جو سابقہ متوفی خاوند سے ہے اسے خاوند کے بھائی کے نکاح میں آسکتی ہے یا نہیں؟ اور اس لڑکی

کا دلی چپا زندہ ہے مگر نکاح کی اجازت نہیں دیتا اور لڑکی نابالغ ہے تو نکاح کی اجازت کون دے؟ بیڑا تو جہر و ا۔

سائل: غلام حسین از کوٹ لایا نوالہ مورخہ ۲۲ صفر المظفر ۱۳۸۰ھ



اگر کوئی اور مانع نہیں تو جائز ہے، قرآن کریم میں ہے و احل لکم ما وراہ ذلکم اور چچا اگر عاقل مانع مسلمان دیندار ہے تو اس کی اجازت کے بغیر نابالغ کا نکاح مشکل ہے کما فی اسفل المذهب المہذب۔ واللہ تعالیٰ اعلم وصلى الله تعالى على حبيبنا محمد واصحابه وبارك وسلم۔

عزہ الفقیر الی الخیر محمد نور الشامی غفرلہ

۲۲ صفر المظفر ۱۳۸۰ھ

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اندر یہ مسئلہ کہ زید کی بیوی ناراض ہو کر میکے چلی گئی جو صرف سات میل کے فاصلہ پر تھے اور چھ سالہ لڑکی بھی ساتھ لے گئی پھر ملا اجازت و رضائے زید، زید کی اس لڑکی کا نکاح دوسری جگہ جا کر کہہ دیا تو کیا

ماں کا یہ کیا ہوا نکاح جائز ہو سکتا ہے؟ حالانکہ زید باپ عاقل نے جب اطلاع ملی تو فوراً انکار کر دیا اور ناجائز کر دیا۔ بیڑا توجرو
سائل، محمد رمضان کسٹہ پکین شریف خاص ضلع منٹگری



باپ کے زندہ اور موجود ہونے کی صورت میں ماں ہرگز ہرگز ولی نہیں ہو سکتی تو اس کا کیا ہوا نکاح موقوف تھا جو باپ کے انکار و رد سے رد ہو گیا، فتاویٰ عالیہ میں ہے فان كان الاقرب حاضرا (ای غیر غائب غیبتہ منقطعہ) وهو من اهل الولاية توقف نكاح الا بعد على الاجازة۔ واللہ تعالیٰ اعلم وعلجل مجہد اتم و احکم و صلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ و آلہ و اصحابہ و بارک و سلم۔

عزہ الفقیر الی الخیر محمد نور التمامی غفرلہ

۲۶-۱-۵۸

الاستفتاء

ہم حنفیہ بیان کرتے ہیں کہ مسامۃ حسیناں دختر نور محمد نابالغہ یتیم کا نکاح با اجازت والدہ ہوا حالانکہ متونی نور محمد والد حسیناں کے تایا زاد بھائی رجب اور علا دل جو ولی شرعی

ہیں موجود تھے اور وہ راضی نہ تھے اور صاف صاف کہتے تھے کہ ہمیں یہ نکاح منظور نہیں، پھر جب لڑکی جوان ہوئی تو رجب اور علاول مذکورین کی اجازت سے لڑکی مذکورہ نے اکبر ولد سکندر اپنے ہم کفر سے نکاح کر لیا تو کیا یہ نکاح درست ہے؟

گواہ شد گواہ شد

نشان انگوٹھا بشیر احمد رازیدر بکاؤٹ ، نشان انگوٹھا سکندر ولد جیات احمد رصابو کے مہار
نشان انگوٹھا ولی محمد احمد رصابو کے مہار ، نشان انگوٹھا رجب علی قوم مہار



اگر صورت مندرجہ واقعی اور صحیح ہے تو پہلا نکاح صحیح نہیں اور رجب و علاول کے رد کرنے سے باطل ہو گیا تو دوسرا نکاح صحیح ہو گا کافی عامتہ اسفار للذهب المہذب متونا و شر و حا و فتاویٰ و حواشی اور اگر پہلے نکاح کے وقت لڑکی بالغہ تھی اور نکاح بھی ایسے لڑکے سے ہوا جو ہم کفر تھا اور حق مہر بھی حسب دستور مقرر ہوا تو پہلا نکاح درست ہے اور دوسرا ناجائز۔

واللہ تعالیٰ اعلم و صلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ و آلہ و صحبہ
و بارک وسلم۔

عزہ الفقیر الی الخیر محمد زور الشانی غفرلہ

۵ رجب المرجب ۱۴۵۷ھ

(نوٹ) یہ فتوے ہے فیصلہ نہیں، فیصلہ کے لئے فریقین کے بیانات اشداتین وغیرہ

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اندر اس صورت کہ ایک نابالغ لڑکی جس کا باپ بے قصد سے فوت ہو چکا ہے جو صرف اس ایک لڑکی کا ہی باپ تھا اور اس کا باپ (جو لڑکی کا دادا ہے) پہلے ہی فوت ہو چکا تھا اور اس کا حقیقی بھائی (جو لڑکی کا حقیقی چچا ہے) جو صرف ایک ہی تھا، وہ بھی پہلے لاؤ لد فوت ہو چکا البتہ اس کے تین سوتیلے بھائی جو اس کے باپ کے لڑکے ہیں (لڑکی کے سوتیلے چچے) اور عاقل بالغ ہیں، زندہ ہیں، اندر اس حالات لڑکی کی والدہ نے اس کے چچاؤں کی اجازت و رضا کے بغیر اس نابالغ لڑکی کا نکاح کر دیا ہے، آیا یہ نکاح نافذ ہو گیا یا نہیں؟ بینوا تو جو دار۔

سائل: مسیحی سلطان دایہ ازرتا کھتا نشان انگوٹھا سائل



اگر صورت مندرجہ بالا صحیح اور واقعی ہے تو وہ نکاح نافذ نہیں کہ اس صورت میں ماں ولی نہیں بلکہ چچاؤں کی اجازت پر موقوف ہو جو کسی ایک چچا کی منظوری سے نافذ و صحیح ہو سکتا ہے اور ان کے انکار و رد سے مردود و باطل ہو جائے گا، فتاویٰ

ہند پر مجید ج ۲ ص ۱۰ میں ہے فان کان الاقرب حاضر او هو من اهل اللزائم
توقف نکاح الابد علی اجازتہ نیز اسی میں ہے و اذا اجتمع للصغير
والصغيرة وليان مستويان كالآخرين والعين فايهما زوج
جاز عندنا كذا في فتاویٰ قاضی خان سوار اجازت الاخر او قسمخ
ونحوہ فی عامۃ اسفار المذهب المہذب متون و شروحات و فتاویٰ
و حواشی و لیحد ما اذا انکروا احد مع سکوت الآخر۔
واللہ تعالیٰ اعلم و علم جل مجدہ اتعوا حکم و صلی اللہ
تعالیٰ علی حبیب و آلہ و صلبہ و بارک و سلم۔

مترجم الفقیر الیہ الحاج محمد نور اللہ صاحب غفرلہ

۳۰ جمادی الاخریٰ ۱۲۶۶ھ

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و ہادیان راہ متین اس صورت میں کہ ایک عورت اغوار
ہو کر چلی گئی اور اپنی لڑکی ۳، ۴ سالہ کو ہمراہ لے گئی اور ادھر ہی بلا اجازت و رضا والد لڑکی
کا نکاح ایک شخص کے ساتھ کر دیا جس کی عمر چالیس سال تھی، بعد ازاں لڑکی کا حقیقی
بھائی جو کہ عاقل بالغ تھا، لڑکی کو اپنے گھر واپس لایا، پھر لڑکی کا باپ جو کہ عاقل تھا اور اس نے
اجازت نہیں دی تھی، فوت ہو گیا۔ اب حقیقی بھائی چاہتا ہے کہ لڑکی کا نکاح جائز طریقے پر

کسی اور سے کر دیوے تو اس کے لئے جائز ہے؟ بینوا تو جبرو۔
 ساکن، سبجار خال ولد سردار خال قوم بھٹی ساکن سو میاں جودہ سنگھ تحصیل دیپال پور ضلع منٹگری
 گواہ شد (دستخط) نشان انگوٹھا ۱/۵۸
 فیروز الدین ولد صدر دین قوم کھار ساکن منڈی بصیر پور تحصیل دیپال پور ضلع منٹگری
 گواہ شد (دستخط) غلام محمد ولد صدر دین قوم کھار ساکن منڈی بصیر پور



اگر صورت مندرجہ بالا صحیح اور واقعی ہے تو لڑکی مذکورہ کا مال کا کیا ہوا نکاح،
 نکاح فضولی ہے کہ باپ عاقل موجود تھا اور وہی ولی تھا لہذا اس کے حقیقی بھائی کو یہ حق
 پہنچتا ہے کہ اگر والد نے اجازت نہیں دی تھی تو والد فوت ہونے کے بعد با النہ بین کا
 حسب دستور شرع شریف نکاح کر دے کما فی عامۃ اسفار المذہب المہذب
 واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم
 وصلى الله تعالى على حبيبہ والہ واصحابہ
 وبارک وسلم۔

مقرہ الفقیر ابو الخیر محمد نور الشانی غفرلہ

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اندریں صورت کہ ایک بیوہ عورت

جس نے اپنی نابالغہ دختر کا نکاح اس کے چچا یا کسی اور ولی عاقل بالغ کی اجازت کے بغیر خود بخود کر دیا ہے اور لڑکی بعد از بلوغ انکار بھی کرتی رہی ہے، آیا وہ نکاح صحیح و درست ہے؟ منبر اوجہ ۱۔

نوٹ، چچا عاقل بالغ موجود تھا جس نے اس نکاح کو پسند نہیں کیا بلکہ صاف صاف انکار کیا اور چچا سب سے قریب ولی تھا۔
استفتہ: سید محمد قوم موچی سکندہ چشتی قطب الدین تحصیل دیپالپور ضلع منٹگمری



اگر صورت سوال صحیح اور واقعی ہے تو وہ نکاح نافذ صحیح نہیں اور چچا کے رد سے مرد و ہو گیا و ذا ظاہر باتفاق الائمة کما فی اسفار المذهب المہذب
واللہ تعالیٰ اعلم وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ والہ و
صحابہ وبارک وسلم۔

عزیز الفقیر الہدایہ محمد نور الدین غفرلہ

۱۵-۱-۵۸

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین متین بیچ اس مسئلہ کے :

۱۔ مسماۃ امیر بیگم عرف حفیظ بیگم نابالغہ دختر حاجی ولی محمد مرحوم قوم اراٹیں سکھنہ جموں و چیل تحصیل دیالپور ضلع منٹگری کا نکاح مسخی نور احمد ولد میاں شکر علی صاحب قوم اراٹیں سکھنہ نارو کے تھانہ پوکی کے ساتھ ان کے دربار میاں کمال دین ولد میاں محمد شمس کی بغیر رضامندی کے اس کی والدہ نے کیا۔

۲۔ حاجی ولی محمد مرحوم نے اپنی لڑکی مسماۃ امیر بیگم عرف حفیظ بیگم کی نابالغہ اپنی عین حیات میں رد برد میاں قطب الدین، میاں محمد ضعیف صاحبزادہ کی منیکے دیاں علی محمد مرحوم تایا ہشتی مسماۃ مذکورہ کی مسخی غلام نبی ولد میاں قمر الدین مرحوم سکھنہ رتیاں بٹیاں کے ساتھ منگنی کی النی نیت خیر کر دی۔

۳۔ مسماۃ امیر بیگم عرف حفیظ بیگم مذکورہ نابالغہ نکاح ہونے کے وقت عدسہ زیادہ روٹی اور پیٹی اور انکار کر رہی تھی مگر ماں کے ظلم و تشدد سے بے بس تھی مگر اب بھی یہی کہتی ہے کہ جس سے میرے والد مرحوم نے رشتہ کر دیا تھا، اس سے شادی کروں گی دوسرا مجھے منظور نہیں، اگر علمائے کرام نے اس نکاح کو نسخ قرار نہ پایا تو میں بالغہ ہونے پر خود عدالت میں پیش ہو کر نکاح کو نسخ کراں گی۔

۴۔ مسخی نور احمد ولد شکر علی اراٹیں صاحب کو مسماۃ کرم النی والدہ امیر بیگم عرف حفیظ بیگم نے اس شرط پر گھر بٹھایا تھا کہ میں تجھے مسماۃ بشیر بیگم جس کی عمر ۶ سال کی تھی، نکاح دوں گی لیکن بشیر بیگم نے اس سے نکاح کرنے سے صاف انکار کر دیا بلکہ یہ کہا کہ میں بالغہ ہوں میں اپنی رضامندی سے مسخی غلام حیدر کے ساتھ نکاح کروں گی لہذا مسماۃ بشیر بیگم کا نکاح مسخی غلام حیدر سے ہو گیا۔

۵۔ اس کے بعد مسخی نور احمد ولد شکر علی کو یہ کہا گیا کہ تم بشیر بیگم کی بجائے امیر بیگم عرف حفیظ بیگم کے ساتھ کرو جس پر نور احمد نے صاف انکار کر دیا، والدہ امیر بیگم عرف حفیظ بیگم نابالغہ نے یہ کہا کہ اگر تم امیر بیگم نابالغہ سے نکاح نہیں کرو گے تو میں بشیر بیگم کا نکاح



غلام حیدر کو نہیں دوں گی چنانچہ غلام حیدر نے مسٹی نور احمد کو حد سے زیادہ منت سماجت کر کے نابالغ مذکورہ کے ساتھ نکاح کرنے پر آمادہ کر لیا، نور احمد مذکور نے یہ کہا کہ میں وقت گزارنے کی خاطر نکاح کر لیتا ہوں۔

محمد بخش تایا ناد بھائی نابالغ امیر بیگم (دستخط)
میاں کمال الدین تایا نابالغ امیر بیگم مرن حنیف بیگم (نشان انگوٹھا)

غلام حیدر (دستخط)
تا بعد از عبد الرحمن تحریر کنندہ

سائل نے زبانی بیان کیا کہ میاں کمال دین صاحب ہوش و حواس حاجی ولی محمد مرحوم کے حقیقی تایا نواب کا لڑکا ہے اور یہی سب سے زیادہ قریب عصبہ بوقت نکاح امیر بیگم کے موجود گاؤں میں تھا اور سخت ناراض اور مخالف اس کے نکاح کے اس وقت بھی تھا اور بعد میں بھی اب تک ناراض ہے اور ہرگز پسند نہیں کرتا۔



صورت مندرجہ بالا میں مسماہ کرم النبی والدہ حنیف بیگم نابالغہ کو اس نکاح کو دینے کا قطعاً کوئی حق نہیں تھا کہ عصبہ بنفسہ کے ہوتے ہوئے ماں ولی نہیں بن سکتی چنانچہ کتب مذہب مذہب حنفیہ صاف صاف تصریح فرما رہی ہیں، تنویر الابصار میں ہے خان احمد یکن عصبہ فالولایۃ للام تو یہاں کمال دین عاقل بالغ عصبہ کی ناراضگی اور مخالفت کی صورت میں یہ نکاح شرعاً نکاح نہیں ہوا۔

واللہ تعالیٰ اعلم وصلى الله تعالى على حبيب وآل و
اصحابہ وبارک وسلم۔

الوالدین علیہ السلام

۱۸ شعبان المعظم ۱۴۳۳ھ ۲۲/۴/۵۳

الاستفتاء

مکرمی معظی حضرت قبلہ جناب استاذی مولانا صاحبہ دام فیہمکم
السلام علیکم : مزاج مقدس ! معروض آنکہ مندرجہ ذیل مسئلہ میں فتویٰ تحریر کریں

صورت مسئلہ ہے :

مساءہ نعاموں بعد دس سال جس کا کہ والدہ اور دادا فوت ہو چکے تھے، اس کے
تایا پاپا تھے ہی نہیں یعنی سب مر چکے تھے، صرف ایک بھائی بچہ تین چار سال جو تھا، مساءہ
مذکورہ کی والدہ نے نکاح ثانی کر لیا۔ اب مساءہ نعاموں مذکورہ کا نکاح اس کے سوتیلے
والدہ نے کرنا چاہا جس پر مذکورہ کی والدہ نے نکاح پر عدم رضامندی کا اظہار کرتے
ہوئے قاضی و گواہوں کو کالی گلوٹ بھی نکالی مگر اس کے سوتیلے والدہ نے باوجود عدم رضامندی
والدہ نکاح کر دیا۔ اب مذکورہ بالا صورت مسئلہ میں فتویٰ تحریر فرمادیں کہ یہ نکاح شرعاً
درست ہے کہ نہیں؟ والسلام

دعا گو، محمد سعید ازمانو والدہ نقلم خود ۲۵/۴

(نوٹ) : سائل زبانی بیان کرتا ہے کہ سوتیلے والدہ لڑکی کا بھری نہیں تھا اور لڑکی



اس وقت نابالغہ تھی اور اب تک اپنے خاوند کے پاس نہیں گئی اور کبھی اکیلے بھی نہیں ہوئے۔

نشان انگوٹھا سائل مسیحی جان محمد ۲۰/۱۰/۶۲



اگر واقعی یہی صورت ہے تو وہ سوتیلے کا کیا ہوا نکاح شرعاً نکاح نہیں کہ اس لڑکی کی والدہ ہی اس کی ولی تھی اور جب وہ انکار کرتی رہی تو نکاح کیسے ہوا، فتاویٰ عالمگیریہ ج ۲ ص ۹ میں ہے وعند عدم العصبۃ کل قریب یرث الصغیر الصغیر من ذوی الارحام یملک تزویجہما فی ظاہر السوا بیتہ عن ابی حنیفہ وبغیرہ ولاہ قریب عند ابی حنیفہ الام، تو واضح ہوا کہ یہ نکاح درست نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم وصلى الله تعالى على حبيب و آلہ وصحبہ و بارک وسلم۔

عزہ الفقیر الی الخیر محمد نور اللہ النعمی غفرلہ

۲۵/۱۰/۶۲

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام مفتیان عظام اندریں مسئلہ کہ عرض ہے کہ ایک لڑکی مسماۃ سیدی جس کا والد زندہ ہے اس کی عدم موجودگی میں آج سے تقریباً گیارہ بارہ سال پہلے

جبکہ بچی نابالغہ تھی اس بچی کی والدہ جس نے دوسری جگہ نکاح ثانی کیا ہوا ہے اس نے اپنے پہلے خاوند کی اجازت کے بغیر دوسری جگہ نکاح کر دیا۔ جب لڑکی نے ہوش سنبھالی اس وقت سے لڑکی اپنا نکاح برقرار نہیں رکھنا چاہتی، اب لڑکی بالغ ہے جس کی عمر تقریباً پندرہ سال ہے بچی ابھی ثانی کے پاس رہتی ہے اور دوسری جگہ نکاح ثانی کرنا چاہتی ہے آیا وہ کر سکتی ہے یا نہیں؟

۱۔ لڑکی کی والدہ تقسیم پاکستان کے وقت ہندوستان میں سکھوں کے قبضہ میں رہ گئی تھی جب پاکستانی فوج اسے واپس پاکستان لائی تو اسے پہلے خاوند نے اس وجہ کے تحت طلاق دے دی کیونکہ وہ عرصہ تین سال سکھوں کے قبضہ میں رہ چکی تھی۔

۲۔ اس وقت جبکہ مسماہ مذکورہ ہندوستان سے واپس آئی، اس کا نکاح ثانی کئے بغیر گزارہ نہیں ہو سکتا تھا، چونکہ وہ تین بچوں کو ساتھ لے کر آئی تھی، بچوں کی پرورش کا زیادہ تر انتظام موجودہ خاوند نے کیا۔

مندرجہ بالا سوالات کے تحت فتوے فرما کر اور شریعت کی دوسے روشناس فرمائیں، بیسوا توجروا۔

(نوٹ) اس لڑکی کا باپ تین پارسل پر تھا اور آج تک اجازت نہیں دی۔

اساکی: محمد شفیع عظیم خود چک ۵۳۴/۵۳۴ E.B



ثالثاً یہ نکاح نافذ و لازم نہیں ہوا بلکہ باپ کی اجازت پر موقوف تھا اور پھر باپ کے

سکوت کی صورت میں لڑکی کی اجازت پر لڑکی کے جوان ہونے کے بعد موقوف تھا اور جب لڑکی نے رد کر دیا تو بشرط حکیم قاضی اسلام رد ہو سکتا ہے، فتاویٰ عالمگیری میں ہے فان کان الاقرب حاضرا و هو من اهل الولاية توقفت نکاح الابعد علی اجازتہ۔ واللہ تعالیٰ اعلم وعلیٰ جمل مجدہ اتموا حکم واصلی اللہ تعالیٰ علی حبیب والہ واصحابہ وبارک وسلم۔

مرکزہ الفقیر الی الخیر محمد نور اللہ النعمی غفرلہ

۸/۷/۶۲

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک عورت بیوہ نے اپنے لڑکے (۸ یا ۹ سالہ) اور خاوند متوفی کے بھائیوں کی غیر حاضری میں حلالہ ان تمام کا مقام معلوم تھا، ان سے اجازت مشورہ ہو سکتا تھا مگر بلا اجازت (اپنی ایک لڑکی نابالغہ (۸ یا نو سالہ) کا کسی شخص غیر رشتہ دار سے (خفیہ) نکاح کر دیا (اور جب انہیں نکاح کا علم ہوا تو سخت ناراض ہوئے اور اس نکاح کو پسند نہ کیا اور لڑکے نے اپنی والدہ بیوہ مذکورہ کو زد و کوب بھی کیا) پھر وہ شخص کچھ دن (۵ یوم) اس کے پاس (قبل علم وراثہ) رہ کر (مدت پانچ سال سے چلا گیا اور لڑکی کے ساتھ اس کی کوئی بات نہیں ہوتی) اب لڑکی جس کا نکاح والدہ نے کر دیا تھا بالغ ہو گئی ہے اس کی ماں مذکورہ کا ازدیجائی ہے، لڑکی مذکورہ کا ارادہ ہے کہ اس لڑکی کا نکاح کر دیوں



سابقہ نکاح کو معدوم سمجھتے ہیں آیا یہ جائز ہے؟ بیوقوف جواب۔

المتمس : فقیر عبد الرحمن قلم خود از حویلی

۲۲/۲/۷۹

نشان انگوٹھ سائلہ مسات فجاں بیوہ مذکورہ۔

رگواہ شہد) یا شہد علی ولد رحمہ دین بصیر لور (رگواہ شہد) عطفیل لد شیر محمد حسار بصیر لور (دستخط)



اگر صحت سوال مع الترمیم واقعی اور صحیح ہے تو وہ نکاح موقوف تھا، لڑکے کی اجازت پر جو اس کی ناپسندیدگی سے رتفع ہوا، درالختار وغیرہ اسفار مذہب مذہب میں ہے الولی فی النکاح العصبۃ (الی ان قال) فان لم یکن عصبۃ فالولایۃ للام اور اسی میں ہے فلونزوج الا بعد حال قیام الا قرب توقف علی احبانتہ اور جب مرتفع ہوا تو اب نکاح کر سکتے ہیں، حضرت رب العالمین جل جلالہ و علم نوالہ کا ارشاد ہے وانکحوا الایامی منکم۔ واللہ تعالیٰ اعلم وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ والہ وصحبہ وبارک وسلم۔

قرۃ الغفران ابو الخیر محمد نور اللہ انجمی غفرلہ

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اندر میں مسئلہ کہ مسماۃ جنت دختر ابراہیم

جب دو سال کی تھی تو اس کے والدین نے خدا واسطے اپنی خوشی سے مجھے دے دی اور خود بکلی بے تعلق ہو گئے، بعد ازاں براہیم فوت ہو گیا، جنت کی ماں فاطمہ نے نیا عقد کر لیا اور جنت مذکورہ میرے پاس پرورش پاتی رہی، والدہ کے مرنے کے واسطے گئی اور انہوں نے مجھ پر اپنے پاس رکھ لی اور ایک مولوی صاحب نے میرے حق فیصد کر دیا جس کی نقل میرے پاس منجھان دی گئی نے مانا اور اپنی برادری میں کسی لڑکے کے ساتھ عقد کر لیا اور لڑکے والوں سے رشتہ بطور بیٹا کر لیا محض اپنی پیٹ پرستی کی اس عقد کی اعجازت کسی ولی سے نہیں لی گئی اور نہ ہی لڑکی کی والدہ اعجاز کی گئی، لڑکی کی والدہ حال نکاح کی مگر کسی نے مدعی پیکر کسی ہمارے جیلہ بمانہ سے لڑکی میرے پاس آگئی اور کافی عرصہ کے بعد اب مانہ ہوئی ہے بلوغت کی نشانی دیکھتے ہی اس نے صاف صاف کہہ دیا کہ وہ نکاح مجھے پسند نہیں اور میں نہیں رکھتی اور گواہ بھی بنا لئے، اس میں حق حق بیان کریں، کیا وہ نکاح درست ہے کہ نہیں؟

(نوٹ) لڑکی کے ولی ہم ہیں اس کے باپ کا قریبی رشتہ بالکل نہیں ہے۔
سائل: منشی لہنا نا حقیقی لڑکی کا قوم بھی سکنا اور وڑھ جاگیر
(نشان انگوٹھا ساں لہنا) ۱۰ اشوال المحرم ۱۳۴۳ھ



اگر سوال مندرجہ بالا صحیح اور واقعی ہے تو یہ نکاح جائز نہیں، مبسوط جہم ص ۲۲۲ میں ہے ولا يجوز لغير الولي تزويج الصغير والصغيرة لقوله صلى الله عليه وسلم

لانکاح الابولی، شرأقول الولی فی هذه الصرة الأم ولما انکرت
وقت العقد اشد الانکار فلا ینعقد فنولیاً ایضاً ولو فرض سکوئها
وقت العقد فقد بطل بانکارها بعد العقد فانها قائمت علی
الانکار بالاصرار، ہر حال بشرط صحت سوال وہ نکاح سر سے ہوا ہی نہیں بلکہ بڑا
سمت علم کیا گیا ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ والہ
وصحبہ وسلم۔

مقرہ الفقیر البراخی محمد نور اللہ النعمی غفرلہ

۸ ر ذی الحجۃ المبارکہ ۱۳۷۳ھ

۸/۸/۵۲

الاستفتاء

اس میں کیا فرماتے ہیں علمائے دین مقتیان عظام، ایک شخص فوت ہو گیا، اس کی بیوی
اپنی بچیاں کے نکاح کے امور حق دار ہوں گے یا چاہے یا اس کی بیوی کا باپ یا سرال، کون
دونوں میں ہے، اس کی بچیاں کے نکاح کے کون زیادہ ذمے دار ہے، آپ تغیر طور بحوالہ
جات کتب معتبر سے درج فرمائیں۔

فقیر حیران الدین از چک ۴۲، ڈاک خانہ ۴۲، تحصیل ٹوبہ ضلع لاہور ۲۸

عہد لانہا بعد المعصبات مقدمتہ علی اب الام کماصرہ بہ ساداتنا الحنفیۃ ۱۲

منغفرلہ



نا بالغبیوں کا دلی نصیب ہے جو پہچھے ہیں اور اگر بالغہ میں تو خود مختار، کما فی جمیع سفار
المذہب الحنفی المہذب متونا و شروحا و فتاویٰ۔
واللہ تعالیٰ اعلم و صلی اللہ تعالیٰ علی حبیب الاعظم و علی
المواصباء و بارک و سلم۔

عزہ اختیاریہ الراجحہ محمد نور الدین غفرلہ

۱۰ رجب المرجب ۱۳۹۶ھ، ۶/۲



باب خيار البلوغ

بَابُ خِيَارِ الْبُلُوغِ

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص نے اپنے ہوش و حواس کی صحت میں اپنی لڑکی نابالغہ کا نکاح دوسرے شخص کے نابالغ لڑکے کے ساتھ کر دیا، اس نکاح کو عرصہ چار سال کا ہو گیا ہے، اب لڑکی چند ماہ سے بالغہ ہے اور لڑکا ابھی تک نابالغ ہے، اب لڑکی کا باپ کتنا ہے کہ میری لڑکی کو اپنے نابالغ لڑکے سے طلاق دلو اور نہ میں خیار بلوغ فی النکاح کی وجہ سے نکاح نسخ کرالوں گا۔ دریافت طلب یہ امر ہے کہ آیا اس لڑکی کو خیار بلوغ بھی ہے یا نہیں؟

۲۔ نابالغ لڑکا اپنی منکوحہ کو طلاق دے سکتا ہے یا نہیں؟

۳۔ خیار بلوغ کب تک ہے؟ بینوا لوجہ روا۔

السائل: محمد یعقوب ازچک ۵ دُن اَل تَحْمِیل اوکاڑہ بقلم خود





جب آپ نے نکاح کر دیا تو خیال ہونے قطعاً نہیں، فتاویٰ عالمگیری ج ۳ ص ۱۰ فان
زوجہما الاب والجد فلا خيار لهما۔

۲۔ بالغ طلاق نہیں دے سکتا اگرچہ عاقل ہو۔ عالمگیری ج ۳ ص ۱۰ لا یقع طلاق الصبی
وان کان یعقل۔

۳۔ کنواری لڑکی جو غیر مبنی بہا ہو اس کو جس صورت میں اختیار ملتا ہے وہ فوری ہوتا ہے
یعنی بالغ ہوتے ہی انکار کرے حتیٰ کہ اگر چہ اس کا اختیار اطل ہو جائے گا، ص ۱۰ حتی
لو سکتت کما بلفت وہی بکربطل الخیار۔ (عالمگیری ج ۳)
واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ جل مجدہ اتموا حکم وصلی
اللہ تعالیٰ علی حبیبہ والہ واصحابہ وبارک وسلم۔

قرۃ الفقیر ابو الخیر محمد نور اللہ النعمی غفرلہ

۲ ربیع الاول شریف ۱۳۷۳ھ

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین در بارہ ایں مسئلہ کہ زید

نے اپنی دختر نابالغ پیکرنا بالغہ کے ساتھ نکاح کیا، اب پسر فالے دختر کو پسند نہیں کرتے، بہت زید بکر کے پاس گیا مگر پسروالوں نے یعنی بکر نے زید کی کوئی بات نہ مانی بلکہ صاف جواب دیا، زید بکر کے پاس چند دفعہ گیا، زید تنگ آکر ایک علاء کے پاس گیا، علاء نے صورت بیان کی تو اس طرح کہ جس وقت حیض کا پہلا قطرہ آوے اسی وقت رو برو گواہاں کے دختر یہ بات کہے کہ یہ خاوند مجھ کو مطلق منظور نہیں۔ یہ گواہ ہیں : بہاول ولد مستقیم لوہار، نور محمد ولد حیدر درویش کے، اب لڑکی چھ ماہ کے بعد بالغ ہوگئی اور مذکورہ گواہوں کے رو برو زبان پر مذکورہ بالا کلمات ادا کر دئے سینوا بال کتاب تو جروا بال ثواب۔



باپ اور دامے کا باقاعدہ کیا ہوا نکاح صحیح اس طرح منع نہیں ہو سکتا، فتاویٰ عالمگیری ج ۲ ص ۱۰، تنویر الابصار، در المختار، رد المحتار ج ۲ ص ۴۱، ۴۱۸ میں ہے والنظر من الهندية فان زوجهما الاب والجد فلا خيار لهما بعد بلوغهما توجب تک رو کا بالغ ہونے کے بعد طلاق نہ دے تو نکاح منع نہیں ہو سکتا کہ قرآن کریم نے نکاح خاوند کے قبضہ میں رکھا ہے، فرمایا الذی بیدہ عقدہ النکاح اور حدیث شریف میں ہے کہ طلاق کا وہ مالک ہے جو جماع کر سکتا ہے انما الطلاق لمن اخذ بالساق رواہ ابن مساجہ فی سننہ عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما مرفوعاً ص ۱۵۲۔



واللہ تعالیٰ اعلم وصلى الله تعالى على حبيبہ والہ و
اصحابہ وسلم۔

رحمہ العقیقۃ البرائۃ الخیرۃ محمد نور اللہ انعمی غفرلہ

۲۰ رذی الحجۃ المبارکہ ۱۴۲۲ھ

الاستفتاء

سائل منظر کہ اس نے اپنی لڑکی کا نکاح رضامند و رغبت سے اپنے بھتیجے
کے ساتھ کر دیا جبکہ لڑکی کی عمر دو سال کی تھی، اب لڑکا جوان ہے مگر بیارہ ہے،
لڑکی بھی جوان ہو گئی ہے مگر وہ اس کے گھر آباد ہونا پسند نہیں کرتی تو کیا کوئی صورت
لڑکی کی خلاصی کو ہو سکتی ہے؟

سائل، سید ولد دلاور کلہا از گنبد اپور



باپ کا کیا ہونا لڑکی کا نکاح فسخ نہیں ہو سکتا، فتاویٰ عالمگیری اور دوسرے
مستند فتاویٰ اور فقہ حنفی کی تمام معتبر کتابوں میں صاف صاف یہی تحریر ہے، فتاویٰ
کے لفظ ج ۲ ص ۱۰ میں یہ ہیں فان زوجہما الا بوالجد فلا خيار لهما

نکاح کا معاملہ بڑا نازک ہے نکاح والی عورت کا نکاح اسی طرح حرام ہے جس طرح
کہ ماں اور مین کا نکاح حرام ہے، قرآن کریم میں محرمات کے بیان میں ہے **وَالْحَصَنَاتُ**
مِنَ النِّسَاءِ تو اگر عورت ہی مقصود ہے تو لڑکے سے طلاق حاصل کی جائے۔
واللہ تعالیٰ اعلم و صلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ والہ
واصحابہ وبارک وسلم۔

عزہ الفقیر البراۃ الخیر محمد نور اللہ النعمی غفرلہ

الاستفتاء

نعمان ولد محمد الدین قوم کھوکھر نے اپنی نابالغ لڑکی خورشید بیگم نابالغ بیعتی محمد شہان
ولد میاں چراغ دین قوم کھوکھر سے روبرو گواہاں نکاح شرعی کر دیا، ایسا نکاح از روئے
شریعت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم مقبر ہے یا نہیں؟ نکاح شرعی کو ہوئے قریب دس
گیارہ سال ہو گئے ہیں، بعد بلوغ لڑکی مذکورہ کے بغیر طلاق حاصل کئے نکاح ثانی
بجز شوہر اول سے کسی اور کے ساتھ جائز ہے یا نہیں؟ جواب لکھ کر عن اللہ
ما جو رہوں۔

محمد شہان ولد میاں چراغ دین قوم کھوکھر نمائندہ اخبارات بصیر پور



اگر یہ سوال صحیح ہے اور صورت واقعہ یہی ہے تو وہ نکاح لازم ہو چکا،

ڑکی کو بعد از بلوغ بھی یہ اختیار نہیں کہ نکاح فسخ کر سکے، فتاویٰ عالمگیری ج ۲ ص ۱۰ میں ہے
 فان زوجهما الاب والجد فلا خيار لهما بعد بلوغهما لهذا
 بلاطلاق کسی اور شخص سے اس ڑکی کا نکاح کرنا ہرگز ہرگز جائز نہیں، فتاویٰ عالمگیری
 ج ۲ ص ۱۰ میں ہے لايجوز للمرجل ان يتزوج زوجة غيره اور قرآن کریم
 میں ہے والمحصنات من النساء، ہاں اگر محمد شعبان کا نکاح اس کے والد
 کی اجازت کے سوا کیا گیا اور اس نے نہ پسند رکھا تو یہ نکاح نہ رہا، یا محمد شعبان کا
 باپ گزر چکا ہو اور چچا کی اجازت سے نکاح ہوا تو بعد از بلوغ محمد شعبان فسخ کر سکتا
 ہے مگر ڑکی کو حق فسخ نہیں۔

واللہ تعالیٰ اعلم وصلى الله تعالى على حبيب والـ
 وصحب وبارک وسلم۔

حقرہ الفقیر ابو الجحیم محمد نور الشانی غفرلہ

۱۳/۱۱/۶۳

الاستفتاء

واجب الاحترام مفتی صاحب بصیر پور

السلام علیکم! بعد خدمت اقدس عرض ہے کہ حسب ذیل مسئلہ کا فتوے
 اذ روئے شریعت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مستند ثبوت سے واضح فرما کر شکر یہ کا
 موقع بخشیں، مہربانی ہوگی۔

ایک نابالغ لڑکی دو سال کا نکاح شرعی اس کے والدین نے ایک لڑکے سے کر دیا، اب وہ لڑکی بالغ ہو چکی ہے، لڑکی نے پہلی ماہواری آنے پر مذکورہ نکاح سے انکار کر دیا کہ میرا اس لڑکے سے کوئی نکاح نہیں ہے لہذا اب میں اس سے شادی نہیں کرنا چاہتی، کیا لڑکی کے ایسے انکار سے نکاح فسخ ہو سکتا ہے فقط السلام علیکم، مورخہ ۱۰/۹/۷۰

محمود ولد نور محمد رقم سوئس سیال پکا حاجی مجتبیٰ خانیوال ضلع ملتان

ڈاک خانہ میاں جنوں



وعلیکم السلام ورحمۃ وبرکاتہ

یہ نکاح لازم ہے اور لڑکی کا یہ انکار کہ میرا اس لڑکے سے کوئی نکاح نہیں ہے محض جھوٹ اور غلط بیانی ہے کیونکہ والدین نے باقاعدہ نکاح کیا ہے تو اس کی نفی جھوٹ کے سوا کچھ بھی نہیں، البتہ یہ ایک اور مسئلہ ہے کہ باپ دادا کے غیر کا کیا ہوا نکاح نابالغ لڑکی ماہواری دیکھتے ہی فسخ کر سکتی ہے یعنی توڑ سکتی ہے جس کا معنی یہ ہے کہ نکاح ہونے کا اقرار کرتے ہوئے رد کرتی ہے، پھر اس کے لئے بھی شرطیں ہیں مگر وہ بھی باپ کے کئے ہوئے نکاح میں غیر معتبر ہیں، فتاویٰ عالمگیری ج ۲ ص ۱۰ میں ہے فان زوجہما

الاب والجد فلاخيار لهما بعد بلوغهما النكاح لازم او صحيح ہے۔
والله تعالى اعلم وصلى الله تعالى على سيدنا محمد
وعلى آله واصحابه وبارك وسلم۔

عزہ الغفران الابرار محمد نور الشان نعمی غفرلہ

۹ رجب المرجب ۱۳۹۰ھ

۱۰/۹/۴۰





فہرست آیات قرآنیہ فتاویٰ نوریہ جلد دوم



نمبر	آیات	سورت	صفحہ فتاویٰ
۱	انما الصدقات للفقراء والمساكين والعاملین علیہا و المؤلفة قلوبہم و فی الرقاب و الغرمین و فی سبیل اللہ و ابن السبیل فریضۃ من اللہ واللہ علیم حکیم	التوبہ: ۶۰	۱۱۹
۲	للفقراء الذین احصروا فی سبیل اللہ لا یستطیعون ضربا فی الارض یحسبہم الجاہل اغنیاء من التعفف	البقرہ: ۲۷۳	۱۱۹
۳	الغیا سیدھا لدا الباب	یوسف: ۲۵	۱۲۱
۴	ادعوہم لابائہم	الاحزاب: ۵	۱۲۲
۵	فی سبیل اللہ	التوبہ: ۶۰	۱۲۳

۱۲۴	المائدہ: ۲	۶ ولا تعاونوا على الاثم والعدوان
۱۲۸	الحج: ۳۶	۷ و البدن جعلناها لكم من شعائر الله لكم فيها خير فاذكروا اسم الله عليها
۱۳۹	المتحدہ: ۱۲	۸ يا ايها النبي اذا جاءك المؤمنات
۱۳۹	المتحدہ: ۱۰	۹ يا ايها الذين امنوا اذا جاءكم المؤمنات
۱۵۳'۱۳۳	البقرہ: ۲۶۷	۱۰ انفقوا من طيبات ما كسبتهم و مما اخرجنا لكم من الارض
۱۵۳'۱۳۳	الانعام: ۱۳۱	۱۱ و اتواحقه يوم حصاده
۱۳۶	الزلزل: ۲۰	۱۲ و ما تقدموا لانفسكم من خير تجدوه عند الله هو خيرا واعظم اجرا
۱۵۱	البقرہ: ۱۸۹	۱۳ يستلونك عن الاهلة قل هي مواقيت للناس والحج
۲۱۸'۱۵۱	التوبہ: ۳۶	۱۴ ان عدة الشهور عند الله اثنا عشر شهرا في كتاب الله يوم خلق السموات والارض
۱۷۶	البقرہ: ۱۸۵	۱۵ فمن شهد منكم الشهر
۱۷۶	البقرہ: ۱۸۳	۱۶ و على الذين يطيقونه فدية طعام مسكين
۲۰۲'۲۰۰'۱۹۵	البقرہ: ۱۸۳	۱۷ فمن كان منكم مريضا او على سفر فعدة من ايام اخر
۲۱۸'۲۰۲	البقرہ: ۱۸۷	۱۸ ثم اتموا الصيام الى الليل
۲۰۳	البقرہ: ۱۸۳	۱۹ وان تصوموا خير لكم





		۲۰	فَالْتَنُّ بِأَشْرُوهُنَّ وَابْتَغُوا مَا كَتَبَ اللَّهُ لَكُمْ وَكُلُوا وَاشْرَبُوا حَتَّى يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْأَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْأَسْوَدِ مِنَ الْفَجْرِ
۲۱۸	البقرہ: ۱۸۷	۲۱	وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوَىٰ
۵۰۰، ۲۸۵، ۲۳۳	المائدہ: ۲	۲۲	يُرِيدُ اللَّهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيدُ بِكُمُ الْعُسْرَ
۲۳۴	البقرہ: ۱۸۵	۲۳	إِنِ الصَّلَاةُ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ كِتَابًا مُوقُوتًا
۱۸۲	النساء: ۱۰۳	۲۴	مِن بَعْدِ صَلَاةِ الْعِشَاءِ
۱۸۳	النور: ۵۸	۲۵	وَاقِمِ الصَّلَاةَ طَرَفِي النَّهَارِ وَزُلْفَا مِنْ اللَّيْلِ
۱۸۴	هود: ۱۱۴	۲۶	وَالَّذِينَ صَبَرُوا ابْتِغَاءَ وَجْهِ رَبِّهِمْ وَأَقَامُوا الصَّلَاةَ
۱۸۴	الرعد: ۲۲	۲۷	إِنِ الصَّلَاةُ تَنْهَىٰ عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْكَرِ
۱۸۴	العنكبوت: ۴۵	۲۸	وَلَا تَجْهَرُ بِصَلَاتِكَ
۱۸۴	الاسراء: ۱۱۰	۲۹	وَهُمْ عَلَى صَلَاتِهِمْ يُحَافِظُونَ
۱۸۴	الانعام: ۹۲	۳۰	قُلْ إِن صَلَاتِي وَنَسْكَي
۱۸۴	الانعام: ۱۶۲	۳۱	حَافِظُوا عَلَى الصَّلَوَاتِ وَالصَّلَاةِ الْوُسْطَىٰ
۱۸۴	البقرہ: ۲۳۸	۳۲	وَالَّذِينَ هُمْ عَلَى صَلَاتِهِمْ يُحَافِظُونَ
۱۸۴	المعارج: ۳۳	۳۳	لَا يَكْلِفُ اللَّهُ نَفْسًا إِلَّا وُسْعَهَا
۱۹۷، ۱۹۳	البقرہ: ۲۸۶	۳۴	وَلَا تُلْقُوا بِأَيْدِيكُمْ إِلَى التَّهْلُكَةِ
۱۹۴	البقرہ: ۱۹۵	۳۵	يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِن تَتَّقُوا اللَّهَ يَجْعَلْ لَكُمْ فِرْقَانًا
۱۹۸	الانفال: ۲۹		



۱۹۸	الطلاق: ۲	۳۶ ومن یتق الله يجعل له مخرجا ۝
۲۶۲	الحج: ۲۷	۳۷ واذن فی الناس بالحج یاتواک
۲۸۵	آل عمران: ۱۱۰	۳۸ کنتم خیر امة اخرجت للناس تامرون بالمعروف وتنهون عن المنکر
۲۸۵	الحج: ۳۳	۳۹ فسلوا اهل الذکر ان کنتم لا تعلمون ۝
۲۸۵	آل عمران: ۷۹	۴۰ و لكن کونوا ربانیین بما کنتم تعلمون الکتاب وبما کنتم تدرسون ۝
۲۸۵	الانفال: ۷۲	۴۱ و ان استنصروکم فی الدین فعلیکم النصر
۲۸۵	الحجر: ۳	۴۲ الا الذین امنوا و عملوا الصلحت و تواصوا بالحق وتواصوا بالصبر ۝
۲۸۵	النور: ۶۱	۴۳ لیس علیکم جناح ان تاكلوا جعیعا او اشتاتا
۲۸۵	البقرہ: ۱۸۷	۴۴ ولا تباشروهن وانتم عاکفون فی المساجد ولا تقولوا لما تصف السنتکم الکذب هذا حلال وهذا حرام لتفتروا علی الله الکذب ان الذین یفترون علی الله الکذب لا یفلحون ۝ متاع قليل ولهم عذاب الیم ۝
۲۸۵	النور: ۳۲	۴۶ وانکحوا الایامی
۷۲۱'۶۶۷		
۳۲۸	الانعام: ۱۶۳	۴۷ ولا تزر وازرة وزر اخرى

۳۸ و احل لکم ما وراء ذلكم

النساء: ۳۴

۴۲۷'۴۲۶'۴۲۴

۴۳۱'۴۲۹'۴۲۸

۴۳۳'۴۳۳'۴۳۲

۴۳۸'۴۳۷'۴۳۶

۴۴۱'۴۴۰'۴۳۹

۴۴۵'۴۴۳'۴۴۲

۵۰۰'۴۵۷'۴۴۶

۵۲۳'۵۱۷'۵۱۶

۵۳۵'۵۲۹'۵۲۸

۷۰۸

۴۳۷'۴۳۰'۴۲۲

۴۹ فانکحوا ما طاب لکم من النساء مثنیٰ و

ثلاث و رباع

النساء: ۳

۵۱۷'۵۱۶'۵۰۰

النخل: ۷۲

۵۰ جعل لکم من انفسکم ازواجا

۳۴۳

البقرہ: ۲۹

۵۱ خلق لکم ما فی الارض

۳۸۵'۳۴۳

البقرہ: ۲۲۳

۵۲ نساؤکم حرث لکم

۳۵۱'۳۴۴

النساء: ۳

۵۳ فان خفتم الاتعدلوا فواحدة

۵۴ ولن تستطیعوا ان تعدلوا بین النساء ولنو

حرصتم

النساء: ۱۲۹

۳۴۵

الانعام: ۱۵۱

۵۵ نحن نرزقکم وایاہم

۳۴۴

النساء: ۱۲۹

۵۶ فلا تمیلوا کل المیل فتذروہا کالمعلقة

۳۴۵

النور: ۳۲

۵۷ ان یکونوا فقراء یغنیہم اللہ من فضلہ

۳۴۵

شوریٰ: ۳۸

۵۸ وامرہم شورى بینہم





		۵۹ و اذا طلقتم النساء فبلغن اجلهن فلا
۵۱۵'۳۳۵		تعصلوهن ان ينكحن ازواجهن إذا تراضوا
۶۶۳	البقرہ: ۲۳۲	بينهم بالمعروف
		۶۰ ذلکم ازکی لکم و اطہرو اللہ یعلم و انتم
۳۳۵	البقرہ: ۲۳۲	لا تعلمون ﴿
۲۰۵'۳۸۸'۳۳۶	البقرہ: ۲۳۷	۶۱ الذی بیده عقدہ النکاح
۳۳۶	البقرہ: ۸۵	۶۲ افتؤمنون ببعض الكتاب و تکفرون ببعض
		۶۳ ادخلوا فی السلم كافة و لا تتبعوا خطوات
۳۳۷	البقرہ: ۲۰۸	الشیطان انه لکم عدو مبین ﴿
		۶۴ ما کان لمؤمن و لا مؤمنة اذا قضی اللہ و
		رسوله امرا ان یکون لهم الخیرة من
		امرهم و من یعص اللہ و رسوله فقد ضل
۳۳۷	الحزاب: ۳۶	ضلالا مبینا ﴿
		۶۵ تلک حدود اللہ فلا تعتدوها و من یتعد
۳۳۷	البقرہ: ۲۲۹	حدود اللہ فاولئک هم الظالمون ﴿
		۶۶ الطلاق مرتن فامساک بمعروف او تسریح
۳۸۷'۳۳۸	البقرہ: ۲۲۹	باحسان
		۶۷ فان طلقها فلا تحل له من بعد حتی تنکح
۳۳۸	البقرہ: ۲۳۰	زوجا غیره
۳۳۸	البقرہ: ۲۲۸	۶۸ و للرجال علیہن درجۃ
۳۸۵'۳۳۸	النساء: ۳۳	۶۹ الرجال قوامون علی النساء



۳۸۷'۳۳۹	النساء: ۳۳	۷۰ و التي تخافون نشوزهن فعظوهن و اهجروهن في المضاجع واضربوهن
۳۵۲	النساء: ۱۳۰	۷۱ و إن يفرقا يغن الله كلا من سعته
۳۸۰	البقرة: ۱۹۱	۷۲ و الفتنة اشد من القتل
۳۸۵	البقرة: ۱۸۷	۷۳ هن لباس لكم
۳۸۵	النساء: ۱۹	۷۴ عاشروهن بالمعروف
۳۸۵	الروم: ۲۱	۷۵ ازواجاً لتسكنوا اليها
۳۸۶	الطلاق: ۱	۷۶ لا تخرجوهن من بيوتهن ولا يخرجن
۳۸۶	الطلاق: ۶	۷۷ اسكنوهن من حيث سكنتم من وجدكم
۳۸۷	البقرة: ۲۱۶	۷۸ عسى ان تكرهوا شيئاً وهو خير لكم
		۷۹ فان كرهتموهن فعسى ان تكرهوا شيئاً و يجعل الله فيه خيراً كثيراً
۳۸۷	النساء: ۱۹	۸۰ لا جناح عليهما فيما افتدت به
۳۸۷	البقرة: ۲۲۹	۸۱ و بعولتهن احق بردهن
۳۸۷	البقرة: ۲۲۸	۸۲ فامسكوهن بمعروف
۳۸۷	البقرة: ۱۳۱	۸۳ و ان امرأة خافت من بعلها نشوزاً او اعراضاً فلا جناح عليهما ان يصلحا بينهما صلحا و الصلح خير
۳۸۸	النساء: ۱۲۸	۸۴ ان تبتغوا باموالكم
۴۰۸	النساء: ۲۳	۸۵ و خللتكم
۴۱۳	النساء: ۲۳	۸۶ و امهت نساءكم
۴۱۸'۴۱۶	النساء: ۲۳	



۸۷	حرمت علیکم امہاتکم و بنتکم و اخوتکم و عمتکم و خللتکم	النساء: ۲۳	۴۲۱
۸۸	ابویکم	الأعراف: ۲۷	۴۲۵
۸۹	و حلائل ابناء کم الذین من اصلا بکم	النساء: ۲۳	۴۴۲'۴۴۱
۹۰	لا تقربوا الفواحش	الانعام: ۱۵۱	۴۵۰
۹۱	قل انما حرم ربی الفواحش ما ظهر منها و ما بطن	الأعراف: ۳۳	۴۵۱
۹۲	و لیستعفف الذین لا یجدون نکاحا حتی یغنیهم اللہ من فضله	النور: ۳۳	۴۵۱
۹۳	و ان تجمعوا بین الاختین	النساء: ۲۳	۴۵۸'۴۵۲'۴۴۲
۹۴	و المطلقت یتربصن بانفسهن ثلاثہ قروء	البقرہ: ۲۲۸	۴۶۰'۴۹۴
۹۵	و اللائی یئسن من المحیض من نساء کم ان ارتبتم فعدتهن ثلاثہ اشھر و اللائی لم یحضن	الطلاق: ۴	۴۶۰
۹۶	و اولات الاحمال اجلهن ان یضعن حملهن	الطلاق: ۴	۴۶۰'۴۹۴'۴۳۰
۹۷	لا جناح علیکم ان طلقتم النساء ما لم تمسوهن او تقرضوا لهن فریضۃ	البقرہ: ۲۳۶	۵۰۲'۵۰۵'۵۰۷'۵۰۹
۹۸			۴۷۸



۶۸۹'۶۶۷'۳۷۸	النساء: ۲۳	۹۸ و المحصنات من النساء
۷۳۲'۷۳۱		
۳۹۲'۳۹۱	البقرہ: ۲۳۴	۹۹ و الذين يتوفون منكم و يذرون ازواجاً
۵۰۲'۳۹۳'۳۹۱	البقرہ: ۲۳۵	يتربصن بانفسهن اربعة اشهر و عشراً
		۱۰۰ و لا تعزموا عقدة النكاح حتى يبلغ الكتاب اجله
۳۹۹	النساء: ۱۷	۱۰۱ انما التوبة على الله للذين يعملون السوء بجهالة
۳۹۹	المائدہ: ۳۳	۱۰۲ الا الذين تابوا من قبل ان تقدروا عليهم فاعلموا ان الله غفور رحيم
۳۹۹	النساء: ۱۶	۱۰۳ فان تابا واصلحا فاعرضوا عنهما ان الله كان تواباً رحيماً
۵۲۰	الاحزاب: ۵۸	۱۰۴ و الذين يؤذون المؤمنين و المؤمنات بغير ما اكتسبوا فقد احتملوا بهتاناً و اثماً مبيناً
۵۹۷	النور: ۱۳	۱۰۵ لولا جاء و عليه باربعة شهداء
۵۹۷	الطلاق: ۲	۱۰۶ و اشهدوا ذوى عدل منكم
۶۳۰'۶۲۲'۶۲۰	النساء: ۲۳	۱۰۷ و اخوتكم من الرضاعة
۶۶۳	البقرہ: ۲۳۴	۱۰۸ فلا جناح عليكم فى ما فعلن فى انفسهن بالمعروف
۶۷۱'۶۶۳	النساء: ۱۹	۱۰۹ يا ايها الذين امنوا لا يحل لكم ان ترثوا النساء كرها

۶۶۳	النساء: ۲۱	۱۱۰ و اخذن منکم میثاقا غلیظا ۝
۶۶۳	البقرہ: ۲۳۰	۱۱۱ حتی تنکح زوجا غیرہ
		۱۱۲ و المؤمنون و المؤمنات بعضهم اولیاء
۶۶۶	التوبہ: ۷۱	بعض
۶۶۷		۱۱۳ اوفوا بالعقود
		۱۱۴ و لا جناح علیکم فیما عرضتم به من
		خطبة النساء او اکننتم فی انفسکم علم
		الله انکم ستذکروهن و لکن لا تواعدوهن
۶۷۰	النساء: ۲۳۵	سرا الا ان تقولوا قولا معروفا ۝
۷۰۳	البقرہ: ۲۳۱	۱۱۴ و لاتمسکوهن ضرا لا تعتدوا





فہرست احادیث مبارکہ فتاویٰ نوریہ جلد دوم



نمبر شمار	احادیث مبارکہ	حوالہ کتب	صفحہ فتاویٰ
۱	ایبت عند ربی	مدارج النبوۃ جلد ۱، صفحہ ۴۳۰ / فتح الباری جلد ۴، صفحہ ۱۶۸	۱۰۴
۲	اظل عند ربی	فتح الباری جلد ۴، صفحہ ۱۶۸ / مسند احمد بن حنبل جلد ۲، صفحہ ۲۵۳	۱۰۴
۳	انہ علیہ السلام عقی عن نفسه بعد النبوة	سنن بیہقی جلد ۹، صفحہ ۳۰۰ / الحادی للفتاویٰ جلد ۱، صفحہ ۱۹۶ / شرح شمائل ملا علی جلد ۱، صفحہ ۳۵	۱۱۲



۱۱۶	مسلم شریف جلد ۱ صفحہ ۳۳۵	۴ ان هذه الصدقات انما هي اوساخ الناس و انها لا تحل لمحمد ﷺ و لا لال محمد ﷺ
۱۱۶	ابن خزیمہ ج ۳، صفحہ ۶۰ مکتبہ اسلامی / معانی الآثار ج ۳ صفحہ ۲۵۷	۵ نحن اهل بيت لا تحل لنا الصدقه
۱۳۰	بخاری جلد ۲، صفحہ ۸۲۲	۶ اهریقوا عنه دما
۱۳۰	فتح الباری جلد ۹، صفحہ ۴۸۷	۷ یعق عنه من الابل و البقر و الغنم
۱۳۴	مسلم شریف جلد ۱، صفحہ ۳۱۶ (مقبول) / مسند احمد بن حنبل جلد ۱، صفحہ ۱۴۵	۸ ما سقت السماء ففيه العشر و ما سقى بالغرب و الدالية ففيه نصف العشر
۲۳۳	ابوداؤد جلد ۱، صفحہ ۳۲۲	۹ رايت رسول الله ﷺ بالعرج يصب على راسه و هو صائم من العطش او من الحر
۲۳۴	جامع صغير جلد ۱، صفحہ ۱۲۹	۱۰ استعينوا بطعام السحر على صيام النهار و بالقليلولة على قيام الليل
۱۸۲	ابن كثير جلد ۱، صفحہ ۵۵۰	۱۱ ان للصلوة وقتا كوقت الحج
۱۸۲	در منثور جلد ۱، صفحہ ۲۹۶	۱۲ من حافظ على الصلوات الخمس على وضوئهن و ركوعهن و سجودهن و مواقيتهن
۱۸۲	در منثور جلد ۱، صفحہ ۲۹۵	۱۳ حافظ على وضوئها و مواقيتها
۱۸۳	در منثور جلد ۱، صفحہ ۲۹۵	۱۴ من صلى الصلوات لوقتها

۱۵	و عزتی و جلالی لا یصلیها عبد لوقتہا الا ادخلتہ الجنة	درمنور، جلد ۱، صفحہ ۳۹۶	۱۸۳
۱۶	ای العمل افضل قال الصلوة لوقتہا	خاری، جلد ۱، صفحہ ۷۶ / مسلم، جلد ۱، صفحہ ۶۲	۱۸۳
۱۷	خمس صلوات کتبہن اللہ علی العباد	نسائی، جلد ۱، صفحہ ۸۰ / موطا امام مالک، صفحہ ۳۳، دار	۱۸۵
۱۸	من جاء بہن لم یضیع منہن شیئا	نسائی، جلد ۱، صفحہ ۸۰ / موطا امام مالک، صفحہ ۳۳	۱۸۵
۱۹	خمس صلوات افترضہن اللہ عز و جل من احسن وضوئہن و صلاتہن لوقتہن	ابوداؤد، جلد ۱، صفحہ ۶۱	۱۸۵
۲۰	فذلك مثل الصلوات الخمس یحو اللہ بہن الخطایا	خاری، جلد ۱، صفحہ ۷۶ / مسلم، جلد ۱، صفحہ ۲۳۵	۱۸۵
۲۱	الصلوات الخمس و الجمعة الی الجمعة	مسلم، جلد ۱، صفحہ ۱۲۲	۱۸۵
۲۲	صلوا خمسکم	ترمذی، کتاب الجمعہ، باب ما ذکر فی فضل حدیث نمبر ۵۵۹ / مشکوٰۃ المصابیح، صفحہ ۵۸ حوالہ	۱۸۵
۲۳	ان النبی ﷺ سئل عن الامر یحدث لیس فی کتاب و لا سنة فقال ینظر فیہ العابدون من المؤمنین	سنن دارمی، صفحہ ۲۸	۱۹۸
۲۴	لا تسئل عما لم یکن فانی سمعت عمر بن الخطاب..... الخ	سنن دارمی، صفحہ ۲۸	۱۹۸



۱۹۸	سنن دارمی، صفحہ ۲۸	۲۵	لا تعجلوا بالبلیۃ قبل نزولها فانکم ان لا تعجلوها قبل نزولها لا ینفک المسلمون و فیہم اذا ہی نزلت..... الخ
۲۶۲	اصابہ فی تمییز الصحابہ، جلد ۲، صفحہ ۳	۲۶	یا ساریۃ الجبل
۲۶۳	ترمذی، جلد ۱، صفحہ ۹۴ / ابو داؤد، جلد ۱، صفحہ ۳۳۱	۲۷	قال (ﷺ) یا بلال اذن فی الناس فلیصوموا غدا
۲۶۳	بخاری، جلد ۱، صفحہ ۲۶۸ / مسلم، جلد ۱، صفحہ ۳۵۹	۲۸	قال رسول اللہ ﷺ صوموہ انتم
۲۷۲	صحیح ترمذی، جلد ۱، صفحہ ۹۹	۲۹	الفطر یوم یفطر الناس و الاضحی یوم یضحی الناس
۲۷۲	سنن بیہقی، جلد ۴، صفحہ ۲۵۲ / ابو داؤد، جلد ۱، صفحہ ۳۲۸	۳۰	النحر یوم ینحر الناس و الفطر یوم یفطر الناس
۲۷۲	بیہقی، جلد ۴، صفحہ ۲۵۲	۳۱	فطرکم یوم تفتطرون و اضحاکم یوم تضحون
۲۷۲	ترمذی، جلد ۱، صفحہ ۸۸	۳۲	الصوم یوم تصومون و الفطر یوم تفتطرون و الاضحی یوم تضحون
۲۷۲	بیہقی، جلد ۴، صفحہ ۲۵۲	۳۳	صومکم یوم تصومون و اضحاکم یوم تضحون
۲۷۲	ابن ماجہ، صفحہ ۱۲۱	۳۴	الفطر یوم تفتطرون و الاضحی یوم تضحون
۲۷۲	مسبو، جلد ۴، صفحہ ۵۷	۳۵	عرفتکم یوم تعرفون
۲۷۲	بدائع، جلد ۲، صفحہ ۱۲۶		



۳۶	فی روایۃ حجکم یوم تحجون	مبسوط، جلد ۲، صفحہ ۵۷	۲۷۲
۳۷	فاصنع الشجر و ما لا نفس له	بدائع، جلد ۲، صفحہ ۱۲۶	۳۰۲
۳۸	کل شیء لیس فیہ روح	مسلم، جلد ۲، صفحہ ۲۰۲	۳۰۲
۳۹	قوله ﷺ فان الله معذبه حتى ينفخ	بخاری، جلد ۱، صفحہ ۲۹۶	۳۰۲
۴۰	فمر بالتمثال فليقطع رأسه حتى يكون كهيئة الشجرة	عینی، جلد ۱۲، صفحہ ۳۹ / قسطلانی، جلد ۳، صفحہ ۱۲۱	۳۰۲
۴۱	ان رسول الله ﷺ قبل الركن اليماني و وضع خده عليه	ترمذی، جلد ۲، صفحہ ۱۰۳ / شرح معانی الآثار، جلد ۲، صفحہ ۳۰۵	۳۰۲
۴۲	لما تزوج على رضى الله تعالى عنه فاطمة رضى الله تعالى عنها قال رسول الله ﷺ اعطها شيئا قال ما عندي قال اين درعك الحطمية	مسند رک حاکم، جلد ۱، صفحہ ۳۵۶	۳۰۸
۴۳	ان عليا رضى الله تعالى عنه لما تزوج فاطمة بنت رسول الله ﷺ اراد ان يدخل بها فمنعه رسول الله ﷺ حتى يعطيها شيئا فقال يا رسول الله ليس لى شيء فقال له النبي ﷺ اعطها درعك فاعطاها درعه ثم دخل بها	نسائی، جلد ۲، صفحہ ۹۱	۳۷۳
۴۴	وله يومئذ تسع نسوة	ابوداؤد، جلد ۱، صفحہ ۲۹۰ / نسائی، جلد ۲، صفحہ ۹۱ / بخاری، جلد ۲، صفحہ ۷۸۵ / نسائی، جلد ۲، صفحہ ۶۷	۳۷۳



۳۳۴	ترجمی، جلد ۷، صفحہ ۱۳۹	۴۵ اختر منہن اربعاً
۳۳۴	ترجمی، جلد ۱، صفحہ ۱۳۶	۴۶ اللہم هذه قسمتی فی ما املك فلا
۳۳۵	درمثور، جلد ۵، صفحہ ۴۵	تلمنی فی ما تملك ولا املك
۳۳۵	ابن ماجہ، صفحہ ۱۵۲ / بیہقی	۴۷ التمسوا الرزق بالنکاح
۳۸۸، ۳۳۶	جلد ۷، صفحہ ۳۶۰	۴۸ الطلاق لمن اخذ بالساق
۳۳۶	ترجمی، جلد ۷، صفحہ ۳۶۰	۴۹ الا انما يملك الطلاق من ياخذ بالساق
۳۰۳، ۳۳۶	بخاری، جلد ۱، صفحہ ۳۷۷ / مسلم، جلد ۱، صفحہ ۴۹۴	۵۰ ما كان من شرط ليس فی كتاب الله فهو باطل وان كان مائة شرط
۳۳۸	ترجمی، جلد ۷، صفحہ ۳۴۱	۵۱ ثلث جدهن جد و هزلهن جد النکاح و
۳۳۸	تفسیر مظہری، جلد ۱، صفحہ ۳۰۱	الطلاق و الرجعة
۳۳۹	بخاری، جلد ۲، صفحہ ۷۷۹	۵۲ ارايت لو طلقتها ثلاثا ا كان يحل لی
۳۳۹	احیاء، جلد ۲، صفحہ ۴۴	ان اراجعها
۳۳۹	ترمذی، جلد ۱، صفحہ ۱۳۸ / مشکوٰۃ المصابیح، صفحہ ۲۸۳	۵۳ الرجل راع علی اهله
۳۳۹		۵۴ انهن عوان فی ایدیکم یعنی اسراء
۳۳۹		۵۵ لو كنت أمر احد ان يسجد لاحد
۳۳۹		لامرت المرأة ان تسجد لزوجها
۳۸۳	سنن ابی داود، جلد ۱	۵۶ ان العباس بن عبد الله بن عباس انكح
		عبد الرحمن بن الحكم ابنته و انکحه عبد
		الرحمن ابنته و كانا جعلا صداقا فكتب
		امير معاوية الى مروان يأمره بالتفريق
		بينها و قال فی كتابه هذا الشغار الذي
		نهى عند رسول الله ﷺ



۵۷ ابغض الحلال الى الله الطلاق

بہقی، جلد ۷، ۳۲۲ / سنن ابی داؤد، جلد ۱، صفحہ ۲۹۶

۳۸۷ مستدرک، جلد ۲، صفحہ ۱۹۶

۵۸ ایما امرأة سألت زوجها طلاقا في

سنن ابی داؤد، جلد ۱، صفحہ ۳۰۳ / بہقی، جلد ۷، صفحہ ۳۱۶ / ترمذی، جلد ۱، ۱۳۲

۳۸۷

غير ما بأس فحرام عليها رائحة الجنة

۵۹ المنتزعات و المختلعات هن

سنن نسائی، جلد ۲، صفحہ ۱۰۷ / بہقی، جلد ۷، صفحہ ۳۱۶

۳۸۷

المنافقات

۶۰ لا طلاق له في ما لا يملك

بہقی، جلد ۷، صفحہ ۳۱۸ / ابن ناجہ، صفحہ ۱۳۸ / ابی داؤد، جلد ۱، صفحہ ۲۹۸ / مستدرک حاکم، جلد ۲، صفحہ ۲۰۵

۳۸۸

۶۱ لا طلاق لمن لم يملك

مستدرک، جلد ۲، صفحہ ۲۰۳ / بہقی، جلد ۷، صفحہ ۳۱۹

۳۸۹

۶۲ (قلت لنافع ما الشغار) قال ينكح

بخاری، جلد ۲، صفحہ ۷۶۶ / مسلم، جلد ۱، صفحہ ۴۵۴ / ابی داؤد، جلد ۱، صفحہ ۲۸۳

۳۹۲

بنت الرجل و ينكح بنته بغير صداق

و ينكح اخت الرجل و ينكحه اخته

بغير صداق

نسائی، جلد ۲، صفحہ ۸۵ / ابن ماجہ، صفحہ ۱۳۷ / بہقی، جلد ۷، صفحہ ۲۰۰

۳۹۲

۶۳ و الشغار ان ينكح هذه بهذه بغير

صداق بضع هذه صداق هذه و بضع

هذه صداق هذه

بہقی، جلد ۷، صفحہ ۲۰۰

۳۹۲



۳۹۷	۲۹۱	۲۷۱/۲۷۱	۶۳	احق الشروط ان توفوا به ما استحللتم به الفروج
۲۶۵	۱۱۷	۲۸۵/۲۸۵	۶۵	ان جارية بکرا انت النبی ﷺ فذکرت ان ابا زوجها و هی کارهه فخيرها النبی ﷺ
۳۰۸	۱۹۹	۲۸۳/۲۸۳	۶۶	و الشغار ان يزوج الرجل ابنته على ان يزوجه الاخر ابنته او اخته و لا صداق بينهما
۳۱۶	۱۶۰	۲۸۳/۲۸۳	۶۷	اذا نکح الرجل المرأة ثم طلقها قبل ان يدخل بها فله ان يتزوج ابنتها و ليس له ان يتزوج امها
۳۱۶	۱۳۳	۲۸۳/۲۸۳	۶۸	ايما رجل نکح امرأة فدخل بها او لم يدخل بها فلا يحل له نکاح امها
۲۹۰	۵۹۳	۲۸۳/۲۸۳	۶۹	من رأى منكم منكرا فليغيره بيده فان لم يستطع فبلسانه فان لم يستطع فبقلبه و ذلك اضعف الايمان
۳۲۳	۷۶	۲۸۳/۲۸۳	۷۰	اياك و ما يسوء الاذن
۳۵۱	۳۳۹	۲۸۳/۲۸۳	۷۱	و من لم يستطع فعليه بالصوم فانه له وجاء



٤٢	لا يجمع بين المرأة وعمتها	صحیح بخاری' جلد ٢' صفحہ ٤٦٦ /
٤٣	لا تنكح المرأة على عمتها ولا على خالتها ولا على ابنة أخيها ولا ابن أختها	صحیح مسلم' جلد ١' صفحہ ٣٥٢ / صحیح مسلم' جلد ١' صفحہ ٥٥٣ / سنن ابی داؤد' جلد ١' صفحہ ٢٨٢ / ترمذی' جلد ١' صفحہ ١٣٣ / نسائی
٤٤	كل المسلم على المسلم حرام	جلد ٢' صفحہ ٨٠
٤٥	الولد للفراش وللعاهر الحجر	ترمذی' جلد ٢' صفحہ ١٥ ابن ماجہ' صفحہ ١٣٥ / سنن
٤٦	البينة على المدعى	نسائی' جلد ٢' صفحہ ١١٠
٤٧	يحرم من الرضاعة ما يحرم من النسب	مشکوٰۃ المصابیح' صفحہ ٣٢٦
٤٨	سئل ابن عباس رضي الله تعالى عنهما عن رجل يكون له امرأتان فترضع احدهما صبيا والاخرى صبية قال لا اللقاح واحد لا تحل له	بخاری' جلد ٢' صفحہ ٤٦٦ / مسلم' جلد ١' صفحہ ٢٧٤ / ترمذی' جلد ١' صفحہ ١٣٦ / نسائی' جلد ٢' صفحہ ٨١ / ابن ماجہ' صفحہ ١٣٠ / ابی داؤد' جلد ١' صفحہ ٢٨٠ / تہقیقی' جلد ٤' صفحہ ٣٥٣ / کنز العمال' جلد ٣' صفحہ ٢٣٣
٤٩	سئل ابن عباس رضي الله تعالى عنهما عن رجل يكون له امرأتان فترضع احدهما صبيا والاخرى صبية قال لا اللقاح واحد لا تحل له	سنن تہقیقی' جلد ٤' صفحہ ٣٠٥ / مبسوط' جلد ٣٠' صفحہ ٢٩٣ / كنز العمال' جلد ٣' صفحہ ٢٣٥



۶۳۳	حاری' جلد ۲' صفحہ ۷۶۳ / مسلم' جلد ۱' صفحہ ۳۶۶	۷۹ الرضاعة تحرم ما تحرم الولادة
	مسلم' جلد ۱' صفحہ ۳۵۵ / ترمذی' جلد ۱' صفحہ ۱۳۱ / ابوداؤد' جلد ۱' صفحہ ۲۸۶ / نسائی' جلد ۲' صفحہ ۷۶ / کن ماجہ' صفحہ ۱۳۶ / بیہقی	۸۰ الایم احق بنفسها من ولیها
۶۶۳' ۶۵۷	جلد ۷' صفحہ ۱۲۲ / معانی الآثار طحاوی' جلد ۲' صفحہ ۸	
	حاری' جلد ۲' صفحہ ۷۷۱ / مسلم' جلد ۱' صفحہ ۳۵۵ / ابوداؤد' جلد ۱' صفحہ ۲۸۵ / ترمذی' جلد ۱' صفحہ ۱۳۱ / کن ماجہ' صفحہ ۱۳۶ / بیہقی	۸۱ لا تنکح الایم حتی تستأمر. ولا تنکح البکر حتی تستأذن
۶۶۳	جلد ۷' صفحہ ۱۲۲	
۶۶۵' ۶۵۸	بیہقی' جلد ۷' صفحہ ۱۱۷	۸۲ ان رسول اللہ ﷺ رد نکاح بکر و ثیب انکحہما ابوہما و ہما کارہتان
۶۶۳	بیہقی' جلد ۷' صفحہ ۱۲۳ / کنز العمال' جلد ۸' صفحہ ۲۳۶	۸۳ أمروا النساء فی أنفسهن فان الثیب تعرب عن نفسها و البکر رضاء ہا صمتہا
۶۶۳	کنز العمال' جلد ۸' صفحہ ۲۳۷	۸۴ امر النساء بایدیہن و اذنہن سکوتہن
۶۶۳	کنز العمال' جلد ۸' صفحہ ۲۳۷	۸۵ لا نکاح الا باذن الرجل و المرأة
۶۶۳	نسائی' جلد ۲' صفحہ ۷۷ / کنز العمال' جلد ۸' صفحہ ۲۳۶	۸۶ استأمرؤا النساء فی ابضاعهن





۶۶۳	متدرک، جلد ۲، صفحہ ۱۶۷	۸۷ لا تنکح النساء حتی تستأمر وهن فاذا سکتن فهو اذنهن
۶۶۳	یہقی، جلد ۷، صفحہ ۱۲۲	۸۸ و البکر تستأذن فی نفسها و اذنھا صماثھا
	خاری، جلد ۲، صفحہ ۷۷۱ / ابو داؤد، جلد ۱، صفحہ ۲۸۶ / نسائی، جلد ۲، صفحہ ۷۷۱ / ابن ماجہ، صفحہ ۱۳۶ / یہقی، جلد ۷، صفحہ ۱۱۹	۸۹ عن خنساء بنت حرام الانصاریة ان اباھا زوجها و هی ثیب فکرت ذلك فانت رسول الله ﷺ فرد نکاحھا
۶۶۳	نسائی، جلد ۲، صفحہ ۷۷۱ / ابن ماجہ، صفحہ ۱۳۶	۹۰ فقالت اجزت ما صنع ابی و لكن اردت ان تعلم النساء ان لیس للاباء شی
۶۶۵	ابو داؤد، جلد ۱، صفحہ ۲۸۴	۹۱ بغير اذن موالیھا
۶۶۶	سنن یہقی، جلد ۷، صفحہ ۱۰۵	۹۲ بغير اذن مولاھا
۶۶۶	کنز العمال، جلد ۸، صفحہ ۳۹۶	۹۳ قال رسول الله ﷺ لا نکاح الا بولی قیل یا رسول الله من الولی قال رجل من المسلمین
	الجواهر النقی، جلد ۷، صفحہ ۱۱۲ / کنز العمال، جلد ۸، صفحہ ۳۹۶	۹۴ کان علی اذا رفع علیه رجل تزوج امرأة بغير ولی فدخل بها امضاة
۶۶۷	یہقی، جلد ۷، صفحہ ۱۱۲	۹۵ فان انکحھا ولی مسخوط فنکاحھا باطل
۶۶۷	کنز العمال، جلد ۸، صفحہ ۲۴۷	۹۶ فان انکحھا ولی مسخوط علیھ فنکاحھا باطل
۶۶۷	یہقی، جلد ۷، صفحہ ۱۲۳	

۹۷ کانوا اذا مات الرجل كان اولياءه

احق بامرأته ان شاء بعضهم تزوجها
وان شاء وا زوجوها وان شاء وا لم
يزوجوها فهم احق بها من اهلها
فنزلت هذه الایة فی ذلك

۶۷۱ درمثور جلد ۲، صفحہ ۱۳۱

۹۸ عن عائشة قالت تزوجنی رسول

اللہ ﷺ بست سنین و بنی بی و انا
ابنة تسع سنین

۶۸۹ مسلم جلد ۱، صفحہ ۳۵۶

۹۹ توفي عثمان بن مظعون رضي الله

تعالى عنه و ترك ابنة له من خويلة
بنت حكيم بن امية بن حارثة بن
الاقص قال و اوصى الى اخيه قدامة
بن مظعون قال عبد الله فهما خالاي
قال خطبت الى قدامة بن مظعون ابنة
عثمان بن مظعون فزوجنيها فدخل
المغيرة بن شعبة رضي الله تعالى
عنه الى امها..... الخ

۶۸۹ صحيح جلد ۷، صفحہ ۱۱۳





فہرست ماخذ و مراجع

قرآن کریم

کتب تفسیر و اصول تفسیر

- ۲ جامع البیان، ابو جعفر محمد بن جعفر طبری ۳۱۰ھ، کبریٰ امیریہ مصر ۱۳۳۰ھ
- ۳ احکام القرآن، ابو بحر احمد بن علی رازی جصاص ۳۷۰ھ، بیہ مصر ۱۳۴۸ھ
- ۴ معالم التنزیل، ابو محمد حسین بن مسعود فرامی ۵۱۶ھ، تجاریہ کبریٰ مصر ۱۳۵۷ھ
- ۵ مفتاح الغیب (کبیر)، امام فخر الدین محمد بن عمر رازی ۶۰۶ھ، عامرہ شرقیہ مصر
- ۶ انوار التنزیل (بیضاوی)، ابو سعید عبداللہ بن عمر شافعی بیضاوی ۶۸۵ھ، نول کشور لکھنؤ ۱۲۸۲ھ
- ۷ مدارک التنزیل، ابو البرکات عبداللہ بن احمد نسفی ۷۱۰ھ، احیاء الکتب مصر ۱۳۴۴ھ
- ۸ غرائب القرآن، حسن بن محمد قمی نیشاپوری ۷۲۸ھ، کبریٰ امیریہ مصر ۱۳۳۰ھ
- ۹ لباب التاویل خازن، علی بن محمد بغدادی صوفی خازن ۷۴۱ھ، تجاریہ کبریٰ مصر ۱۳۵۷ھ
- ۱۰ ابن کثیر، ابو القداء اسمعیل بن عمر بن کثیر ۷۷۴ھ، عیسیٰ البانی مصر ۱۳۲۱ھ
- ۱۱ جلالین، جلال الدین محمد بن احمد علی شافعی ۸۶۴ھ، جلال الدین سیوطی شافعی ۹۱۱ھ، مجیدی کانپور
- ۱۲ الدر المنثور، امام جلال الدین سیوطی شافعی ۹۱۱ھ، مینہ مصر ۱۳۱۴ھ



۱۳	ارشاد العقل، ابو سعود محمد بن محمد عمادی حنفی ۹۸۲ھ، حنفیہ عامرہ شریقیہ مصر
۱۴	تفسیر منظر، قاضی ثناء اللہ پانی پتی ۱۲۲۵ھ، جید برقی پریس، دہلی
۱۵	تفسیرات احمدیہ، شیخ احمد ابو سعید ملا جیون جو پوری ۱۱۳۰ھ، علمی دہلی ۱۳۳۹ھ
۱۶	روح البیان، شیخ اسماعیل حق بن مصطفیٰ بروسی ۱۱۳۰ھ، در سعادت مصر ۱۳۳۰ھ
۱۷	الفتوحات الالہیہ (جمل)، سلیمان بن عمرو عجلی شافعی ۱۲۰۲ھ، عیسیٰ البابی الحلبی مصر
۱۸	صاوی، شیخ احمد بن محمد صاوی مالکی ۱۲۴۱ھ، ازہریہ مصر ۱۳۳۸ھ

کتب حدیث

۱۹	موطا امام مالک، ابو عبد اللہ مالک بن انس ۷۹ھ، دار الاشاعت رحیمیہ دیوبند
۲۰	سنن دارمی، ابو محمد عبد اللہ بن عبد الرحمن ۲۵۵ھ، مدینہ منورہ ۱۳۸۶ھ
۲۱	صحیح بخاری، ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بخاری ۲۵۶ھ، صبح المطابع دہلی ۱۳۵۷ھ
۲۲	صحیح مسلم، ابو الحسین مسلم بن الحجاج القشیری ۲۶۱ھ، صبح المطابع دہلی ۱۳۴۹ھ
۲۳	سنن ابو داؤد، ابو داؤد سلیمان بن اشعث بختانی ۲۷۵ھ، مجیدی کانپور، صبح المطابع
۲۴	ابن ماجہ، ابو عبد اللہ محمد بن یزید ابن ماجہ ۲۷۳ھ / ۲۷۵ھ، صبح المطابع دہلی / کراچی ۱۳۷۲ھ
۲۵	جامع ترمذی، ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی ۲۷۹ھ، مجیدی کانپور / علمی دہلی ۱۳۴۱ھ
۲۶	نسائی، ابو عبد الرحمن احمد بن شعبہ خراسانی ۳۰۳ھ، تجتائی دہلی ۱۳۵۰ھ
۲۷	شرح معانی الآثار، ابو جعفر احمد بن محمد طحاوی ۳۲۱ھ، صبح المطابع ۱۳۹۰ھ / رحیمیہ دیوبند
۲۸	مشکل الآثار، ابو جعفر احمد بن محمد طحاوی ۳۲۱ھ، دائرة المعارف ۱۳۳۳ھ
۲۹	دارقطنی، علی بن عمر بن احمد بغدادی دارقطنی ۳۸۵ھ، فاروقی دہلی ۱۳۱۰ھ
۳۰	مستدرک، ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ حاکم ۴۰۵ھ، دائرة المعارف ۱۳۳۳ھ



- ۳۱ تلخیص السیر رک ابو عبد اللہ محمد بن احمد زہبی ۷۴۸ھ 'دائرة المعارف' ۳۳۳ھ
- ۳۲ بیہقی ابو بکر احمد بن حسین بن علی بیہقی ۳۵۸ھ 'دائرة المعارف' ۳۳۳ھ
- ۳۳ مشکوٰۃ ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ خلیل ۷۴۰ھ 'صح الطابع
- ۳۴ کنز العمال علاء الدین علی متقی ہندی ۷۵۷ھ 'دائرة المعارف' ۳۱۲ھ تا ۳۱۴ھ
- ۳۵ جامع صغیر جلال الدین عبد الرحمن بن ابو بکر سیوطی ۹۱۱ھ 'تجاریہ کبریٰ مصر' ۳۵۲ھ

کتاب شروح حدیث

- ۳۶ شرح مسلم ابو زکریا یحییٰ بن شرف نووی شافعی ۷۷۶ھ 'صح الطابع' ۳۳۹ھ
- ۳۷ نصب الرایہ جمال الدین عبد اللہ بن یوسف زیلیعی ۷۶۲ھ 'مجلس علی' ۳۵۸ھ
- ۳۸ الکوکب الدراری شمس الدین محمد بن یوسف کرمانی ۷۸۶ھ 'بیمہ مصر' ۳۵۴ھ
- ۳۹ فتح الباری شہاب الدین احمد بن علی ابن حجر عسقلانی ۸۵۲ھ 'بیمہ مصر' ۳۴۸ھ
- ۴۰ عمدۃ القاری ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی ۸۵۵ھ 'دار الطباعة عامرہ مصر' ۳۰۸ھ
- ۴۱ ارشاد الساری علامہ احمد بن محمود قسطلانی ۹۲۳ھ 'یولاق مصر' ۳۵۱ھ
- ۴۲ شرح شمائل مناوی شیخ عبد الرؤف منادی ۱۰۳۱ھ 'عامرہ شرقیہ مصر' ۳۱۸ھ
- ۴۳ شرح شمائل / قاری ملا علی بن سلطان محمد قاری ۱۰۱۴ھ 'عامرہ شرقیہ مصر' ۳۱۸ھ
- ۴۴ مرقات ملا علی بن سلطان محمد قاری ۱۰۱۴ھ 'امدادیہ ملتان' ۷۸۷ھ
- ۴۵ فیض القدیر عبد الرؤف محمد بن علی حدادی منادی ۱۰۳۱ھ 'تجاریہ کبریٰ مصر' ۳۵۶ھ
- ۴۶ اشعۃ اللمعات شیخ عبد الحق بن سیف الدین محدث ۱۰۵۲ھ 'نشی نول کشور' ۳۵۴ھ
- ۴۷ شیخ الاسلام محمد شیخ الاسلام بن محمد فخر الدین ۱۱۰۴ھ
- ۴۸ ترجمہ ابو داؤد وحید الزماں ۱۳۴۸ھ



لغات و مشکل الحديث

۳۹	نہایہ، محمد الدین مبارک بن محمد ابن اشیر جزری ۶۰۶ھ، خیرہ مصر ۱۳۰۶ھ
۵۰	المغرب، امام ابو الفتح ناصر بن عبد البید بن علی المطرزی ۶۱۰ھ، دائرة المعارف
۵۱	تہذیب نووی، امام ابو زکریا یحییٰ بن شرف النووی ۶۷۶ھ، اداره طباعت منیریہ
۵۲	صراح، ابو الفضل محمد بن عمر جمال قرشی، تکمیل کتاب ۶۸۱ھ، احمد کاپنور ۱۳۱۰ھ
۵۳	فتھی الارب، شیخ عبد الرحمن بن عبد السلام صفوری ۸۹۲ھ، اسلامیہ لاہور ۱۳۲۲ھ

کتاب فقہ

۵۴	جامع صغیر، ابو عبد اللہ محمد بن حسن شیبانی ۱۸۹ھ، علوی ۱۳۱۲ھ
۵۵	جامع کبیر، ابو عبد اللہ محمد بن حسن شیبانی ۱۸۹ھ، استقامت مصر ۱۳۵۶ھ
۵۶	الکافی، حضرت حاکم الشیمیر محمد بن محمد حنفی ۳۳۴ھ، السعادة مصر ۱۳۳۱ھ
۵۷	قدوری، ابو الحسین احمد بن محمد قدوری بغدادی ۴۲۸ھ، اصح المطابع کراچی
۵۸	مبسوط سرخسی، محمد بن احمد بن ابو سہل سرخسی ۴۸۲ھ، السعادة مصر ۱۲۳۱ھ
۵۹	خلاصۃ الفتاویٰ، طاہر بن احمد بن عبد الرشید بخاری ۵۴۲ھ، ایکسپورت لیٹھولاہور
۶۰	فتاویٰ سر اجیہ، سراج الدین علی بن عثمان روشی فرغانی ۵۶۹ھ، نول کشور ۱۳۴۴ھ
۶۱	بدائع صنائع، ملک الجلاء علاؤ الدین ابو بکر ابن مسعود کاشانی ۵۸۷ھ، جمالیہ مصر ۱۳۲۸ھ
۶۲	فتاویٰ خانیہ، فقیہ النفس حسن بن منصور اوزجندی ۵۹۲ھ، نول کشور ۱۹۲۱ھ
۶۳	ہدایہ، شیخ الاسلام برہان الدین علی بن ابو بکر مرغینانی ۵۹۳ھ، مصطفائی / تجبائی / شرکت علیہ دہلی ۱۳۵۰ھ



- ۶۴ مزیہ المصلیٰ علامہ سدید الدین محمد بن محمد کاشغری ۷۰۵ھ 'قرآن محل کراچی ۱۳۷۳ھ
- ۶۵ کنز الدقائق ابو البرکات عبداللہ بن احمد لسانی ۷۱۰ھ 'تجانبائی / شمس المطالع
- ۶۶ کفایہ مولانا جلال الدین خوارزمی ۷۱۵ھ 'میںہ مصر ۱۳۱۰ھ
- ۶۷ تبیین الحقائق 'فخر الدین ابو محمد عثمان بن علی زلیعی ۷۳۳ھ 'امیریہ مصر ۱۳۱۳ھ
- ۶۸ وقایہ تاج الشریعہ محمود بن احمد بن جمال محبوبی ۷۳۰ھ 'تقریباً تجانبائی / مجیدی
- ۶۹ شرح وقایہ 'عبید اللہ بن مسعود بن تاج الشریعہ ۷۴۷ھ 'سعید اینڈ کمپنی کراچی
- ۷۰ زاد المعاد شمس الدین بن عبداللہ ابن قیم ۷۵۱ھ 'ازہریہ مصر ۱۳۲۵ھ
- ۷۱ رحمت الامة شیخ محمد بن عبدالرحمن دمشقی شافعی، تکمیل کتاب ۸۰۷ھ، مصطفیٰ البابی حلبی مصر ۱۳۵۴ھ
- ۷۲ عنایہ محمد بن محمود بدلی ۸۶۷ھ 'میںہ مصر ۱۳۰۷ھ
- ۷۳ جوہرہ نیرہ ابو بحر بن علی حداد عبادی حنفی ۸۰۰ھ 'محمود بک آستانہ ۱۳۰۱ھ
- ۷۴ جامع الفصولین شیخ الاسلام محمود بن اسر ایل ۸۲۳ھ 'کبریٰ امیریہ مصر ۱۳۰۰ھ
- ۷۵ شریفیہ سید میر شریف جرجانی ۸۱۶ھ 'تجانبائی دہلی ۱۳۴۱ھ
- ۷۶ رمز الحقائق بدر الدین محمود یعنی ۸۵۵ھ 'حیدری بمبئی ۱۲۹۴ھ
- ۷۷ فتح القدیر جمال الدین محمد بن عبد الحمید ابن ہمام ۸۶۱ھ 'میںہ مصر ۱۳۰۷ھ
- ۷۸ درر محمد بن فراموز 'مطال خرو ۸۸۵ھ 'در سعادت ۱۳۲۹ھ
- ۷۹ غرر محمد بن فراموز 'مطال خرو ۸۸۵ھ 'در سعادت ۱۳۲۹ھ
- ۸۰ الحاوی للفتاویٰ جلال الدین عبدالرحمن سیوطی ۹۱۱ھ 'میریہ درب الاتراک ۱۳۵۲ھ
- ۸۱ جامع الرموز شمس الدین محمد قہستانی ۹۵۳ھ 'نول کشور ۱۳۰۹ھ
- ۸۲ ملا مسکین علامہ معین الدین الہرودی المعروف ملا مسکین ۹۵۳ھ
- ۸۳ غنیۃ المستملی (کبیری) شیخ ابراہیم بن محمد حلبی ۹۵۶ھ 'تجانبائی دہلی ۱۳۳۲ھ
- ۸۴ صغیری شیخ ابراہیم بن محمد حلبی ۹۵۶ھ 'تجانبائی دہلی ۱۳۲۵ھ
- ۸۵ ملتقى الاخر شیخ ابراہیم بن محمد حلبی ۹۵۶ھ 'دار الطباعة عامرہ مصر ۱۳۱۶ھ



- ۸۶ بحر الرائق 'زین الدین بن ابراهیم ابن ائیم مصری ۹۰ھ' دارالکتب العربیہ مصر ۱۳۱۳ھ
- ۸۷ الاشباہ والنظائر 'زین الدین بن ابراهیم ابن ائیم مصری ۹۰ھ' نول کشور لکھنؤ ۱۹۱۵ء
- ۸۸ میزان شعرانی 'سیدی عبدالوہاب بن احمد شعرانی ۷۳ھ' مکتب البابی مصر ۱۳۵۳ھ
- ۸۹ تنویر الانصار 'محمد بن عبداللہ ترمذی تاشی غزی ۱۰۴ھ' احمدی دہلی / دارالسعادة ۱۳۲۳ھ
- ۹۰ غنیۃ ذوی الاحکام 'حسن بن عمار وفائی شرمبلی ۱۰۶ھ' دارالسعادة مصر ۱۳۲۹ھ
- ۹۱ نور الایضاح 'حسن بن عمار وفائی شرمبلی ۱۰۶ھ' عیسیٰ البابی مصر ۱۳۵۶ھ
- ۹۲ مراقی الفلاح 'حسن بن عمار وفائی شرمبلی ۱۰۶ھ' عیسیٰ البابی مصر ۱۳۵۶ھ
- ۹۳ مجمع الانسر 'محمد بن سلیمان شیخ زادہ ۷۸ھ' دارالطباعة مصر ۱۳۱۶ھ
- ۹۴ فتاویٰ خیرہ 'خیر الدین احمد علی ۸۱ھ' در سعادت ۱۳۱ھ
- ۹۵ در المختار علاء الدین محمد بن علی حصکتی ۸۸ھ' احمدی دہلی / دارالسعادة ۱۳۲۴ھ
- ۹۶ در التتمی علاء الدین محمد بن علی حصکتی ۸۸ھ' دارالطباعة عامرہ مصر ۱۳۱۶ھ
- ۹۷ غمر العیون 'شہاب الدین سید احمد بن محمد حموی ۹۸ھ' نول کشور لکھنؤ ۱۹۱۵ء
- ۹۸ فتاویٰ ہندیہ (عالمگیری) ملا نظام الدین دہان پوری ۱۰۴ھ' مجیدی کانپور ۱۳۵۰ھ' اکبرئی امیرہ مصر ۱۳۱۰ھ
- ۹۹ تکملہ بحر الرائق 'محمد بن حسین طوری ۱۱۳ھ' دارالکتب العربیہ مصر ۱۳۳۳ھ
- ۱۰۰ طحطاوی علی المراقی 'سید احمد بن محمد بن اسماعیل طحطاوی ۱۲۳۱ھ' عیسیٰ البابی مصر ۱۳۵۶ھ
- ۱۰۱ طحطاوی علی الدرر 'سید احمد بن محمد بن اسماعیل طحطاوی ۱۲۳۱ھ' دارالطباعة عامرہ مصر ۱۲۵۴ھ
- ۱۰۲ القعود الدرر 'علامہ ابن عابدین شامی ۱۲۵۲ھ' مینہ مصر ۱۳۱۰ھ
- ۱۰۳ ثلاثین شامی 'علامہ ابن عابدین شامی ۱۲۵۲ھ' دارالسعادة مصر ۱۳۱۵ھ
- ۱۰۴ منہ الخائق 'علامہ ابن عابدین شامی ۱۲۵۲ھ' دارالکتب العربیہ مصر ۱۳۳۳ھ
- ۱۰۵ رد المحتار 'علامہ ابن عابدین شامی ۱۲۵۲ھ' دارالسعادة مصر ۱۳۳۴ھ
- ۱۰۶ عمدۃ الراعی 'علامہ عبدالحی لکھنوی ۱۳۰۴ھ' مجیدی
- ۱۰۷ کتاب النفع علی المذہب الاربعہ 'عبدالرحمن جزیری ۱۳۴۰ھ' تقریباً دارالکتب مصر ۱۳۶۹ھ



- ۱۰۸ حاشیہ کتاب الفقہ 'عبدالرحمن جزیری ۱۳ویں صدی ہجری 'دار الکتب مصر ۱۳۶۹ھ
- ۱۰۹ کفل اللقیہ القائم 'اعلیٰ حضرت الشاہ احمد رضا خاں ۱۳۴۰ھ 'نوری کتب خانہ لاہور
- ۱۱۰ طریق اثبات اہلال 'اعلیٰ حضرت الشاہ احمد رضا خاں ۱۳۴۰ھ 'نوری کتب خانہ لاہور
- ۱۱۱ فتاویٰ رضویہ 'اعلیٰ حضرت الشاہ احمد رضا خاں ۱۳۴۰ھ 'یوسفی فرنگی محل ۱۹۶۲ء
- ۱۱۲ بہار شریعت 'مولانا امجد علی اعظمی ۱۳۶۹ھ 'رفاع عامہ آگرہ
- ۱۱۳ افادۃ السیر 'سیدی فقیہ اعظم ابو الخیر محمد نور اللہ نعیمی ۱۴۰۳ھ
- ۱۱۴ روزہ لوریئکہ 'سیدی فقیہ اعظم ابو الخیر محمد نور اللہ نعیمی ۱۴۰۳ھ
- ۱۱۵ فتاویٰ نوریہ قلمی 'سیدی فقیہ اعظم ابو الخیر محمد نور اللہ نعیمی ۱۴۰۳ھ
- ۱۱۶ حاشیہ علی الشامی قلمی 'سیدی فقیہ اعظم ابو الخیر محمد نور اللہ نعیمی ۱۴۰۳ھ
- ۱۱۷ حرمت المصاہرہ 'سیدی فقیہ اعظم ابو الخیر محمد نور اللہ نعیمی ۱۴۰۳ھ

کتب اصول فقہ

- ۱۱۸ حاشی 'محمد بن محمد بن عمر حسام الدین اخسیکشی ۶۴۴ھ 'سعیدی
- ۱۱۹ مختصر المنہج 'جمال الدین عثمان بن عمر بن حاجب مالکی ۶۴۶ھ 'کبریٰ امیریہ مصر ۱۳۱۶ھ
- ۱۲۰ منار 'ابو البرکات عبداللہ بن احمد نسفی ۷۱۰ھ 'سعید ایم کراچی ۱۳۷۹ھ
- ۱۲۱ شرح قاضی عقد 'عقد الدین عبدالرحمن بن احمد ابی ۵۶۷ھ 'کبریٰ امیریہ مصر ۱۳۱۶ھ
- ۱۲۲ حاشیہ تفتازانی علی العقد 'علامہ سعد الدین مسعود تفتازانی ۷۹۲ھ 'کبریٰ امیریہ مصر ۱۳۱۶ھ
- ۱۲۳ مسلم الثبوت 'ملاحظہ اللہ بن نظام الدین بہاری ۱۱۱۹ھ 'نول کشور لکھنؤ ۱۹۰۳ء
- ۱۲۴ نور الانوار 'ملا جیون صدیقی 'سعید ایم کراچی ۱۳۷۹ھ
- ۱۲۵ فوائج رحمت 'بحر العلوم عبدالعلی محمد بن نظام الدین سالوی ۱۲۲۵ھ 'سعید ایم کراچی ۱۳۷۹ھ



کتاب نحو

- ۱۲۶ کافیه، شیخ جمال الدین ابن حاجب ۶۳۶ھ
 ۱۲۷ شرح جامی، مولانا عبدالرحمن جامی
 ۱۲۸ غایۃ التحقیق، صفی بن نصیر بن نظام الدین اشرفی، نویں صدی ہجری
 ۱۲۹ رضی، محمد بن حسن الشیخ رضی، تکمیل کتاب ۶۸۶ھ، منشی نول کشور ۱۲۷۹ھ
 ۱۳۰ تکملہ عبدالغفور، مولانا عبدالغفور، منشی نول کشور، ۱۸۸۵ء

متفرقات

- ۱۳۱ احیاء علوم الدین، امام ابو حامد محمد بن محمد الغزالی ۵۰۵ھ، مصطفیٰ البانی حلبی مصر ۱۳۵۸ھ
 ۱۳۲ الجواهر المصیہ، محی الدین عبدالقادر بن ابی الوفاء محمد قرشی خفی ۷۷۵ھ، دارۃ المعارف ۱۳۳۲ھ
 ۱۳۳ الموابہ اللدنیہ، علامہ احمد بن محمد قسطلانی ۹۲۳ھ، ازہریہ مصر ۱۳۲۵ھ
 ۱۳۴ کشف الظہون، مصطفیٰ بن عبداللہ کاتب چلبی ۱۰۶۷ھ، اسلامیہ طہران ۱۳۷۸ھ
 ۱۳۵ زر قانی، محمد بن عبدالباقی زر قانی ۱۱۲۲ھ، ازہریہ مصر ۱۳۲۵ھ
 ۱۳۶ دستور العلماء، قاضی عبدالنبی بن عبدالرسول احمد نگر ۱۱۷۳ھ، دارۃ المعارف ۱۳۲۹ھ
 ۱۳۷ حجۃ اللہ البالغہ، شاہ ولی اللہ محدث دہلوی ۱۱۷۹ھ، طباعت منیریہ ۱۳۵۲ھ
 ۱۳۸ الفوائد البہیہ، ابوالحسنات محمد عبدالحی لکھنوی ۱۳۰۴ھ، ندوۃ المعارف
 ۱۳۹ ملفوظات اعلیٰ حضرت، اعلیٰ حضرت شاہ احمد رضا خاں دہلوی ۱۳۴۰ھ



هُوَ الْقَاضِي الْحَاجَاتُ

۱۳۹۶ھ ۱۹۷۷ء
"مراسلات فقہیہ معظم"

۱۹۷۷ء
صاحب عرفان ذی النجود والاحترام

عارف ستودہ صفات ۱۹۷۷ء تا یک ہرشت محمد نور اللہ
۱۳۹۷ھ مفتی اعظم زاد حیاتہ ۱۳۹۷ھ

فتاویٰ نوریہ پیش نظر ہے ۱۹۷۷ء۔ مقدمہ کا ستارا اوج پر ہے
یہ اک گلدستہ گلہائے تر ہے
ہر اک لفظ اس کا مانند گہر ہے
فتاویٰ نوریہ ہی معتبر ہے
یہی نخلِ ثمن کا ثمر ہے
بہاروں پر گلستانِ نظر ہے
ادھر فتح محمد راہ بدر ہے
فروغِ محفلِ اہلِ بصر ہے
جو اربابِ نظر کا مستقر ہے
زبانِ قدس جن کی پُر اثر ہے
وہ نازاں خوبیِ تقدیر پر ہے
میسر جن کو نصر اللہ ابر ہے
درخشاں جس سے ہر اک راہنہر ہے
یہی وردِ زباںِ شام و سحر ہے
فتاویٰ نوریہ مد نظر ہے

یہ ہے فقر و تصوف کا رقیق
ہر اک نقطہ ہے مثلِ ماہِ تاباں
برائے گمراہانِ علم و دانش
یہی ہے کادشِ پیہم کا حاصل
بفیضانِ نگاہِ بوحسبہ
نعیم الدین و زید الدین علی شاہ
نگاہِ مفتی اعظمِ نعیمی
عجب دارالعلومِ خفیہ ہے
الواجب الخیر آفتابِ حیرتِ حکمت
جسے ہر صحبتِ براء الخیر حاصل
محبتِ محترم، تابشِ نصرتِ ہی
صیائے مانتابِ علم و عرفان
رہے تاحشر یہ میخانہ آباد
تسکینِ دودیتِ تاریخِ طباعت



قطعة تاریخ طباعت فتاویٰ نوریہ (جلد دوم)

رسمات فکر حضرت مولانا الحاج سید شریف احمد شرافت نوشاہی رحمۃ اللہ علیہ
استاذ عالیہ نوشاہیہ سہنپال شریف گجرات

بحمد اللہ این نسخہ باکرامت
بفقہ حنفی شدہ باشہاست
ز تالیف علامہ و شیخ زاهد
ابوالخیر نور اللہ مرد محبا ہوا
کہ روح و روان انجمن شریعہ رحمان
بشہر بصیر آمدہ فخر دوران
بفقہ و حدیث و بہ تفصیر اعلیٰ
بورع و بتقویٰ ز افسران اولیٰ
بمقتول و منقول اشہر عجائب
بعلم بدیع و علوم انصرائب
شرافت بکفایت ز سال طباعت
فتاوائے نوریہ بحکم سعادت

۹۷ م ۱۳

مراد بصیر پور



فقیر اعظم فقہائے ملت

از مولانا ابوالفضلا محمد باقر ضیاء النوری علیہ الرحمہ

خدا یا تا نگہداری جہاں را زماں را از زمین و آسماں را
بحرمت روئے تابان محمد دودے ہر روانش بادِ سجید
کہ حضرت مولین ابوالخیر باخیر بعفوَ عافیت داری بلاضیہ
بہ ابد آباد شاد آباد داری

نگہداشتِ بکرم خویش و یاری

رستمِ عالمے را دستگیر است ز پیرِ دستگیرے فیض گیر است
تو میر سی کد میں جاش پر واز چہ گیم ز آسماں پر واز شہباز
امامِ اہلسنت و اجماعت فقیر اعظم فقہائے ملت
بہ نگہش دیدہ دل باز گردد کہ کجشک آمدہ شہباز گردد
ز فتور ہاش ز طبع جلد ثنائی

ز نصرا شد تہنیش بدانی

فتاویٰ نوید عجیب کتابے کتابے باصوابے لاجوابے
مہات مسائل را عیاں کرد نمادہ مشکلی آساں چناں کرد
چراغِ رہ نموی مغتباں را اذیٰ مشکلا مستفتیاں را
پے فقہا و کلاہ دستگیرے بہ خطبا طلبا بہتر نصیرے

عیان تارینخ طبعش بے ملال است

ز تحقیقات کثافت کماں است

دگر تارینخ طبعش بے گیر است "چہ مطلبیکہ مرغوبہ قلوب است"
بصدق دل و راہر کس کہ خواند ضیاء فائز چناں گرد کہ دانند



اجمالی فہرست کتب و ابواب

فتاویٰ نوریہ

جلد اول

- کتاب الطہارۃ
کتاب الوقف (مساجد وغیرہ)
رسالہ ”عقود العساجد لعمار المساجد“
کتاب الصلوٰۃ
باب الاوقات
رسالہ ”تنویر فیئ الزوال“
رسالہ ”ابداء البشریٰ بقبول الصلوٰۃ فی الضحوة الكبرى“
باب الاذان
رسالہ ”تقبیل الابهامین عند ثانی الاذانین“
باب الامتہ
لاؤڈ پیسر میں نماز کے جواز پر تصنیف ”مکرم الصوت“ مکمل
باب ما یجوز فی الصلوٰۃ وما لا یجوز (مباحات ومفادات نماز)
باب القراءة
باب الوتر والنوافل
باب سجدة السهو
باب صلوٰۃ المسافر
باب صلوٰۃ الحجۃ والعیذین
رسالہ ”انوار اتقن الدولہ فی اجوبۃ اسئلۃ فکا دولہ“
مسائل شتی (مترقات)
باب الجنائز
فوائد متعلقہ اصول فقہ وحدیث وفتویٰ



جلد دوم

باب العمر

کتاب الزکوٰۃ

رسالة روزه اور نيكه	كتاب الصيام
رسالة "افادة النشر اوكد الامر"	باب روية الملل
كتاب الحج	باب الاعتكاف
باب الخطبة	كتاب النكاح
باب الشغار	باب المهر
باب الجمع بين المحارم	باب الحرمان
باب نكاح المعتقات	باب نكاح المحصنات
رسالة "حرمة المصاهرة ترفع المناكحة"	باب المصاهرة
باب النفقة	باب الرضاع
باب خیار البلوغ	باب الولي

جلد سوم

باب طلاق الصبي	كتاب الطلاق
باب الطلاق في الغضب	باب طلاق الجنون والغنى عليه
باب طلاق المكره	باب طلاق الموائل
باب الفاء الطلاق	باب كتمه الطلاق
باب الحلالة	باب الطلاق بالشرط
باب الظهار	باب تفرق القاضي
كتاب الذبايح	باب العدة
رسالة حرمت زنا	باب ما يؤكل لحمه وما لا يؤكل لحمه
باب العتقة	كتاب الاضحية
كتاب المحظر والابادة	كتاب الصحرير
	رسالة "الافتاء في جواز تعليم الكتابة للنساء"

جلد چهارم

كتاب الديه القصاص	كتاب السرقة
كتاب الرأ	كتاب الميوع
كتاب الدعوى	كتاب الرهن
باب حضنة الولد	باب شيوع العرب
كتاب القراض	كتاب الوصايا
باب الهبات	باب ذوى القروض
باب العول	باب ذوى الارحام



جلد پنجم

توحید	کتاب العقائد
رسالہ "مسئلہ سایہ"	نور انیت مصطفیٰ علیہ التحیہ والثناء
قرآن کریم	عظمت مصطفیٰ
حساب، کتاب	ملائکہ
موت و حیات	رسالہ "انار استمرار الکفار فی اضرار النار"
شفاعت	قیامت، حشر، نشر
خلفاء راشدین، ائمہ اہل بیت کرام	مسائل ارواح
شریعت و طریقت	اولیائے کرام
کتاب السنہ والحدیث	کتاب التفسیر
فوائد متفرقة	حدیث الحبیب (حجت حدیث کے موضوع پر تصنیف)

جلد ششم

اس جلد کی حیثیت تہتمہ کی ہے جس میں وہ فتاویٰ درج ہیں جو پہلی جلدوں میں شامل نہ کیے جاسکے۔

باب الوضوء	کتاب الطہارۃ
کتاب الصلوٰۃ	کتاب المساجد
باب الامامۃ	باب الاوقات
باب الطہوع	باب ما یجوز بہ الصلوٰۃ وما لا یجوز
باب الجمعۃ والعیدین	رسالہ "تفصائل سنت فجر"
کتاب الزکوٰۃ	باب الجنائز
باب روئے الملال	کتاب الصوم
کتاب الحج	باب الاعکاف
باب الحرمات	کتاب الزکاح
باب نکاح المعتدات والحوامل	باب المصاہرۃ
باب الولی	باب الرضاع
کتاب الطلاق	باب التہنؤ
فوائد اصول متفرقة	کتاب الخطر والاباحۃ
	متفرقات

